تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ چہل و دوم (۴۲)

قادیانی مشن (۵)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ چہل و دوم (۴۲) قادیانی مشن (۵)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۹۶
سال اشاعت	۲۰۱۴ء
زیر اہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۱۰
عقاید مرزا	۱۱
مرزا قادیانی اتنا کام کر گئے	۱۵
حلف سے بھاگا	۱۷
مرزا صاحب بحیثیت سلطان القلم	۲۴
پیغام صلح کا پیغام جنگ	۲۹
خواجہ کمال الدین پر کفر کا فتوی	۳۴
مرزا قادیانی کی صداقت کے دلائل	۴۳
کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے	۴۵
دہلی میں قادیانی معجزہ	۵۰
سرگودھا میں مباحثہ	۵۳
احمد کی بشارت پر جھگڑا اور اس کا فیصلہ	۵۹
سلطان القلم یا شکستہ قلم	۷۲
مرزا صاحب کی سرخ مثل کے متعلق ایک درخواست	۷۴
بصری خواب	۷۵
سلطان القلم نہیں، شکستہ قلم ۔ نمبر ۲	۷۷
مرزا صاحب قادیانی کا فرشتہ	۸۲
قادیان میں مسٹر مظہر الحق پر عتاب	۸۳

فاتحة الكتاب

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی بیالیسویں (اور قادیانی مشن کی پانچویں) جلد قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء تا ۲۱ جون ۱۹۱۸ء کے دورانیہ کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ کی تحریروں کے علاوہ منشی عبدالحی کوہاٹی، منشی اللہ دتا جھنگوی، بابو بشیر محمد از بصرہ، بابو محمد عمر امرتسری، جناب عبدالحفیظ میرٹھی، مولوی ظفر علی خان، سید عبدالمجید کٹکی، مولوی عبداللطیف سیونی احمد آباد گجرات، جناب محمد اسماعیل زرگر جہلمی، مولوی عطاء اللہ دریا پور کٹک، سید عبدالسلام آف مطبع فاروقی دہلی، منشی عبدالکریم انارکلی لاہور، مولوی عزیز الرحمان بن مولوی محمد علی بھوپڑی، مولوی غلام احمد اخگر اڈیٹر اہل فقہ امرتسر، جناب محمد دین امرتسری مقیم فیروز پور، مولانا محمد ابراہیم میر، خواجہ حسن نظامی دہلوی، مولوی محمد عبدالغفور عابدی دکن،، جناب طارق صدیقی ہوشیار پور وغیرھم کی نگارشات شامل ہیں۔

علاوہ ازیں لاہوری احمدیوں کے اخبار پیغام صلح، اور قادیانیوں کے اخبار الفضل قادیان سے بھی چند تحریریں نقل کی گئی ہیں جو اخبار اہل حدیث امرتسر کے مضامین کے جواب میں لکھی گئی تھی یا جن کے جوابات ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر میں دیئے گئے تھے۔ نیز ۱۹۱۷ء میں امرتسر میں قادیانی فسخ نکاح کا جو مقدمہ چلا تھا اس کی کارروائی، مع قادیانی علماء کے بیانات، اوران پر لاہوری احمدیوں کی تنقید، نیز جج کا فیصلہ اوراس پر شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ کا تبصرہ بھی نقل ہوا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے چیستان مرزا کے عنوان سے جو ایک انعامی سوال قائم کیا تھا، اس کی تفصیل، نیز اس کا قادیانی جواب اور اور شیخ الاسلام امرتسری کی طرف سے اس کا جواب الجواب بھی نقل ہوا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مصرع: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار، کے تناظر میں لکھی جانے والی چند قادیانی اور ثنائی تحریریں بھی ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر اور الفضل قادیان سے نقل ہوئی ہیں۔ اور لندن میں تبلیغ اسلام سے متعلق قادیانیوں اور لاہوریوں میں جو تنازعہ کھڑا ہوا تھا، اس پر ثنائی نگارشات کے علاوہ الفضل قادیان اور پیغام صلح لاہور سے چند تحریریں بھی نقل کر دی گئی ہیں۔

جب ۱۹۱۷ء میں خواجہ حسن نظامی دہلوی نے مرزا محمود احمد قادیانی کو مباہلے کا چیلنج دیا، تو جانبین کی خوب گرما گرم تحریریں نکلیں تھیں جنہیں اہل حدیث امرتسر، پیغام صلح لاہور اور الفضل قادیان سے نقل کیا گیا ہے۔

زیر نظر جلد میں اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے جسے قارئین خود ملاحظہ فرمالیں گے۔ تاہم کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تخریج وتنقید کا انحصار چونکہ فرد واحد پر رہا ہے اس لئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۱۶ء۔۱۹۱۷ء۔۱۹۱۸ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کیلئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔ والسلام۔

فقیر بارگاہ صمدی محمد بهاء الدين

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

عقاید مرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

باوجودیکہ قادیانی مباحث کو ہوتے ہوئے آج کئی برس گذر گئے ہیں، تاہم بعض حصص ملک سے استفسار آتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کیا ہیں، اور علماء کرام اون کے مخالف کیوں ہیں؟

اس سوال کے جواب دینے کے لئے یہ چند اوراق متضمن عقاید مرزا لکھے جاتے ہیں، جن میں مرزا غلام احمد صاحب کے عقاید کے ساتھ اون کی اصل عبارات مع حوالہ کتاب اور صفحہ کے ملے گی۔ انشاء اللہ

۱۔ قرآن مجید میں ذکر ہے حضرت عیسی علیہ السلام نے کہا تھا ومبشّرا برسول یأتی من بعدی اسمه ا حمد جس کو آج تک سب مسلمان آنحضرتﷺ کے حق میں سمجھتے آئے ہیں

مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں: وہ احمد میں ہوں۔ یعنی حضرت عیسیؑ نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔ (ازالہ اوہام، طبع اول۔ ص ۶۷۳)

۲۔ حدیث شریف میں آیا ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مر یم من السّماء (صحیح بخاری اور بیہقی۔ (من السماء کا لفظ بیہقی میں آیا ہے)(ترجمہ: تم کیسے ہوگے جب حضرت عیسی بن مریم تم میں آسمان سے اتریں گے)۔

مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں یہ مسیح موعود میں ہوں (ازالہ اوہام طبع اول۔ ص ۶۶۵)

۳۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت فاطمہ زہراءؓ کی اولاد سے ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا نام محمد اور باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ اوس کا لقب امام مہدی ہوگا اوس کی صفت یہ ہوگی:

یملأ الارض قسطاً کما ملئت جوراً ۔(اوسکے آنے سے پہلے زمین ظلم سے بھری پڑی ہوگی اوس کے آنے پر عدل وانصاف سے بھر جائے گی)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ میں وہی مہدی ہوں جو حضرت ابو بکرؓ تو کیا، بعض نبیوں سے بھی بہتر ہے (قادیانی اشتہار معیار الاخیار۔ص ۱۱)

۴۔ مرزا صاحب قادیانی اپنے رتبہ کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں:

میں نور ہوں، مجدد ہوں ..مہدی معہود ہوں اور مسیح موعود ہوں۔
مجھے کسی کے ساتھ قیاس مت کرو، اور نہ دوسرے کو میرے ساتھ۔
میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں،
اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں،
اور سورج ہوں جس کو دھواں چھپا نہیں سکتا،
اور کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو، ہرگز نہیں پاؤ گے۔
میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہو اور میرے عہد پر ہوگا۔
اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔
اور یہ میرا قدم ایسے منارہ پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔
بس خدا سے ڈرو اور مجھے پہچانو اور نافرمانی مت کرو
میرے سوا دوسرے مسیح کے لئے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔
پس جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین (محمد رسول اللہ) کے صحابہ میں داخل ہوا (یعنی میرے مرید صحابہ کے برابر ہیں)

(قادیانی خطبہ الہامیہ۔ص ۳۵، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۵۲۱۔ ۱۵۸)۔

مختصر طور پر مرزا صاحب قادیانی تریاق القلوب صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

۵۔ مرزا صاحب قادیانی عیسائیوں اور شیعوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اے عیسائی مشنریو! ربنا المسیح مت کہو۔ دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے

جواوس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اوس سے بہتر غلام احمد ہے

اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے (یعنی مرزا) کہ اوس حسین سے بڑھ کر ہے۔

(دافع البلاء ص۱۳، ۲۰)

شتّان ما بيني و بين حسينكم

مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے

فانّي اؤيّد كلّ آنٍ وّ انصر

کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔(اعجاز احمدی۔ص ۶۹)

۶۔ دنیا کی قضا وقدر یعنی جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوس کو لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ایک میرے مخلص عبداللہ نامی پٹواری غوث گڈھ ریاست پٹیالہ کے دیکھتے ہوئے اور ان کی نظر کے سامنے یہ نشان الٰہی ظاہر ہوا کہ اول مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ بہت سے احکام قضا وقدر کے اہل دنیا کی نیکی و بدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں۔ اور تمثیل کے طور پر میں نے خدا تعالی کو دیکھا۔ اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ اس پر دستخط کر دیں۔

مطلب یہ تھا کہ یہ سب باتیں جن کے ہونے کا میں نے ارادہ کیا ہے، ہو جائیں۔ سو خدا تعالی نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے۔

اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اوس کو جھاڑا، اور معاً جھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے۔

اور چونکہ کشفی حالت میں انسان بیداری سے حصہ رکھتا ہے اسلئے مجھے جب کہ ان قطروں سے جو خدا تعالی کے ہاتھ سے گرے، اطلاع ہوئی ساتھ ہی میں نے بچشم خود ان قطروں کو بھی دیکھا۔ اور میں رقت دل کے ساتھ اس

قصے کو میاں عبد اللہ کے پاس بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں اس نے بھی وہ تر بتر قطرے کپڑوں پر پڑے ہوئے دیکھ لئے ۔اور کوئی ایسی چیز ہمارے پاس موجود نہ تھی جس سے اس سرخی کے گرنے کا کوئی احتمال ہوتا۔ اور وہ وہی سرخی تھی جو خدا تعالی نے اپنے قلم سے جھاڑی تھی۔
اب تک بعض کپڑے میاں عبد اللہ کے پاس موجود ہیں جن پر وہ بہت سی سرخی پڑی تھی۔ اور میاں عبد اللہ زندہ موجود ہیں اور اس کیفیت کو حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ کیونکر یہ خارق عادت اور اعجازی طور پر امر تھا۔

(تریاق القلوب۔ص ۳۴)

۷۔ نبوت ورسالت کا دعوی

جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت سے گذر چکے ہیں اون کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں (مرزا قادیانی) ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ۔(حقیقت الوحی۔ص ۳۹۱)

ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں ۔خدا تعالی جسکے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس کی پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں، اوسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم (مرزا) پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں ...ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالی کے کئی نشان اوس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اس لئے ہم نبی ہیں۔ (اخبار بدر قادیان مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۲ کالم ۲)

نوٹ : چونکہ دعوی نبوت سن کر مسلمانوں کو سخت وحشت ہوتی ہے اور وہ مرزائی مذہب میں آنے سے نفرت کرتے ہیں اسلئے مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے خلیفہ اول مولوی نورالدین کے بعد مرزا صاحب کے بعض دانا مریدوں نے یہ کہنا شروع کیا ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی نہیں کیا تھا۔ ہمیں اس اختلاف سے مطلب نہیں ہم تو مرزا صاحب کے اصلی الفاظ سامنے رکھتے ہیں جو ملک کی عام زبان اردو میں ہیں جو چاہے دیکھ لے۔

۸ ۔مرزا صاحب قادیانی کا منکر مومن نہیں، فرماتے ہیں:

جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری امت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے ...اب جو شخص خدا و رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالی کے نشانوں کو رد کرتا ہے تو وہ مومن کیوں کر ہوسکتا ہے۔

(حقیقت الوحی۔ص ۱۶۳)

۹ ۔ (بقول مرزا قادیانی) ایک الہام میں خدا نے مرزا صاحب کو یوں مخاطب کیا:

اسمع ولدی (اے میرے بیٹے سن) (کتاب البشری۔ص ۴۵)

۱۰ ۔مرزا صاحب قادیانی کا ایک الہام یوں ہے:

خدا قادیان میں نازل ہوگا (البشری۔ص ۵۶)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر ا۔جلد ۱۴۔ ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء ۱۲ محرم ۱۳۳۵ھ ص ۳۔۴)

مرزا قادیانی اتنا کام کر گئے

نہ ہر کہ دلق بپوشد ز اولیاء باشد۔ (تریاق القلوب)

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

دنیا کے تعداد مذاہب پر نظر ڈالنے اور خاص کر انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات تبلیغ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی کام ایسا دشوار نہیں جیسے پرانے راسخ شدہ باطل مذہبی عقیدہ کا ایک شخص کے دل سے دور کرنا۔ الا ما شاء اللہ۔

حضرت عیسیٰؑ کے قیامت کے نزدیک نازل ہوکر کسر صلیب کرنے اور دنیا کے لوگوں کو مسلمان بنانے کے مسئلہ کا عقیدہ ایسا ہے کہ بادی النظر میں محال نظر آتا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی میں جو ایک بندہ خدا نے قادیان سے آواز اٹھائی کہ تمہارا عیسی تو فوت ہو چکا اور یہ کام میں نے کرنا ہے، تو گو چند جلد بازوں نے اس دعوی

کو لبیک کہد یا، لیکن بہت سے اللہ کے بندوں نے اس دعوی کو غلط سمجھا، اور نتیجہ کے انتظار میں رہے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے کہیں خود بھی فرمایا تھا کہ گھوڑے کا بوجھ اس سے چھوٹے جانور سے نہیں اٹھتا۔

جب ایک مدت تک نتیجہ کا ظہور نہیں ہوا، اور معتقدین جلد باز انتظار میں بے قرار ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ گھبراتے کیوں ہو:

اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور اپنی زندگی میں اس کام کو نہ کر دکھاؤں، تو لوگو! گواہ رہو کہ میں جھوٹا ہوں۔

صاحب عقل لوگوں نے اسکے معنی یہ لئے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں تو اب ان سے کوئی سوال نہیں کر سکے گا۔ اور جب مر گئے تو سوال کس کا اور جواب کس کا۔

آخر وہ ہوا، جو تاڑنے والے پہلے ہی تاڑ گئے تھے۔ یعنی مرزا صاحب خود تو حق و باطل کی فیصلہ کن دعا کے نیچے آکر منہ مانگی موت پا گئے اور دنیا کی آنکھیں ان دعوؤں کے نتیجہ کے انتظار میں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

ہاں بقول شخصے کہ : عیب ہا جملہ بگفتی ہنرش بگو، ایک کام یعنی اپنے دعوے کا ایک جزو پورا کر گئے، اس کے ہم قائل ہیں، وہ کیا؟

وہ یہ ہے کہ خواہ کسی مذہب پر گئے لیکن باستثناء چند اشخاص تمام دنیا کو کافر بنا کر ایک مذہب پر کر گئے۔ کیونکہ اون کا فتوی ہے کہ جو مجھ کو نہیں مانتا، وہ کافر ہے۔

باقی جو کسر رہ گئی تھی وہ ان کے بیٹے (مرزا محمود احمد) صاحب نے پوری کر دی۔ بیٹا قائم مقام باپ کے ہے، اس لئے بیٹے کا فعل بھی انہی کے فعل میں داخل ہے۔

میں حیران ہوں کہ باوجود اس صریح کرامت اور صداقت کے لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کیوں نہیں مانتے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ لکھتے ہیں:

ہمارے ایک استاد تھے، جو طالب علم پڑھا ہوا بھول جاتا اوس کو فاضل کہا کرتے تھے۔ دریافت کرنے پر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ فاضل قسم اول اوس کو کہتے ہیں جس کو نہ پڑھی ہوئی کتاب پڑھی کی طرح ہو۔ مگر فاضل قسم ثانی وہ ہوتا ہے جس کو

پڑھا ہوا، نہ پڑھا ہوا جیسا ہو جائے۔ سو یہ فاضل قسم ثانی ہے۔

ٹھیک اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں وحدت اقوامی پیدا کرنے کو آیا ہوں۔ اسلامی وحدت نہ ہوئی، نہ سہی، کفری وحدت تو ہو گئی۔ کیا سچ ہے؟

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نغمہ شادی نہ سہی ماتم شیون ہی سہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر۱۔ جلد۱۴۔ ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء ۱۲ محرم ۱۳۳۵ھ ص۴)

حلف سے بھاگا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کے بانی (مرزا غلام احمد قادیانی) کی سنت تھی کہ اپنے مخالفوں کو قسم دینے اور خود قسم کھانے پر بڑا زور دیا کرتے تھے۔ لازمی تھا کہ ان کی امت بھی اوسی سنت پر چلتی، جو ایک قابل تعریف بات ہے۔

۷ جولائی ۱۹۱۶ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں مرزا صاحب قادیانی کے ایک کشف کا ذکر لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے کشف میں دنیا کے انتظامات کے متعلق ایک مسل مرتب کی ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے قلم سے اوس پر دستخط فرمائے ہیں خدا کے قلم کی روشنائی زیادہ تھی جس کو خدا نے چھڑکا تو اوس کے قطرے میرے کپڑوں پر گرے۔ اس واقع کا گواہ عبداللہ پٹواری کو لکھا۔

اس پر قادیان کے اخبار الفضل نے ۲۶ ستمبر کے پرچہ میں لکھا کہ منشی عبداللہ سنوری پٹواری اس واقع پر قسم کھانے کو تیار ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری جہاں چاہیں اوس کو بلا کر مجمع عام میں قسم دلوالیں۔

جس کے جواب میں ۶۔ اکتوبر کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا گیا کہ منشی عبداللہ سنوری مذکور ۱۳۔ اکتوبر کو ہمارے محلے کی مسجد میں مجمع عام کے روبرو قسم کھا جاوے۔ ہم اوس کی قسم سنیں گے۔

میرا خیال ہے کہ ناظرین اہل حدیث منتظر ہوں گے کہ اس قسم کا انجام سنیں۔

اون کی اطلاع کے لئے اتنا کافی ہے کہ جن کا امام نبی رسول سامنے نہ آیا، وہ کیا آویں گے۔بس اسی میں سب کچھ آ گیا،مگر تفصیل کے لئے مفصل اطلاع دینا ضروری ہے۔

قادیانی اخبار الفضل نے ایک مضمون لکھا جس کی سرخی رکھی ،مولوی ثناء اللہ کی حرکات مذبوحی ۔اس میں لکھا ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ کو کہا تو یہ گیا تھا کہ اول اس رؤیا کے متعلق مجمع عام میں جہاں چاہو قسم کھلا لو۔دوم مباہلہ کرلو۔

لیکن مولوی (ثناء اللہ) صاحب کی بزدلی دیکھئے اپنے محلّہ کی مسجد سے آگے بڑھ کر قسم کھلانے کی جرأت نہیں رکھتے ، چہ جائے کہ اس کشف کے افتراء ہونے پر خود قسم کھائیں، یا اس کے متعلق مباہلہ کیلئے تیار ہوں۔

مولوی صاحب ہمارے مقابلہ میں مباہلہ کے نام سے تو کوسوں بھاگتے ہیں اور جس طرح بھی ہو سکے پہلو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اب بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔کیا مجمع عام اور میدان میں نکلنا اسی کا نام ہے؟

مولوی صاحب اگر اپنے گھر کے کسی گوشہ میں شاہد موصوف (عبداللہ سنوری) کو بلاتے تو ان کیلئے زیادہ مفید ہوتا کہ نہ کوئی دوسرا سنتا اور نہ کسی کو معلوم ہوتا۔

(الفضل قادیان ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۳ کالم ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ اور کسی سے ڈرے یا نہ ڈرے،لیکن قادیانی مشن سے تو ضرور ڈرتا ہے۔ یہاں تک کہ بھاگتے ہوئے راستہ بھول کر سیدھا قادیان میں جا گھستا ہے جہاں حضرت اقدس (مرزا غلام احمد صاحب) کو باہر تشریف لانے کی تکلیف دیا کرتا ہے۔

ہاں صاحب آپ نے مجمع عام میں قسم کھلانے کو لکھا تھا،مجمع عام کے معنی یہی ہیں کہ وہاں کسی شخص کو شریک ہونے سے روک نہ ہو۔مساجد میں کس کو روک اور کون روکے۔

ہاں یاد رہے کہ ہمارے محلّہ کی مسجد مرزا صاحب قادیانی کی مسجد سے بڑی ہے جہاں مجھے بلایا گیا تھا (اعجاز احمدی) اور جب میں پہنچا تو:

چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

اگر ہماری مسجد چھوٹی ہے،تو مرزائی خود کسی بڑے مجمع کا انتظام کرلیں ہم

وہاں آجاویں گے۔

پس اگر آپ کا عینی شاہد (منشی عبداللہ سنوری) سچا ہے اور اپنے دعوی کے مطابق قسم کھا سکتا ہے تو حوصلہ کر کے آئے۔ شرط شروط جو قلم بند ہو چکی ہیں اون پر عمل ہوگا۔ کوئی جدید شرط پیش نہ ہوگی، نہ سنی جائے گی۔ ورنہ ناظرین یہ شعر پڑھیں گے

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں شیشے میں مے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر ۲۔ جلد ۱۴ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ۲۰ محرم ۱۳۳۵ھ ص ۳۔۴)

(پیغام صلح لاہور میں اس واقعہ سے متعلق ایک تحریر یوں ملتی ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کے ایک کشف پر حلفیہ شہادت

اس مضمون کے پہلے نمبر میں ہم بتا چکے ہیں کہ مولوی عبداللہ سنوری نے مولوی ثناء اللہ کی تمسخر آمیز تحریرات کے جواب میں پہلے بذریعہ اخبار حضرت مسیح موعود کے اس کشف پر حلفیہ شہادت دی جو آپ کے کپڑوں پر سرخ چھینٹوں کے پڑنے سے متعلق ہے اور پھر خود ثناء اللہ کے روبرو اس پر حلف اٹھانے پر بھی آمادگی ظاہر کی ہے جسے مولوی ثناء اللہ نے منظور کیا اور گذشتہ دسمبر ۱۹۱۶ء کو مولوی ثناء اللہ کے محلّہ کی مسجد میں اسی غرض سے پہنچ گئے۔ چونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی صداقت سے متعلق ہے اس لئے ہم اس تمام روداد کو اپنے ناظرین کے سامنے پیش کر دینا چاہتے ہیں جو اس حلفیہ شہادت کے متعلق الفضل اور اہل حدیث میں شائع ہوئی ہے

مولوی عبداللہ صاحب سنوری نے (جیسا کہ اس مضمون کے پہلے نمبر میں ہم ان کی حلفیہ تحریری شہادت کے بعد ان الفاظ کو بھی درج کر چکے ہیں جن میں مولوی ثناء اللہ کے روبرو حلف اٹھانے پر آمادگی ظاہر کی گئی ہے) یہ لکھا تھا کہ:

اس کشف کے متعلق ثناء اللہ کے روبرو مجمع عام میں جس جگہ ثناء اللہ چاہے جن الفاظ میں چاہے یہ عاجز قسم کھانے کو تیار ہے

اب ظاہر ہے کہ ان الفاظ کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ واقعہ کشف کے اس قدر حصہ کے علاوہ بسبب بدیہات کا رنگ رکھنے کے شاہد کو نظر آیا کسی اور بات کی بھی وہ حلف اٹھانے کو تیار ہیں۔ یہ تو کسی دین دار اور عقل مند کا کام نہیں کہ ان امور کے متعلق بھی حلف اٹھائے جنہیں اس نے دیکھا ہی نہیں۔ مولوی عبداللہ سنوری اس

کشف کے صرف اسی قدر حصہ کے شاہد ہیں جس میں حضرت اقدس (مرزا) اور خود مولوی عبداللہ سنوری کے کپڑوں پر سرخی کے چھینٹے پڑنے کا ذکر ہے۔ اسی کو انہوں نے حلفیہ اخبار الفضل میں تحریر کیا اور اسی کے متعلق مولوی ثناء اللہ کے روبرو، جن الفاظ میں وہ چاہے، (یعنی قسم کے جو کچھ الفاظ وہ تجویز کرے یا جس قسم کی قسم دلانا چاہے) حلف اٹھانے کو آمادگی ظاہر کی۔ پھر ۲۷ نومبر ۱۹۱۶ء کو خاص اس غرض کے لئے اس کے پاس پہنچ بھی گئے لیکن مولوی ثناء اللہ کو ان سرخی کے چھینٹوں کے پڑنے اور عبداللہ کے انہیں دیکھنے پر بحث نہیں۔ ہاں وہ اس کشف کے پہلے حصہ کے متعلق کہ:

> مجھ کو (یعنی مرزا کو) کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا وقدر کے اہل دنیا کی نیکی بدی کے متعلق اور نیز اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدا تعالی کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ اس پر دستخط کر دیں مطلب یہ تھا کہ یہ سب باتیں جن کے ہونے کے متعلق میں نے ارادہ کیا ہے ہو جائیں سو خدا تعالی نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑا
> (تریاق القلوب۔ص ۳۴)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ منہاج نبوت کیخلاف ہے اور اس لئے اس بارہ میں وہ مولوی عبداللہ سے حلف لینا چاہتے ہیں چنانچہ مولوی ثناء اللہ نے قسم کے جو الفاظ برسر مجلس تجویز کئے وہ یہ تھے

> حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے جو اپنا کشف تریاق القلوب کے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ مرزا صاحب نے احکام قضا وقدر دنیا کے لکھ کر خدا تعالی سے اس پر دستخط کرائے ہیں خدا تعالی کو حاضر ناظر جان کر اسی کے نام کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ میں نے مرزا صاحب کو قضا وقدر کی مسل مذکور لکھتے اور خدا کے سامنے پیش کرتے اور خدا کو اس پر دستخط کرتے دیکھا (اہل حدیث ۸ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۳)

اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس تمام کشف کے دیکھنے میں مولوی عبداللہ سنوری کو شامل بتایا ہے اور نہ مولوی عبداللہ نے اس سب کے دیکھنے کا دعوی کیا ہے، پھر اس پر حلف وہ کیوں کر اٹھا سکتے ہیں۔ ہاں صرف حضرت مسیح موعود (مرزا) اور اپنے کپڑوں پر اچانک سرخی کے چھینٹے ایسی حالت میں پڑتے انہوں نے دیکھے جب ان کے پڑنے کا وہاں کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اسی کے متعلق وہ حلف اٹھا سکتے تھے اور اٹھانے کے لئے گئے، لیکن مولوی ثناء اللہ کے بے جا مطالبہ کی وجہ سے کہ حلف کے الفاظ پیش کرنے کا اختیار مجھ کو اس لئے آپ میرے پیش کردہ الفاظ پر حلف کریں۔ (یعنی خواہ الفاظ کیسے ہی لغو اور

بے جا کیوں نہ ہوں۔ انہی کے مطابق حلف چاہیے) بغیر حلف لئے واپس جانا پڑا۔

مولوی ثناء اللہ کے اس مطالبہ کو ایک اور پہلو سے بھی دیکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ مولوی عبد اللہ، میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کے مرید ہیں۔ وہ میاں صاحب جن کا اصول یہ ہے کہ

> جو شخص کسی امر کا چیلنج دے اسی کی تجویز اور خواہش کے مطابق خواہ وہ لغو ہی کیوں نہ ہو، فریق ثانی کو جو اس چیلنج کو منظور کرے، کام کرنا ہوگا....

اب اس حلف اٹھانے والے معاملہ میں بھی مولوی ثناء اللہ ہی کی دعوت پر میاں عبد اللہ امرتسر ان کے محلّہ کی مسجد میں قسم اٹھانے گئے۔ گویا اس کی دعوت کو عملی صورت میں منظور کیا۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ باوجود میاں صاحب کے مرید ہونے کے انہوں نے کیوں مولوی ثناء اللہ کے اس لغو مطالبہ کو بھی جس کا قبول کرنا میاں صاحب (محمود احمد) کی مندرجہ بالا منطق کے مطابق ان پر واجب ہو چکا تھا انہوں نے قبول نہ کیا اور بے حلف اٹھائے واپس چلے آئے۔ آخر میر قاسم علی نے اپنے پیر کے اصول کے خلاف کیوں کر یہ گوارا کیا کہ مولوی ثناء اللہ کی دعوت کو قبول کرنے کے باوجود اس کے دیگر مطالبہ کو قبول کئے بغیر اٹھ کر چلے آئے بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی چلے آنے کا حکم دیا۔

اگر ان لوگوں (مولوی عبد اللہ سنوری اور میر قاسم علی) کو میاں (محمود احمد) صاحب کا مندرجہ بالا ارشاد یاد نہ رہا تھا یا کسی وجہ سے انہوں نے اسے قابل عمل درآمد نہ سمجھ کر ردی کی طرح پھینک دینا ضروری سمجھا تو اڈیٹر الفضل بھی تو ساتھ ہی تھا جس نے اپنے ۱۴ نومبر کی اشاعت میں میاں صاحب (محمود احمد) کے اس اصول کو شائع کیا۔ پھر کیوں اس نے پیر کے اس اصول کو یاد دلا کر اپنے رفقاء کو اس پر عمل درآمد کرنے کی نصیحت نہ کی۔

تعجب ہے کہ جو اصول دوسروں کے لئے وضع کئے جاتے ہیں خود ان پر عمل پیرا ہونا تو کجا، یوں کھلے طور پر ان سے انحراف کیا جاتا ہے اور ذرا بھی اس کی طرف میلان تک پایا جاتا۔ بالفاظ دیگر میاں صاحب (مرزا محمود احمد) اور ان کے مریدین کے لینے کے بٹے اور ہیں اور دینے کے اور۔

باقی مولوی ثناء اللہ کے اس اعتراض پر کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کا یہ کشف منہاج نبوت کیخلاف ہے اور مولوی عبد اللہ سنوری کی گواہی قابل پذیرائی نہیں۔ اس پر ہم آئندہ اشاعت میں لکھیں گے اور ساتھ ہی اس جھوٹ کا پردہ بھی فاش کریں گے جو موخر الذکر امر کو ثابت کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ نے ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء کے اہل حدیث میں شائع کیا ہے۔

(پیغام صلح لاہور۔ ۷ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۲)

اور پیغام صلح ۱۷ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۴ پر:

مولوی ثناء اللہ کے مطالبہ کا جواب

کے زیرعنوان شائع ہوا:

۲؟ دسمبر ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں ہم نے مولوی ثناء اللہ کے بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنے دعوی ماموریت سے لے کر آخر وقت تک اپنی صداقت کے ثبوت میں قرآن کریم سے احادیث صحیحہ سے بیسیوں دلائل مخالفوں کے سامنے پیش کئے۔ بہت سے بین نشانات بھی اس عرصہ میں ظاہر ہوئے۔ کئی ایک مخالفین بالمقابل کھڑے ہوکر اور مباہلہ کر کے اپنی ہلاکت سے خدا کے اس مامور (مرزا) کی صداقت پر مہر لگا گئے۔

ہمارے اس بیان پر تعریض کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ نے ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کے اہل حدیث میں ہم سے ان مباہلین کی فہرست طلب کی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا) کے بالمقابل کھڑے ہوکر اور مباہلہ کر کے ہلاک ہوئے۔

ہم حیران ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کا اس مطالبہ سے کیا مطلب ہے۔ کیا چراغ دین جمونی مولوی غلام دستگیر قصوری، سعد اللہ لدھیانوی وغیرہ وغیرہ کے نام بھی یاد نہیں رہے۔ کیا پنڈت لیکھ رام کا وہ واقعہ بھی مولوی صاحب کو بھول گیا جو ۱۸۹۷ء میں اس کی ہلاکت کا موجب ہوا۔ اور عوام وخواص نے اس مباہلہ کا نتیجہ قرار دیا جو اس نے حضرت مسیح موعود (مرزا) سے کیا تھا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ امریکہ کے مشہور ومعروف مدعی نبوت ڈاکٹر ڈوئی کا نام بھی مولوی صاحب کو یاد نہ رہا ہو (مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد صرف دو ہی افراد نے نبوت و رسالت کا دعوی کیا۔ یعنی محمد ﷺ اور مرزا غلام احمد۔ یہاں بتایا جارہا ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی نے بھی نبوت کا دعوی کیا۔ بہاء) جس کی ہلاکت وتباہی اسود عنسی کی طرح اس پر...(جو چودھویں) صدی کے مسیلمہ کذاب کے ہیں، مامور من اللہ (مسیح موعود) (مرزا قادیانی) کے بعد ایک مدت تک زندہ رہنے کی طرف اشارہ کررہی ہے۔ پھر کیسے ہم سمجھ لیں کہ مولوی ثناء اللہ جیسا شخص جو خود اپنے ان الفاظ کے مطابق کہ:

قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے ... خدا تعالی جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ اہل حدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء

ابھی تک زندہ رہ کر اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کی صداقت پر مہر کررہا ہے، اپنے ان بھائی بندوں

کے نام سے بھی واقف نہیں جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی زندگی میں ہی مباہلہ کر کے بصد حسرت و یاس (دنیا سے؟)..سدھار گئے۔

ہاں مولوی فاضل (ثناء اللہ) کی قوت حافظہ اگر ایسی ہی کمزور ہوگئی ہے کہ ایسے ظاہر نشانات کو دیکھ کر بھی اتنی جلدی کیوں بھول جایا کرتے ہیں، تو ہمیں تمام فہرست مباہلین کی رکھ دینے سے بھی انکار نہیں بشرطیکہ مولوی صاحب ہم سے اقرار کریں کہ ان اسماء کے یاد دلانے پر حق کے آگے سر تسلیم خم کرنے یا کم از کم مقابلہ و مخالفت سے ہٹ جانے میں انہیں عذر نہ ہوگا۔ ورنہ یوں بے فائدہ ان لغو مطالبات کا جواب ہم دینا نہیں چاہتے۔

مولوی عبدالحق غزنوی کا بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے نام لے کر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ وہ مباہلہ میں کامیاب ہوئے، حالانکہ سلسلہ احمدیہ کا وجود اور اس کی دن دونی ترقی بتا رہا ہے کہ کون کامیاب ہوا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود اپنی تحریرات میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں کہ آپ نے مولوی عبدالحق (غزنوی) کی ہلاکت کیلئے کبھی دعا نہیں کی چنانچہ حقیقت الوحی صفحہ ۲۴۰ پر اس مباہلہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

> بہرحال مباہلہ میں اس نے (یعنی عبدالحق نے) جو چاہا کہا مگر میری دعا کا مرجع میرا ہی نفس تھا اور میں جناب الٰہی میں یہی التجا کر رہا تھا کہ اگر میں کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں اور اگر میں صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے۔ اس بات کو گیارہ برس گذر گئے جب یہ مباہلہ ہوا تھا۔ بعد اس کے جو کچھ خدا نے میری نصرت اور مدد کی میں اس مختصر رسالہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ جب مباہلہ کیا گیا تو میرے ساتھ چند آدمی تھے جو انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے اور اب تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ میری بیعت کر چکے ہیں اور مالی مشکلات اس قدر تھے کہ بیس روپیہ ماہوار بھی نہیں آتے تھے اور قرضہ لینا پڑتا تھا اور اب میرے سلسلہ کی تمام شاخوں سے قریباً تین ہزار روپیہ ماہواری آمدنی ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۱۷ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۴)

(پیغام صلح نے مرزا صاحب قادیانی کی جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے مرزا صاحب لکھ رہے تھے:
بانواں نشان وہ مباہلہ ہے جو عبدالحق غزنوی کے ساتھ بمقام امرتسر کیا گیا تھا جس کو آج گیارہ سال گذر چکے ہیں (حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء میں لکھی اور شائع کی گئی۔ جب کہ مولانا عبدالحق غزنوی کے ساتھ مباہلہ ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا۔ یعنی اس واقعہ کو ۱۴ سال گذر چکے تھے، نہ کہ گیارہ سال۔ یہ ہے مرزا صاحب کی

حساب دانی ، اور الہامی عبارتوں کا حال ۔ بہاء) وہ بھی خدا کا ایک نشان ہے ،عبدالحق نے مباہلہ کے لئے بہت اصرار کیا تھا اور مجھے اس کے ساتھ مباہلہ کرنے میں تامل تھا (مرزائی تو کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مباہلوں کے للکارا کرتے تھے کوئی مخالف سامنے نہیں آتا تھا۔اور یہاں مرزا صاحب خود فرمارہے ہیں کہ مولوی عبدالحق للکارتا تھا اور مباہلے کے لئے اصرار کرتا تھا جب کہ میں متامل تھا۔ بہا) کیونکہ جس شخص کی شاگردی کی طرف وہ اپنے تئیں منسوب کرتا تھا وہ میرے خیال میں ایک صالح آدمی تھا یعنی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی ...وہ متقی اور راست باز تھا اور تبتل اور انقطاع اس پر غالب تھا اور عباد صالحین میں سے تھا... جب وہ زندہ تھے ایک دفعہ مقام خیردی میں اور دوسری دفعہ مقام امرتسر میں ان سے میری ملاقات ہوئی (مرزا صاحب یہ کہنے سے شرماتے ہیں کہ :میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بہاء) میں نے انہیں کہا کہ آپ ملہم ہیں ہمارا ایک مدعا ہے اس کے لئے آپ دعا کرو ....غرض اس (عبدالحق) کے سخت اصرار کے بعد میں مباہلہ کے لئے امرتسر میں آیا اور چونکہ مجھے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سے دلی محبت تھی اور میں ان کو اپنے اس منصب کے لئے بطور ارہاص کے سمجھتا تھا یا جیسا کہ یحیٰ ،عیسیٰ کے پہلے ظاہر ہوا اس لئے میرے دل نے عبدالحق کے لئے کسی بددعا کو پسند نہیں کیا (حقیقۃ الوحی ۔ص ۲۳۹۔۲۴۰)

مرزا صاحب بحیثیت سلطان القلم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود اور ان کے اتباع اون کی تعلیم سے یہ دعوی کیا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا کو قلم کا معجزہ ملا تھا۔آج کل مخالفین اسلام کی طرف سے جو اعتراضات ہوئے اور ہورہے ہیں، مرزا صاحب اپنے اعجازی قلم سے ان سب کو فوراً اٹھا دیتے تھے۔

مگر افسوس ہمارے نزدیک جیسی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت اور مہدویت آج تک ثبوت طلب ہے، اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ دعوی بھی محتاج ثبوت ہے۔

ہم نے جہاں تک مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات دیکھی ہیں، بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ بحیثیت مناظر کے بھی ہم نے اون میں کوئی خدمت نہیں پائی۔

علمی دنیا میں دستور چلا آیا ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم سے خواہ کتنا ہی اختلاف ہو مگر اوس کے معلومات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ جس کی مثال امام رازیؒ اور امام ابو مسلم اصفہانیؒ ہیں جن کو عام طور پر معتزلی کہا جاتا ہے۔ امام رازیؒ معتزلیوں کے سخت مخالف ہیں، مگر امام ابومسلمؒ کے علم سے ہر جگہ تفسیر کبیر میں فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اے کاش! ہم مرزا صاحب قادیانی میں بھی کمال پاتے۔ گو ہم اپنی تحقیق کے مطابق اون کے دعوی مسیحائی کو تسلیم نہ کرتے، مگر ان کے معلومات اور فوائد علمیہ سے تو مستفید ہوتے۔ مگر افسوس ایسا نہ ہوا۔ کوئی علمی طریق اور طریق استدلال مرزا صاحب میں متکلمانہ حیثیت میں نہیں پایا۔ لے دے کے مرزائیوں کی تحریرات میں صرف ایک بات دیکھی کہ مرزا صاحب قادیانی نے مناظرانہ رنگ میں ایک ایسی جدت دکھائی ہے جو پہلے کسی نے نہیں دکھائی۔ مجددیت کی علامت یہی ہے مرزا صاحب نے یہ کہا کہ الہامی کتاب کا دعوی مع دلیل اس کے الفاظ میں ہونا چاہیے۔ واقعی یہ ایک عجیب جدت ہے مگر ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء میں دکھا دیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی سے بہت پہلے اس کے موجد ہو گذرے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن رشد فلسفی کی عبارات نقل کر کے یہ دعوی ہم نے پایہ ثبات کو پہنچا دیا تھا جس کا ردّ آج تک مرزائی پریس سے نہ ہو سکا۔

خیر اصول میں نہ سہی، فروع ہی میں کوئی علمی بات بتلائی ہوتی۔ مخالفوں کے کسی اعتراض کو معقولیت کے ساتھ ردّ کیا ہوتا۔ افسوس سے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی نہیں۔ ہاں آج ایک مثال ہم ایسی پیش کرتے ہیں جو مرزایہ جماعت کی طرف سے اپنے دعوی پر پیش کی گئی ہے لیکن درحقیقت وہ ہمارے دعوی کی تائید ہے۔ اوس مثال کو پیش کرنے سے پہلے مرزائی اخبار پیغام صلح نے جو اظہار فخر کیا ہے وہ بھی درج ذیل ہے۔

اڈیٹر پیغام صلح لاہور لکھتا ہے:

اللہ تعالی کے افضال واکرام پر جس قدر بھی اس کی حمد کی جائے تھوڑی ہے کہ اس نے اسلام کی حفاظت ونصرت کے لئے سلطان القلم (مرزا قادیانی) کو ہمارے اندر پیدا کیا جس نے کہ اس چودھویں صدی کے پرفتن زمانہ میں اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کو اپنی سیف قلم سے ایسا نیچا دکھایا کہ جس

کے سامنے انہیں سر اٹھانے کی جرأت نہ رہی۔ اس وقت ہمارے سامنے آئینہ کمالات اسلام کا وہ ورق ہے جہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو سات دنوں میں کیوں بنایا۔ اس اور ایسے ہی دوسرے بہت سے علمی مباحث کو پڑھتے ہوئے بے اختیار دل نے چاہا کہ ناظرین کرام کو بھی ان معارف عالیہ کے فرحت بخش جام سے سیراب کیا جائے۔ اگرچہ احمدی جماعت کے اکثر افراد ان سے پہلے بھی سیراب ہو چکے ہوں گے لیکن ان لطائف کو جتنی دفعہ بھی پڑھا جائے قند مکرر کا ہی مزا دیں گے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً ان مفید مضامین کے اقتباسات امید ہے کہ ناظرین کی خاص دلچسپی (ہماری تنقید کے ساتھ۔ اڈیٹر اہل حدیث) کا موجب ہوں گے۔ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۷۲ کے حاشیہ در حاشیہ میں آپ فرماتے ہیں کہ:

اس جگہ کے متعلق ایک اور اعتراض ہے جو بعض ناواقف آریہ پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انّ ربّکم الّذی خلق السّماوات والارض فی ستّة ایّام ثمّ استوی علی العرش (یونس:۴) یعنی خدا نے جو تمہارا رب ہے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں بنایا اور پھر عرش پر ٹھہرا۔ یہ چھ دن کی تخصیص کیوں ہے۔ یہ تو تسلیم کیا کہ خدا تعالیٰ کے کام اکثر تدریجی ہیں جیسا کہ اب بھی اس کی خالقیت جو جمادات و نباتات اور حیوانات میں اپنا کام کر رہی ہے، تدریجی طور پر ہی ہر ایک چیز کو اس کی خلقت کاملہ تک پہنچاتی ہے، لیکن چھ دن کی تخصیص کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔

اما الجواب۔ پس واضح ہو کہ یہ چھ دن کا ذکر درحقیقت مراتب تکوینی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ہر ایک چیز بطور خلق صادر ہوتی ہے اور جسم اور جسمانی ہے خواہ وہ مجموعہ عالم ہے اور خواہ وہ ایک فرد از افراد عالم۔ اور خواہ وہ عالم کبیر ہے جو زمین و آسمان و ما فیہا سے مراد ہے اور خواہ وہ عالم صغیر جو انسان سے مراد ہے وہ بحکمت و قدرت باری تعالیٰ پیدائش کے چھ مرتبت

طے کر کے اپنے کمال خلقت کو پہنچتی ہے اور یہ عام قانون قدرت ہے کچھ ابتدائی زمانہ سے خاص نہیں چنانچہ اللہ جل شانہ ہر ایک انسان کی پیدائش کی نسبت بھی انہیں مراتب کا ذکر فرماتا ہے۔ (پیغام صلح لاہور۔۹ نومبر ص۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین! اڈیٹر پیغام صلح کے فخری حصے کو چھوڑ کر مرزا صاحب قادیانی کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ ستّة ایام (چھ دنوں) سے مراد چھ حالتیں ہیں جو ہر چیز پر وارد ہوتی ہیں۔ان کی تفصیل نہیں بتلائی، نہ ہمیں اس سے کچھ مطلب ہے۔

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی یہ تفسیر سراسر غلط ہے۔مگر اس کی غلطی پر یہ دلیل نہیں لاویں گے کہ کسی مفسر نے پہلے یہ تفسیر نہیں لکھی کیونکہ ایسا کہنا فی نفسہ بھی کمزور ہے۔مرزا صاحب کے سامنے تو بالکل بودہ ہے کیونکہ وہ اس اصول کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ ہم یہ بتائیں گے کہ مرزائی تفسیر خود قرآن مجید کے برخلاف ہے اور یہ اصل عامہ مسلمہ مقبولہ ہے کہ قرآن بلکہ کسی کتاب کے کسی مقام کی ایسی تشریح کسی دوسرے مقام کے برخلاف ہو کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی۔

حضرت امام شافعیؒ کا قول بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید میں ایک جگہ اگر اجمال ہے، تو دوسری جگہ اوس کی تفصیل آجاتی ہے۔اسی بنا پر کہا جاتا ہے

القرآن یفسّر بعضه بعضا۔

اسی اصول سے اس آیت ستّة ایّام کی تفصیل دوسری جگہ یوں آتی ہے

قل أءنّکم لتکفرون بالّذی خلق الارض فی یومین و تجعلون له انداداً ذلك ربّ العالمین ۔ و جعل فیها رواسی من فوقها و بارك فیها و قدّر فیها اقواتها فی اربعة ایّام سواء للسّائلین ۔ ثمّ استوی الی السّماء و هو دخان فقال لها و للارض أئتیا طوعاً او کرهاً قالتا آتینا طائعین ۔ فقضاهنّ سبع سماوات فی یومین و اوحی فی کل سماء امرها و زیّنّا السّماء الدّنیا بمصابیح و حفظا ذلك تقدیر العزیز العلیم (فصلت:۹:۱۲)

(اے نبی تم ان (منکرین) سے پوچھو کیا تم لوگ اوس ذات پاک خدا سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم اوس کے شریک بناتے ہو وہ تو سب دنیا کا پروردگار ہے اوس نے زمین پر پہاڑ پیدا کئے اور اوس میں برکت رکھی اور اسمیں لوگوں کی روزی کے سامان رکھے۔ یہ سب کام مع پہلے کام کے چار دنوں میں کئے جو سب محتاجوں کے لئے برابر مفید ہے پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا وہ محض دھواں تھا پھر اوس کو (اس سے پہلے) زمین کو کہا تمہیں تیار رہنا ہوگا چاہے خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ انہوں نے بیک زبان کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر ان (آسمان) کے سات آسمان دو دنوں میں بنایا دیا۔

یہ آیت ستة ایام والی آیت کی تفصیل ہے۔ اس میں دو پھر دو مجموعہ چار پھر دو مجموعہ چھ ایام بتفصیل بتلائے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ زمین دو دنوں میں بنی اور آسمان بھی دو دنوں میں۔

بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایام سے اگر مراتب مراد ہیں، اور ہر ایک چیز چھ مرتبوں میں پیدا ہوئی، تو زمین و آسمان چھ مرتبوں میں نہ ہوئے کیونکہ نص صریح ہے فی یومین۔

پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی کی تفسیر خود قرآن مجید کے بھی برخلاف ہے کیونکہ مرزا صاحب ایام سے مراد مراتب لیتے ہیں حالانکہ آسمان اور زمین دو دو دنوں میں بنے ہیں، تو اون کے چھ مراتب نہ ہوئے اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے:

جو بات کی، خدا کی قسم لاجواب کی

اس سے بہتر تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک ایسی تفسیر کرتے جو علم جیالوجی (علم طبقات الارض) کے مطابق اور قرآن کے بھی موافق ہوتی۔ وہ یہ ہے کہ علم جیالوجی کہتا ہے زمین موجودہ صورت میں چند دنوں میں نہیں بنی، بلکہ ہزاروں سالوں میں بنی ہے۔ قرآن مجید انہی یوم کی تعبیر فرماتا ہے

انّ یوماً عند ربّك كالف سنة ممّا تعدّون

خدا کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار سال جیسا ہوتا ہے۔

پس جن چار دنوں میں زمین اور مافیہا کی پیدائش بتلائی گئی ہے وہ دراصل چار ہزار سال ہیں جو جیالوجی کے بالکل مطابق ہیں۔ اس لئے اس پر کوئی سوال نہیں۔

ہم اس کا جواب اور طرح بھی دیا کرتے ہیں مگر یہاں اوسکا مقام نہیں۔ یہاں صرف یہ دکھانا تھا کہ ہمارے پنجابی نبی سلطان القلم (مرزا غلام احمد قادیانی) کی تفسیر نہ جیالوجی کے موافق ہے، نہ خود قرآن شریف کے۔ اسی لئے ایسے صاحب کو سلطان القلم کہنا ہمارے نزدیک اس شعر کا مصداق ہے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر ۳۔ جلد ۱۴۔ ۲۴ نومبر ۱۹۱۶ء مطابق ۲۷ محرم ۱۳۳۵ھ ص ۲۔۴)

پیغام صلح کا پیغام جنگ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہر عہدہ دار اپنے عہدہ کا، اور ہر آدمی اپنے لقب کا کچھ تو خیال رکھتا ہے۔ مگر قادیانی مشن کے بانی (مرزا غلام احمد قادیانی) اور اس کے اخبارات کی چال سب سے نرالی ہے۔ لقب تو تھا، امن کا شہزادہ، مسیح موعود، مہدی مسعود، وغیرہ۔ مگر تحریرات اور تقریرات سب میں فساد اور تفرقہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ گالیاں دیتے تھے اور ان کو اظہار امر واقع کا کہتے تھے۔ چونکہ عام قانون ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چون
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اسلئے لازمی تھا کہ قادیان کی طرف منہ کرنے والے بھی اپنے نبی کی سنت کا اتباع کرتے جو ایک حد تک اس مثال کی تصدیق ہے جو حضرت مسیح کی طرف سے موجودہ انجیل میں درج ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

قادیانی مشن کی لاہوری پارٹی کے آرگن پیغام صلح میں (جس کے نام میں تو صلح ہے مگر کام میں جنگ۔ اسی لئے قادیان کے خلیفہ اول (حکیم نورالدین) اس کو پیغام جنگ کہا کرتے تھے) ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے: مولوی ثناء اللہ کی ہرزہ درائی۔، ماشاء اللہ عنوان بیان ہے اپنے مضمون کا۔ راقم مضمون جو کچھ اس میں لکھے گا سخت غصے میں لکھے گا، اس

لئے ضرور ڈگمگائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کو اخبار اہل حدیث امرتسر کے مواخذات اور اعتراضات پر سخت رنج ہے۔ جواب دینے کی بجائے گالیوں کی بوچھاڑ سے اون اعتراضات کی بوچھاڑ کو بند کرنا چاہتے ہیں۔

ہم نے بارہا یہ آواز اٹھائی ہے کہ درخت کو اپنے پھل سے پہچانو۔ یعنی مرزا صاحب قادیانی، مسیح موعود کے کاموں میں ایک کام یہ بھی بتلاتے ہیں کہ اون کے زمانہ میں وحدت قومی ہوجائے گی۔ یعنی تمام قومیں ایک قوم (اسلام) بن جائیں گے۔ کیا یہ واقع ہو گیا؟

اس کا جواب اگر اثبات میں ہے، تو ہم اپنی واقفیت واقعات کے متعلق کو غلط کہہ دیں گے اور مان لیں گے کہ اس وقت تمام دنیا میں اسلامی قوم ہی بستی ہے۔ انگلینڈ، روس، جرمنی، آسٹریا، اٹلی، فرانس اور ترکی سب مسلمان ہیں۔ یہاں تک کہ پنجاب میں نہ کوئی سنگھ سبھا ہے، نہ آریہ سماج ہے، نہ کوئی گرجا ہے۔ بلکہ یہ کچھ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے آنے سے پیشتر کے تمثلات ہیں۔ ورنہ ان کی ہستی کچھ نہیں۔

ہم یہاں تک بھی مان لیں گے کہ مرزائی مشن کے ارکان جو ولایت تک اشاعت اسلام کی دھوم مچا رہے ہیں، یہ سب غلط ہے وہاں تو پہلے ہی سب مسلمان ہیں۔ غرض اگر کوئی صاحب مسیح موعود کی یہ علامت متحقق ہونے کا مدعی ہو، تو ہم بغیر کسی بحث کے ان تمام واقعات سے چشم پوشی کر کے اپنے خیالات اور معلومات کو غلط قرار دیں گے اور مان جائیں گے کہ قادیانی مرزا صاحب مسیح موعود کی برکت سے یہ سب کام (وحدت قومی) باحسن صورت ہو چکا ہے۔ الحمدللہ دنیا سے کفر اٹھ کر تمام پر اسلامی غلبہ ہو گیا۔

اور اگر خدانخواستہ اس کا جواب نفی میں ملے، یعنی یہ آواز آئے کہ کفر دنیا میں باقی تو کیا، اوس میں تو سابق سے بھی بہت زیادہ ترقی ہے، کیونکہ تمام دنیا کے وہ مسلمان جو اپنے کو مسلمان جانتے تھے مرزا صاحب قادیانی کے انکار سے کافر ہو کر کفر کی ترقی کے موجب ہوئے۔ پھر یہاں تک بھی ہوا کہ مرزا صاحب کے مرید جو خالص مومنین کا نمونہ تھے اون میں بھی اس ترقی نے اثر کیا، وہ بھی ایک دوسرے کو کافر کہنے

لگ گئے۔ غرض کہ اب تمام دنیا میں کفر ہی کفر جلوہ نما نظر آتا ہے۔

اب سوال کے جواب میں چاہیے تو یہ تھا کہ کسی معقول دلیل سے جواب دیتے، مگر دیتا تو کون دیتا، جب کہ خود بدولت اعلیٰ حضرت (مرزا قادیانی) بھی اہل حدیث کے مواخذات سے تنگ آکر مجبوراً موت کی بردبازی پر اتر آئے تھے، جس میں بھی وہ آخر کار فیل ہو گئے۔ تو ان کے بعد کون جواب دے سکے۔ بہر حال جو کچھ ان سے ہو سکا وہ درج ذیل ہے۔ اڈیٹر پیغام صلح لاہور لکھتا ہے:

یوں تو امرتسر کے مشہور معاند اہل حدیث کا کوئی پرچہ ایسا نہیں ہوتا جس میں سلسلہ عالیہ پر بے جا نکتہ چینی نہ ہو لیکن ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء کے اہل حدیث میں تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے جھوٹ بولنے اور حضرت مسیح موعود کی عبارات کی تحریف کرنے میں یہودیوں کے بھی کان کتر دیئے ہیں۔ عقائد مرزا، کے عنوان سے ایک ساڑھے چار کالم کا مضمون اور اس میں حضرت اقدس پر بہتان باندھنے اور غلط عقیدے آپ کی طرف منسوب کرنے میں اس قدر طوفان بے تمیزی۔

ہمیں اس سے تو رنج نہیں کہ کوئی شخص ہم پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ ہر ایک شخص کا حق ہے کہ جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے اس پر بے شک نکتہ چینی کرے لیکن مولوی ثناء اللہ کا آئے دن انہیں باتوں کو دہرانا جن کے بیسیوں دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں، انہی اعتقادات کو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی طرف منسوب کرنا جن کی تردید آپ کی ہر ایک تحریر و تقریر میں پائی جاتی ہے۔ کشفی امور کی بنا پر لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکا دینا کہ: جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یا ہوتا رہے گا مرزا صاحب قادیانی اس کو لکھتے ہیں۔، یہ کسی حق پسند اور بے تعصب آدمی کا کام نہیں۔

ہم ان تمام پیش کردہ عبارات اور غلط بیانیوں پر عنقریب ایک مفصل مضمون میں روشنی ڈالیں گے (اس وعدے کے ایفاء کا یقین نہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث) لیکن یہاں مولوی ثناء اللہ کی اس ضد اور تعصب کو نمایاں کرنے کیلئے صرف اس بات کا تذکرہ کر دینا چاہتے ہیں جس کا ہماری طرف سے کئی دفعہ جواب مل

چکنے کے باوجود پھر اسی کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے وحدت قومی کے پیدا کرنے کا دعوی کیا ہے، لیکن آپ نے کب اپنی زندگی میں ہی اس وحدت قومی کے پیدا ہو جانے کا ذکر تک بھی کیا۔ ہم اس سے پیشتر متعدد مرتبہ آپ کی کھلی عبارات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آپ نے کبھی کل دنیا میں اسلام ہی کے باقی رہ جانے اور دیگر مذاہب کے مٹ جانے کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں اسلام کے صرف زندہ اور قابل ذکر مذہب ہو جانے کی پیش گوئی ضرور کی ہے۔ لیکن وہ بھی اپنی زندگی میں نہیں بلکہ اس کے ظہور میں آنے کیلئے ایک لمبی مدت بتائی ہے۔

لیکن ان کھلی تصریحات کا تو نام تک نہیں لیا جاتا، اور اسی پرانے اعتراض کو ہمیشہ دہرایا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں سوائے اس کے کہ اسے ضد اور تعصب پر مبنی قرار دیا جائے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ اپنے کوہاٹی نامہ نگار پر حاشیہ آرائی کے جواب میں ہمارے اس نوٹ کو پڑھ کر آئندہ وحدت قومی کے پیٹنٹ اعتراض کو چھوڑ دے گا اور اس مغالطہ دہی سے باز آجائے گا۔

(پیغام صلح۔۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء ص ۲)

(یا ہماری پیش کردہ عبارات مندرجہ پیغام صلح ۳ و ۵ ستمبر ۱۹۱۶ء کا کوئی معقول اور مدلل جواب دے گا (پیغام...)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پیغام صلح لاہور کے جواب میں اگر ہم اپنے لفظوں میں کچھ کہیں، تو ہم اور ان میں فرق نہ ہوگا۔ اس لئے ہم اس بے تمیزی کو اٹھانے کیلئے اپنی عادت کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصلی الفاظ سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ ہر کہ و مہ سمجھ سکے کہ ہمارا سوال قائم ہے، یا اٹھ گیا۔ بہرحال وہ سننے کے قابل ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی

زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ ﷺ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہونچ گئی اس لئے خدا تعالیٰ نے اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب ہو جائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اسکے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوۃ سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے

هو الّذی ارسل رسو له بالهد ی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ۔

یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالم گیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

(چشمہ معرفت۔ ص۸۳)

اس اقتباس میں غور طلب صرف ایک فقرہ ہے، جو یہ ہے:

وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی۔

اب سوال صرف یہ ہے کہ اوس نائب النبوت مسیح موعود کا زمانہ جاری ہے یا ختم ہو چکا۔ اس سوال کے جواب کیلئے ایک متفقہ اصطلاح پر غور کرنا چاہیے۔ وہ یہ کہ ہمارے اسلامی لٹریچر میں یہ محاورہ عام ہے کہ یہ کام زمانہ نبوت میں تھا، یہ کام زمانہ

خلافت میں تھا۔ ہمارے خیال میں کسی زمانہ کے جو کسی خاص شخص کی طرف منسوب ہوتا ہے یہی معنی ہوتے ہیں کہ اوسکی زندگی کا وقت مثلاً اکبر کا زمانہ، شاہجہان کا زمانہ ، جہانگیر اور اورنگ زیب کا زمانہ۔ وغیرہ

پس ان ثبوتات کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ اوس نائب النبوت کا زمانہ باوجود اوس کے انتقال کر جانے کے بھی ہمیشہ غیر محدود زمانہ تک جاری رہے گا ۔پس اس اگر زمانہ نائب نبوت مسیح موعود ختم ہو گیا اور وہ کام نہیں ہوا جو اوس زمانہ میں ہونے کا اوس نے وعدہ دیا تھا، تو اوس کے وعدے پر ہم بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اوس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر نمبر۳۔ جلد۱۴۔ ۲۴ نومبر ۱۹۱۶ء مطابق ۲۷ محرم ۱۳۳۵ھ ص۴۔۶)

خواجہ کمال الدین پر کفر کا فتویٰ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

عرب کا مشہور شاعر متنبّی ہمیشہ بادشاہوں کی مدح اور ناراضگی میں مذمت لکھا کرتا تھا۔ جس طرح ہندوستان کے شاعروں غالب اور داغ کو غزل میں توغل تھا اسی طرح متنبّی کو مدح اور مذمت میں توغل رہتا۔ لیکن باوجود اس توغل کے کوئی نہ کوئی شعر اوس کا فلسفہ اخلاق میں بھی بلا کا ہوتا تھا جو اوسکی تمام خرافات کا کفارہ بن سکتا۔ اونہی اشعار میں سے ایک شعر ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے:

کمینی دنیا اس میں کبھی نہیں چوکتی کہ جب کوئی لائق آدمی اٹھتا اور کام کرتا ہے تو یہ اوسکے مقابل کسی نہ کسی کو کھڑا کر دیتی ہے۔

یہی مضمون ہے قرآن مجید کی اس آیت کا

كذ لك جعلنا لكلّ نبىّ عدواً شيا طين الا نس و الجنّ

اس طرح ہم (خدا) نے انسانوں اور جنوں میں سے بدمعاش لوگوں کو نبیوں کا دشمن بنایا ہے۔

خواجہ کمال الدین جو لاہور کے ایک وکیل ہیں اور مذہب میں مرزا قادیانی

کے مرید، انہوں نے انگلستان میں اشاعت اسلام کا سلسلہ اٹھایا جس میں ان کو کامیابی ہوئی اور ہوگی۔ انشاء اللہ

مدت سے یہ امر مسلمانوں کے زیر غور تھا۔ عام طور پر علماء تو بوجہ انگریزی نہ جاننے کے اس کام کے اہل ہی نہ تھے۔ دوسرے درجہ پر گریجوایٹ تھے، سوان کو شوق نہ تھا۔ خدا کو جو یہ کام کرانا منظور ہوا، تو جو اس کام کا اہل تھا اوسے اس نے منتخب کیا۔ جس کی بابت حق تو یہ ہے کہ ہمیں خواجہ صاحب سے رشک ہے کہ ہم اس نعمت سے محروم رہے۔ مگر اس قدرتی تقسیم کے بعد اب اگر کچھ تلافی ہے تو یہی کہ ہم انکے کام میں ہاتھ بٹاویں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے مجاہد کو تیر بنا کر دینے والا اور پکڑانے والا بلکہ اس کے گھر میں بال بچوں کی خبر گیری کرنے والا بھی ثواب میں شریک ہے۔

برخلاف اس کے قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) اور اوس کی پارٹی خواجہ کمال الدین پر یہاں تک خفا ہے کہ عموماً ہر اخبار میں ان کی خودغرضی کی مذمت بیان کرتے کرتے یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اب ان کو احمدیت سے خارج کر دیا گیا ہے جو قادیانیوں کے نزدیک کفر کے برابر ہے۔ اسی لئے ہم نے اس مضمون کو فتوی کفر سے تعبیر کیا۔

قادیانی اخبار الفضل کا مضمون بڑا دلچسپ ہے۔ اسلئے ناظرین کی ضیافت طبع کیلئے سارا نقل کیا جاتا ہے۔ ناظرین ان برادران یوسف کا حال و قال بغور پڑھیں الفضل لکھتا ہے:

خواجہ صاحب اور مولوی صدرالدین کی احمدیت کا پردہ فاش ہوگیا

کیا ہی نامبارک تھی وہ گھڑی جب کہ خواجہ کمال الدین نے اپنی سنہری روپہلی اغراض کو پیش نظر رکھ کر تبلیغ اسلام کے نام سے سفر ولایت اختیار کیا اور باوجود اس بات کے یقینی طور پر معلوم ہوجانے کے کہ وہ کسی اور شخص کے روپئہ سے کسی خاص غرض کیلئے عازم ولایت ہو رہا ہے یہی کہا گیا کہ اشاعت اسلام کا جوش اور ولولہ اسے کشاں کشاں ولایت پہنچا رہا ہے۔ حقیقت شناس اور دور بین نگاہیں تو اسی وقت معلوم کر چکی تھیں کہ اس شخص کا انجام بخیر نظر نہیں آتا

کیونکہ اس نے اپنی سعی اور کوشش کی بنیاد ہی غلط اور ناروا طریق سے رکھی ہے۔ لیکن اب یہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو چکی ہے اور کسی کو اس کے ماننے سے انکار نہیں ہو سکتا۔

اس بات سے تو خواجہ صاحب بھی انکار نہیں کر سکتے کہ جب وہ پہلی بار ولایت روانہ ہوئے ہیں، اس وقت انہوں نے اپنے آپ کو جماعت احمدیہ کی طرف سے مبلغ سمجھا تھا۔ چنانچہ ابتداء میں ایک عرصہ تک ان کا دست سوال احمدیوں تک ہی محدود رہا اور انہیں کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر وہ اپنی امداد کے لئے اپلیں کرتے رہے ہیں۔ لیکن جب اس میں خواجہ صاحب کو خاطر خواہ کامیابی ہوتی نظر آئی تو انہوں نے غیر احمدیوں کے آگے ہاتھ پھیلانا شروع کر دیا اور یہ ان کی وہ خطرناک اور نقصان رسان غلطی تھی جس سے ان کو حضرت خلیفۃ المسیح اول (مولوی نور الدین) نے نہایت سختی سے روکا اور اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ لیکن خواجہ صاحب نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس غلطی کے ارتکاب سے اس عذر نامعقول کی بنا پر باز رہنا پسند نہ کیا کہ ہماری جماعت ایک غریب اور محدود جماعت ہے، اس قدر اخراجات برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے کیا ہرج ہے اگر ہم دوسروں سے روپیہ لیں اور اپنا کام کریں۔

چونکہ کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ جس سے کچھ لیا جائے اسے کچھ نہ دیا جائے، اس لئے خواجہ صاحب کو بھی غیر احمدیوں سے روپیہ لیکر اس کے معاوضہ میں کچھ دینا پڑا۔ اور نہایت افسوس سے اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب نے جو کچھ دیا وہ بہ نسبت لینے کے بہت بیش قیمت تھا۔ اس بیع وشری کی نامناسبت کو دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے خواجہ صاحب کو منع فرمایا تھا لیکن خواجہ صاحب نے بدقسمتی سے اپنے روحانی باپ کی اس قابل قدر نصیحت کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے آخرت کے بدلے متاع قلیل کو خرید لیا۔

وہ زمانہ کوئی دور کا زمانہ نہیں جب خواجہ صاحب کو اس بات پر ناز اور فخر تھا

کہ انہیں حضرت مسیح موعود مرزا صاحب کی غلامی کی توفیق نصیب ہوئی ہے ۔اوراس بات پر بھی کوئی غیر معمولی عرصہ نہیں گذر چکا کہ خواجہ صاحب اقرار کرتے تھے کہ

اگر حضرت مسیح موعود مرزا کا وجود باجود دنیا میں جلوہ افروزہ نہ ہوا ہوتا، یا اگر ہوتا اور مجھے اپنی بدقسمتی سے انکی شناخت کی توفیق نہ ملی ہوتی، تو میں کبھی کا عیسائی ہو چکا ہوتا، لیکن میں احمدی ہوکر چاہ ضلالت میں گرنے سے بچ گیا ہوں۔

پھر وہ وقت بھی کوئی ایسا وقت نہیں جو ہماری یاد سے اتر چکا ہو کہ جب خواجہ صاحب حضرت مسیح موعود کے قبول کرنے کو نہ صرف اپنے لئے ہی نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے بلکہ تمام لوگوں کو دعوت بھی دیتے تھے، اور علی الاعلان کہتے تھے کہ اگر تم زندہ خدا کو دیکھنا، مصائب و آلام سے بچنا، خدا کے انعام و اکرام حاصل کرنا ،اور دنیا میں امن وچین سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہو، تو خدا کے برگزیدہ اور نبی حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد کو مان لو۔

لیکن آہ! آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ خواجہ صاحب نے مال ودولت کے طمع میں آکر نہ صرف خود حضرت مسیح موعود سے روگردانی کر لی بلکہ دوسروں کو بھی اس نور سے بے نور رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، جسے خداتعالی نے حضرت مسیح موعود کے وجود میں دنیا کی ظلمت اور تاریکی کے دور کرنے لئے بھیجا ہے۔

خواجہ صاحب نے جو طرز تبلیغ ولایت میں اختیار کر رکھی ہے، اسے اونہوں نے اس وقت تک احمدی جماعت سے بالکل پوشیدہ رکھنا چاہا اور طرح طرح کی ملمع سازیوں اور چالبازیوں سے اس پر پردہ ڈالے رکھا لیکن:

نہاں کے ماند آن رازے کہ کزو سازند محفلہا

آخر کار قلعی کھل ہی گئی اور ایسی کھلی کہ خواجہ صاحب اور ان کے قائم مقام مولوی صدرالدین صاحب کی احمدیت کی حقیقت بھی ظاہر ہوگئی۔ یہ بڑا ہی رنج اور افسوس کا مقام ہے کہ خواجہ صاحب نے تہیہ تو اشاعت اسلام کا کیا تھا اور اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر ووکنگ مشن قائم کیا تھا لیکن خود اس راستہ سے

بھٹک گئے جسے وہ کسی وقت (تا اختتام ص۳۔ اور صفحہ ۴ بالکل پڑھا نہیں جاتا۔ اس لئے الفضل ۱۹۱۶ء سے اب نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء:) صراط مستقیم سمجھتے تھے۔ انہوں نے دوسروں کو اسلام ایسی نعمت پہنچانے کا ارادہ کیا تھا لیکن خود اس نعمت سے محروم ہو گئے جسے وہ درحقیقت اسلام سمجھتے تھے یعنی احمدیت سے۔

ہم ایک مدت سے اس بات سے اپنی جماعت کو آگاہ کر رہے ہیں کہ ووکنگ مشن کے بانی اور اس میں حصہ لینے والوں کا احمدیت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اور الحمدللہ کہ احمدیت کے حقیقی شیدائی اس سے اچھی طرح واقف بھی ہو چکے ہیں۔ اس لئے انہیں کچھ اور بتانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یا تو غلط فہمیوں کا شکار ہونے کی وجہ سے یا بے جا محبت کے خیال سے ابھی تک یہ کیال رکھتے ہیں کہ ووکنگ مشن کے کار گذار ابھی تک احمدیت کے حلقہ بگوش ہیں ایسے حضرات کو ہم ان لوگوں کی احمدیت کی اصل حقیقت بتانا چاہتے ہیں۔

ووکنگ مشن کے متعلق ایک شخص مشیر حسین صاحب قدوائی نے ایک مضمون اس مشن کی مدد اور تائید کرنے کے لئے علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ میں چھپوایا ہے اور جس کا ایک حصہ پیغام صلح نے بھی نقل کیا ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ

میں یہاں عرصہ سے ہوں خواجہ صاحب اور مولوی (صدرالدین) صاحب دونوں کے وعظ وغیرہ میں شریک ہوتا رہا ہوں۔ رسالہ اسلامک ریویو کو دیکھتا رہا ہوں۔ نئے مسلمانوں کے اعلان اسلام وغیرہ کو بھی دیکھتا رہا ہوں ان کے اعتقادوں سے بھی واقف ہوں اور پھر بھی میں اس بات کو دعوی کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایک موقعہ بھی ایسا ان دو ڈھائی سال میں نہیں آیا جس میں مجھے یا کسی مسلمان کو خواجہ صاحب و مولوی صاحب پر کچھ بھی شبہ کا موقع ملا ہو کہ وہ اعلانیہ یا در پردہ اپنا مقصود اشاعت اسلام کی بجائے ان معاملات و اعتقادات کی اشاعت سمجھتے ہوں جو قادیان سے منسوب ہوتے ہیں۔ یہاں تو کبھی اس کا بھی موقعہ پبلک میں نہ آیا کہ خواجہ صاحب و مولوی صاحب مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں یا کیا۔ یہاں تو کبھی نہ

اس کی بحث ہوئی اور نہ ان لوگوں نے خود اس کے اعلان کی ضرورت پائی۔ العجب ثم العجب ! کہ خواجہ صاحب اور مولوی صاحب اپنے آپ کو اسلام کے مبلغ اور واعظ قرار دیتے ہیں لیکن اس جرأت اور دلیری کا جو ایک مومن اور مسلمان کا بھی خاصہ ہے ان میں شائبہ بھی نہیں پایا جاتا اس کی وجہ کیا ہے ۔یہی کہ انہوں نے اپنی ضمیر کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور احمدیت کو اپنے لئے باعث ننگ اور عار سمجھنے لگے ورنہ جب یہی مشیر حسین یہ اعلان کر سکتا ہے کہ:

میں حنفی مسلمان ہوں اور یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ بے نظیر مجتہد و مقنن تھے اور ان سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا۔

تو کیا اگر خواجہ صاحب اور مولوی صاحب بھی اپنی احمدیت کا اظہار کر دیتے تو کوئی انہیں ہلاک کر دیتا ۔نہیں ہاں مشیر حسین اور ان میں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے عوام الناس سے مالی امداد حاصل کرنی ہے۔ اور مشیر حسین اس سے بے نیاز ہے ۔لیکن یہ کس قدر کمزوری اور اپنے اعتقادات کو نامعقول سمجھنے کی علامت ہے کہ ان لوگوں کا یہی طریق عمل انہیں احمدیت سے خارج کرنے کے لئے کافی تھا لیکن اس سے بڑھ کر وہ اپنے احمدی نہ ہونے کا اس طرح ثبوت دے رہے ہیں کہ دوسروں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں چنانچہ اسی مضمون نویس نے جو ان کا بڑا حامی اور مددگار رہے لکھا ہے کہ:

یہاں مصر و ایران وعرب و ترک حنبلی شافعی شیعی اور مالکی سب ہیں مگر سب کسی طرح تفریق ہونے کے روادار نہیں ہوتے اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب اسلام میں ہرگز عیسائیوں کی طرح تفرقہ بازی نہیں کہ ایک دوسرے کو کافر کہتا ہو یا ایک دوسرے کے پیچھے نماز وغیرہ نہ پڑھتا ہو۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ وہاں جس قدر لوگ رہتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

مشیر حسین صاحب کو یہ لکھنے کی کیوں ضرورت پڑی ۔صرف اسلئے کہ خواجہ

صاحب و مولوی صدر الدین کی نسبت بتائے کہ وہ بھی دوسرونکے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔
اس سے دیکھ لو کہ ان لوگوں کی احمدیت کہاں رہی ۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ احمدی وہی ہوتا ہے جو حضرت مسیح موعود کے سارے احکام کو قبول کرے ۔ ضرور ہے۔ پھر کیا انہیں یہ علم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے بڑے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے آدمی کے سوا کسی اور کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا ہوا ہے ۔ بے شک علم ہے ۔ پھر جب وہ صریح طور پر آپ کے حکم کو پس پشت ڈال رہے ہیں اور دوسروں کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، تو احمدی کس طرح ہوئے ۔حضرت مسیح موعود نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے حکم پا کر غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے جو شخص اس کے خلاف کرتا ہے وہ نہ صرف حضرت مسیح موعود کے حکم کے خلاف کرتا ہے بلکہ خدا تعالی کے بھی خلاف کرتا ہے۔اور اگر وہ اس حکم کو خدا تعالی کی طرف سے نہیں سمجھتا تو گویا حضرت مسیح موعود کو جھوٹا قرار دیتا ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں :
خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے او پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہو گا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوی اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں

دیکھتا اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔،

کیا ایسے صاف حکم کے ہوتے ہوئے کوئی شخص کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کا جائز اور روا قرار دے سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود کو خدا کا راست باز اور برگزیدہ انسان سمجھتا ہو۔ ہر گز نہیں۔

پس وہ شخص جو کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ احمدی نہیں ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کھلے طور پر فرمادیا ہے کہ جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود مرزا کے اس فتوی کے مطابق اب نہایت آسانی سے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ ووکنگ مشن میں کام کرنے والے لوگ کہاں تک حضرت مسیح موعود کو دل سے قبول کر رہے ہیں اور آپ کی باتوں کو مان رہے ہیں اور احمدیت سے کہاں تک ان کا تعلق ہے۔ (الفضل قادیان ۱۸ نومبر ۱۹۱۶ء ص ۳۔۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون میں جس قدر خفگی کی گئی ہے صرف اس لئے ہے کہ خواجہ صاحب اور اون کے ہمراہی مرزائی نبوت کا ذکر ولایت میں نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرزائی نبوت سے محمدی نبوت مقدم ہے یا مرزائی نبوت مقدم؟

دعوی یہ ہے:

غلام احمدم ہر جا کہ باشم۔

میں غلام محمد ہوں

میں ظل احمد ہوں،

مگر اشاعت میں برابر کے حصہ دار؟

ایں چہ بوالعجی است۔

لیکن انصاف بھی اگر کوئی چیز ہے تو ہم یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ قادیانی پارٹی کی یہ خفگی بھی اپنے اندر کچھ صداقت رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ چونکہ یہ دونوں پارٹیاں مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی مسعود مانتی ہیں، اس لئے ان دونوں کو اون کے اقوال و

افعال کی پابندی لازمی ہے۔

مرزا صاحب کی زندگی کا واقعہ ہے کہ مولوی انشاء اللہ صاحب اڈیٹر وطن لاہور نے تحریک کی تھی کہ قادیان سے جو انگریزی رسالہ ریویو نکلتا ہے، اوس کی اشاعت انگلستان وغیرہ ممالک میں کثرت سے کی جاوے۔ اس کے اخراجات کیلئے انہوں نے عام چندہ کی تحریک اپنے ذمہ لی تھی، مگر یہ شرط لگائی تھی کہ اوس میں مرزا صاحب قادیانی کے دعوی اور ذات خاص کا مطلق ذکر نہ ہو۔

اس شرط کو مرزا صاحب نے مانا تھا، نہ اون کی منتظمہ کمیٹی نے۔ اس لئے بڑی حقارت سے اس شرط کو ردّ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اگر کریں تو اسلام کی روح کیا دکھاویں وغیرہ۔

اس کے بعد مولوی حکیم نورالدین خلیفہ اول کا زمانہ آیا اور ان سے سوال ہوا کہ محمدیوں کے ساتھ مل کر اشاعت اسلام کا کام کرنا یا اون کو چندہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ تو خلیفہ صاحب بڑے ہوشیار تھے انہوں نے صاف کہا:

غیر احمدیوں کو اشاعت اسلام میں چندہ دینا ہرگز جائز نہیں،

(اخبار الحکم قادیان ۷ جنوری ۱۹۱۱ء)

وجہ تو انہوں نے یہ ظاہر کی کہ ان لوگوں کو اشاعت اسلام کی توفیق نہیں، لیکن در پردہ اس کے بھی یہی راز تھا کہ محمدیوں کے اشاعت اسلام میں احمدی (مرزائی) نبوت کا ذکر نہ ہوگا اس لئے وہ اسلام بے کار چیز ہے۔ ہمارے خیال میں بحیثیت مرزائی مذہب کے قادیانیوں کا دعوی صحیح ہے، اور بحیثیت اسلام کے خواجہ کمال الدین صاحب کو مورد عتاب کرنا ظلم ہے۔

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۵ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۴ جلد ۱۴ ص ۲،۳،۴، ۱۱)

مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کے دلائل

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

۲۹۔۳۰۔ اپریل ۱۹۱۶ء کو ہمارے شیر اسلام امرتسری کے مقابلہ میں جوایک مولوی غلام رسول صاحب مرزائی مباحثہ کے لئے میدان میں نکلے۔ اس سے پایا گیا کہ آپ کا مقصود بلبل کی طرح گل کے قافیہ میں باندھے جانے کا فخر حاصل کرنا تھا، ورنہ آپ کے دلائل پیش کردہ سے تو صرف یہ ثابت ہوا کہ آپ کو مرزا صاحب قادیانی پر خوش اعتقادی ہے اور ان کی صداقت کے ثبوت کھینچ تان کر بنائے جارہے ہیں۔ مرزا جی کے دعاوی کے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں:

پہلی آیت من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ انہ لا یفلح الظالمون

کیا مطلب؟ یعنی اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے خدا پر افتراء کیا، یا جس نے خدا کی آیات کی تکذیب کی۔ لیکن یادرہے کہ ظالم کامیاب نہیں ہوسکتے۔

یہ آیت حضرت مرزا صاحب کی صداقت میں ایک زبردست ثبوت ہے، اس طرح پر کہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص مفتری ہو، اور اپنے دعوی میں سچا نہ ہو، وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ پھر ایسا ہی جو لوگ سچے مدعی کے مکذبین ہیں وہ بھی ظالم ہیں۔ اور وہ بھی سچے مدعی کی کامیابی میں روک ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔

اب دیکھو اور غور سے دیکھو کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی نے جب دعوی کیا اس وقت صرف اکیلے تھے۔ بعد باوجودیکہ مکذبین کی سخت سے سخت مخالف کوششوں کے لاکھوں انسانوں کا آپ کی تصدیق کرنا، اور آپ کو قبول کرنا، اس آیت کی رو سے اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ حضرت مرزا صاحب دعوی میں سچے ہیں۔

منشی عبدالحی کوہاٹی فرماتے ہیں کہ: اس آیت سے اگر قادیانی فاضل (مولوی

غلام رسول) یہ معنی لیتے ہیں کہ مفتری اور مکذب ہی بڑے ظالم ہیں تو بھی محض غلط۔ دیکھو

و من ا ظلم ممن ذکر بآ یات ر بہ فاعرض عنھا (الکھف :۵۷)

و من ا ظلم ممن افتری علی اللہ کذ با او کذ بآ یا تہ ۔(ا لا نعا م : ۲۱)

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذ با او کذب بآ یا تہ (ا لا عرا ف: ۳۷)

فمن ا ظلم ممن کذ ب علی اللہ و کذ ب بالصدق اذ جاء ہ ۔(الز مر ۳۲)

و من ا ظلم ممن افتری علی اللہ کذ با و ھو ید عی الی ا لاسلا م (الصف: ۷)

اور اگر یہ معنی لیتے ہیں کہ مفتری ہی کو فلاح نہیں تو یہ بھی محض دروغ وافتراء ہے کیونکہ اس کی تکذیب وتردید کے واسطے آیت (الزمر) موجود ہے۔ پس کون سا آنکھوں کا اندھا دنیا میں ہے جو یہ باور نہ کرے گا کہ کافروں کو دنیا میں فلاح نہیں ہے۔ دور نہ جاؤ، مشرکوں کو بھی تو اللہ تعالی نے مفتری فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو

و من یّشر ك با للّٰہ فقد افتری اثما مبینا ۔ (النساء)۔

ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کافروں اور مشرکوں کو دنیا میں اس قدر فلاح حاصل ہے کہ مسلمان بیچاروں کو خواب میں بھی نصیب نہیں۔ خود مرزا صاحب باوجود کہ کن فیکون کے اختیارات مل جانے کے ان کی فلاح کے گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔

دنیا میں ایسے سچے پیغمبر گذرے ہیں کہ چند سال کے اندر ہی قتل ہو گئے اور فلاح کا انہوں نے منہ تک نہ دیکھا، اور بہت سے ایسے جھوٹے نبی گزرے ہیں کہ انہوں نے اور اون کی اولاد نے نبوت کے ساتھ سینکڑوں برس بادشاہت کی۔ اور مرزا جی کی فلاح ان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

پس معلوم ہوا کہ آیت پیش کردہ کے معنی یہ ہیں کہ آخرت میں ان لوگوں کو فلاح ہوگی۔

اگر قادیانی مولوی غلام رسول صاحب کا پیش کردہ معیار صحیح مانا جاوے تو ان صاحب کو بہت سے پیغمبروں سے انکار کرنا اور ایک نہیں کئی جھوٹے نبیوں پر ایمان لانا پڑے گا۔

میں سفارش کرتا ہوں کہ مولوی غلام رسول صاحب کے اس قانون پر جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کے لئے ایجاد کیا گیا ہے، کوئی صاحب ناراض نہ

ہوں کیونکہ ان کے پیر و مرشد کا بھی یہی قاعدہ تھا کہ اپنے واسطے اور قانون اور، دوسروں کے واسطے اور۔

مرزا صاحب قادیانی اپنی انکم ٹیکس کی عذر داری کے مقدمہ میں اور یعقوب علی بنام مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں اپنی ولدیت وقومیت یوں لکھواتے ہیں:

پیشہ۔ زمین داری۔

اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پر جب مرزا صاحب قادیانی کی بڑی عاجزانہ اور توجہ کی گئی دعا سے مقررہ میعاد میں کوئی آفت نازل نہ ہوئی، اور بفضل خدا آج تک بھی اللہ تعالی نے انہیں عزت سے صحیح وسلامت رکھا ہوا ہے، بلکہ گورنمنٹ نے زمین بھی عنایت فرمائی، تو مرزا صاحب کھسیانے ہوکر فرماتے ہیں کہ

اوس کو زمین ملی، زمین دار ہوگیا۔ یہ بھی ذلت ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہوجاتا ہے

مرزائی دوستو! اپنے مجدد پیغمبر کے فتوے دیکھ لو۔ اور اون پر غور کرو۔ مرزا صاحب نے پیشہ نبوت نہ لکھوایا اور زمین داری لکھوایا کیونکہ وہ پاک کمائی ہے۔ مگر ایک مخالف کو جب زمین مل گئی، تو وہی پیشہ اوس کے واسطے ذلت کا باعث قرار دے دیا گیا اور ایک حدیث کے معنی ایسے پیش کیے کہ پبلک دھوکا کھاجاوے۔ فرمایئے۔ یہ کون دہرم ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۵ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۴ جلد ۱۴۔ ص ۵)

کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ۷ جولائی ۱۹۱۶ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون نکلا تھا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ میں نے ایک کشف دیکھا کہ میں نے قضاوقدر کے احکام لکھ کر خدا کے سامنے پیش کیے۔ خدا نے اوس پر دستخط کردیئے۔ وغیرہ

اس پر قادیانی اخبار الفضل ۲۹ ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایک نوٹ لکھا گیا۔ اوس کے بعد الفضل میں منشی عبد اللہ پٹواری کا ایک مضمون چھپا کہ میں اس کشف کا گواہ ہوں، اس لئے حلف اٹھانے کو تیار ہوں، ثناء اللہ جہاں چاہے حلف لے لے۔

اس کے جواب میں اہل حدیث مورخہ ۶۔ اکتوبر میں لکھا گیا کہ آپ ۱۳۔ اکتوبر کو امرتسر ہمارے محلّہ کی مسجد میں آ کر ہمارے پیش کردہ الفاظ سے قسم کھا جاویں۔ مگر وہ وقت پر نہ آئے، تو ۱۷ نومبر کے اخبار اہل حدیث میں ایک نوٹ لکھا گیا:

حلف سے بھاگا۔

اس پر خاموشی رہی۔ یکا یک ۲۵ نومبر ۱۹۱۶ء کو بعد مغرب امرتسری انجمن احمدیہ (مرزائیہ) کی طرف سے مندرجہ ذیل خط آیا:

> بسم الله الرحمن الرحيم. نحمده ونصلي على رسوله الكريم
>
> جناب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث امرتسر۔ بعد ما وجب واضح ہو کہ حسب قرار داد آپ کے جناب مکرم مولوی عبد اللہ صاحب سنوری حلف اٹھانے کے لئے تشریف لے آئے ہیں۔ یہ حلف وہ اپنے اوس بیان کے متعلق جو کشف حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے بارے میں الفضل میں شائع فرما چکے ہیں اٹھانے کے لئے سفر کی صعوبت اٹھا کر آج یہاں پہنچ گئے ہیں۔ آپ مطلع فرماویں کہ کس جگہ اور کس وقت آپ نے حلف لینے کا انتظام کیا ہے۔ براہ مہربانی جواب اسی وقت مرحمت فرماویں۔ عنایت ہوگی۔
>
> کرم الٰہی پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ امرتسر۔ ۲۵ نومبر ۱۹۱۶ء

اس کا جواب فوراً دیا گیا کہ ۲۷ نومبر ۱۹۱۶ء صبح کو ۷ بجے ہمارے محلّہ کی مسجد میں آجاویں۔

۲۶ نومبر کو فریق ثانی کی طرف سے دو تحریریں اور آئیں جن کو بے تعلق سمجھ کر جواب سے جواب رہا۔ آخر ۲۷ نومبر کی صبح کو امرتسری جماعت مرزائیہ منشی عبد اللہ کو لیکر آئی، تو مجھ سے کہا آپ کن الفاظ سے حلف دلانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا چونکہ اسوقت بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن کو ابتداء اس قصہ کی معلوم نہیں اس لئے میں ان کو سارا قصہ سنالوں۔ چنانچہ میں نے اخبار اہل حدیث ۷ جولائی سے ضروری حصہ پڑھا

۔ناظرین کی یاد تازہ کرنے کے لئے ۷ جولائی کا مضمون درج ذیل ہے:

موجودہ جنگ کے بانی مرزا صاحب قادیانی ہیں

دو سال سے جنگ جاری ہے جس سے ملک ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ تمام دنیا میں ہلچل مچ رہی ہے۔مخلوق خدا سخت پریشان ہے۔ بہت لوگ قتل اقربا سے بہت سے بیکاری سے مبتلاء مصائب ہیں ۔ ہر ایک عقل منداسکی تہ کی تلاش میں ہے کہ کیوں دنیا میں تہلکہ آیا اور کس نے ہنگامہ برپا کیا۔ہم بھی اسی فکر میں تھے۔ ہم کو معلوم ہوا کہ اس جنگ کے بانی مرزا صاحب قادیانی ہیں ۔اے کاش مرزا صاحب زندہ ہوتے تو ان کی خدمت میں منت سماجت کر کے مخلوق خدا کی مصیبت کا خاتمہ کرایا جاتا۔اون کے بعد اون کے خلیفہ میں یہ طاقت کہاں وہ تو ہنوز اس میں کافی تجربہ نہیں رکھتے ہوں گے۔

ہم نے مرزا صاحب کی جس عبارت سے یہ نتیجہ پایا وہ درج ذیل ہے:

مرزا صاحب قادیانی اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں؛

ایک میرے مخلص عبد اللہ نام پٹواری غوث گڈھ علاقہ ریاست پٹیالہ کے دیکھتے ہوئے اور ان کی نظر کے سامنے یہ نشان ابھی ظاہر ہوا کہ اول مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا وقدر کے اہل دنیا کی نیکی بدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثل کے طور پر میں نے خدا تعالی کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ اس پر دستخط کریں۔

مطلب یہ تھا کہ یہ باتیں جنکے ہونے کیلئے میں نے ارادہ کیا ہے ہو جائیں۔ سوخدا تعالی نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے۔اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اوس کو جھاڑا۔اور معاً جھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور عبد اللہ کے کپڑوں پر پڑے۔

اور چونکہ کشفی حالت میں انسان بیداری سے حصہ رکھتا ہے اس لئے مجھے جب کہ ان قطروں سے جو خدا تعالی کے ہاتھ سے گرے اطلاع ہوئی ساتھ

ہی میں نے بچشم خود ان قطروں کو بھی دیکھا۔
اور میں رقت دل کے ساتھ اس قصے کو میاں عبداللہ کے پاس بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں اس نے بھی دو تر بتر قطرے کپڑوں پر پڑے ہوئے دیکھ لئے اور کوئی ایسی چیز ہمارے پاس موجود نہ تھی جس سے اس سرخی کے گرنے کا احتمال ہوتا اور وہ وہی سرخی تھی جو خدا تعالی نے اپنی قلم سے جھاڑی تھی اب تک بعض کپڑے میاں عبداللہ کے پاس موجود ہیں جن پر وہ بہت سی سرخی پڑی تھی اور میاں عبداللہ زندہ موجود ہیں اور اس کیفیت کو حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ کیونکر یہ خارق عادت اور اعجازی طور پر امر تھا (تریاق القلوب۔ص ۳۴)
اہلحدیث: مرزا صاحب کے اس بیان سے پایا جاتا ہے کہ آپ خدا تعالی کی بارگاہ میں بمنزلہ چیف سکرٹری تھے احکام قضا وقدر کی مسل مرتب کر کے دستخط کرالیا کرتے تھے یہاں تک کہ ان دستخطوں کے نشان آپ کے کپڑوں پر محسوسات میں نظر آتے تھے اس عبارت میں صاف مرقوم ہے کہ دنیا میں جتنے واقعات نیک و بد وقوع پذیر ہو رہے ہیں ان کے مرتب کرنے والے دراصل مرزا قادیانی ہیں۔اس لئے اس جنگ کو بند کرانے کے لئے بھی مرزا صاحب ہی کے ذریعہ سے کام کرنا چاہیے جسکی صورت یہی ہے کہ بصورت موجودہ مرزائیوں کے سرکردوں کی خدمت میں عرض کی جائے کہ آپ لوگ مخلوق کے حال پر رحم کھا کر مرزا صاحب کی روح کو متوجہ کر کے اس بلائے بے درماں کے دفع کرانے کی درخواست کریں۔دیکھیں مرزائی (احمدی) اخبار اس تجویز کی کہاں تک تائید کرتے ہیں۔
منہاج نبوت: مرزا صاحب اور مرزائی احباب کہا کرتے ہیں کہ ہماری نبوت، منہاج نبوت سے جانچو۔یعنی خدا تعالی کی طرف سے جو نبوت کے جانچنے کا طریقہ مقرر ہے اوس کے مطابق مرزا کا اندازہ کرو۔اس لئے ہم دریافت کرتے ہیں کیا پہلے نبیوں میں بھی کوئی اولوالعزم نبی ایسا ہوا ہے جس نے قضا وقدر کے احکام بنا کر خدا کے دستخط کرائے ہوں۔کوئی مثال یاد ہو تو اطلاع دیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۷ جولائی ۱۹۱۶ء ص ۲،۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس سے میں نے یہ نتیجہ بتلایا کہ میرا اعتراض اس کشف پر اس حیثیت سے ہے کہ ایسا کبھی ہوا نہیں کہ خدائی تقدیر کے احکام کوئی مقرب بندہ لکھے اور خدا سے اوس پر دستخط کرائے۔

اس کی تائید میں، میں نے اخبار الفضل قادیان ۲۹ ستمبر ۱۹۱۶ء کا نوٹ پڑھا جس میں اڈیٹر الفضل نے بھی میرے سوال کا رخ یہی سمجھا اور اس کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

اس کے بعد میں نے الفضل ۲۵ ستمبر کھول کر سنایا جس میں اڈیٹر الفضل کے یہ الفاظ تھے:

میاں عبداللہ صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس کشف کے متعلق ثناء اللہ کے روبرو مجمع عام میں جس جگہ ثناء اللہ چاہے اور جن الفاظ میں چاہے یہ عاجز قسم کھانے کو تیار ہے۔

اس کے بعد میں نے اخبار اہل حدیث ۶۔ اکتوبر سے یہ فقرہ سنایا:

آپ صبح کو آئیں اور ہمارے پیش کردہ الفاظ سے قسم کھا جائیں۔

ان حوالجات بتلانے کے بعد میں نے یہ نتیجہ حاضرین کو سنایا کہ اقتباسات سے جو مضمون حلف ثابت ہوتا ہے، وہ حلف نامہ یہ ہے:

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو اپنا کشف کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے جسکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ مرزا صاحب نے احکام قضا وقدر دنیا کے لکھ کر خدا تعالی سے اس پر دستخط کرائے، میں خدا تعالی کو حاضر وناظر جان کر اوسی کے نام کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ میں نے مرزا صاحب کو قضا وقدر کی مسل مذکور لکھتے اور خدا کے سامنے پیش کرتے اور خدا کو اوس پر دستخط کرتے دیکھا۔

حلف نامہ لینے سے پیشتر منشی عبداللہ سنوری نے کہا کہ آپ مضمون حلف لکھ کر نیچے دستخط کر کے دے دیں، میں حلف اٹھاؤں گا۔ لیکن حلف نامہ لے کر منشی عبداللہ صاحب نے یہ تقریر کی کہ

میں اپنا مضمون الفضل میں ۲۶ ستمبر میں شائع کر چکا ہوں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت مرزا صاحب کو کشف ہوا تھا اور خدا کے قلم کے سرخ قطرے اون کے کپڑوں پر پڑے تھے میں اوس وقت حضرت صاحب کے پاس تھا۔

بس میں تو یہی حلف کھاؤں گا۔ میں نے کہا کہ اس مضمون پر تو آپ کی مطبوعہ حلف شائع ہے، پھر اس کے لئے کیا ضرورت تھی کہ سفر کر کے آپ آئے اور ناحق تکلیف اٹھائی۔ چونکہ میرا اصل سوال کشف پر ہے اور سرخ نشانات کشف نہیں ہیں بلکہ یہ تو محسوس ہوتے ہیں۔ نیز حلف کے الفاظ پیش کرنے کا اختیار مجھ کو ہے، اسلئے آپ میرے پیش کردہ الفاظ پر حلف کریں۔

یہ سن کر ہمارے سہ صدی دوست منشی قاسم علی نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ بس چلو۔ چنانچہ بغیر حلف کیئے سب کے سب چلے گئے۔ جس پر بامذاق اصحاب نے یہ شعر پڑھا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں کے پرزے
دیکھنے آئے تھے افسوس تماشہ نہ ہوا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۱۲۔ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۵ جلد ۱۴ص ۱۔۲)

دہلی میں قادیانی معجزہ

قادیانی مسیح کا وہی اصول تھا جو انجیل میں حضرت مسیح کا قول ہے کہ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا مگر دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے۔ خیریت سے آپ کے جرگے کے بڑے بڑے آدمی مرگئے تخرج الصّدور الی القبور (جو مرزا جی کا الہام ہے اسکا مطلب ہے کہ بڑے بڑے لوگ مرجائیں گے غالبًا مولوی عبدالکریم مولوی نور الدین اور خود مرزا صاحب بھی اس میں شامل ہیں اس لئے اپنی موت سے اپنی پیشین گوئی سچی کر گئے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کی پیش گوئی صادق ہوئی، یہاں تک کہ آپ بذات خود مقابلہ کی موت مرے۔ مگر قادیانی اخبار الفضل کو حسب عادت کیا سوجھی کہ جناب مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم دہلوی کے انتقال پر قادیانی معجزہ کا ثبوت دینے لگا۔ چنانچہ اڈیٹر الفضل نے ۱۱ نومبر ۱۹۱۶ء کے

پرچے میں ایک مختصر سا نوٹ اور ۲۵ نومبر کے پرچے میں ایک مفصل مضمون اس عنوان پر لکھا ہے کہ مولوی عبدالسلام مرحوم کا مرنا قادیانی معجزہ ہے۔ سچ ہے:

شور بختاں بآرزو خواہند

مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

مفصل مضمون اور مختصر کا خلاصہ ایک ہی ہے اس لئے مختصر نوٹ درج ذیل ہے۔ اڈیٹر الفضل قادیان لکھتا ہے

مولوی عبدالسلام صاحب چل بسے

مولوی نذیر حسین دہلوی کے نبیرہ مولوی عبدالسلام صاحب مرض فالج میں مبتلا ہوکر اس جہان سے گزر گئے۔

جماعت احمدیہ کے ساتھ مباہلہ کے متعلق علماء دہلی کی معیت میں سب سے پیش پیش یہی مولوی صاحب تھے اور اون سے خط و کتابت ہورہی تھی کہ خدا نے فیصلہ کردیا کہ جماعت احمدیہ حق پر ہے (الفضل ۱۱، ۱۴ نومبر ۱۹۱۶ء ص ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیا میں کوئی احمق سے احمق بھی ہو، وہ بھی اتنا جانتا ہے کہ دو چیزوں میں اگر یہ نسبت ہے کہ ایک کے ہونے سے دوسری ہوتی ہے، تو اون کو علت ومعلول یا سبب و مسبب کہا جاتا ہے۔ جیسے آفتاب اور دھوپ۔ آفتاب کے ہونے پر دھوپ نکلتی ہے، بغیر اس کے نہیں۔ اور اگر بغیر ایک کے دوسری کا وجود نظر آتا ہے تو اون کو باہمی علت و معلول یا سبب ومسبب کہنا کسی دانا کا کام نہیں۔ مثلاً روشنی اگر سورج کے بغیر بھی ہوسکتی ہے، تو سورج اوس کی علت یا سبب نہیں۔

اس قاعدہ کے مطابق غور طلب بات یہ ہے کہ دہلوی مباہلہ جس کے متعلق علماء دہلی سے اشتہار بازی ہوئی تھی، آخر کار قادیان کی طرف سے خموشی رہی جس کی وجہ سے مباہلہ وقوع پذیر نہ ہوا۔ پھر مولوی عبدالسلام مرحوم کی موت کو اس مباہلہ کا اثر (جو ہوا ہی نہیں) کون کہہ سکتا ہے الا من سفه نفسه

نتیجہ یہ کہ مباہلہ کے بغیر مولوی عبد السلام صاحب مرحوم کا انتقال کر جانا صاف بتلا رہا ہے کہ قادیانی معجزے کا اس میں اثر نہیں۔

ہاں ہم یہ امر ثابت کرنے کو تیار ہیں کہ مولوی عبدالسلام صاحب اور ان کے خاندان (خدا اون کو صحیح سلامت باکرامت رکھے) کا وجود بغیر کسی بحث و مباحثہ کے مرزا صاحب قادیانی کے لئے نبوت شکن ہے۔ ہم کہنے والے تھے کہ علماء دہلی کو کیا ضرورت ہے کہ قادیانی خلیفہ کو مباہلہ کیلئے بلاتے، یا اون کی دعوت مباہلہ قبول کرتے ہیں۔ سنئے اور غور سے سنئے: مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

نذیر حسین دہلوی جو سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول الموعودین ہے اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گذر گیا۔
(تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۲۲)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں اون کے مخالفوں کے ہتک آمیز فقرات سنکر جو علماء کی شکایت کیا کرتے ہیں ہم بھی اون کی شکایت کی تائید کرتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب قادیانی کی تہذیب اور شائستگی کا نمونہ بھی مذکورہ عبارت دکھا کر ہم انہی کے پاس اپیل کرتے ہیں

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
ارے لوگو تمہیں انصاف سے کہیو خدا لگتی

حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب المعروف میاں صاحب رحمت اللہ علیہ کو ابتر لکھا ہے۔.. اہل علم جانتے ہیں کہ ابتر وہ ہوتا ہے جسکی نرینہ اولاد نہ ہو، حالانکہ حضرت میاں صاحب کی نرینہ اولاد آج بھی قریباً ایک درجن کے قریب پوتے پڑوتے مل سکتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب کو خدا نے یہ کرامت بخشی تھی کہ اون کے خاندان کی ہستی، صرف ہستی بھی، جھوٹے نبیوں کے لئے نبوت شکن ہے۔ الحمدللہ

حیرانی ہے کہ دنیا میں کوئی مرے، مرزا صاحب کی نبوت اس سے ثابت ہو۔ مگر مرزا صاحب خود مریں اور مقابلہ میں فیل ہو کر مریں، تو کچھ نہ ہو۔ یہی معنی ہیں

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث ۸۔ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۱۲۔ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۵ جلد ۱۴ ص ۳۔۴)

سرگودھا میں مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پنجاب کی نوآبادیوں میں مثل لائل پور کے ایک شہر سرگودھا بھی ہے جہاں پر آجکل چند مرزائی اہل کار جمع ہیں۔ سول سرجن مرزائی، انسپکٹر آب کاری مرزائی، ضلعدار نہر مرزائی وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح بعض وجوہ سے دیہاتی آبادی میں بھی بہت سے مرزائی ہو گئے ہیں۔

چند یوم ہوئے شیخ محمد شریف صاحب امرتسری ڈپٹی کلکٹر نہر وہاں تبدیل ہوکر پہنچے تو شیخ صاحب ایک پرانی وضع کے محمدی مسلمان تھے۔مرزائیوں نے ان کو بھی تبلیغ کرنی شروع کی، تو انہوں نے اون سے مباحثہ کی ٹھہرائی۔شرط شروط میں گفتگو ہوتے ہوتے قرار پایا کہ ۳ دسمبر (۱۹۱۶ء) کو مباحثہ ہوگا۔مباحثہ کے لئے بحکم قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔، میرے پاس آدمی آیا اور باوجود میرے انکار کے جوابنی ضروریات کی وجہ سے تھا مجھے جبراً لے گئے۔شرائط ایسی بے ڈھب تھیں کہ میں نے کبھی ان شرائط سے مباحثہ نہیں کیا تھا۔مثلاً

مسئلے دو ہوں گے: ختم نبوت، اور نبوت مرزا۔

ہر مسئلہ پر صرف دو دو تحریریں ہوں گی۔

ہر تحریر ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ ہوگی۔

تحریریں بالکل الگ مکان میں ہوں گی جہاں تحریر کنندوں اور اون کے معاونوں کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔

پھر وہ ایک عام جلسہ میں سنائی جائیں گی۔

چنانچہ پہلے روز صبح ۸ بجے کے قریب میں پہنچا تو ۹ بجے تحریری مباحثہ شروع ہو گیا۔ میں تو اکیلا تھا، فریق ثانی چار کس تھے۔یعنی مولوی میر اسحاق، مولوی فضل الدین۔مولوی اسماعیل، حافظ روشن علی۔ یہ تو چار علماء تھے، انکے سوا اور بھی بہت سے لوگ ارد گرد کے دیہات سے اون کے ہم خیال آ گئے تھے۔

پہلے روز ختم نبوت پر بحث ہوئی میں نے آیت خاتم النبیین اورحدیث لانبی بعدی سے ثابت کیا کہ نبوت ختم ہے۔

منقولی بحث کے بعد معقولی طرز سے بھی سوال کیا کہ تم لوگ جو نبوت مرزا کو بواسطہ نبوت محمدیہ مانتے ہو یہ واسطہ فی الثبوت ہے یا فی العروض۔

انہوں نے جواب میں جو کہا اس کا خلاصہ یہ ہے

خاتم النبیین میں النبیین سے ..اور خاتم سے مراد ختم کرنے والا نہیں جو اخیر میں آئے بلکہ مصدق ہے۔پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ آنحضرت نبیوں کے مصدق ہیں جس کی نبوت پر آپ کی مہر تصدیق ہوگی وہ نبی ہوگا۔پس جو شخص کامل اتباع سے آنحضرتﷺ کا پیرو ہو،اتباع کے اثر سے نبی ہو جاگا۔

واسطہ کا جواب یہ دیا کہ واسطہ فی الثبوت ہے۔

تو جواب دیا گیا کہ اس آیت کی واضح تر تفسیر خود حدیث مذکور میں آچکی ہے جس کو مرزا صاحب بھی ...پہلی تحریرات میں قرآن مجید کی آیت کی تفسیر کہتے ہیں۔وہ حوالے لکھ دیئے۔

اور واسطہ کا جواب دیا کہ اگر واسطہ فی الثبوت ہے،تو واسطہ فی الثبوت میں حرکت ایک ہی نوع کی بلکہ ایک ہی ہوتی ہے،جس سے واسطہ اور ذی واسطہ دونوں متصف ہوتے ہیں۔جیسے ہاتھ اور کنجی کی حرکت۔

پس اگر مرزا صاحب بواسطہ نبوت محمدیہ بھی ہیں تو نبوت محمدیہ شریعت مستقلہ کی نبوت ہے۔پھر مرزا صاحب کے صاحب شریعت مستقلہ ہونے میں کیا شبہ رہا۔ ساتھ ہی اس کے نبوت محمدیہ میں یہ بھی داخل ہے

لا نورث ما ترکنا صدقة (بخاری)۔یعنی آنحضرتﷺ نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوگا

پھر آج کل مدعیان نبوت کے خلف کیوں ان کی جائدادوں کے وارث ہوتے ہیں اس کا جواب انہوں نے کچھ نہیں دیا۔

البتہ شیخ ابن عربی کا ایک قول متعلق عدم ختم نبوت نقل کیا اور ایک روایت ابن ماجہ سے نقل کی جس کے الفاظ یہ ہیں

لو عاش ابراھیم کان نبیا۔

یعنی اگر ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ زندہ رہتا تو نبی ہوتا،

میں نے کہا شیخ ابن عربی مرحوم کی عبارت اصل کتاب میں دکھاؤ جسے وہ نہ دکھا سکے۔ سنن ابن ماجہ کی روایت پر جلسہ عام میں گفتگو کرنے کی بابت ہر چند کہا گیا مگر انہوں نے نہ مانا کیونکہ ابن ماجہ میں جہاں یہ روایت درج ہے اوسی کے نیچے لکھا ہے کہ اس کا راوی ابراہیم عبسی ؟... متروک ہے یعنی یہ روایت قابل قبول نہیں۔

کتابوں کا حوالہ دیتے تھے مگر کتاب نہ دکھاتے تھے۔ بلکہ یہی کہتے تھے کہ ہم جو اردو رسالہ پیش کرتے ہیں اوسی کو دیکھئے۔ حالانکہ اوس رسالہ میں اصل عبارت بھی غلط تھی، جس کی غلطی کو وہ بھی مان گئے مگر نقل بلاعقل وہی کر دی۔ جس پر میں نے اون کو توجہ دلائی کہ آپ لوگوں کی علمیت اور سمجھ کی میں داد دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے خود غرضی میں پھنس کر اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ عبارت غلط ہے یا صحیح، واقعی کمال کی بات ہے

آخر اس تقاضا سے تنگ آ کر رات کو جب پرچے سنانے لگے، تو اعلان کیا کہ ہم اصل کتاب میں قادیان سے منگا کر دکھا سکتے ہیں ہم کو دو روز کی مہلت ملے اور مولوی (ثناءاللہ) صاحب دو روز یہاں ٹھہریں۔ اگر دو روز میں ہم نہ دکھا دیں تو سو روپیہ تاوان دیں گے۔

شیخ محمد شریف نے اٹھ کر اعلان کر دیا کہ میں نے مولوی (ثناءاللہ) صاحب سے دو روز تک ٹھہرنے کا وعدہ لے لیا ہے پس آپ کتاب دکھانے کا انتظام کریں۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا دوسرے ہی روز انہوں نے اپنی عاجزی کا اقرار کر کے رجوع کیا۔ نہ حوالہ دکھایا، نہ تاوان دیا۔ (چیلنج: جن کتابوں کا مرزائیوں نے حوالہ دیا تھا صرف اونہی پر بحث کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ امرتسر میں بڑے دنوں کی تعطیلوں میں آجاویں۔ شیخ محمد شریف صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مکان میں تقریری مناظرہ کی اجازت دیں۔ دس دس منٹ ہر فریق تقریر کر سکے گا۔ اگر ہم نے ثابت کر دیا کہ ان حوالوں سے قادیانی موقف ثابت نہیں ہوسکتا تو تاوان جو سرگودھا میں دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بصورت انعام ہم لے لیں گے۔ اڈیٹر اہل حدیث)

ناظرین اس وعدہ خلافی پر حیران نہ ہوں، قادیانی وعدوں کی بابت عرب کا مشہور شاعر متنبّی چوتھی صدی میں پہلے ہی عذر کر چکا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا یدوم لها عهد

یعنی محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو وہ اس کی وعدہ وفائی ہے کیونکہ اوس کے وعدے کے اندر یہ حصہ بھی داخل ہے کہ وہ وعدہ کو پورا نہ کرے گی

۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے رسالہ اعجاز احمدی میں بھی دعوت دی کہ میں قادیان پہنچ کر ان کی پیش گوئیوں کو غلط ثابت کروں، تو فی پیش گوئی ایک سو روپیہ مع خرچہ آمد و رفت مجھے دیں گے۔ اون کو خیال (بلکہ شائد الہام) تھا کہ میرا دارالخلافہ بڑا محفوظ ہے۔ کسی بیرونی دشمن کا داخلہ محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مگر میں بلائے بے درمان کی طرح جب جا پہنچا، تو فرمان شاہی آیا کہ ہم نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ علماء کے ساتھ مباحثہ نہیں کریں گے جس پر اہل ذوق کے منہ سے نکلا

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

نہ انعام، نہ اکرام، نہ کرایہ، نہ دعوت، چلو چلتے بنو۔ اس لئے قادیانی انعاموں اور تاوانوں کی ادائیگی اسی طرح ہوتی ہے۔ لودہانہ کا انعامی مباحثہ اس سے مستثنی ہے کیونکہ وہ قدرت خداوندی کا ایک کرشمہ تھا کہ بڑا ہوشیار صیاد خود دام میں پھنس گیا۔

خیر دوسرے روز (سرگودھا میں) مرزائی نبوت پر بحث تھی۔ صبح نو بجے ہم منتظر تھے کہ وہ آتے ہیں۔

انگلیاں سر واٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

عین وقت پر ایک لمبی چوڑی چٹھی آئی کہ رات یہ ہوا، وہ ہوا، اس لئے ہم وہاں آ کر مباحثہ نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کو منظور ہو، تو یہاں ہمارے مکان پر آ جاؤ (بوقت مباحثہ ملک کرم الہی ضلع دار نہر سرگروہ فریق ثانی نے صاف الفاظ میں مجھے کہا کہ آج مباحثہ کرنے کا ہمارا ارادہ نہ تھا۔ بالکل سچ کہا) یہاں تجویز ہوئی کہ خط کا جواب اور جواب الجواب آنے جانے میں ناحق وقت ضائع ہوگا چلئے ہم وہاں ہی چلیں۔ چنانچہ وہاں جا پہنچے۔ انہوں

نے جب دیکھا تو اہل خیبر کی طرح حواس باختہ ہوکر کہنے لگے (مولوی صاحب آ گئے) جگہ تیار نہ تھی آخر کار مسجد میں بیٹھ گئے۔

لطیفہ یہ ہو کہ ہم تو مکان پر بھی پہنچ گئے، مگر پھر بھی انہوں نے شیخ محمد شریف صاحب کو دروازہ مسجد پر روک لیا کہ ہمارے خط کا جواب تحریری عنایت کریں۔وہ ہر چند کہتے رہے کہ خط کا جواب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ہم نے تعمیل کر دی، مگر مرزائی بضد ہوئے کہ جواب لیں گے۔ شیخ صاحب چونکہ ارادہ کر چکے تھے کہ حدیبیہ کی طرح جو شرط بھی پیش کریں گے ہم مان لیں گے، اس لئے شیخ صاحب نے دوحرفی جواب لکھ دیا کہ ہم آ گئے ہیں۔

اس روز پہلا پرچہ اون کا اور پچھلا ہمارا تھا۔ پہلا پرچہ ان کی طرف سے ہم کو ساڑھے گیار بجے دن کے ملا۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا صاحب چھوٹی عمر سے سچے تھے مفتری نہ تھے، یہ تھے وہ تھے۔ گواہ ان سب باتوں کے مولوی محمد حسین بٹالوی۔

چونکہ ان کو خیال تھا کہ مقابلہ میں مرزا صاحب کی تحدیانہ پیش گوئیاں پیش ہوں گی اس لئے انہوں نے پیش بندی کرنے کو یہ بھی لکھا کہ پیش گوئیوں پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ نبیوں کی تمام پیش گوئیاں سچی ہوتی ہیں۔ قرآن شریف بعض پیش گوئیوں کے سچا ہونا ضروری کہتا ہے سب کا نہیں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ)

میں نے اس کے جواب میں جو پرچہ لکھا اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم مناظرہ کے قاعدے کے مطابق سائل کو تین قسم کے حقوق حاصل ہیں۔ منجملہ معارضہ بھی ہے۔ اسلئے میں معارضہ کے طور پر مرزا صاحب کی تحدیانہ پیش گوئیوں میں سے چند پیش کرتا ہوں۔ مدعی کا فرض ہے کہ اس معارضہ کا جواب دے۔

پہلی پیش گوئی آسمانی منکوحہ کی بابت،

دوسری ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی موت کی بابت،

تیسری خاکسار (ثناءاللہ) سے فیصلہ۔

چوتھی مسیح موعود کے کاموں کی بابت۔

یہ بھی لکھا کہ قرآن شریف خدائی وعدوں کی بابت صاف لفظوں میں فرماتا ہے

فلا تحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ

خدا جو اپنے رسولوں سے وعدہ کرے، اوس کو وہ کبھی خلاف نہیں کرتا۔

اور آیات بھی اسی قسم کی لکھیں۔ بلکہ اخیر پرچہ میں مرزائیوں کو چیلنج دیا کہ وہ کسی نبی کی کوئی پیش گوئی جھوٹی ثابت کریں، تو فی پیش گوئی ایک سو روپیہ انعام لیتے جاویں۔ اور ہم یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ ایسے نبی کو بھی ہم چھوڑ دیں گے۔ اس کے مقابلہ پر مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کی تکذیب ہم سے سنیں اور فی پیش گوئی ایک روپیہ انعام دیں۔ دیکھئے اس مقابلہ کے لئے قادیانی مشن کب تیار ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سارے مباحثہ سے جو ہم نے سمجھا اور بعد ملاحظہ ناظرین سمجھیں گے یہ ہے کہ ہم میں اور مرزائی مذہب میں اصولی اختلاف بہت کم اور مختصر ہے، اس لئے جہاں کہیں گفتگو ہو اوسی کو پہلے حل کر لینا چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالی اپنے جملہ اقوال اور اخبار میں سچا ہے یا معاذ اللہ بعض میں سچا اور بعض میں جھوٹا اور وعدہ خلاف ہے۔

اگر سچا ہے اور جیسا کہ قرآن مجید شہادت دیتا ہے

انّ اللّٰہ لا یخلف المیعاد

وغیرہ تو ہم سچے اور ہماری فتح محقق۔ اور اگر وہ بعض خبروں یا وعدوں میں وعدہ خلاف ہے، تو مرزا مذہب سچا ہے۔

ہاں اس پر یہ شبہ باقی رہا کہ جھوٹے خدا کا مذہب کیوں کر سچا ہو سکتا ہے۔ سو یہ دوسری بات ہے۔

یہ ہے وہ اصولی مرکز جس پر دونوں مذہبوں کو پہلے گفتگو کر کے فیصلہ کر لینا چاہیے۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

فریقین کا معاہدہ ہے کہ مباحثہ چھپے گا اس لئے ناظرین مکمل مباحثہ دیکھنے کا انتظار کریں اور اگر زیادہ دیر میں ان کو کسی طرح کی بیتابی ہو تو شیخ محمد شریف صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر سرگودھا سے بذریعہ خط و کتابت دریافت کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۱۹۔ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۶ جلد ۱۴ ص ۱۔۲)

احمد کی بشارت پر جھگڑا اور اس کا فیصلہ

جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی لکھتے ہیں:

مدعی اول: محمد ﷺ صاحب بذریعہ آیات

مدعی دوم: غلام احمد بدعوی الہامات

ثبوت اول، مدعی اول:

و اذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول الله الیکم مصد قا لما بین یدیّ من التّوراة ومبشّرا برسول یأ تی من بعدی اسمه احمد. فلما جا ء هم بالبیّنات قا لوا هذا سحر مبین ۔ (ترجمہ: جس وقت کہا عیسی بیٹے مریم کے نے، اے بنی اسرائیل! تحقیق میں رسول ہوں خدا کا طرف تمہارے، ماننے والا واسطے اس چیز کے کہ آگے میرے ہے (یعنی تورات سے ہے) اور خوش خبری دینے والا ساتھ اس پیغمبر کے کہ آوے گا پیچھے میرے، نام اوس کا احمد ہے، پس جب آیا ان کے پاس پیغمبر کہا اونہوں نے یہ جادو ہے ظاہر۔

عرب کے مشرکوں وغیرہ نے جب آنخضرت ﷺ کے پیغمبر ماننے سے انکار کیا، تب اللہ تعالی نے بطور آگاہی اور شہادت آنخضرت ﷺ کو بذریعہ وحی خبر دی کہ وہ مبشر احمد رسول تو ہی ہے جس کی بشارت عیسی بن مریم نے دی تھی۔

اور دیکھو مشکوۃ کے باب اسماء النبی وصفاتہ میں حدیث، جس کا ترجمہ یہ ہے:

جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تحقیق میرے لئے نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں مٹاوے گا اللہ میرے ساتھ کفر، اور میں حاشر ہوں کہ اوٹھائے جائیں گے لوگ میرے قدم پر، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے کہ نہ ہوئے پیچھے اوس کے کوئی نبی ۔ (روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے)۔

اور دیکھو مشکوۃ کے باب فضائل سید المرسلین میں حدیث جسکا ترجمہ یہ ہے:

عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق میں

اللہ کے نزدیک لکھا ہوا ہوں ختم کرنے والا نبیوں کا، اس حال میں کہ تحقیق آدم پڑے ہوئے تھے اپنی مٹی گوندھی میں۔ اور خبر دوں میں تم کو ساتھ اول امر اپنے کے دعا ابراہیم کی ہے اور خوش خبری دینا عیسیٰ کا ہے اور خواب دیکھنا میری ماں کا ہے کہ دیکھا اونہوں نے جب جنا مجھ کو، اور تحقیق ظاہر ہوا میری ماں کے لئے اس نور سے محل شام کے۔ (روایت کی یہ بغوی نے شرح السنہ میں امام احمد نے ابی امامہ سے)

پس مسلمان محمدی کے لئے اب اس بات کے قبول کرنے میں کہ مبشر احمد، محمد ﷺ ہی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے بطور شہادت آنحضرت ﷺ کو خبر دے دی کہ وہ مبشر احمد رسول جس کی حضرت عیسیٰؑ نے خبر دی تھی تو ہی ہے، اور آنحضرت ﷺ نے بھی دعویٰ کر دیا کہ میں وہ مبشر احمد رسول ہوں جسکی حضرت عیسیٰ ابن مریم نے بشارت دی تھی اور میں خاتم النبیین بھی ہوں پھر کسی کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

ثبوت مدعی دوم:

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے مبشّرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد مگر ہمارے نبی فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳)

اور یہ جو فرمایا کہ

و اتّخذوا من مقام ابراهیم مصلّی۔

یہ قرآن کی آیت ہے اور اس مقام میں اسکے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اسکی طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ اور جیسا کہ آیت

و مبشّرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد

میں اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اخیر زمانہ میں ایک مظہر ہوگا گویا کہ وہ

اس کا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا ایسا ہی آیت

واتّخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلّی

اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہوجاویں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔ (قادیانی اربعین نمبر۳ صفحہ ۳۱)

مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات بالا مرقومہ سے چند دعاوی صاف ظاہر ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے

۱۔ آیت مبشّرا برسول یأ تی من بعدی اسمه ا حمد کا میں ہی مصداق ہوں کیونکہ میں اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہوں۔

۲۔ اور آنحضرت ﷺ کا نام محمد اور احمد بھی ہے، مگر میں احمد ہوں۔

۳۔ آیت و اتّخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلّی جو قرآن کی آیت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ابراہیم میں ہی ہوں اور لوگوں کو حکم ہوا ہے کہ عبادتوں اور عقیدوں کو میری طرز پر بجالاویں۔

۴۔ میں آنحضرت ﷺ کا مظہر ہوں گویا اون کا ایک ہاتھ ہوں۔

۵۔ میرا نام آسمان پر احمد ہے۔

۶۔ میں مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلاؤں گا۔

۷۔ میں آخری زمانہ میں ابراہیم پیدا ہوا ہوں جو فرقہ میرا پیرو ہوگا وہ نجات پائے گا۔

اب امور فیصلہ طلب حسب ذیل ہیں:

۱۔ کہ مرزا جی کا والدین کا رکھا ہوا نام کیا تھا؟

۲۔ خداوند تعالی نے مرزا جی کا کیا نام رکھا؟

۳۔ آیت و اتّخذوا من مقا م ابراھیم مصلّی میں ابراہیم کا نام آیا ہے وہ کون ہے۔ یعنی مرزا جی یا وہ ابراہیم جو حضرت اسماعیلؑ کے والد بزرگوار تھے۔

۴۔ آیت مبشّرا برسو ل یأتی من بعدی اسمه ا حمد کا مصداق مرزا جی ہیں یا محمد ﷺ ہیں۔

نسبت نمبر اول بخدمت اہل علم عرض ہے کہ اس بات سے نہ کوئی مرزائی انکار کرسکتا ہے اور نہ مرزا جی کو انکار تھا کہ مرزا جی کا نام والدین کا رکھا ہوا مشہور نام غلام احمد تھا یعنی احمد کا غلام ۔ جیسا کہ مرزا جی نے بھی چند کتب میں اپنا نام غلام احمد لکھا ہے (دیکھو دافع البلاء صفحہ ۱۳):

> خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور اس نے دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا ۔ تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے کہ احمد کے ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنی قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کم تر ہے۔

او مرزائیو! او احمدی فرقہ میں سے عقل مند کہلانے والو! خداوند قہار کے قہر سے ڈر کر ایمان سے سچ کہہ دو کہ وہ کون احمد ہے جس کے ادنی غلاموں میں سے ہونے کا مرزا جی اقرار کرتے ہیں۔ وہی محمد مصطفیٰ سید الانبیاء مراد ہیں یا کوئی اور ۔ کیا کوئی غلام بھی اپنے آقائے نامدار کے برابر ہوسکتا ہے ۔

۲۔ نسبت نمبر ۲ بخدمت اہل علم التماس ۔

یعنی مرزا جی کا خداوند تعالی نے کیا نام رکھا ہے ۔ سو آپ کو تحریر ذیل سے صاف صاف باقوال مرزا جی ثابت ہوجائے گا کہ خداوند تعالی نے مرزا جی کا نام غلام احمد قادیانی رکھا ہے دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵۔۱۸۶:

> مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے کہ تیرھویں صدی کے پورا ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں ۔ اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں ۔

اور دیکھو کتاب البریہ صفحہ ۲۲۳ حاشیہ:

اور اللہ نے میرا نام غلام احمد قادیانی رکھ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ اس نام میں تیرہ سو کا عدد پورا کیا گیا۔

امید ہے کہ طالبان حق پر بخوبی روشن ہو گیا ہو گا کہ بقول مرزا جی خدا نے مرزا جی کا نام غلام احمد قادیانی رکھا مگر مریدان مرزا جی کی آگاہی کیلئے مرزا کی چند کتب سے نقل کرتا ہوں کہ جن میں مرزا جی نے اپنا نام اپنی ہی قلم سے غلام احمد قادیانی لکھا ہے ازالہ اوہام حصہ اول طبع اول صفحہ ۹۴۸ پر۔

۲، کشتی نوح کے صفحہ ۶۷ میں،

۳، سناتن دھرم کے صفحہ ۱۰ میں،

۴۔لیکچر سیالکوٹ کے صفحہ ۳۴ میں۔

۵۔اعجاز احمدی کے صفحہ ۹۰ میں،

۶۔اپنی جماعت کیلئے نصیحت کے صفحہ ۸ میں۔

۷،شہادۃ القرآن کے صفحہ ۷۷ میں،

۸، اربعین نمبر۴ کے صفحہ ۱۲ میں

یعنی ان میں مرزا جی نے اپنا نام غلام احمد قادیانی لکھا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ انکا نام صرف احمد نہیں، اور احمد خاص ان کا جس کے نام سے حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو خبر دی تھی وہ محمد ﷺ سید الانبیاء ہی ہیں۔

۳۔ نسبت نمبر۳ بخدمت اہل علم گذارش حسب ذیل ہے کہ

آیت و اتّخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلّی میں جو ابراہیم کا نام ہے، اس سے مراد خاص حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں جو حضرت اسماعیل کے والد بزرگوار ہیں، نہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ قرآن مجید پر پڑھنے والوں پر ہرگز ہرگز یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

۴۔نسبت نمبر۴ بخدمت اہل علم التجا کرتا ہوں کہ اب آیت مبشّرا برسول یأ تی من بعدی اسمه احمد کی نسبت فیصلہ باقی ہے کہ اس آیت کا مصداق کون ہے؟ آیا محمد ﷺ مکی، یا غلام احمد قادیانی ہے۔

مدعی اول کے ثبوت پڑھنے سے طالبان حق پر بخوبی روشن ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کا مصداق ثبوت آیات اور احادیث محمد مصطفیٰ سید الانبیاء ﷺ ہیں۔ مگر خدا کی قدرت سے

قربان جایئے کہ جس نے مرزا جی مدعی احمد مبشر کی زبان اور قلم سے بھی اس بات کا اقرار کرادیا ہے کہ یہ آیت محمد ﷺ کے حق میں پیش گوئی ہے۔ دیکھو قادیانی اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۳ میں مرزا جی لکھتے ہیں:

ہمارے نبی ﷺ کے دو نام ہیں۔

۱: ایک محمد ﷺ اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم ترا هم ركّعا سجّدا يبتغو ن من فضل الله و ر ضوا نا ۔ سيماهم فى و جو ههم من ا ثر السجود۔ ذلك مثلهم فى التوراة و مثلهم فى ا لا نجيل (الفتح: ۲۹)

۲: احمد ﷺ کے یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے

ومبشّرا برسول يأتى من بعدى اسمه ا حمد۔،

اہل علم اور طالبان حق پر اب باقرار مرزا جی بھی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مرزا جی نے اپنے دعویٰ کو آپ ہی باطل کر دیا ہے۔ جو حق تھا وہ خدا نے ظاہر کردیا کہ آیت مبشّرا برسول يأتى من بعدى اسمه ا حمد کا خاص مصداق حضرت محمد مصطفیٰ سیدالانبیاء ہی ہے نہ کوئی اور۔

اگر اب بھی مرزائی حق بات کو قبول نہ کریں تو ان کی مرضی کیونکہ ہدایت سب کی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے السلام عليكم و على من اتبع الهدى

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۵۔ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۱۹۔ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۶ جلد ۱۴ ص ۵۔۷)

(اس موضوع پر مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں کے درمیان بحث چلتی رہی ہے۔ قادیانی پارٹی مرزا غلام احمد صاحب کو پیش گوئی اسمه ا حمد کا مصداق قرار دیتی ہے اور لاہوری پارٹی اس کے خلاف تھی۔ دونوں پارٹیوں کی بعض تحریریں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں: یاد رہے کہ قادیانیوں نے جو دلائل اپنی تحریروں میں دیئے ہیں ان سب کا جواب مسلمان علماء نے دے رکھا ہے اور ہمارے اس سلسلہ کتب میں

بھی جا بجا موجود ہے۔ بہاء

الفضل قادیان ۱۵۔۱۹مئی ۱۹۱۷ء کے صفحہ ۸۔۹۔ اسمه احمد : کے عنوان سے مرزا بشیر احمد ایم اے ولد مرزا غلام احمد قادیانی کا درج ذیل مضمون شائع ہوا:

قرآن شریف میں حضرت مسیح ناصری کی ایک پیش گوئی درج ہے جو ان کے بعد کسی ایسے رسول کی آمد کی خبر دیتی ہے جسکا اسم احمد ہو گا۔ اصل الفاظ پیش گوئی کے جو قرآن میں درج ہیں یہ ہیں:

قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول اللّٰه الیکم مصدقا لما بین یدیّ من التوراة و مبشّرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد (الصف)۔

یعنی فرمایا عیسی بن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے ایک رسول ہوں مصدق ہوں اس کا جو میرے سامنے ہے یعنی تورات اور بشارت دیتا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور جسکا نا احمد ہو گا۔

پیشتر اس کے کہ ... اس موعود رسول کی تعیین کی جائے ہم پہلے الفاظ اسمه احمد کو ہی لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ الفاظ کس حد تک ہم کو تعیین کے کام میں مدد دیتے ہیں۔

پہلا لفظ اسم ہے یہ مشتق ہے وسم سے جس کے معنی نشان لگانے کے ہیں۔ تو گویا اس لحاظ سے اسم کے معنی ہوئے نشان۔ اور چونکہ نشان کی غرض تخصیص و تعیین ہوتی ہے اس لئے اسم کے پورے معنی ہوئے وہ نشان وغیرہ جس سے کس شئے کی تعیین و تخصیص ہو جائے۔

اب اسم کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اسم سے مراد اسم ذات کو لیا جائے یعنی وہ نام جس سے کوئی شخص عام طور معروف ہو۔ خواہ حقیقت کے لحاظ سے اس نام کا مفہوم نام بردہ میں پایا جاوے یا نہ پایا جاوے۔ مثلاً بیسیوں ایسے دہریہ مل جائیں گے جن کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن وغیرہ ہو گا، حالانکہ اگر حقیقت کے لحاظ سے دیکھیں تو وہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے ناموں سے کوسوں دور ہوں گے۔ ایسے اسم کو جس میں حقیقت کا ہونا نہ ہونا ضروری نہ ہو، اسم ذات کہتے ہیں۔

دوسری اسم کی یہ صورت ہے مثلاً کسی شخص کا کوئی نام بطور اسم ذات کے تو نہ ہو، مگر اس نام کا مفہوم نمایاں طور پر اس شخص میں پایا جاوے۔ مثلاً محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم ذات کے طور پر تو عبداللہ نام نہ تھا مگر عبداللہ کے مفہوم کے لحاظ سے محمد رسول اللہ سے بڑھ کر کوئی عبداللہ نہیں گذرا۔ ایسے نام کو اسم صفت کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو وله الاسماء الحنسی یعنی اللہ تعالی کے تمام صفات پاک ہیں۔

غرض لفظ اسم دونوں معنوں میں آتا ہے اسم ذات اور اسم صفت کیونکہ یہ دونوں ایک حد تک

تعیین اور تخصیص کرنے والے ہوتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اسمہ احمد والی پیش گوئی کس شخص پر چسپاں ہوتی ہے۔

عیسی کے بعد دو شخص رسالت کے مدعی ہوئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) (یہ بات درست نہیں، کیونکہ مسیلمہ اور اسود وغیرہ بھی مدعی رسالت تھے۔ بہاء) یا تو یہ پیش گوئی ابھی تک پوری ہی نہیں ہوئی اور اگر ہوئی ہے، تو پھر ان دونوں میں سے کسی پر ضرور چسپاں ہوگی (کیا قیامت آ چکی کہ اب کوئی اور جھوٹا مدعی نہیں آئے گا۔ بہا)

پہلے ہم لفظ اسم کے مفہوم اول یعنی اسم ذات کے لحاظ سے پیش گوئی کی تعیین کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا اسم ذات محمد ﷺ تھا یہی نام آپ کا آپ کے بزرگوں نے رکھا، اور اسی نام سے آپ مشہور تھے۔ دوسری طرف مسیح موعود (مرزا) کا نام غلام احمد تھا۔ یہی نام ان کے والدین نے رکھا اور اسی نام سے وہ مشہور تھے۔

یہ سرسری نظر جو ہم نے ان دو مدعیان رسالت پر ڈالی تو ہم کو معلوم ہوا کہ یہ پیش گوئی کم از کم اسم ذات کے لحاظ سے ان ہر دو میں سے کسی پر بھی چسپاں نہیں ہوتی۔ تو پھر ماننا پڑا کہ یا تو پیش گوئی ابھی تک پوری نہیں ہوئی یا ہماری ظاہری نظر نے دھوکا کھایا۔

پہلی صورت چونکہ مسلمہ طور پر غلط ہے اس لئے دوسری صورت کو صحیح سمجھ کر پھر نظر ڈالتے ہیں تاکہ سرسری نظر نے لفظ احمد کو ان دو بزرگوں پر اسم ذات کے طور پر نہیں چسپاں کیا، تو شائد پیش گوئیوں میں جو اخفا کا پردہ ہوتا ہے اس کو خیال رکھتے ہوئے ہم ذرا گہری نظر سے لفظ احمد کا تعلق آنحضرت ﷺ یا مسیح موعود میں سے کسی کے ساتھ اسم ذات کے طور پر دیکھ سکیں۔ تاریخ اور احادیث صحیحہ (وضعیات الگ رکھ کر) شاہد ہیں کہ محمد رسول اللہ کا رسالت سے پہلے کبھی بھی احمد کے نام سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوسکتا۔ دعوی سے پہلے کی شرط اس واسطے ہے کہ دعوی کے بعد والا نام اول تو اسم ذات نہیں کہلا سکتا دوسرے خصم پر حجت نہیں۔ اگر دعوی سے بعد کا اپنے منہ سے آپ بولا ہوا نام بھی اسم ذات ہوسکتا ہے تو پھر تو امان اٹھ جاوے۔ مثلاً پیش گوئی ہو کہ عبدالرحمٰن نام ایک شخص مامور ہو کر آئے گا تو ایک شخص مسمی جمال دین اٹھے اور کہے کہ میرا نام ہی عبدالرحمٰن ہے۔ تو وہ صحیح نہ سمجھا جائے گا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں تو یہ جھگڑا بھی نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اسم ذات کے طور پر دعوی کے بعد بھی کبھی اپنا نام احمد نہیں بتایا اگر کوئی دعوی کرے تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ غرض محمد رسول اللہ کے معاملہ میں تو ہماری گہری نظر بھی ماندہ ہو کر واپس لوٹی کیونکہ بلحاظ اسم

ذات کے کجا محمد اور کجا احمد۔

اب رہے مسیح موعود (مرزا قادیانی)،ان کے متعلق بھی جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہماری سرسری نظر تعیین کرنے سے قاصر رہی۔اب ذرا گہری نظر ڈالیں۔مسیح موعود(مرزا) کا نام جو عام مشہور تھا اور جو والدین نے رکھا غلام احمد تھا۔ یہ مرکب ہے لفظ غلام اور احمد سے۔اب ہم نے دیکھنا ہے کہ ان ہر دو میں سے نام کا اصل اور ضروری حصہ کون سا ہے (مرزا صاحب تو: غلام احمد قادیانی، سے ۱۳۰۰ کا عدد نکال کر اپنی مسیحیت مہدویت مجددیت ثابت کرتے ہیں۔ اگر صرف احمد ہی ان کا نام ہو تو کون سا عدد نکلے گا؟ اور ان کا دعوی انہی کی دلیل سے غلط ٹھہرے گا۔ بہاء) یادرہے کہ نام ہوتا ہے تعیین اور تخصیص کیلئے۔اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم مسیح موعود (مرزا) کے خاندان کے ممبروں کے ناموں پر نظر ڈالیں اور تھوڑی دیر کے لئے تعصب کو الگ رکھیں،تو امید ہے کچھ نہ کچھ ہم کو ضرور نظر آ جائے گا۔

حضرت مسیح موعود (مرزا) کے والد کے چار بھائی تھے تو کل پانچ ہوئے۔ان میں سے تین یہ ہیں: مرزا غلام حیدر، مرزا غلام مرتضی، مرزا غلام محی الدین۔ باقی دو بچپن میں فوت ہوئے اس لئے ان کے نام کی ابھی تک تحقیقات نہیں کر سکا۔مگر اتنا پتہ چل گیا ہے کہ ان کے ناموں میں غلام کا لفظ ضرور تھا۔تو اب غلام کا لفظ تو ان سب میں مشترک تھا، اسلئے یہ لفظ ان کے ناموں کا اصل حصہ نہیں کہلا سکتا۔کیونکہ اس نے تخصیص پیدا نہیں کی بلکہ تخصیص پیدا کرنے والے حیدر اور مرتضی اور محی الدین الفاظ تھے پس اگر ان کو ہی اصل نام کہہ دیا جائے تو حرج نہیں۔

اب آگے چلئے: حضرت مسیح موعود دو بھائی تھے۔آپ کا نام غلام احمد تھا اور آپ کے بڑے بھائی کا نام غلام قادر تھا۔غور فرمایئے غلام کا لفظ پھر مشترک ہوا۔اسم کا کام ہے ایک حد تک تخصیص کرنا وہ تخصیص کس لفظ نے قائم کی؟ ہمارا ضمیر بولتا ہے کہ ایک طرف احمد نے اور دوسری طرف قادر نے۔پس جرح نہیں کہ انہی کو اصل نام سمجھا جاوے۔

مسیح موعود کے چچا مرزا غلام محی الدین کی نسل میں بھی یہی سلسلہ چلا۔ان کے تین بیٹے ہوئے جن کے نام مرزا کمال الدین، مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین۔ان میں دین کا لفظ مشترک ہے۔اور امام اور نظام اور کمال نے تخصیص کی۔پس وہی اصل نام ٹھہرے۔

پھر آگے چلئے مرزا غلام قادر جو مسیح موعود کے بڑے بھائی تھے ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام رکھا گیا عبدالقادر۔گویا اس نے اپنے باپ کے خصوصیت والے اصل نام کو ورثہ میں لیا۔

پھر یہی نہیں خود مسیح موعود (مرزا) کی اولاد کو لیجئے۔دعوی کے بعد کی مثال تو آپ مانیں گے نہیں

، دعوے سے بہت سال پہلے جب آپ ابھی جوان ہی تھے اور بالکل گوشہ تنہائی میں اپنے دن کاٹتے تھے اور بیرونی دنیا میں کوئی آپ کو جانتا نہ تھا، آپ کے ہاں دولڑکے پیدا ہوئے جن کے نام رکھے گئے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد (لیکن مرزا صاحب انہیں اپنی اولاد میں شمار ہی نہیں کرتے۔ بہاء۔) دیکھئے کہ اصل نام کو ورثہ میں لے لیا۔ وہ نام جس نے باپ کو چچا سے خصوصیت دی تھی۔

پھر اور سنئے حضرت مسیح موعود کے والد نے دو گاؤں آباد کئے اور ان دونوں کو اپنے دو بیٹوں کے نام پر موسوم کیا اور ایک کا نام رکھا قادر آباد اور دوسرے کا احمد آباد۔

ان سب باتوں سے نتیجہ نکلا کہ حضرت مسیح موعود کا گو پورا نام غلام احمد تھا (لیکن ۱۳۰۰ کا عدد تو لفظ: قادیانی، ساتھ ملانے سے پورا ہوتا ہے۔ مرزا کا نام صرف غلام احمد قرار دینے سے تو بیٹا اپنے ہی باپ کے دعوی کی تکذیب کر رہا ہے۔ بہاء) لیکن نام کا اصل اور ضروری حصہ یعنی وہ حصہ جس نے آپ کی ذات کی خصوصیت پیدا کی احمد تھا۔ اس لئے کوئی حرج نہیں اگر یہ کہا جاوے کہ آپ کا اصل اسم ذات احمد ہی تھا و هو المراد

مگر یاد رہے کہ یہ ہم نے شروع میں ہی مان لیا تھا کہ پہلی نظر ہم کو محمد رسول اللہ اور مسیح موعود دونوں کی طرف سے مایوس کرتی ہے۔ لیکن ہاں اگر انہی دو رسولوں میں سے کسی ایک پر پیش گوئی کو ضرور اسم ذات کے طور پر ہی چسپاں کرنا ہے، تو عقل سلیم کا یہی فتوی ہے کہ احمد جس کی پیش گوئی کی گئی تھی وہ مسیح موعود ہی تھے۔ خاص کر جب ہم یہ بھی خیال رکھیں کہ سنت اللہ کے موافق پیش گوئیوں میں ایک حد تک اخفا کا پردہ بھی ہوتا ہے اور وہ پردہ اس معاملہ میں غلام کے لفظ میں ہے، جو گو مسیح موعود کے نام کا اصل حصہ نہیں بلکہ ایک صرف زائد چیز ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ مگر پھر بھی آخر نام کے ساتھ ہی ہے۔ باقی آئندہ۔

۲۷ نومبر۔ یکم دسمبر ۱۹۱۷ء الفضل قادیان کے صفحہ ۹۔۱۰ پر مولوی عمر الدین قادیانی شملوی، مولوی صدر الدین لاہوری احمدی کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہمیں اس سے تو انکار نہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے والدین نے آپ کا نام غلام احمد رکھا ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ غیر مبائعین (لاہوری گروپ) اور تمام غیر احمدیوں (مسلمانوں) کا یہ حق نہیں کہ وہ یہاں اس بنا پر اعتراض کریں کہ غلام احمد، احمد کس طرح ہو گیا۔ کیونکہ یہی اعتراض ان پر بھی پڑتا ہے جب کہ وہ اس نام کا مصداق آنحضرت ﷺ کو قرار دیتے ہیں جن کا اصل اسم مبارک محمد ہے نہ کہ احمد۔ جس طرح ان کے نزدیک محمد، پیش گوئی اسمه احمد کا مصداق ہے حالانکہ ان کا نام والدین نے احمد نہیں

رکھا، اور خدا نے بھی اس نام سے آپ کو مخاطب نہیں کیا۔ نماز میں اور تمام عبادات اسلامی میں بھی آپ کا اسم مبارک محمد ہی آتا ہے، اور کسی ایک حدیث میں نہیں پایا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں اسمہ احمد کی پیش گوئی کا مصداق ہوں۔ لیکن بایں ہمہ ان کے نزدیک یہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ پر پوری ہو جاتی ہے تو کس قدر ظلم ہے کہ جب خدا تعالی اور اس کا رسول محمد ﷺ مہدی موعود کا نام احمد رکھیں اور خود وہ مہدی (یعنی مرزا قادیانی) کہے کہ میرا نام احمد ہے۔ اور نہ صرف یہ کہے کہ میرا نام احمد ہے بلکہ کھول کر کہدے کہ عیسی کی پیش گوئی اسمہ احمد کا مصداق میں ہوں، تو محمد کو احمد ماننے والے چلا اٹھیں کہ غلام احمد، احمد کس طرح ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے اسی نے تمام احمد کے نشانات کو آپ کے وجود مبارک میں جمع کر دیا اب اس سے لڑو۔

مولوی صدرالدین صاحب نے یہ بھی ایک بات پیش کی کہ اگر احمد کے نام پر ہی سارا دار و مدار ہے تو شیخ احمد سرہندی اور سید احمد بریلوی کے نام تو صرف احمد تھے۔ ان پر کیوں یہ پیش گوئی پوری شدہ نہ سمجھ لی جاوے۔

میں نے کہا کہ صرف احمد نام ہونے سے تو کام نہیں چلتا، رسالت کا منصب بھی ساتھ ہے۔ دوسرے یہ کہ شیخ اور سید کے الفاظ تو وہاں بھی احمد کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اگر شیخ احمد، احمد بن سکتا ہے تو غلام احمد بھی احمد بن سکتا ہے۔

مولوی صدرالدین صاحب نے کہا کہ شیخ تو بزرگی کے لئے ہے۔

میں نے کہا جھوٹ ہے آپ اس دعوی کا ثبوت پیش کریں (دراصل شیخ اور سید تو ان دونوں کے نام کے ساتھ اس طرح ہے جیسے قادیانی کے نام کے ساتھ مرزا، یا بیگ تھا۔ کیونکہ سید ان کی ذات یا نسبی تعلق ہے۔ جیسے مرزا یا بیگ، قادیانی کی ذات یا نسبی تعلق کی وجہ سے ہے۔ بہاء) ورنہ مکتوبات میں ان کا نام شیخ احمد میں دکھا دیتا ہوں۔ شیخ ان کی ذات نہ تھی کہ یوں قیاس کر لیا جائے کہ ذات کو جزو نام بنا لیا گیا ہو۔ غرض یہ دونوں بزرگوار احمد کے نام سے موسوم نہ تھے۔

لطیفہ: مجھے تعجب آتا ہے کہ ہمارے مخالفین کیا کیا رنگ بدلتے ہیں۔ کبھی تو حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرنے کے لئے ہمیں سناتے ہیں کہ صاحب شاہ نعمت اللہ ولی نے پیش گوئی کی تھی کہ

دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد
سازند از دل خود تفسیر فی القرآنہ

اور کہتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا ایک مصداق تو مرزا صاحب قادیانی ہیں اور دوسرے سرسید علی گڈھی۔ گویا انہوں نے مان لیا کہ حضرت مرزا صاحب کا نام احمد ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ عوام الناس کی یوں ہی واہیات باتیں ہیں، ان سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ وہ قصیدہ جس میں مذکورہ بالا شعر آتا ہے میں نے بہت سے لوگوں کے گھروں میں بڑی حفاظت سے رکھا ہوا دیکھا ہے اور بہت خوش خط لکھ لکھ کر رکھا گیا ہے اور اس تحریر کے حاشیہ پر احمد کے لفظ پر نوٹ دیا گیا ہے۔ یعنی مرزا قادیانی اور سرسید علی گڈھی۔

(حاشیہ: یہ قصیدہ دراصل جعلی ہے اور کوئی شخص اس کا اصل دکھا نہیں سکتا۔ اور پھر اس میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ پھر اس قصیدہ کے جعلی ہونے کے لئے اس کی اندرونی شہادت ہی کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ مہدی موعود کا ظہور ۱۳۳۱ھ سے پہلے ہوگا اور حبیب اللہ خان اور نصر اللہ خان اس کے علم بردار ہوں گے اور قوم افغان بمعیت مہدی کفار سے جنگ کرے گی اور فتح یاب ہوگی اور اس حال میں دجال ظاہر ہوگا تو مہدی اور حبیب اللہ اور نصر اللہ جناب الٰہی میں التجا کریں گے وہ اسی حال میں ہوں گے کہ

در جامع دمشقی حاضر شوند ہمہ ہا
نازل شوند عیسی از منزل آسمانہ

یعنی سب دمشق کی جامع مسجد میں جمع ہوں گے اور عیسی منزل آسمان سے نازل ہوں گے۔ یہ کب ہوگا آگے شعر کے ساتھ ہی مقطع کا شعر ہے جس میں مدت بتائی ہے

خاموش باش نعمت اسرار حق مکن فاش
در سال کنت کنزاً باشد چنیں بیانہ

یعنی اے نعمت تو خاموش رہ اور راز خداوندی کو ظاہر نہ کر۔ در سال کنت کنزاً باشد چنیں بیانہ، یعنی ۱۳۳۱ھ میں یہ واقع ہوگا۔

اگر الفاظ شعر کو مدنظر رکھا جاوے تو کنت کنزاً کے عدد ۵۴۸ میں یہ واقع ہونا چاہیے تھا لیکن غیر احمدیوں کا خیال مدنظر رکھیں تو تمام مصرعہ کے اعداد ۱۳۳۱ میں ایسا ہونا تھا۔ مگر یہ سب جھوٹی رام کہانی تھی خدا کا پیارا مسیح وعدہ الٰہی اور تمام اولیاء کی خبروں کے مطابق چودھویں صدی کے عین سر پر ظاہر ہوا اور اپنا کام کر کے مظفر ومنصور چلا بھی گیا اور منکرین ابھی سر اٹھائے آسمان کو تک رہے ہیں۔ جس طرح پہلے مسیح کے منکر یہود کا حال ہے کہ ابھی تک وہ اس مسیح کے منتظر ہیں ان کے نزدیک نہ مسیح آیا، نہ محمد، یہی حال منکرین مسیح موعود (مرزا) کا ہے۔ اور یقیناً اب کوئی مسیح آسمان سے وہ اترتا نہ دیکھیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجاوے گی کیونکہ

مارتا ہے اس کو قرآن سر بسر
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر)

ایک دفعہ تو ایک مباحثہ میں ایک مخالف نے جالندھر میں یہ شعر بطور حجت پیش بھی کیا تھا

اور ایک دفعہ میرے ایک دوست جو امرتسر کے ہیں اور غیر احمدی ہیں وہ مولوی ثناء اللہ سے ملے اور مرزا صاحب کے متعلق ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے کہ شاہ نعمت اللہ ولی کی پیش گوئی تھی کہ دو جھوٹے احمد ہوں گے۔ سو مرزا صاحب ایک ہیں۔ اس لئے آپ اندازہ لگا لیں کہ مخالفت کے وقت مرزا صاحب کا نام احمد، ثناء اللہ جیسا مخالف بھی مان جاتا ہے لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ حضرت مہدی موعود احمد موعود ہیں تو جھٹ کہہ لیتے ہیں کہ یہ کیسے، ان کا نام تو غلام احمد ہے

شاہ نعمت اللہ کی اصل پیش گوئی یہ ہے کہ مہدی موعود کا نام احمد ہے۔ چنانچہ ان کا ایک قصیدہ جو آج سے قریباً اسّی (۸۰) برس پہلے حضرت مولانا اسماعیل شہید کے ہاتھوں ان کی کتاب اربعین فی احوال المہدیین میں شائع ہو چکا ہے اس میں شاہ صاحب حضرت مہدی کا نام اس طرح بیان کرتے ہیں

ا ح م و دال میخوانم
نام آں نام دار مے بینم

نہ صرف مہدی موعود کا کام ہی بیان کرتے ہیں بلکہ ان کے بعد حضرت محمود کی خلافت کا ذکر بھی کھلے لفظوں میں کرتے ہیں:

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

اب معاملہ صاف ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب مہدی موعود ہیں اور یقیناً وہ ہیں تو بتاؤ ان کا نام احمد ہے یا نہیں۔ اگر کہو نہیں تو پھر تم صاف شائع کر دو کہ حضرت مرزا صاحب مہدی موعود نہیں اور نہ وہ شاہ صاحب کی مذکورہ بالا پیش گوئی کے مصداق ہی ہیں تاکہ معاملہ صاف ہو جائے (یہ خطاب لاہوری مرزائیوں کو ہے۔ بہاء۔ اور یاد رہے کہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کی تحقیق پروفیسر براؤن وغیرہ کی کتابوں سے تحریک ختم نبوت جلد ۳۹ میں نقل کی جا چکی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے تحریف شدہ قصیدہ سے اپنا دعوی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ بہاء) اور یہ تم خوب جانتے ہو کہ حضرت مسیح موعود نے اس پیش گوئی کو شہادت الملہمین کے ضمن میں بڑے شد و مد سے پیش کیا ہے اس لئے اب تو صرف یہی صورت بچاؤ کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوی کا ہی انکار کر دو۔ ورنہ تمہیں ماننا ہی پڑے گا کہ حضرت صاحب ہی،

احمد موعود، ہیں لا غیر۔ کیا ہی خوب فرمایا ہے حضرت مہدی موعود نے

احمد.. نامِ من است۔ آخریں جامے ہمیں جام من است۔

عمرالدین احمدی از شملہ)

سلطان القلم یا شکستہ قلم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ نومبر میں ایک مضمون بعنوان

مرزا صاحب بحیثیت سلطان القلم

نکلا تھا۔ اس مضمون میں ہم نے مرزا صاحب قادیانی کے سلطان القلم ہونے کے ذکر میں ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے بحیثیت مناظر اور مصنف ہونے کے بھی فن مناظرہ میں کوئی ایجاد نہیں کی جس سے اہل علم مستفید ہوں۔

لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح میں نے مرزا صاحب کی تعریفوں کے پل باندھتے ہوئے اون کا ایک مضمون نقل کیا تھا کہ فی ستّة ایّام کی تفسیر جو مرزا صاحب نے کی ہے وہ ایسی ہے ویسی ہے، اوس پر جو ہم نے اعتراض کیا کہ یہ تفسیر بجائے مفید ہونے کے خود قرآن شریف کی دیگر آیات کے بھی خلاف ہے، اس کا جواب تو پیغام صلح نے کچھ نہ دیا (دسمبر کے پرچے میں دیا ہے جس کا جواب انشاء اللہ دیا جائے گا۔ اڈیٹر اہل حدیث) نہ ہمارے سوال کو اٹھایا۔ البتہ ایک اور طرح سے مرزا صاحب کا سلطان القلم ہونا ثابت کرنا چاہا جس سے بجائے سلطان القلم ہونے کے شکستہ قلم ثابت ہوتے ہیں جسکی تفصیل یہ ہے پیغام صلح نے لکھا ہے کہ

۲۸ نومبر کو جو مولوی ثناء اللہ کا لاہور میں آریہ سماج سے مباحثہ ہوا جس میں آریہ سماجی دم بخود تھے اس مباحثہ میں جو کچھ مولوی ثناء اللہ نے کہا یہ سارا مضمون حضرت مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت سے لیا گیا جس کا مضمون نومبر ۱۹۰۷ء کو آریہ سماج میں مرزا صاحب کی طرف سے سنایا گیا تھا اس لئے اوس میں برکت تھی اور اسی لئے مولوی ثناء اللہ فتح یاب ہوا (قادیانی

مشن کی بھول بھلیوں میں یہ بھی داخل ہے کہ دنیا میں کسی عالم کی تقریر یا تحریر اچھی ہو تو جھٹ سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مضمون ہمارے حضرت صاحب کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ ۲۷ نومبر کو لاہور میں آریوں کا مباحثہ عیسائیوں سے ہوا قادیانی اخبار لکھتا ہے کہ:

آریوں کو اس میں کامیابی ہوئی کیونکہ انہوں نے پادری پر وہی اعتراض کیا تھا جو حضرت مرزا صاحب نے کیا ہوا تھا اسی برکت سے وہ غالب رہے، سچ ہے: جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے ۔اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

اس لئے ہم واقعات تاریخ وار پبلک کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ اصل حال منکشف ہو سکے۔

۱۸۹۷ء۔۱۸۹۸ء کو میرا (یعنی ثناء اللہ کا) اور ماسٹر آتمارام امرتسری آریہ سماجی کا تحریری مباحثہ ہوا، جو رسالہ آریہ مسافر جالندھر میں چھپتا رہا۔جس کو بعد ختم میں نے، الہامی کتاب ، کے نام سے شائع کیا۔اس میں میرا اصول یہی تھا کہ الہامی کتاب وہ ہونی چاہیے جو انسانی جملہ ضروریات کو کافی ہو۔چنانچہ میں نے آیات قرآنی لکھ کر ماسٹر آتمارام صاحب سے اوس مضامین کے ویدمنتروں کا تقاضا کیا جو وہ نہ دے سکے (

اڈیٹر پیغام اس کتاب کو دیکھ چکے ہیں ۱۲ دسمبر کے پرچے میں اس کا حوالہ دیا ہے۔اڈیٹر اہل حدیث)

اس کے چندروز بعد دسمبر ۱۸۹۹ء میں اس اصول سے ایک کتاب ، تقابل ثلاثہ ،تو رات انجیل اور قرآن کا مقابلہ میں نے شائع کی جس میں انسانی ضروریات میں ان تینوں کتابوں کی اصل تعلیم کا مقابلہ کیا جس مقابلہ میں قرآن مجید ہی پاس رہا۔ پھر ۱۹۰۷ء میں آریہ کانفرنس کے لئے میں نے ایک مختصر مضمون لکھ کر چھپوایا جسکا نام تھا القرآن العظیم۔ یہ مضمون حسب دعوت آریہ سماج لاہور میں نے اسی جلسہ میں سنانے کے لئے لکھا تھا جس میں مرزا صاحب کا مضمون چشمہ معرفت سنایا گیا تھا۔مگر مجھ سے آریہ سماج نے بدعہدی کر کے وقت نہ دیا۔ چنانچہ میں نے بذریعہ اشتہار آریہ سماج کو متنبہ کر دیا اور مضمون بھی کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جو مرزا صاحب کے مضمون سے پہلے ملک میں شائع ہوا۔

۲۸ نومبر کو اور جو میری تحریر سے بتصدیق پیغام صلح اسلام کو کفر پر فتح حاصل ہوئی تو تقریر کرتے وقت یہی رسالہ القرآن العظیم میرے ہاتھ میں تھا جس کی یہ

ساری برکت تھی۔

یہ ہیں سچے واقعات کہ مرزا صاحب نیجو مضمون ۱۹۰۷ء کو لکھا وہ ۹۷۔۱۸۹۸ء کو میں شائع کر چکا تھا۔جس کا نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی بحیثیت مناظر ہم سے مستفید ہوتے تھے۔ ہم نے ان سے کسی علمی اصول میں فائدہ نہیں اٹھایا، اور اٹھاتے بھی کیسے۔مرزا صاحب کی مایہ ناز تصنیف جو غیر مسلموں کے مقابلہ پر لکھی گئی ہے براہین احمد یہ ہے، جس ساری کا خلاصہ دو لفظوں میں آسکتا ہے وہ یہ کہ اسلام ایسا پاک مذہب ہے کہ اس کے اتباع سے میرے جیسے پاک اور مکمل آدمی پیدا ہو سکتے ہیں ۔بس یہی ایک صغریٰ ہے جس کو ہر جگہ مرزا صاحب بالفاظ مختلفہ پیش کرتے رہتے تھے ۔ناواقفوں کی تو ہم کہتے نہیں واقفوں سے اون کا یہ اصول مخفی نہیں لیکن یہ مرحلہ خارجی طور سے طے ہونا باقی ہے کہ آپ کیسے مکمل تھے۔ اسکے لئے آپ کی پیشینگوئیاں جو روحانی صفائی کی مظہر ہیں موجود ہیں جو ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں جمع ہیں۔

چیلنج: ہم اس امر پر بحث کرنے کیلئے بھی تیار ہیں کہ مرزا صاحب نے علمی حیثیت سے بھی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ جس طریق سے بھی وہ بحث کرتے اور لکھتے رہے سوائے اپنی شخصیت کے باقی سب علماء اسلام کی اقتداء ہے امامت نہیں۔کوئی ہے جو ہم سے اس کا ثبوت لینے کو میدان میں آئے۔

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۷ جلد ۱۴ ص ۵)

مرزا صاحب کی سرخ مثل کے متعلق ایک درخواست

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

جناب مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کے جس مسودہ (مسل) پر اللہ تعالی نے سرخ روشنائی سے دستخط فرمائے ہیں وہ کاغذات اب کہاں اور کس کی تحویل میں ہیں۔ بندہ صرف اپنے متعلق بعض احکام دیکھنا چاہتا ہے اور اگر بعض امورات کے متعلق نقل کی

ضرورت ہوتو وہ کیسے اور کس طریق وشرح سے ملے گی۔

یہ تو ظاہر بات ہے کہ عملاً دستخط اوسی تحریر پر ہوتا ہے جسکا وجود ہو، ورنہ کشفی (خیالی) تحریرات پر دستخط بھی کشفی (خیالی) ہی ہوتے ہیں، جن کو ظاہر بین آنکھیں مطلق نہ دیکھ سکیں اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ ایک معمولی خاک کا پتلا تو محض ارادہ (خیال) سے تمام کائنات کا انتظام مرتب کر لے اور وہ ذات ارفع واعلی وجل ثناءٗ واسمہ کو معمولی جسمی سیاہی وقلم دوات کا احتیاج (دستخط کے لئے) ہو؟

پس جب دستخط سرخ روشنائی سے ہوتے ہیں اور وہ صریح دیکھی گئی اور دیکھے جارہی ہے اور اون کی چشم دید شہادت حلف سے بیان کی جاتی ہے، تو یقیناً اصل مسودہ (تحریر) سے بھی بہتیرے کاغذات سیاہ ہوں گے جن کو غالباً سر دست ظاہر کرنا خلاف مصلحت تصور کیا جاتا ہوگا۔ اور میں بھی اون کے ظاہر اور مشتہر کرنے پر اصرار نہیں کرتا اور نہ ہی کسی دیگر شخص یا اشخاص کے کام یا کاموں میں دخل دینا پسند کرتا ہوں۔ مجھے تو صرف اپنی سرنوشت کے متعلق ہی معلوم کرنا ہے اور محض چند فقرات کی نقل باضابطہ چاہتا ہوں اور ہاں اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ مناسب طریق پر صرف اصل مسل (کاغذات یا مسودہ) ہی ملاحظہ کرایا جائے جس کی بابت ادائے فیس میں مطلق تامل نہ کروں گا۔ زیادہ نیاز والسلام۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

درخواست ہذا معقول ہے۔ آپ کی درخواست منظور ہو جائے تو مہربانی کر کے سرسری سے اوس مسل میں خاتمہ جنگ (جنگ عظیم اول) کی تاریخ بھی ملاحظہ کر لیجئے گا، تاکہ بنی نوع انسان کو اطمینان ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۷ جلد ۱۴ ص ۷)

بصری خواب

جناب مولانا صاحب! ہم چند مسلمان بصرہ میں اکٹھے مقیم ہیں جن میں سے دو مرزائی اور بندہ نام کا اہل حدیث۔ اور باقی سب حنفی خیالات کے ہیں۔ ہم لوگ ہر

ایک خیمہ میں نو،نو (۹) کی تعداد میں رہتے ہیں ۔ہمارے خیمے میں ہم آٹھ آدمی ہے جن میں ایک مرزائی اور باقی سب مسلمان ہیں ۔ہماری دل لگی ہمیشہ بحث مباحثہ ہی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ۲۹ نومبر ۱۹۱۶ء کی شام کے بعد ہم سب لوگ آپس میں اپنی بحث دائمی کوختم کر کے سو گئے تو بندہ نے سوتے وقت نہایت عاجزی سے دعا مانگی

اے اللہ کیوں ہمارے روزروز کے جھگڑوں کا فیصلہ نہیں کرتا۔تو ہی زمین و آسمان کا خالق ہےاورعوزی رسان غیب دان ہے۔آج کی رات مجھ پر ظاہر فرما کہ مرزا قادیانی اپنے دعوی میں سچا ہے یا جھوٹا۔آج اس کی حقیقت اس عاجز پر کھول،

تو بندہ اسی فکر میں سو گیا۔رات کو دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے غیب سے آواز دی کہ پڑھ (اس شخص کو ہرگز نہیں دیکھا) قرآن کو حفظ کیوں نہیں کرتا۔ چنانچہ اسی وقت حفظ کرنا شروع کیا،تو تین سیپارے خواب ہی میں حفظ کر لئے ۔لیکن ذیل کی آیت پر بڑا زور دیا گیا وہ یہ ہے

و بشّر الّذین آ منوا و عملوا الصّالحات

سے لے کر خالدین فیھا

تک کئی بار آواز آئی کہ پھر پڑھواور سمجھو پھر آنکھ کھل گئی تو سخت حیران ہوا کہ مرزا صاحب کی بابت تو کچھ پتہ نہیں ملا۔پھر سو گیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ، شائد وہ سمجھ جاویں تو ہم تینوں آدمی اس مرزائی دوست کو جبراً کہنے لگے کہ مرزا صاحب سے توبہ کر ۔تو پھر اس شخص سے میں نے پوچھا کہ مرزا غلام احمد کہاں ہے؟ جونبوت کا مدعی ہے تو آواز آئی کہ اوس جگہ کسی مومن کو جانے کا حکم نہیں ہے یہ خواہش ہرگز نہ کرو۔

مجھے امید ہے کہ آپ ضرور اس مضمون کو پرچہ اہل حدیث کے ذریعہ شائع کر کے تعبیر سے مشکور فرماویں گئے ناامید نہ کریں گے۔

شیر محمد خریدار اہل حدیث نمبر ۴۴۱۳ ۔از بصرہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۳ ربیع الاول۔نمبر ۸ جلد ۱۴ ص ۴)

سلطان القلم نہیں، شکستہ قلم ۔ ۲

ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر کے گزشتہ نمبروں میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے کہ ہم نے بدلائل واضحہ ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے بحیثیت مسیحائی تو کیا کیا ہوتا، وہ تو صرف ہوائی قلعہ تھا جس کا کوئی افسوس نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ آپ نے بحیثیت ایک عالم اور متکلم ہونے کے بھی علم کلام یعنی فن مناظرہ میں کوئی جدت نہ دکھائی۔ لاہور کے اخبار پیغام صلح نے بڑی لفاظی سے لکھا تھا کہ جناب مرزا صاحب نے فی ستّة ايّام کی جو تفسیر کی ہے وہ ایسی ہے، ویسی ہے۔ اس کا جواب ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ نومبر میں دیا تھا کہ یہ تفسیر ایسی ہے کہ خود قرآن مجید کے بھی برخلاف ہے۔

اب پیغام صلح لاہور نے پھر سنبھالا لے کر لکھا ہے کہ،

ہمارے مرزا صاحب ایسے ہیں کہ خود مولوی ثناء اللہ بھی ان کی کتابوں سے مدد لیتے رہے ہیں۔ چنانچہ الہامی کتاب کے مباحثہ میں بمقابلہ آریہ مناظر انہوں نے مرزا صاحب کی ایک کتاب سے فائدہ حاصل کیا۔ پیغام صلح کے الفاظ یہ ہیں:

> اس وقت ہمارے سامنے الہامی کتاب کے نام سے مولوی ثناء اللہ کا وہ مشہور مناظرہ ہے جو انہوں نے راؤ بہادر ماسٹر آتمارام جی امرتسری کے ساتھ اس موضوع پر کیا تھا کہ وید اور قرآن میں سے کون سی کتاب الہامی ہے۔ اس کے صفحہ سات پر آریہ معترض نے قرآن کے غیر الہامی ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ، قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھ ہی سب سے اول یا پرانی زبان بھی نہیں۔
>
> اس اعتراض کا جواب مولوی ثناء اللہ نے اپنے پاس سے تو کیا دینا تھا، ہاں ایک ہی رستہ اس کے لئے تھا، اور اس میں بھی حضرت مسیح موعود ہاں سلطان القلم کے معلومات اور فوائد علمیہ سے مستفید ہوئے بغیر چارہ نہ تھا جس میں

علمی طریق اور طریق استدلال متکلمانہ حیثیت میں پانے سے آج اسے انکار ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مولوی فاضل ڈگری یافتہ مناظر کو آریہ معترض سے جان چھڑانے کے لئے یہ کہہ کر کھلے طور پر حضرت مرزا صاحب کے، علمی طریق اور طریق استدلال کے متکلمانہ حیثیت میں، موجود ہونے کا اقرار کرنا پڑا کہ، آگے جو آپ (آریہ معترض) نے عربی زبان کے متعلق طول بلا طائل تقریر کی ہے میرے مضمون سے خارج ہے اس لئے میں اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں جانتا اس کا جواب لینا ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب منن الرحمن ملاحظہ کریں۔ (پیغام صلح لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۲ کالم ۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے دوست نے یہ الزام دے کر اپنا جی تو خوش کر لیا ہوگا اور اپنے ناواقف ناظرین کے سامنے یہ امر ثابت کر دیا ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے معلومات سے علماء مستفید ہوتے تھے مگر جب اوس کو اس کی حقیقت معلوم ہوگی تو بہت پچھتائے گا کہ میں نے کہا کہدیا۔

سنئے! اس وقت ہماری گفتگو متکلمانہ اور مناظرانہ رنگ میں ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے بحیثیت ایک مناظر ہونے کے کوئی جدید اصول علم کلام میں ایجاد نہیں کیا۔ کتاب منن الرحمن (اگر عدم سے جود میں آئی ہے) ایک لغت کی کتاب ہے علم کلام کی نہیں۔ اسلئے میں نے اپنے جواب میں آریہ کے بے جا سوال کو اودھر ٹال دیا تھا کیونکہ لٹریری بحث اور ہے، علم مناظرہ اور۔ کیا صاحب قاموس اور جوہری، جو لغت کے امام ہیں، علم کلام میں بھی کوئی رتبہ رکھتے ہیں۔ واقفی نہ ہو تو اپنے احسن المناظرین (محمد احسن امروہی) سے پوچھئے۔

علاوہ اس کے آپ کے اس حوالہ سے بھی ہمارا مدعا دوسری طرح ثابت ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب نے علمی حیثیت سے کوئی کام ایسا نہیں جس سے اہل علم

مستفید ہوں۔ کتاب منن الرحمن بھی اگر کوئی مفید ہے، تو کہاں ہے اوس کو پیش کیجئے اور بتلایئے کہ اس کے فلاں مضمون سے استفادہ ہوسکتا ہے۔ جب وہ کتاب ہی ابھی تک رحم مادر سے باہر نہیں آئی، تو بحیثیت افادہ اور استفادہ اوس کا ذکر ہی کیا۔ وہ تو اس نازنین معشوق کے وعدوں کی طرح ہے جسکا نقشہ کسی دل جلے نے یوں بتلایا ہے

ما مواعیدھا الا الا باطیل

اس لئے میں نے اپنی اسی الہامی کتاب کے حاشیہ پر افسوس کیا ہے کہ یہ کتاب موجود نہ ہوئی۔ آپ نے اوس مقام کے حاشیہ پر غور کیا ہوتا کہ میں نے دراصل یہ ایک چوٹ کی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے کارناموں میں اگر کوئی چیز تھی تو یہ تھی، افسوس ہے یہ بھی موجود نہ ہوئی۔

ہمارے اصل اعتراض (کہ مرزا صاحب قادیانی نے فی ستّة ایام کی تفسیر کی ہے کہ چھ ایام سے مراد چھ مراتب ہیں، دوسری آیت کے خلاف ہے) کو اڈیٹر پیغام صلح نے ایک الزامی جواب سے اٹھانا چاہا ہے وہ یہ کہ تم نے کتاب حق پرکاش میں خود بھی یہی جواب دیا ہے چنانچہ پیغام صلح کے الفاظ یہ ہیں:

ہمارے مولوی فاضل اڈیٹر نے واقعی بات تو بہت دور کی کہی لیکن ساتھ ہی اپنا منہ بھی جھلس ہی لیا۔ بہتر ہوتا کہ اس اعتراض کو اہل حدیث میں شائع کرنے سے پہلے اپنی مایہ ناز کتاب حق پرکاش کو بھی جلا دیا ہوتا جسکے صفحہ ۱۳۳ پر بعینہ انہی الفاظ میں نہیں، تو اسی طرز کا جواب اسی آیت

انّ ربّکم الّذی خلق السّماوات والارض فی ستّة ایّام ثمّ استوی علی العرش

پر سوامی دیانند کے اس اعتراض کے جواب میں کہ

کیا خدا کو دنیا چھ دن میں بنانی پڑتی ہے، قرآن میں جب لکھا ہے کہ: ہوجا۔ اور اتنا کہنے سے دنیا ہوگئی تو پھر چھ دن لگنا جھوٹ ہے۔،

یوں دیا ہے کہ:

خدا کے کاموں میں آپ کو ہمیشہ شبہ ہوتا ہے۔ کیا چھ مہینوں میں کھیت پکتے ہیں۔ نو مہینوں میں آدم زاد اور گئو ماتا بچہ دیتی ہے۔ خدا کو سال بھر تک بچہ بنانا پڑتا ہے (توبہ توبہ)..دنیا کی مختلف کیفیتیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ جب کسی کیفیت کو حسب اقتضاء حکمت پیدا کرنا چاہا، ہو جا، کہا، وہ کیفیت ہوگئی، آپ نے اگر بچہ کی پیدائش پر غور کیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ بظاہر تو بچہ کی پیدائش میں نو ماہ لگ جاتے ہیں مگر حقیقت میں اس کی ان گنت کیفیات ہوتی ہیں کہ ہر آن بدلتی ہیں اور ہر آن خدا ان کو اپنے قانون قدرت سے، ہو جا، کہتا ہے اور وہ ہوتی جاتی ہیں۔ پس دونوں آیتوں کا مطلب بالکل متفق ہے فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا ہے، سو اسے چھوڑ دیئے۔

(حق پرکاش۔ص ۱۳۳)

اب اس عبارت میں خود مولوی ثناء اللہ نے زمین و آسمان کا چھ دن میں پیدا کیا جانا اسی رنگ میں مانا ہے جس رنگ میں حضرت مسیح موعود نے بیان کیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے چھ یوم کو مراتب سے تعبیر کیا ہے اور مولوی ثناء اللہ انہی مراتب کو کیفیات کے نام سے پکارتے ہیں۔ باقی جن مثالوں بچہ وغیرہ کی پیدائش سے انہوں نے اپنے مطلب کو واضح کیا ہے انہی مثالوں سے حضرت مسیح موعود نے۔

بات تو وہی رہی۔ دونوں کا مطلب بالکل متفق ہے۔ فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا ہے۔ سو اسے چھوڑ دیئے۔ (پیغام صلح، ۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس جواب میں بھی آپ دور کی کوڑی لائے ہیں میرے سامنے جو اعتراض پیش ہوا تھا اوس کا مطلب دو آیتوں میں تعارض تھا۔ میرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ

کل کام تو چھ دنوں میں ہوا، مگر اوس کے ضمن میں جو کیفیات مختلفہ اور غیر محدود ہیں اون کے لئے ہر آن، کن، کہا جاتا تھا۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ چھ دنوں سے چھ مراتب مراد ہیں۔ بلکہ میری تقریر تو واضح ہے کہ چھ دنوں سے چھ یوم مراد ہیں جو مجموعہ کام کے لئے ظرف زمان ہیں اسکو مرزا صاحب کی طرف کھینچ کر لے جانا وہی مثال ہے۔

جدھر دیکھتا ہوں اودھر تو ہی تو ہے۔

اب سب ضمنی باتوں کو ختم کرنے کے بعد آپ اصل سوال پر متوجہ ہوئے ہیں یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تفسیر کو قرآنی مخالفت سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اب ہم اس دوسری آیت کو لیتے ہیں جسکو آپ نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی تصریحات کے خلاف ٹھہرایا ہے۔ اس میں بھی قرآن نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ زمین کو دو دن میں اور آسمان کو دو دن میں، یعنی دونوں کو چار دن میں بنایا۔ اگر ایسا ہو تو اس سے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے۔

(پیغام صلح لاہور۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لیجئے جناب قرآن مجید کا پارہ ۲۵ رکوع ۱۶ نکالئے۔ وہاں آپ کو صاف صاف یہ الفاظ ملیں گے خلق الا رض فی یومین

آیت کے الفاظ صرف چار ہیں۔

۱۔ خلق ۔۲۔ الارض۔ ۳۔ فی ۔۴۔ یومین۔

پس معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالی نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اسی آیت میں آسمان کی پیدائش کا ذکر بھی آپ کو ملے گا جو یوں ہے

فقضاھنّ سبع سماوات فی یو مین ۔

پس آسمان کو دو دنوں میں پورا پیدا کیا۔

اڈیٹر صاحب! آپ کے سوال کا جواب تو ہم نے دے دیا۔ اب ہم آپ کا تناقض سننا چاہتے ہیں، جس سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں۔ کہیں وہی تو نہیں جو کسی زندہ دل نے کہا ہے کہ قرآن میں تعارض ہے کیونکہ ایک جگہ مذکور ہے

انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر

دوسری جگہ مذکور ہے

انّا انزلناہ قریباً من القادیان

باقی آپ کے طعن وطنز کا جواب صرف یہی ہے: ایاز قدر خود بشناس

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۴۔ نمبر ۹۔ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۔۳)

مرزا صاحب قادیانی کا فرشتہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں (لاہوری اور قادیانی) میں آج کل مولوی محمد احسن صاحب امروہی کی بابت سخت جھگڑا برپا ہے۔ مولوی صاحب ایک پرانے مرزائی ہیں۔ قادیانی خلیفہ ثانی کے انتخاب کے وقت آپ خلیفہ کی طرف تھے۔ چنانچہ انہی کے فیصلے سے وہ خلیفہ ہوئے۔ اب انہوں نے لاہوریوں کا ساتھ دیا اور اون کے عقائد کی تائید میں ایک کتاب لکھی۔ جس کے بھروسہ پر لاہوری پارٹی، قادیانی پارٹی پر زور دے رہی ہے کہ چونکہ مولوی محمد احسن صاحب کو حضرت اقدس (مرزا) اپنا فرشتہ کہا کرتے تھے، ان پر بہت بھروسہ رکھتے تھے، ان کا ساختہ پرداختہ منظور کرتے تھے،....

اودھر سے جواب ملتا ہے مولوی احسن اب سٹھیا گیا ہے۔ دیوانہ ہے، مخبوط الحواس وغیرہ ہے۔

ہمارے خیال میں قادیانی پارٹی کے یہ جواب اوسی قصہ کے مشابہ ہیں جو عبد اللہ بن سلامؓ اور یہودیوں کا مشہور ہے کہ جب عبد اللہ بن سلام (جو یہودیوں میں ایک ممتاز

خاندان سے تھے) مسلمان ہوئے تو اون کو غائب کر کے آنخضرتﷺ نے یہودیوں سے اوس کی بابت رائے پوچھی تو انہوں نے کہا:

خیر نا وابن خیر نا ۔(وہ بھی بہت اچھا اور اس کا باپ بھی بہت اچھا)

اتنا سن کر حضرت عبداللہؓ بن سلام نکل آئے اور کلمہ شہادت پڑھا تو فوراً سے پہلے یہودیوں نے کہہ دیا

شرّ نا و ابن شرّ نا۔(یہ بھی برا، اور اسکا باپ بھی برا تھا)

اسی طرح یہ قادیانی جوابات ہیں کہ مطلب کے وقت فرشتہ اور بے مطلب ہاروت ماروت۔

لیکن انصاف یہ ہے کہ ایک جواب قادیانی پارٹی کا معقول ہے کہ خلافت ثانیہ کے انعقاد کے وقت مولوی احسن صاحب امروہی کی رائے سے قوم نے میاں محمود کو منتخب کیا تھا۔ اوس وقت لاہوری پارٹی نے اس فرشتہ کو فرشتہ مسیح سمجھ کر انتخاب خلیفہ کیوں تسلیم نہ کیا تھا دراصل اس فرشتہ کی توہین کی بنیاد لاہوریوں نے رکھی ہے ہمارے خیال میں بھی یہی ہے کہ دونوں پارٹیاں اپنے اپنے مطلب پر ہیں۔ ورنہ دل سے دونوں اس فرشتے کے حق میں وہی کہتی ہوں گی جو ایسے فرشتوں کے حق میں مدت ہوئی پہلے کہا جا چکا ہے

واعظ شہر کہ مردم ملکش مے خوانند
قول ما نیز ہمیں ست کہ او مردم نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۴۔ نمبر ۹۔ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۳)

قادیان میں مسٹر مظہر الحق پر عتاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مونگیر علاقہ پٹنہ میں ایک مسجد کے متعلق محمدیوں اور احمدیوں (مرزائیوں) کا

مقدمہ ہے۔ محمدی مسلمانوں نے ان کو مسجد سے نکال دیا۔ عدالت تک نوبت پہنچی۔ ابتدائی عدالت ججی میں فیصلہ ہوا کہ مرزائیوں کو محمدی مسلمانوں کی مساجد میں جانے کا حق نہیں۔ اب اس کی اپیل ہائی کورٹ پٹنہ میں پیش ہے۔

مرزائیوں کی طرف سے چودھری ظفر اللہ خان بیرسٹر پنجاب سے گئے تھے اور مسلمانوں کی طرف سے آنرایبل مسٹر مظہر الحق مشہور بیرسٹر بانکی پور (پٹنہ) پیروکار تھے۔

(بقول قادیانی اخبارات) مسٹر مظہر الحق نے اپنی تقریر میں کہا کہ مرزائی لوگ چونکہ اسلام سے خارج ہیں اس لئے اون کو اسلامی مساجد میں اداء رسوم مذہبی کا حق نہیں۔ قادیانی اخبار مسٹر مظہر الحق پر سخت خفا ہیں اور اس خفگی میں یہ تو نہیں کہتے کہ مسٹر موصوف خود کافر ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں وہاں کفر کی کوئی قدر نہیں وہاں سے یہی جواب آئے گا

اب تو تکفیر سے ڈرتا نہیں واعظ! مسٹر
پہلے کہہ دیتے تو لے دے کے منایا جاتا

اس لئے اونہوں نے مسٹر مظہر الحق کو شرمندہ کرنے کیلئے بمبئی مسلم لیگ کے واقعات یاد کرائے ہیں کہ ابھی کل کا ذکر ہے بمبئی کی مسلم لیگ میں لوگوں نے مسٹر مظہر الحق کی تقریر پر کہا تھا یہ داڑھی منڈے خود تو مسلمان ہیں (نہیں؟) یہ مجلس مسلمانوں کی کہاں ہوگی۔ آج یہی مسٹر مظہر الحق ہم کو کافر بناتا ہے۔ وغیرہ

مگر ہم حیران ہیں کہ یہ خفگی کیسی اور ناراضگی کیا؟ جب تم لوگ خود کہتے ہو کہ تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں،

کیوں؟

اس لئے کہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔

بہت خوب، تو اسی اصول سے وہ بھی کہہ سکتے ہیں قادیانی کافر ہیں،

کیوں؟ اس لئے کہ جھوٹے نبی کو مانتے ہیں۔

آخر تنقیح یہ ٹھہرتی ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت کا فیصلہ کرو ۔ اس کے متعلق جواب ملتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کو تلاش کرو اگر وہ زندہ ہے تو مرزا کی نبوت غلط ہے کیوں؟ اس لئے کہ مرزا صاحب نے خود کہا تھا کہ اے خدا مجھ اور ثناء اللہ میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔

ہائی کورٹ پٹنہ میں بحث ہو چکی ہے۔ فیصلہ ابھی نہیں آیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد۱۴۔ نمبر۹۔ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۳۔۴)

مرزائیوں کا لاہوری جلسہ

اور اون کی جماعت لاجواب

جناب منشی محمد عمر صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

ان تعطیلات دسمبر (۱۹۱۶ء) میں مجھے ایک ضروری کام سے لاہور جانا پڑا۔ ۱۲ بجے کے قریب اسلامیہ کالج کے پاس سے گذرتے ہوئے خیال آیا کہ تھوڑی دیر کے واسطے مرزائی لوگوں کی بھی سنتے جائیں۔

اوس وقت ایک صاحب غالباً غلام مصطفیٰ نامی تقریر کر رہے تھے۔

اون کی تقریر ختم ہوئی تو ایک صاحب محمدی مسلمان اعتراض کے لئے اٹھے۔ انہوں نے اعتراض کیا تو جواب کے لئے گھبرا کر کئی کھڑے ہو گئے۔ آخر ایک مرزائی مقرر ہوا۔ مگر اس پر بھی اون کی جماعت خاموش نہ ہوئی۔ آخر بار بار کبھی کوئی بولتا، کبھی کوئی۔ غرضیکہ نہ کوئی قاعدہ تھا اور نہ کوئی پابندی۔

میں نے بھی سوال کے لئے بدقت تمام تھوڑا سا وقت ۳ بجے کے قریب لیا۔ پیشتر اسکے کہ میں اپنا سوال اور جواب اور جواب الجواب بیان کروں، افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ان مرزائیوں نے آریوں کی طرح جلسوں میں سوال و جواب کا طریق تو جاری کیا، مگر حق یہ ہے کہ اونکی طرح وسیع ظرفی سے کام کرنا ابھی نہیں سیکھا۔

میں نے اپنا سوال پیش کیا:

سوال : مرزا صاحب قادیانی نے اپنی عمر کے آخری ایام میں ایک اشتہار شائع کیا تھا جسکا عنوان تھا، مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ،

یہ فیصلہ کیا تھا، ایک دعا تھی جو خدا کے حضور کی گئی تھی کہ یا اللہ اگر میں (مرزا قادیانی) سچا ہوں یعنی مسیح موعود ہوں، ملہم وغیرہ ہوں، تو مولوی ثناء اللہ کو میری زندگی میں ہلاک کر۔ اور اگر میں ایسا نہیں ہوں، تو مجھ کو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں ہلاک کر۔،

اسکا جو فیصلہ ہوا آپ سب پر روشن ہے کہ امام المناظرین مولانا ثناء اللہ اس وقت تک بخیریت ہیں۔

کیا وجہ ہے کہ مرزائی حضرات ایسی ظاہر اور بین صداقت کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب سے بیزاری نہیں کرتے، جواب دیا جاوے

یہ سوال کیا تھا؟ ایک بجلی تھی جو جلسہ میں کوندگئی۔ سب خاموش تھے اور ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے۔ کوئی چار پانچ منٹ تک سناٹا رہا، اور جواب کے لئے کوئی نہ اٹھتا تھا۔ اڈیٹر پیغام صلح دوست محمد نے سر ابھارا، تو ڈاکٹر محمد حسین بولے، کہ کوئی تو آؤ۔ وہ آئے اور یوں گویا ہوئے۔

یہ ایک مباہلہ تھا جسکو مولوی ثناء اللہ نے منظور نہیں کیا بلکہ الٹا حضرت صاحب کے اعلان کے جواب میں لکھا کہ حرامزادہ کی رسی دراز ہوتی ہے،
لہذا اپنی تحریر کی زد میں آگئے۔

میں نے کہا:

یہ ایک افتراء ہے جو امام المناظرین پر باندھا جاتا ہے۔ اونھوں نے کہیں نہیں لکھا کہ، حرامزادہ کی رسی دراز ہوتی ہے،

اگر میرے مجیب یہ الفاظ مولانا کے لکھے ہوئے دکھا دیویں تو میں لکھ دیتا ہوں کہ میں مرزائی ہوجاؤنگا۔ اور اگر آپ ثابت نہ کرسکیں تو آپ بھی تحریر کردیں کہ تائب

ہوکر محمدی مسلمان بننا ہوگا۔

لاہوری مجیب نے کہا: لکھدیں تو ہم دکھا دیں گے۔

میں نے کہا: میں لکھتا ہوں آپ بھی لکھ دیں۔

یہ باتیں ہماری ہو رہی تھیں۔ دیگر باقی تمام مرزائی جماعت ایک عجیب شورو شغب میں مبتلا تھی۔ کوئی مجھے ایک طرف کھینچتا تھا، کوئی دوسری طرف سے کہتا تھا بیٹھ جاؤ۔ دوسرا کہتا تھا چلے جاؤ۔

ڈاکٹر محمد حسین بھی پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، وہ بھی بار بار فرما رہے تھے جاؤ جاؤ بس کرو۔ مگر میں اڑ کر بیٹھ رہا جیسے کوئی قرض خواہ کسی نادہندہ مقروض کے دروازہ پر بیٹھ جاتا ہے۔

میں نے اخبار بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا حوالہ بھی دیا کہ مرزا صاحب کو اس دعا کی قبولیت کا الہام ہو چکا ہوا ہے۔ مگر کوئی جواب نہ آیا، بلکہ شور ہی شور برپا تھا۔ غرضیکہ عجب گڑبڑ تھی۔ کوئی نہ سنتا تھا۔ علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی ہانکتے تھے۔ ایک شخص بولا: اگر مولوی ثناء اللہ چاہیں تو میں اب مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔

میں نے کہا: آپکے ساتھ مباہلہ کرنے کو میں خود اس وقت حاضر ہوں۔ کھڑے ہو جاؤ۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ مولانا امام المناظرین آئیں، تو ادھر سے مولوی محمد علی لاہوری کو کھڑا کریں۔

بس وہ صاحب خاموش ہوگئے اور میں فاتحانہ حیثیت سے نکل آیا۔ الحمدللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۴۔ نمبر ۹۔ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۸)

مرزائی صاحبان کی حرکات مذبوحی

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

جب سے مرزا صاحب قادیانی، مولوی ثناء اللہ صاحب شیر اسلام کے حق

میں ایک لمبی چوڑی دعا کر کرا اور اللہ تعالی سے گڑ گڑا کر اس کی منظوری حاصل کر کے مولوی صاحب کی زندگی میں فوت ہو گئے ہیں، مرزائیوں نے اس داغ کو دھونے کے واسطے ناخنوں تک کا زور لگا دیا ہے، اور طرح طرح کی تاویلات کی جا رہی ہیں۔ کوئی صاحب کہتے ہیں کہ

یہ دعا نہ تھی، مباہلہ تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسے منظور نہیں کیا تھا۔

کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ

مرزا صاحب مرے نہیں، کیوں کہ نبیوں کو کس نے مارا ہے۔

مگر الفضل نے جو مدت مدید دماغ پر زور دے کر ایک وجہ نکالی ہے، وہ عجیب تر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کہا تھا کہ سچا جھوٹے کی زندگی میں فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس معیار پر اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا۔ بہت اچھا!

آپ نے یہ تو تسلیم کر ہی لیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرے تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ ٹکر لگا کر۔ اب دیکھنا، رہا معیار۔

پس جس طرح کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا معیار مولوی ثناء اللہ صاحب نے قبول نہ کیا، کہیں اس کا بھی ثبوت ہے کہ مولوی صاحب کا معیار مرزا صاحب نے قبول کیا تھا؟ یا یوں رولے گولے میں ہی بے چارے اس جہان سے جاتے رہے، کہ بکرا جان سے گیا، کھانے والے کو سواد نہ آیا۔

میں کہتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی منظوری کی تو کوئی گنجائش ہی مرزا صاحب قادیانی نے نہ چھوڑی تھی۔ اہل زبان برائے خدا انصاف سے بلا رورعایت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس آخری فیصلہ کو پڑھ کر فرماویں کہ مرزا صاحب قادیانی کے ان الفاظ کے کہ:

بالآخر مولوی (ثناء اللہ) صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو

اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے،

کیا یہ معنی نہیں کہ اب تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ مولوی صاحب کچھ بھی لکھیں، وہ بے سود ہوگا اس سیاہی کو:

بآب زمزم وکوثر سفید نتواں کرد

آخر میں اس قدر عرض کرتا ہوں کہ ایسی تاویلات رکیک کی بجائے اگر مرزائی صاحبان یہ کہہ دیتے کہ جان نکالنے والے فرشتے کی ساری غلطی ہے، تو کم از کم بعض شیعہ صاحبان تو ان کے ہم خیال ہو جاتے جو کہتے ہیں کہ فرشتوں سے پہلے بھی ایک غلطی ہو چکی ہے کہ پیغمبری اترنی تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اور جا اتری پیغمبر صاحب۔ فقط۔

لطیفہ: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ہر طرح دہرا حصہ ہے

مولوی غلام دستگیر مرحوم اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی مغفور مرزا صاحب کی حیات میں فوت ہوئے تو مرزا صاحب سچے، کیونکہ جھوٹا سچے کی زندگی میں فوت ہوتا ہے۔

اور مرزا صاحب اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں فوت ہو گئے تو بھی مرزا صاحب سچے کیونکہ کبھی کبھی سچا جھوٹے کی زندگی میں فوت ہوتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۴۔ نمبر ۹۔ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۹)

خلیفہ قادیانی معزول

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخیر دسمبر کے جس طرح لکھنؤ اور علی گڈھ میں کانگرسوں اور کانفرنسوں کے جلسے ہوئے، اسی طرح قادیان اور لاہور میں بھی قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں کے جلسے ہوئے جن میں مختلف قسم کے رزولیوشن پاس ہوئے جو وقتاً فوقتاً قوم کی فلاح کے

لئے دونوں فریق شائع کریں گے۔

ایک اہم اور ضروری تجویز وہ ہے جو لاہور میں مولوی محمد احسن امروہی نے بطور اشتہار شائع کی ہے۔ اوس میں لکھا ہے کہ میں نے بے خبری میں میاں محمود کو خلیفہ بنایا تھا، مگر اب اوس کے عقاید بہت غلط ثابت ہو رہے ہیں اس لئے میں اوسکو خلافت سے معزول کرتا ہوں چنانچہ اوس اشتہار کے ضروری الفاظ یہ ہیں:

صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقاید فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک ہرگز آپ اس بات کے اہل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اور اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا اپنی طرف سے عزل کر کر عند اللہ وعند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں جو میرے سر پر تھی اور بحکم لا طاعة المخلوق فی معصیة الخالق۔ اور حسب ارشاد الٰہی قال ومن ذریتی قال لا ینال عهدی الظالمین اپنی بریت کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ کو یہ اطلاع پہنچا دیتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ عقاید کہ

۱۔ سب اہل قبلہ کلمہ گو کافر اور خارج از اسلام ہیں

۲۔ حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں جزوی نبی یعنی محدث نہیں

۳۔ اسمه احمد کی پیش گوئی جناب مرزا صاحب ہی کیلئے ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے نہیں اور اس کو ایمانیات سے قرار دینا

ایسے عقاید اسلام میں موجب خطرناک فتنے کے ہیں جسکے دور کرنے کے لئے کھڑا ہو جانا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے۔ یہ اختلاف عقاید معمولی اختلاف نہیں بلکہ اسلام کے پاک اصول پر حملہ ہے اور مسیح موعود کی تعلیم کو بھی ترک کر دینا ہے۔ میں یہ بھی اپنے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقاید

کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود کے مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے یعنی اب جو بارہ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں ان میں سے سات ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں اور باقی پانچ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب ان عقاید میں صاحبزادہ صاحب کے ساتھ شامل نہیں یہ امر تحدیث بالنعمت کے طور پر لکھا گیا ہے ورنہ احباب لاہور میں سے اگر کوئی بھی میرا شریک نہ ہو تو مجھے پرواہ نہیں

رب لاتذر نی فردا و انت خیرالوار ثین مجھ کو دعا سکھلائی گئی اور علاوہ اس فساد دین کے دنیوی طور پر بھی بہت کچھ فساد انتظامات خلافت میں واقع ہو چکا ہے جس کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں اس لئے میں یہ اعلان کر کر بری الذمہ ہوتا ہوں

و افوّض امری علی اللہ ان اللّٰہ بصیر بالعباد ۔

لاہور: سید محمد احسن امروہی بقلم خود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد احسن صاحب نے بہت اچھا کیا کہ اپنا فرض منصبی ادا کر دیا مگر سوال یہ ہے کہ جس طرح آپ نے ان عقاید کی وجہ سے مرزا محمود احمد کو چھوڑ بلکہ معزول کر دیا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی تحقیق کی رو سے یہی عقاید اگر مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات میں پاوے تو اوس کا یہی فرض ہے کہ اون سے بھی اسی طرح بیزار ہو جائے جس طرح آپ مرزا محمود احمد سے ہوئے ہیں یا نہیں ۔

قرآن مجید کی تعلیم و اذا قلتم فاعدلوا ولوکان ذا قربی چونکہ عام ہے اس لئے مولوی محمد احسن صاحب سے امید ہے کہ وہ اس کی اجازت دیں گے کہ ہاں اگر بڑے مرزا صاحب کے بھی یہ عقاید ہوں تو اون کو بھی ترک کر دینا چاہیے۔

اس لئے ہم ان کو اطلاع دیتے ہیں کہ یہ عقاید دراصل مرزا صاحب قادیانی ہی کے ہیں

بے چارے محمود کی ایجاد نہیں ہے۔ جو صاحب اس امر کی تحقیق کرنا چاہیں ہم اس خدمت کیلئے حاضر ہیں۔ آپ کی دونوں پارٹیوں کا مباحثہ ہونا تو مشکل بلکہ محال ہے۔ ہم دونوں میں غضروف کی طرح کام دینے کو تیار ہیں۔ یہ آپ لوگوں کا اختیار ہے کہ اس تحقیق کے لئے امرتسر دفتر اہل حدیث تشریف لے آویں یا ہم کو اپنے ہاں بلا لیں۔

بقیہ شرائط بعد منظوری

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد۱۴۔ نمبر۹۔ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۰۔۱۱)

''پیغام صلح'' جواب دے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

واقعات سے مجبور ہوکر یہ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم ناواقفوں کے لئے بہت موثر ہے۔ اون کے پُر جوش الفاظ اور زوردار عبارات مریدوں کو ہوش نہیں لینے دیتیں کہ اونکو واقعات سے بھی مطابق کریں۔ مثال کے لئے آج ہم ایک مختصر سا فقرہ سناتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے:

''میرے مقابل کسی قدم کو قرار نہیں۔'' (ص:۵۴)

پھر حقیقۃ الوحی کے تتمہ میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

''اکثر مباہلہ کرنے والے طاعون سے ہی مرے۔'' (ص:۵۱)

اس قسم کی محض لفاظیوں سے ناواقف بے چارہ اڈیٹر پیغام صلح لاہور دھوکہ کھا گیا۔ کیونکہ اوس نے بھی لکھ مارا۔

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنے دعوے ماموریت سے لے کر آخر وقت تک اپنی صداقت کے ثبوت میں قرآن کریم سے احادیث صحیحہ سے بیسیوں (بیسیوں کی بجائے سینکڑوں لکھدیتے۔ تو اور بھی عبارت میں زور ہوجاتا۔ کوئی شمار کا سوال تھوڑا ہی تھا۔ ثناء اللہ) دلائل مخالفوں کے سامنے پیش کئے بہت سے بیّن نشانات بھی اس عرصہ میں ظاہر ہوئے کئی ایک مخالفین بالمقابل کھڑے ہوکر اور

مباہلہ کر کے اپنی ہلاکت سے خدا کے اس مامور کی صداقت پر مُہر لگا گئے۔"

(پیغام صلح لاہور ۲۱/دسمبر ۱۹۱۶ء، ص:۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: قرآن وحدیث کے دلائل تو ہم نے دیکھے ہوئے ہیں۔ جن میں سے مخالفوں کو چپ کرانے کے لئے ایک ہی کافی ہے کہ حدیث نزول مسیح میں جو آیا ہے کہ حضرت مسیح موعود دمشق میں نازل ہونگے۔ اس جگہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ جس کی تصدیق الہامی عبارت سے بھی ہوتی ہے:

انا انزلناه قريبامن القاديان (رواہ فی البراہین الاحمدیہ)

(بہت خوب) ایسے دلائل کے تو ہم بھی قائل ہیں۔ اس لئے قرآنی اور حدیثی دلائل سے ہمارا سوال نہیں بلکہ سوال ہمارا آخری فقرے سے ہے جو اڈیٹر صاحب نے مرزا صاحب کی منقولہ عبارتوں سے دھوکہ کھا کر لکھ دیا ہے کہ کئی ایک مخالفین مباہلہ کر کے مُہر صداقت لگا گئے۔ مہربانی کر کے ایسے مخالفین مباہلین کی ذرہ فہرست تو بتلاویں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے۔ کہ مرزا صاحب کے مخالف مباہلہ کر کے مر گئے۔

ہاں آپ کو اختیار ہے کہ ان مخالفین مباہلہ کنندوں میں مولوی عبدالحق غزنوی کو بھی شمار میں لے لیں بلکہ اُسی سے شروع کریں۔ ہم بڑے شوق سے یہ فہرست مباہلین دیکھنے کے مشتاق ہیں۔

کیا اڈیٹر پیغام صلح لاہور یہ فہرست دکھاوینگے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۷ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء ص:۳)

لاہوری جلسے میں مولوی محمد علی کی نصیحت

اخیر دسمبر کو لاہوری پارٹی کا بھی لاہور میں جلسہ تھا جس کے آخری روز یعنی (۲۸ دسمبر ۱۹۱۶ء کو) ہم بھی کسی ضرورت کے لئے لاہور گئے تو بعد فراغت طبیعت نے راہ نمائی کی کہ جلسہ دیکھتے چلیں۔ چند احباب کے ساتھ قریب دو بجے دوپہر کے پہونچے۔ مولوی محمد علی صدر لاہوری پارٹی کی تقریری کا وقت تھا۔ جس کا عنوان تھا:

اسلام اور دیگر مذاہب۔

دل میں خیال تھا کہ (حسب تعلیم مرزا صاحب) اسلام کا نمونہ اگر مرزا صاحب کو دکھاوینگے۔تو ہم بھی ایک سوال کرنیکا حق پاوینگے۔ ورنہ خیر۔مگر مولوی صاحب نے اپنی ساری تقریر میں مرزا صاحب کا نام بھی نہ لیا بلکہ صرف آیت قرآنی تعالوا الی کلمة سواء کی تفسیر کرنے میں ساری تقریر ختم کردی۔

تقریر معقول تھی۔اس پر ایک آریہ نے سوال کیا۔جس کا جواب مولوی محمد علی صاحب اور اون کے بعد خاکسار نے بھی جواب دیا۔

خیر یہ قصہ تو بڑی خوبی سے ختم ہوا۔اس کے بعد مولوی محمد علی نے بحیثیت ''امیر قوم'' اپنے مرزائی دوستوں کو چند نصائح کیں۔نصائح کیا تھیں۔وہی تھیں جو عموماً اہلحدیث کانفرنس کے جلسوں میں کی جاتی ہیں۔یعنی دوستوں کو نصیحت کی کہ قرآن شریف پڑھا پڑھایا اور سمجھا کرو۔حدیث شریف سے تفصیل احکام سیکھا کرو۔سب سے ضروری نصیحت یہ تھی کہ ہر قسم کی بدعات چھوڑ دو۔اپنے گھروں سے بدعات بالکل نکالدو۔تم میں اور غیروں میں یہی امتیاز ہونا چاہئے۔کہ تمہارے گھروں میں کسی قسم کی بدعت نہ ہو۔

ان نصائح کے سننے سے ہمیں یہ ایک جدید بات جو حاصل ہوئی اوس کا ذکر کرنے کو یہ نوٹ لکھا گیا ہے۔ہمیں یہ بات حاصل ہوئی کہ آج تک بھی مرزائی جماعت اوسی طرح خلاف شرع بدعات اور غفلتوں میں مبتلا ہے۔جس طرح اور مسلمان مبتلا ہیں۔اونکو بھی اوسی طرح سمجھانے کی حاجت ہے جس طرح اَوروں کو۔اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی اصلاح کا کیا نتیجہ ہوا، اوران مریدوں نے کیا حاصل کیا؟

کیا یہ غور کا مقام نہیں کہ جو خرابیاں عام مسلمانوں میں ہیں ،وہی مرزائیوں میں ہیں۔جس طرح عام مسلمانوں کو بطریق وعظ ونصیحت سمجھایا جاتا ہے، اسی طرح مرزائیوں کو۔پھر کون دانا ہے جو ہم کو سمجھا سکے کہ مرزائیوں میں بحیثیت صلاحیت کیا امتیاز ہے۔

ہاں اس موقع پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اپنے کلمات کا سنانا بہت مفید ہوگا۔جو اپنی جماعت کی نسبت اپنی رائے ظاہر فرما چکے ہیں۔

"مولوی نورالدین صاحب بارہا مجھ سے تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔" (اشتہار ملحقہ بشہادۃ القرآن، ص:۲)

ان کلمات فصیحہ اور اور نصائح بلیغہ کو پڑھ کر اور سن کر مرزائیوں کے حال پر افسوس آتا ہے کہ ان کے حق میں یہ مثل صادق ہوئی:

"تیلی بھی کیا اور رُوکھا کھایا"

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء ص:۳)

اڈیٹر "پیغام صلح" کو کھلا چیلنج

واضح ہو کہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۶ء بروز منگل میں احمدیوں کے سالانہ جلسہ پر گیا۔ وہاں پر ایک سائل معترض (بابو محمد عمر امرتسری) نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار کی بنا پر یہ سوال کیا کہ "مرزا صاحب نے اس میں لکھا ہے (اگر میں جھوٹا ہوں تو مولوی صاحب کی زندگی میں وفات پاؤنگا اور اگر میں سچا ہوں تو مولوی صاحب میرے سامنے ہلاک ہونگے) چونکہ مرزا صاحب وفات پاگئے۔ لہذا صادق نہیں۔"

بعد مشورہ حاشیہ نشینان مولوی محمد علی صاحب وڈاکٹر یعقوب بیگ ومرزا خدا بخش جواب دینے کے لئے اڈیٹر پیغام صلح کھڑے ہوئے۔ اٹھتے ہی کہا کہ

"مولوی صاحب نے اس ۱۵-اپریل والے اشتہار کے متعلق لکھا تھا کہ حرامزادہ کی رسّی دراز ہوتی ہے۔ نیز مولوی صاحب نے مباہلہ منظور نہیں کیا۔ بہتر ہوتا کہ آپ اشتہار کی عبارت پڑھ دیتے۔"

جس کا جواب معترض صاحب نے یہہ دیا کہ مولوی صاحب نے ایسا کہیں نہیں لکھا کہ حرامزادہ کی رسی دراز ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ دکھائیں تو میں ابھی بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ ورنہ آپ کی جماعت کو تائب ہونا پڑیگا۔ اشتہار مباہلہ نہیں بلکہ آخری فیصلہ ہے۔

میاں دوست محمد (اڈیٹر پیغام صلح) نے کہا، آپ لکھدیں میں دکھانے کو تیار ہوں۔ جس پر سائل خاموش ہوا۔

نیز انہوں نے یہ کہا تھا کہ مرزا صاحب کو اس کے بعد الہام ہوا تھا کہ اُجیب دعوۃ الداع۔

جوب دیا گیا کہ یہ غلط ہے مرزا صاحب نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔

اب میرے احمدی دوست اور اڈیٹر پیغام صلح غور فرمائیں۔ امر اول یہ کہ حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے۔ قطعی غلط ہے میں کل احمدیوں کو ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا چیلنج کرتا ہوں کہ وہ دکھائیں کہ ایسا مولوی صاحب نے کہاں لکھا ہے۔ کیونکہ آپ ہی اِس امر کے مدعی ہیں۔ اگر نہ دکھاسکیں۔ تو اپنی غلطی کا اعتراف پیغام صلح یا کسی اور اخبار میں کریں۔ کہ ہماری غلطی ہے۔

مولوی صاحب نے جس شخص عنایت علی شاہ وزیر آبادی پر دعویٰ دائر کیا ہوا ہے۔ میں اس کو بخوبی جانتا ہوں اس نے آپ لوگوں کے جھانسے میں آکر اپنی کتاب شمشیر ولایت حصہ دوم میں اس جھوٹ کو شائع کیا ہے جس کا خمیازہ اٹھارہا ہے۔ خدا کرے کہ تم لوگوں کو بھی اس جھوٹ کا بدلہ ملے۔ عنایت علی شاہ کئی دفعہ قادیاں گیا ہے۔ وہاں جاکر مرقع قادیانی واہلحدیث کی ورق گردانی بھی کی گئی۔ لیکن مقصود میں کامیاب نہیں ہوا۔ میر قاسم علی نے اُس سے کہا کہ حکیم محمد الدین کی طرف سے ایک دفعہ اشتہار شائع ہوا تھا۔ اس میں یہ عبارت تھی۔ لیکن اشتہار بھی ندارد۔ جب شاہ صاحب کو بھی باوجود اتنی جدوجہد کے پتہ نہیں چلا۔ تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ پیغام صلح کا اڈیٹر یا کوئی اور شخص کسی طرح دکھلائیگا۔

نوٹ: عنایت علی شاہ نے مجھے قادیاں اپنے جانیکی خود اطلاع دی تھی۔

(احمدیوں کا خیر خواہ: عاجز فتح محمد از لاہور)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء ص:۴)

مرے کو مارنا شیروں کا کام نہیں

خدا کی شان جس دن سے مرزا غلام احمد آنجہانی نے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے آپ کو مسیح موعود ومہدی مسعود کے نام سے منسوب کیا تھا اُسی دن سے علماء دین نے اس کا تعاقب کیا اور جابجا مدعی نبوت کو ہزیمت اور ذلت ہی نصیب ہوتی رہی۔علمائے کرام میں سے پنجابی شیر اسلام مدظلہ العالی خاص اس وصف سے متصف ہیں۔مرزا آنجہانی نے اپنی حیاتی میں کئی دفعہ ان کو طرح طرح کی دھمکی بھی دی اور کئی ایک قسم کا رعب بھی ڈالا۔غرضیکہ مرزا جی نے اپنی کتابوں میں صفحہ بصفحہ شیر اسلام کو مخاطب کیا۔مگر شیر تو شیر ہی ہوتے ہیں۔وہ کب ایسی گیدڑ بھبکی سے ڈرنے لگے۔ بالآخر شیر نے چاروں شانے چت گرایا۔اور ایسی جگہ گرایا کہ بیچارہ اپنے رہائشی مقام پر کوئی دم زندگی کا ساتھ لے کر نہ آیا۔

ان کے بعد ان کے مریدوں کو چاہئے تھا کہ مولوی صاحب امرتسری کو اپنا امام مقرر کرتے ہیں اور پھولوں کا ہار ان کے گلے میں ڈالتے کیوں کہ صادق اور کاذب کا امتیاز اسی پر منحصر تھا۔

مگر ایسا تو وہ کرتا جس کو خداداد انصاف کا ملکہ ہوتا۔ بلکہ برعکس مولوی صاحب کے دشمن بن گئے۔اور اِدھر اودھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔

داناؤں کے نزدیک تو آخری فیصلہ ہی ہوگیا مگر مولوی صاحب اب ناحق ان لوگوں کا تعاقب کرتے ہیں۔ یا ان کی گفت وشنید پر انعام لیتے پھرتے ہیں۔مرزا جی کے بعد آپ نے کئی مقامات پر ان کو شکست دی ہے مگر ضد کے ایسے پورے ہیں کہ پھر کسر رہ گئی، پھر کسر رہ گئی کر کے کسی دوسرے مقام پر بانس کھڑا کر دیتے ہیں۔ تقاضا خدائی ایسا ہی ہے کہ پھر شیر اسلام کو ہی خاص لوگ بلا کر لے جاتے ہیں۔ پھر کیا ہوتا ہے۔دن کو نہ رات کو ضرور یکے بعد دیگرے کانّھم حمر مستنفرۃ فرّت من قسورۃ کے مصداق پائے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ دو دفعہ اِس جماعت نے شکست کھائی ہو تو بھی ایک بات ہے۔

سینکڑوں دفعہ ہزیمت خوردہ ہوکر پھر مقابل میں کس بے باکی سے آکھڑے ہوتے ہیں۔ امرتسر کی ہزیمت مولوی غلام رسول وغیرہ کو ابھی بھولی نہ ہوگی کہ سرگودھا میں مولوی میر اسحٰق وغیرہ نے هل من مبارز کا جھنڈا کھڑا کردیا۔ میر اسحٰق اور میر قاسم کو سیالکوٹ کا واقعہ مارچ ۱۹۱۶ء کا بھولا نہ ہوگا، یہ صاحب چوری بھاگ آئے تھے۔ ان کا زعم تھا کہ فاضل سیالکوٹی شاید کہیں سفر میں ہونگے۔ کیا اچھا ہوتا اگر پہلے ہی کسی سے دریافت کرلیتے۔ اب سرگودھا میں جو اِن کو شکست ہوئی ہے وہ اخیر دم تک ان بے چاروں کو یاد رہے گی۔ مولوی صاحب کو انعام کا چسکہ ہے اور اب مرزائی وہ پکے ہوگئے ہیں۔ منہ سے کہہ دیتے ہیں مگر نقد رکھنے سے عاری ہیں۔ ان کا ضمیر ان کو کہہ دیتا ہے دیکھنا ہوش کرنا مقابل کون ہے۔ بس پھر وہ چپ چاپ ہوجاتے ہیں۔ البتہ نادانوں کو یقین دلاتے رہتے ہیں کہ ہم نے انعام مقرر کیا۔ پھر بھی ثناء اللہ سے کچھ بن نہ آیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء ص:۴)

قادیانی تجاویز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیاں کے سالانہ جلسہ میں چند تجویزات پاس ہوئی ہیں جو بغرض اشاعت ہمارے پاس بھی بھیجی گئی ہیں۔ مباحثہ لدہانہ کی خبر ہم نے بھی قادیانی پریس میں بھیجی تھی۔ تو اونھوں نے درج کرنے سے انکار کردیا تھا۔ مگر اہلحدیث ایسا تنگ ظرف نہیں۔ اسلئے ہم ان تجویزات کو مختصر لفظوں میں درج کردیتے ہیں۔

(۱) جماعت احمدیہ گورنمنٹ کی سچی وفاداری کا اظہار کرکے باادب عرض کرتی ہے کہ جنگ کی مصالحت ایسی شرائط پر ہونی چاہیئے۔ جن سے آئندہ کو امن وامان رہے۔ (معقول)

(۲) لاہوری پارٹی کے لوگ احمدی جماعت کے قائم مقام نہیں ہیں۔ احمدیہ جماعت وہی ہے جو قادیاں سے تعلق رکھتی ہے۔ (بیشک) (سکریٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان)

(ہفت روزہ اہل حدیث مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء ص:۱۳)

ہائیکورٹ پٹنہ میں جو مقدمہ محمدیوں اور مرزائیوں کا دائر تھا۔ اوسکا فیصلہ مرزائیوں کے برخلاف ہوا۔ حکم ہوا کہ مسلمانوں کی مساجد میں مرزائی جماعت کرانیکا حق نہیں رکھتی۔ (مفصل آئندہ)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء ص:۱۳)

خلیفہ قادیان کی علمیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کے وابستگان کی حالت بڑی قابل رحم ہے کہ بوجہ اپنی ناواقفی کے شیر قالین کو شیر نیستان سمجھ بیٹھے ہیں مگر چونکہ بنیادی اینٹ غلط ہے اسلئے بحکم:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اس پر عمارت بھی ٹیڑھی جارہی ہے سب سے اول ان سے یہ غلطی ہوئی کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو انہوں نے اس درجے کا عالم اور عارف سمجھا جس درجے کے وہ نہ تھے۔ اب یہ لوگ ان کے بیٹے کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ان بے چاروں کی ناواقفی کی بہت موزوں مثال فونوگراف ہے جس میں جو آواز داخل ہوتی ہے وہی ادا کر دیتا ہے۔ ان میں بھی جو آواز قادیان سے آتی ہے آگے پہنچادیتے ہیں۔ سوچنا سمجھنا نصیب اعداء۔

موجودہ خلیفہ کو ایسے ایسے القاب دیتے ہیں جن سے تمام مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے۔ کبھی اس کو خلیفۃ المسلمین کہتے ہیں۔ کبھی امیر المومنین بناتے ہیں۔ کبھی فضل عمر بلکہ قمر الانبیاء۔ اور جو پوچھو کہ فضل عمر میں اضافت کیسی ہے تو:

چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

غرض قادیانی وابستگان کی بھی عجیب حالت ہے جس طرح شاعر تمام دنیا کے اوصاف اور محاسن اپنے ایک وہمی معشوق کو دیدیا کرتے ہیں اور ایک ہی شعر میں سب کچھ کہہ جاتے ہیں:

حسین ہو مہ جبین ہو دل نشین ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

حافظ شیرازی مرحوم کی سخاوت اور فیاضی تو مشہور ہے جنہوں نے معشوق کے

ایک خال کے لئے اپنی فیاضی ظاہر کی کہ :

بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اسی طرح قادیانی مشن کے وابستگان کرتے ہیں کہ تمام دنیا کے القاب اور خطابات علمی اور عملی ایک ایسے شخص کو بخش دیتے ہیں جو ان کا کسی طرح مستحق نہیں۔

قادیان کی طرف دیکھ کر ہمارے ایک حنفی پیر کے مریدوں نے بھی یہی حال اختیار کی ہے کیونکہ آہن را با آہن باید کوفت۔ وہ اپنے پیر کو تمام قسم کے القاب بلکہ اختیارات بھی دے دیا کرتے ہیں غور سے سنئے۔ مرید پیر کی خدمت میں عرض کرتا ہے

تو وہ مسیح زماں ہے کہ قم اگر کہدے
رہے نہ گور میں مردے کو عذر بے جانی

اللہ اکبر! یعنی اے پیر آپ مردے کو اٹھنے کا حکم دیں تو وہ اپنی بے جانی کی وجہ سے عذر نہیں کرسکتا کہ کیونکہ تیرے حکم سے اس میں جان آجائے گی

دل کے بھیدوں سے تو واقف رازِ سینہ تجھ پہ وا
عرض مطلب یاں میرا محتاجِ گویائی نہیں

اللہ اکبر! اے پیر آپ میرے دل کے حالات سے واقف ہیں یعنی آپ کی صفت ہے علیم بذات الصدور

عدو جن کے دارین میں روسیاہ ہیں
مریدوں کے بخشے گئے سب گناہ ہیں

اللہ اکبر! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تو صرف دس کو بشارت ملی یہاں سب کو بشارت مل گئی۔

ناظرین منتظر ہوں گے کہ ان پیر صاحب کے نام اور باقی تعریف سے واقفیت حاصل کریں۔ اس لئے ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ مریدوں کے لفظوں میں ان حضرت صاحب کا نام بتلاتے ہیں۔ غور سے سنیں

نظر سے ہوئے جن کی لاکھوں ولی ہیں
وہ قطب زمان شاہ جماعت علی ہیں

یہ بزرگ موضع علی پور ضلع سیالکوٹ (پنجاب) کے رہنے والے ہیں چونکہ اہل حدیث اس قسم کے مبالغات کے منکر ہیں اس لئے ان حضرت کی نگاہ غضب بھی انہی بے چاروں پر عموماً پڑا کرتی ہے۔ مگر اہل حدیث اس نگاہ سے کچھ کبیدہ خاطر نہیں ہوتے بلکہ خوشی سے کہا کرتے ہیں کہ:

اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

آج کل دوافروشوں کا اشتہاری زمانہ ہے جو ایک ہی دوا میں جملہ فوائد اور تمام امراض کی شفا لکھ دیا کرتے ہیں۔ چونکہ زمانہ کا اثر سب پر ہوتا ہے یورپ کا نفیس کپڑا ایک امیر آدمی پہنتا ہے اور غریب سے غریب بھی اپنی حیثیت کے مطابق پہن لیتا ہے۔ اسی طرح ان روحانی دوکانداروں نے مادی دکانداروں کی طرح تعریفات کے پل باندھنے شروع کر دیئے مگر چونکہ اپنی تعریف آپ کرنے سے استاد صائب منع کرتا ہے

چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

اس لئے یہ لوگ اپنے مریدوں سے اس قسم کی تعریفات کراتے ہیں تاکہ لوگوں میں مشہور ہوں اور دکان کی ترقی ہو۔

ہم مامور ہیں کہ ہر ایک سے حسن ظن رکھیں۔ اس لئے ہمیں حسن ظن رکھنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنی تعریف کسی دنیاوی لالچ میں نہیں کراتے ہوں گے بلکہ اس نیت سے کراتے ہوں گے کہ لوگ ان سے مانوس ہو کر ان سے ہدایت حاصل کریں فیض پاویں۔ بہت اچھا

محتسب را درون خانہ چہ کار

ہم اپنے مضمون کی تمہید میں بہت دور نکل گئے ہمیں یہ دکھانا مقصود تھا کہ

موجودہ خلیفہ قادیان علمی حیثیت میں کیا رتبہ رکھتا ہے

آج کل دونوں پارٹیوں میں اسمہ احمد کے متعلق بحث ہے مگر دونوں فریق میدان میں آتے ہوئے جھکتے ہیں۔ جس کی وجہ ہماری سمجھ میں یہ ہے کہ دونوں ڈرتے ہیں۔ قادیانی پارٹی تو اسلئے ڈرتی ہے کہ فریق ثانی قرآن وحدیث سے جیت جائے گا۔ لاہوری پارٹی اس لئے ڈرتی ہے کہ قادیانی پارٹی مرزا صاحب کے اقوال پیش کر کے غلبہ پا جائے گی۔ لیکن ہم سے پوچھا جائے تو ہم خدالگتی کہنے کو تیار ہیں کہ نسبتاً قادیانی پارٹی بحث کی طرف قدم تیز مارتی ہے اور درمیانی مشکلات کو اٹھا رہی ہے یہاں تک تو وہ آگے بڑھ گئی ہے کہ منصفوں کا تقرر بھی مان چکے ہیں۔

اسمہ احمد کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا نام اسکا احمد ہوگا۔ قادیانی مشن کی قادیانی پارٹی کہتی ہے کہ اس احمد سے مراد مرزا غلام احمد ہیں۔ لاہوری پارٹی کہتی ہے کہ اس سے آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔

لاہوری پارٹی کے رئیس مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے کہیں لکھا تھا کہ خلیفہ قادیان ثابت کرے کہ مرزا صاحب اس سے مراد ہیں اور آنحضرت ﷺ نہیں۔ اس کے جواب میں خلیفہ قادیان کا ایک مضمون اخبار الفضل مورخہ ۳۰ دسمبر (۱۹۱۶ء) میں نکلا ہے جس پر ہمارا آج کا یہ نوٹ ہے۔ خلیفہ صاحب قادیان لکھتے ہیں:

> مولوی (محمد علی) صاحب پھر اسی بات پر زور دیئے چلے جاتے ہیں اور اپنے دعوے کے لئے کسی عقلمند کی سند پیش نہیں کرتے۔ اور نہیں بتاتے کہ نفی کا ثبوت کیا ہوسکتا ہے۔ شاید اسلئے کہ حضرت صاحب کی باتوں کے ردّ کر دینے کا فتویٰ ان کو مل گیا ہے۔ روزانہ عدالتوں میں مقدمات ہوتے ہیں ان میں مدعی کے ذمہ اپنے دعویٰ کا ثبوت رکھا جاتا ہے۔ اور مدعا علیہ کا کام صرف اتنا ہے کہ اس کے دلائل کو ردّ کر دے۔ دنیا میں آج تک کوئی عقل

مند ایسا نہیں گذرا جس نے نفی کا بھی ثبوت رکھا ہو۔ نفی کے تو معنی یہ ہیں کہ فلاں بات یوں نہیں۔ اسکا ثبوت کیا ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ بات اس طرح ہے، ان کے پاس دلائل نہیں۔

(الفضل قادیان دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمیں چاہتے تھے کہ ہم خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور ان کی جماعت کو ایک منطقی اور قانونی مسئلہ سمجھا دیں لیکن ہمیں امید نہیں کہ وہ شکریہ کے ساتھ اس سے مستفید ہونگے بلکہ غالباً سمجھیں گے بھی نہیں کیونکہ پہلے یہ بات آزمائی گئی ہے کہ ان لوگوں کو منطقی اصطلاحات سے گھن آتی ہے، کیوں؟

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

۔(مسودے کی فوٹو کاپی کا صفحہ ۶ بالکل پڑھا نہیں جاتا۔ جو کچھ پڑھا جا سکا وہ یوں معلوم ہوتا ہے۔ بہاء)....

ایک درجہ ہے عدم علم کا اور ایک ہے علم العدم کا عدم علم میں قائل پر ثبوت نہیں ہوتا علم العدم میں ثبوت ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل بھی سنئے:

تثلیث نصاری کی بابت ایک بیان یہ ہے کہ ... یہ تو ہے عدم علم اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ دوسرا بیان ہے کہ تثلیث کوئی ... یہ ہے علم بالعدم، اس کو...اور اسپر دلیل کی حاجت ہے قرآن شریف نے دونوں مرتبوں میں کلام کیا ہے عدم ..کے مرتبہ کی دلیل ان کی یہ ہے اور علما لعدم کے مرتبے میں دلیل دی ہے چنانچہ حضرت عیسی کی الوہیت کا ابطال اور عبودیت کا ثبوت دیا ہے وہاں اسی علم العدم کے مرتبے پر دیا ہے ورنہ آپ کی طرح یہ کہنا کافی ہوتا کہ نفی کے ثبوت دینے کی حاجت نہیں، تو قرآن شریف ایسا کیوں کرتا۔

کیا اچھا فیصلہ: خلیفہ قادیان لکھتے ہیں:

آج تک کوئی عقلمند نہیں گذرا جس نے نفی کا ثبوت رکھا ہو۔

مرزا صاحب قادیانی کا مشہور مباحثہ جو عیسائیوں کے ساتھ پندرہ روز تک امرتسر میں ہوتا رہا جس کی روداد کا نام ہے جنگ مقدس۔ اس میں دیکھئے مرزا صاحب حضرت عیسی کی الوہیت کے منکر ہیں نفی کرتے ہیں جیسا کہ ہم سب کرتے ہیں تاہم نفی پر دلیل دیتے ہیں دلیل بھی وہ ہے جو قرآن مجید نے دی ہے یعنی

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل
وامّه صدّیقه کانا یأکلان الطّعام

سارا مباحثہ مرزا صاحب کی طرف سے اسی درجہ کی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے اسلئے ہم خلیفہ قادیان کا قول (کسی عقل مند نے نفی کا ثبوت نہیں رکھا) پیش کر کے قادیانی مشن کے ممبروں سے عموماً اور لاہوری پارٹی سے خصوصاً سوال کرتے ہیں کہ ان باپ بیٹا میں سے کون عقل مند ہے اور کون (بے عقل؟)

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گر مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۴-۶)

(مرزا محمود احمد قادیانی کا اصل مضمون الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۱۶ء سے نقل کیا جا رہا ہے:

مباحثہ اسمہ احمد کے متعلق: مولوی محمد علی صاحب کو آخری دعوت

پچھلے دنوں مولوی محمد علی صاحب نے میرے چیلنج متعلقہ اسمہ احمد کے متعلق منظوری کا اعلان کیا تھا لیکن چونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا ان مسائل میں میدان مباحثہ میں آنا اپنی شکست کو خود بلانا ہے، اس لئے ایسی شرائط لگانی شروع کیں کہ جن سے کسی طرح یہ شرم بھی رہ جائے کہ میں نے چیلنج منظور کر لیا ہے اور یہ ناکامی کا وقت بھی ٹل جائے اور اس گھبراہٹ نے ان پر ایسا اثر کیا کہ اول تو میرے مقابلہ میں جو اشتہار لکھا اس کا یہ ہیڈنگ رکھا: احمد مجتبی کا انکار اور اس کا جواب۔

اور جب ان کو بتایا گیا کہ آپ نے کسی دن مرنا ہے اور خدا تعالی کو جواب دینا ہے اس دروغ بیانی کا خدا تعالی کو کیا جواب دیں گے۔ کیا ہم رسول کریم ﷺ کے منکر ہیں کہ اس طرح ہمارے خلاف لکھا جاتا ہے۔ تو اس پر آئندہ کے لئے اس جھوٹ کو تو ترک کیا، لیکن : آخر مرنا ہے، کے الفاظ پر نہایت ناراضگی کا اظہار کیا کہ آپ مجھے موت کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ گویا مولوی صاحب کو یہ دعوی ہے کہ آپ نے کبھی بھی نہیں مرنا اور آپ کی نسبت یہ الفاظ کہنا کہ: آپ نے آخر مرنا ہے، موت کی دھمکی ہے۔

غرض اس قسم کی کئی حرکات مذبوحی ان سے سرزد ہوئیں جو صاف طور پر دلالت کرتی تھیں کہ وہ سخت گھبراہٹ میں ہیں کہ کسی طرح کہیں مباحثہ ہی نہ ہو جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ میرے مضمون کا جواب شائع کر کے پھر دوبارہ انہوں نے پیغام میں یہ اعلان شائع کرایا کہ مباحثہ کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ بیس ہزار احمدیوں سے حلفیہ شہادت دلوائیں کہ وہ اس عقیدہ میں آپ کے ساتھ ہیں تا معلوم ہو کہ چار فی صدی احمدی تو آپ کے ہم خیال ہیں۔ اس پر ان کو لکھا گیا کہ اگر یہی شرط ہے تو آپ بھی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ مسلمانوں سے جو کل تعداد مسلمانان کا چار فیصدی بنتے ہیں حلفیہ بیان شائع کرائیں کہ وہ آپ کے ہم خیال ہیں۔ یا چالیس لاکھ سے ہی، جو ایک فیصدی بنتے ہیں، حلفیہ شہادت دلوائیں کہ ان کو معلوم تھا کہ قرآن کریم کی سورۃ صف میں کوئی پیش گوئی اسمه احمد کی ہے۔ اور وہ رسول کریم ﷺ کے متعلق ہے۔

مگر اس پر بھی وہ لگے بہانے تلاش کرنے، گو دبی زبان سے یہ اقرار بھی کیا ہے کہ اگر میں بیس ہزار آدمی سے حلفیہ شہادت دلوانے کے لئے تیار ہوں تو وہ بھی چالیس لاکھ کی شہادت دلوانے کے لئے تیار ہیں۔ حالانکہ میں تو پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اگر وہ اس قسم کی حلفیہ شہادت چالیس لاکھ مسلمان بالغ مرد و عورت سے دلوا دیں کہ ہمیں یہ بات معلوم تھی کہ قرآن کریم میں اسمه احمد کی پیش گوئی جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی منقول ہے، موجود ہے، اور وہ رسول کریم ﷺ کے حق میں ہے تو میں بیس ہزار احمدیوں کی حلفی شہادت دلانے کے لئے تیار ہوں۔ پھر ان کو از سرنو اس بات کو لکھ کر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ اس پیالہ کو کسی طرح ٹالنے کی کوشش کرنی چاہتے ہیں۔

اسی طرح وہ بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ میں ثابت کروں کہ رسول کریم ﷺ کا نام احمد نہ تھا اور آپ اسمه احمد والی پیش گوئی کے مصداق نہ تھے، تب وہ مباحثہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ حالانکہ

ان کو کھول کھول کر لکھ دیا گیا ہے کہ مباحثہ میں ہر ایک فریق پر اثبات کے دلائل ہوتے ہیں اور کسی چیز کی نسبت یہ ثابت کرنا کہ وہ نہیں ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اس کی تائید میں جو دلائل دیئے جائیں ان کو رد کر دیا جائے۔ اور حضرت مسیح موعود کا حوالہ بھی دیا گیا کہ آپ نے بھی وفات و حیات مسیح کے مباحثہ میں اپنے مخالفوں کے ذمہ حیات مسیح کے ثابت کرنے کے دلائل رکھے ہیں۔ اور اس پر بڑا زور دیا ہے کہ تم مدعی بنو، تم دلائل دو میں اس کو رد کروں گا۔ مگر مولوی (محمد علی) صاحب پھر اسی بات پر زور دیئے چلے جاتے ہیں اور اپنے دعوے کے لئے کسی عقلمند کی سند پیش نہیں کرتے۔ اور نہیں بتاتے کہ نفی کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ شاید اسلئے کہ حضرت صاحب کی باتوں کے ردّ کر دینے کا فتوی ان کو مل گیا ہے۔

روزانہ عدالتوں میں مقدمات ہوتے ہیں ان میں مدعی کے ذمہ اپنے دعوی کا ثبوت رکھا جاتا ہے۔ اور مدعا علیہ کا کام صرف اتنا ہے کہ اس کے دلائل کو ردّ کر دے۔

دنیا میں آج تک کوئی عقلمند ایسا نہیں گذرا جس نے نفی کا بھی ثبوت رکھا ہو۔ نفی کے تو معنی یہ ہیں کہ فلاں بات یوں نہیں۔ اسکا ثبوت کیا ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ بات اس طرح ہے، ان کے پاس دلائل نہیں۔

میرا دعوی ہے کہ حضرت مسیح موعود اسمہ احمد کی پیش گوئی کے مصداق ہیں۔ جب میں ثابت کر دوں کہ آپ ہی اس پیش گوئی کے حقیقی مصداق ہیں، تو اس سے خود ثابت ہو گیا کہ کوئی دوسرا آدمی اس کا مصداق نہیں۔

اور پھر جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ میں انعام مقرر کرنے والا ہوں، اور انعام مقرر کرنے والے نے جو شرائط مقرر کی ہوں ان کو ادل بدل کرنا کسی طرح درست نہیں۔ انعام لینے کی خواہش ہے تو انہی شرائط پر مباحثہ کریں۔

دو باتیں میں نے اپنے ذمہ لی ہیں۔ اور دو ہی آپ کے ذمہ رکھی ہیں۔ لیکن آپ انعام لینے کی بھی خواہش رکھتے ہیں اور پھر کرنا بھی کچھ نہیں چاہتے۔ کیا انعام دینے والے کا فرض کسی عقلمند نے کبھی یہ تجویز کیا ہے کہ وہ خود بھی کوئی کام اپنے ذمہ لے۔ یہ تو میری مہربانی ہے کہ میں نے یہ بات ثابت کرنی اپنے ذمہ لی ہے کہ قرآن کریم واحادیث کی رو سے حضرت مسیح موعود اس پیش گوئی کے مصداق ہیں۔ ہاں یہ آپ

کا حق ہے کہ آپ یہ اعلان کریں کہ اس نے انعام ایسی باتوں پر مقرر کیا ہے جو ناممکن الثبوت ہیں ۔مگر یہ اعلان بھی آپ نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے آپ کے دعوے خاک میں مل جاتے ہیں ۔اور اپنے منہ سے اپنی شکست کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح فیصلہ کرنے والوں کے متعلق میں نے لکھا تھا کہ آپ کی طرف سے جو لوگ ہوں ان کو آپ مقرر کریں اور جو میری طرف سے ہوں وہ میں مقرر کروں ۔نہیں تو ثالث غیر مسلم ہوں جن کو کسی فریق سے تعلق نہیں ۔لیکن آپ ہیں کہ صرف اس خیال سے کہ چند ایسے لوگ جنہوں نے اس وقت تک بیعت سے علیحدگی کا اعلان نہیں کیا، لیکن درحقیقت آپ کے ساتھ ہیں، ان کو ثالث مقرر کر کے اپنے حق میں ڈگری کروائیں ۔ججوں نے فریقین کے درمیان جو اختلاف درمیان مباحثہ میں ہو اس کا بھی فیصلہ کرنا ہے۔ پھر کیونکر ایسے لوگوں کو جج تسلیم کر سکتا ہوں جن کو مولوی صاحب نے مقرر کیا ہو۔اور پھر ایسی حالت میں جب کہ وہ درحقیقت مولوی صاحب کے ساتھ ہوں اور ان کی بیعت صرف اس لحاظ سے ہو کہ انہوں نے کسی زمانہ میں بیعت کی تھی ۔اور اب تک بیعت توڑنے کا اعلان نہیں کیا۔ایسے آدمی میرے مرید کیونکر کہلا سکتے ہیں ۔وہ میرے مرید نہیں بلکہ مولوی صاحب کے ساتھی ہیں ۔اس قسم کے ہزاروں آدمی ہیں جو پہلے غیر مبائعین کے ساتھ تھے پھر انہوں نے بیعت کر لی ،تو کیا ان کو مولوی صاحب کے ساتھی کہا جا سکتا ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ میرے ساتھ شامل ہونے والوں کے لئے ایک علامت بیعت کی مقرر ہے اور مولوی صاحب کے ساتھ شامل ہونے والوں کی کوئی ایسی علامت نہیں۔ ہاں جس شخص نے قادیان سے تعلق توڑ دیا اور ان لوگوں کے ساتھ تعلقات محبت قائم کر لئے ، وہ ان کا ساتھی ہے۔پس اس طرح دنیا کی نظروں میں خاک جھونکنے سے کام نہیں چل سکتا میرا قائم مقام وہی ہوسکتا ہے جو میری طرف سے ہو،نہیں تو غیر مذاہب کے لوگوں میں سے ثالث ہوں جو طرفین کی رضامندی سے مقرر ہوں ۔

میں ان لوگوں کو جو مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ خدارا مولوی صاحب کو فیصلہ کے لئے میدان میں آنے کے لئے آمادہ کریں تا حق ظاہر ہو جائے ۔ میں نے ایک امر کیلئے انعام مقرر کیا ہے اب یا میرے چیلنج کو قبول کریں یا خود اعلان مباحثہ کریں ۔اور اگر دونوں باتیں منظور نہیں تو لوگوں کو مغالطہ دینے کی ناروا کوششوں سے باز آئیں کہ اس کا نتیجہ روحانیت کے لئے کبھی مفید

نہیں ہوتا۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اور لوگوں کی واہ واہ سے کچھ نہیں بنتا۔ عزت وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے۔ انسانوں کی دی ہوئی عزت کوئی شئے نہیں۔ پس خدا کی عزت کی جستجو کرو۔ اور اس مائدہ کو جو تمہاری روحانی ترقی کے لئے آسمان سے نازل ہوا ہے رد نہ کرو کالتی نقضت غزلها کے مصداق نہ بنو۔ مسیح موعود کو آپ لوگوں نے قبول کیا اور اس کے ذریعہ سے بہت سے فوائد اٹھائے اب اسی پر تبر چلا رہے ہیں اور اس کی ہتک کے درپے ہیں۔ ان کے ساتھ مت ملو، تا خدا تعالیٰ کا رحم تم پر ہو۔

خاکسار میرزا محمود احمد

الفاظ چیلنج

(اڈیٹر الفضل کہتا ہے کہ) ذیل میں ہم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے الفاظ چیلنج پھر درج کئے دیتے ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو چیلنج کی منظوری پر آمادہ ہونا چاہیے نہ کہ جو جی میں آئے وہ پیش کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ حضرت خلیفۃ المسیح (مرزا محمود احمد) کے الفاظ یہ ہیں:

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی ہے۔

میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے تیار ہوں حتی کہ میں انعام رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں۔

اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآن کریم سے اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت کر دے کہ احمد، آنحضرت ﷺ کا نام تھا، نہ کہ صفت، اور یہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آئے ہیں وہ آنحضرت ﷺ پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ پیش گوئی اپنے پر چسپاں فرمائی ہے، تو میں ایسے شخص کو ایک مقررتاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے

لئے تیار ہوں۔)

مرزا محمود احمد جو تحریر بالا میں دنیا کے تمام علماء کو چیلنج کرتے نظر آتے ہیں ان کے تعلیمی کوائف انہی کی زبانی ملاحظہ کر لیجئے۔ آپ بحیثیت خلیفہ قادیان، لاہور میں اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

میں اپنے علم اور پڑھائی کو خوب جانتا ہوں۔ میں دس سال سکول میں پڑھتا رہا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں کسی سال بھی پاس ہوا۔ اور کسی مضمون میں بھی پاس ہوا۔

انٹرنس کے امتحان میں دو تین مضامین میں پاس ہوا تھا جن میں سے ایک عربی تھا۔ یوں میں کبھی اردو میں بھی پاس نہیں ہوا تھا۔

پھر میں حضرت مولوی (نور الدین) صاحب کے پاس پڑھنے بیٹھا۔ مولوی صاحب نے بخاری پندرہ دن میں مجھے پڑھائی۔ اور وہ اس طرح کہ فرماتے، سناتے جاؤ۔

اگر میں کچھ پوچھتا تو فرماتے: پوچھو مت، پڑھے جاؤ۔

اسی طرح ایک دو اور کتابیں پڑھیں اور صرف ونحو کی چھوٹی سی کتاب پڑھی

(اخبار الفضل قادیان ۱۵ مارچ ۱۹۲۰ء ص ۶۔۷)

مکفر مرزا کے کفر پر بحث
اور لاہوری پارٹی کو چیلنج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل ایک رسالہ لاہوری پارٹی کے رئیس مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے نکلا ہے جسکا نام ہے:

تکفیر اہل قبلہ سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیزاری۔

اس رسالہ میں قادیانی پارٹی کی تردید معقول پیرایہ میں کی گئی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا، ہاں جو شخص مرزا صاحب قادیانی کو کافر کہے، چونکہ مرزا

صاحب کافر نہیں اس لئے ان کو کافر کہنے والا بحکم حدیث کافر ہوتا ہے۔ محض انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اس دعوی پر بہت سے اقوال مرزا نقل کئے ہیں۔

ہمارے خیال میں اس بحث کے دو حصے ہیں۔

ا: ایک یہ کہ آیا مرزا صاحب قادیانی کے اقوال کی رو سے منکر مرزا محض انکار کی وجہ سے کافر ہے یا نہیں۔

۲۔ مرزا صاحب کو کافر کہنے اور جاننے والے کافر ہیں یا نہیں۔

پہلا حصہ تو دونوں پارٹیوں میں باہمی مناقشہ ہے کیونکہ قادیانی پارٹی منکر مرزا کو کافر کہتی ہے چنانچہ میاں محمود خلیفہ قادیان کے الفاظ یہ ہیں:

جب تک مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت نہ کریں غیر احمدی کافر ہیں۔

(اخبار فاروق۔ ٦ جنوری ١٩١٦ء)

(بڑی بے غیرتی ہوگی:

اگر مولوی محمد علی صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث کے ساتھ اس مباحثہ سے حسب معمول گریز کیا جس کا چیلنج ۲٦ جنوری کے اہل حدیث میں بدیں الفاظ مولوی ثناء اللہ صاحب نے دیا ہے:

ہماری تحقیق میں جو حدیث دانی پر مبنی ہے کوئی شخص بھی جو کسی مسلمان کو اس کے کسی خیال پر غلط فہمی سے دیانت داری کے ساتھ فتوی کفر لگاتا ہے، کافر نہیے ہوتا۔ خواہ وہ شخص جس پر فتوی لگایا گیا ہے، پکا مسلمان ولی اللہ ہو.... اس لئے ہم بآواز بلند ان (اصحاب پیغام) کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں ہم سے بالمشافہ گفتگو کرلیں۔ چونکہ ہماری غرض ان کو سمجھانے کی ہے اس لئے ہم کوئی شرط نہیں لگاتے بلکہ محض یہ کہتے ہیں کہ بالمشافہ گفتگو کرلیں۔ تحریری کریں، یا تقریری کسی مقام پر اور کسی مکان میں کریں جہاں کی مرضی ہو کریں۔

تو فی الواقع بڑی بے غیرتی ہوگی حریف للکار رہا ہے کہ آؤ، تو ادھر سے بھی آواز اٹھنی چاہیے کہ ہاں ہم میدان میں کھڑے ہیں۔ امید واثق ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب پیغام بلڈنگس میں بھی پہنچ جائیں گے کیونکہ یہ کوئی قادیان کی مسجد اقصی نہیں جس کے اندر قدم رکھنے سے ان کی روح تحلیل ہوتی ہے۔ پھر

ہماری نسبت تو اسی چیلنج میں انہوں نے لکھ دیا ہے کہ اس بارے میں ان سے بحث نہیں کرتا۔ پس اگر چہ مولوی محمد علی صاحب کو ہمیں گالیاں دینے سے ایک منٹ کی بھی فرصت نہیں ،تاہم وہ کچھ وقت نکال لیں یا حدیث کے پتلے کو آگے کر دیں۔ خدا کرے وہ دن بھی آئے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب مسئلہ اسمہ احمد پر بھی انہی الفاظ میں بحث قبول کرے اور قادیان آنے پر آمادگی ظاہر کر دے۔ الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۵)

اور لاہوری پارٹی کہتی ہے کہ مرزا صاحب کے محض انکار سے کافر نہیں ہوتا بلکہ تکفیر مرزا سے بحکم حدیث آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

ہماری تحقیق میں جو حدیث دانی پر مبنی ہے کوئی شخص بھی جو کسی مسلمان کو اوس کے کسی.. غلط فہمی سے دیانتداری کے ساتھ فتوی لگاتا ہے کافر نہیں ہوتا خواہ وہ شخص جس پر فتوی لگایا ہے پکا مسلمان و لی اللہ ہو۔ ہم نے یہ مضمون بہت دفعہ اہل حدیث میں لکھا ہے لیکن لاہوری پارٹی کے اس غلط خیال پر اصرار کرنے شبہ ہوتا ہے کہ اونہوں نے وہ مضمون دیکھا نہیں، یا تقلید مرزا کا ان میں ایسا اثر ہے کہ دیکھ کر بھی اوس سے متاثر نہیں ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ مسئلہ ہذا بہت نازک ہے اس کی نزاکت لاہوری پارٹی کے رئیس مولوی محمد علی صاحب بھی مانتے ہیں۔ اس لئے جس طرح وہ کوشش کرتے ہیں کہ قادیانی پارٹی کو تکفیر اہل قبلہ سے بچائیں ہم بھی اون کو تکفیر مکفرین مرزا (اہل قبلہ) سے بچاتے ہیں کیونکہ جس طرح وہ خطرناک ہے یہ بھی سخت خطرناک ہے اسلئے مکفرین مرزا کی تعداد غیر معلوم ہے جن کو لاہوری پارٹی حسب تعلیم مرزا کافر جانتی ہے اگر یہ لوگ حسب تعلیم حدیث کافر نہ ہوئے، اور انہوں نے اون کو کافر سمجھ لیا، تو پھر یہ کفر کس پر لوٹے گا۔ یہ ایک ایسا خطرہ ہے کہ اس کے تصور سے بھی ایک مومن کا دل کانپنا چاہیے۔ اس لئے ہم بآواز بلند اون کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں ہم سے بالمشافہ گفتگو کر لیں۔ چونکہ ہماری غرض ان کو سمجھانے کی ہے اس لئے ہم کوئی شرط نہیں لگاتے۔ بلکہ محض یہ کہتے ہیں کہ بالمشافہ گفتگو کر لیں۔ تحریری کریں یا تقریری کریں۔ کسی مقام پر اور کسی مکان میں کریں۔ جہاں اون کی مرضی ہو کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ چونکہ یہ

لوگ اپنے خیالات کو قرآن و حدیث پر مبنی رکھنے کے مدعی ہیں، اس لئے ان کے ساتھ فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ خصوصاً اس لئے کہ ان میں آج کل ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی کے مدحیہ الفاظ ہیں کہ:

مولوی سید محمد احسن صاحب حدیث کے پتلے ہیں۔

ایسے حدیث کے پتلے کی موجودگی میں ایک حدیثی مسئلہ حل نہ ہوا، تو کب ہوگا اور کیسے ہوگا۔ امید ہے اس چیلنج کو صرف اخباری مضمون نہ سمجھیں گے بلکہ محض اخلاص اور للہی محبت پر مبنی جان کر قبول کریں گے۔

قادیانی پارٹی اس بحث میں مخاطب نہیں، کیونکہ وہ تو سناتن دہرمیوں کی طرح اقوال مرزا کے ایسے پابند ہیں کہ اون کو حدیث سے بھی مقدم جانتے ہیں۔ اگر مرزا کے اقوال اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں تعارض بتلا دیا جائے تو وہ یہ کہہ کر کہ مرزا صاحب حکماً عدلاً بن کر آئے تھے حدیث کو چھوڑ دیں گے اور اقوال مرزا کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے اون کے ساتھ اس نہج سے گفتگو نہیں ہوسکتی بلکہ اون کے ساتھ اور نہج سے ہوگی۔ ہاں لاہوری پارٹی چونکہ زبان سے قرآن وحدیث کی عزت کرتی ہے اس لئے اس چیلنج کے وہی مخاطب ہیں۔

خواجہ صاحب کا خیال: لاہوری پارٹی کے سالانہ جلسہ میں خواجہ کمال الدین کا ایک مضمون پڑھا گیا تھا جو اخبار پیغام صلح میں درج ہوا ہے جس میں سے فقط ایک فقرہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں: خواجہ صاحب مرزا صاحب قادیانی کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں:

مرزا صاحب کو اپنی حیثیت میں دیکھو وہ اس جماعت کا سرتاج نظر آتا ہے جن کا نام مجدد ہے وہ اپنی خدمات میں اس قدر بڑھ گیا کہ دوسروں کی خدمات اس کے مقابلہ میں دھندلی نظر آتی ہیں جہاں اور مجددین کے مقابل ایک خاص عقیدہ فاسد یا ایک خاص طبقہ خیال کام کرتا نظر آتا ہے وہاں اس

زمانہ کے مجدد کے مقابل ہر قسم کی بدعقیدتیاں بدعملیاں ایک سیلاب کی طرح دنیا پر غالب نظر آتی ہیں جہاں امام غزالی کو فلسفہ یونان سے جنگ تھا جہاں حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کو خشک ملایانہ منطق پر روحانی بارش برسانی تھی جہاں مجدد الف ثانی شیخ سرہندیؒ کو رقص کی بیخ کنی کرنی تھی جہاں شاہ ولی اللہ کو فقیہانہ مباحث میں حدیث کو ترجیح دینی تھی جہاں مجدد رائے بریلوی کو مسلمانوں کے آخری شرک پیر پرستی اوتار پرستی کو دفعہ کرنا منظور تھا وہاں اس چودھویں صدی کے مجدد کو

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(پیغام صلح لاہور ۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں؛

جس طرح ہر مرید کا حق ہے کہ اپنے پیر کی نسبت بہت اونچا اعتقاد رکھے اسی لئے تو یہ ایک مثال مشہور ہو رہی ہے

پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند

اسی طرح سننے والے کا بھی حق ہے کہ وہ یوں کہے

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر
گل از خارست ابراہیم از آزر

اپنے دعویٰ کا ثبوت دو ہم تو عرصہ سے پوچھ رہے ہیں کہ ہم کو وہ خدمات دکھاؤ جو اس جدید مجدد نے کی ہیں کون سا علمی عقدہ حل کیا۔ کون سا مناظرانہ اصول جدید قائم کیا۔ کون سا فقیہانہ مسئلہ حل کیا۔ ہم تو خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو قطع نظر اون کے روحانی دعویٰ کے فن تصنیف میں بھی معمولی درجے کے مصنفوں سے زیادہ نہیں جان سکتے ۔ اس دعویٰ کو بر سر اجلاس ثابت کرنے کو طیار ہیں

ان کی تصنیفات کا لب لباب صرف اپنی شخصیت ہوتی ہے جس کی کیفیت معلوم ۔ یہاں تک کہ مرزائیوں کو اون کی شخصیت پر بحث کرنے کی جرأت نہیں ہوتی جس کا اندازہ وہ خود ہی کر سکتے ہیں ہمیں حیرانی ہے کہ ہم اس قسم کے مضامین کو سنکر خواب کا واقعہ سمجھیں یا بیداری کا

آنچہ مے بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

مرزا صاحب اور امام غزالی ؟ مرزا صاحب اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ؟ مرزا صاحب اور حضرت شاہ ولی اللہ؟ سچ ہے

گر چہ ماند در نوشتن شیر و شیر

مہربانی کر کے ہمارے حال پر نہیں تو اپنے ہی حال پر رحم کر کے مرزائی صاحبان اس قسم کا دعوی حوالہ کاغذ کرنے سے پہلے اس کا ثبوت قلم بند کر لیا کریں تو سننے والوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملا کرے ۔

پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند

مرزائی نبوت کی دلیل : قادیانی مشن کے دلائل کا حال تو ہمارے ناظرین کو خوب معلوم ہے مگر آج ہم نے ایک نئی دلیل سنی ہے جس پر ناظرین کو مطلع کرنا ضروری ہے آج کل جو قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں میں نبوت مرزا کے متعلق سخت اختلاف ہو رہا ہے اسلئے قادیانی پارٹی کو حسب ضرورت نئی نئی دلیلیں سوجھتی ہیں

قادیانی اخبار الفضل کا ایک فاضل نامہ نگار نبوت مرزا پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے

قرآن شریف امت محمد ﷺ کو درج نبوت دینے میں بخل نہیں کرتا لیکن یہ علماء نبی کہنے سے بخل کرتے ہیں قرآن شریف پکار کر کہتا ہے کہ

قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعو نی یحببکم اللّٰہ

نبی کریم کی اتباع سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے

اگر یہ دعوی محتاج دلیل نہیں کہ محبوبیت خدا کا آخری درجہ نبوت و رسالت ہی

ہے ایک بڑے سے بڑا بادشاہ کسی سے اگر حد درجہ کی محبت کرتا ہے تو اسے صرف عزت وزارت ہی دے سکتا ہے اسی طرح خداوندتعالی جب کسی بندہ کو درجہ اصطفا و احتباء تک چڑھانا چاہتا ہے تو نبوت و رسالت ہی سے سرفراز فرماتا ہے کیونکہ درجہ رسالت کے بعد پھر خدائی کا دجہ ہی باقی رہ جاتا ہے جسکا لا شريك له کی صفت اباء کرتی ہے (الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۷)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری رح لکھتے ہیں:

نبوت مرزا کی دلیل اگر صرف اقوال مرزا سے دی ہوتی تو ہم اوس کو لاہوری پارٹی کے حوالہ کر کے آپ خاموش رہتے مگر چونکہ اونہوں نے قرآن مجید سے استدلال کیا ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم بھی اس میں حصہ لیں۔

سنئے جناب آپ نے محبوبیت اور اصطفاء کا نتیجہ نبوت فرمایا ہے اگر یہ صحیح ہوتا تو کل امت محمدیہ عموماً اور صحابہ کرام خصوصاً سب نبی ہوتے کیونکہ مسلمانوں کے حق میں قرآن خود کہتا ہے

الّذين يتّبعون الرّسول النّبى الا مّى الذى يجدو نه مكتو باً عند هم فى التّوراة و الا نجيل يأمر هم بالمعرو ف و ينها هم عن المنكر و يحلّ لهم الطّيّبات و يحرّ م عليهم الخبا ئث و يضع عنهم ا صر هم و ا لا غلا ل الّتى كا نت عليهم فا لذين ء امنوا به و عزّ روه و اتّبعوا النّور الّذى انز ل معه او لئك هم المفلحو ن (الا عراف : ۱۵۷)

ثم او ر ثنا الكتاب الذين اصطفينا من عباد نا (فاطر:۳۲)

جولوگ رسول نبی امی (حضرت محمد ﷺ) کا اتباع کرنے میں کامیاب ہیں ہم نے اس کتاب (قرآن) کا وارث ان لوگوں کو کیا ہے جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے لیا۔

پہلی آیت میں نبی کے اتباع کرنے والوں کا ذکر ہے کہ سب مسلمانوں نے نبی کا اتباع

کیا دوسری آیت میں مسلمانوں کے اصطفا کرنے کا ذکر ہے صاف مذکور ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو اصطفا (برگزیدہ) کر کے قرآن مجید دیا

بتلایئے جن لوگوں کو خدا نے اصطفاء یعنی برگزیدہ کر کے قرآن مجید دیا یہ سب کے سب درج نبوت پا چکے ہیں؟ پا چکے ہیں تو ان میں اور مرزا میں کیا فرق ہے۔ اگر انہوں نے نبوت نہیں پائی تو کیوں نہیں پائی حالانکہ ان کا اصطفا (برگزیدگی) کافی ہو چکا ہے۔ سمجھ کر جواب دینا

اس کے آگے فاضل نامہ نگار نے اور قدم بڑھایا ہے:

سلف صالحین کے تمام اولیاء اقطاب اس بات کے مقر ہیں کہ درجہ محبوبیت میں آ کر انسان نبوت تک ترقی کر سکتا ہے۔ بات بھی یوں ہی ہے ایک طرف صراط الذین انعمت علیھم کی دعا سکھلائی اور دوسری طرف منعم علیھم کو چار فرقوں صدیق، شہداء، صالح، نبی میں تقسیم کیا۔

پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص نبی کریم کے اتباع سے صدیق و صالح و شہید تو بن سکے اور نہ بن سکے تو نبی۔

حضرت عبدالقادر جیلانی فتوح الغیب مقالہ ۲۲ میں فرماتے ہیں

الرسول بلاء ہ اعظم من بلاء النبی۔ و النبی بلاز ہ اعظم من بلاء البدل و بلاء البدل اعظم من بلاء الولی۔

رسول کے ابتلاء نبی کے ابتلاء سے زیادہ ہوتے ہیں نبی کے ابتلاء ابدال کے ابتلاء سے زیادہ، ابدال کے ولی سے زیادہ ہوتے ہیں

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ وجہ کیا ہے

انہ تعالی یحبّھم فھم اھل المحبّۃ و محبوب الحق

کیونکہ اللہ تعالی ان سے پیار کرتا ہے اور وہ خدا کے محبوب ہوتے ہیں

اس عبارت سے پتہ لگتا ہے کہ محبوب خدا کو رسول نبی بدل ولی کے شعبوں

میں تقسیم کیا گیا ہے جب نبی بھی محبوب خدا میں داخل ہے تو یحببکم اللہ کے اندر کیا یہ وعدہ نہیں کہ نبی کریم کے اتباع سے انسان محبوب خدا یا بالفاظ دیگر نبی بھی بن سکتا ہے۔

(الفضل قادیان ۱۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۷)

شیخ الاسلام امرتسری فرماتے ہیں کہ اس ساری تقریر کا جواب یہی ہے:

سخن شناس نہء دلبرا خطا ایں جاست

پہلے کسی مضمون میں ہم لکھ چکے ہیں کہ قادیانی جماعت کے ممبروں کو معقولات سے انس نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم ان کو کلی مشکک کی طرف رہنمائی کر کے کہتے کہ محبوبیت اور اصطفا کلی مشکک ہیں جسکے درجے مختلف ہوتے ہیں اس لئے یہ تو صحیح ہے کہ نبی اور رسول بھی درجہ محبوبیت اور اصطفاء میں ایک فرد ہے مگر ایسے فرد ہیں جیسے موجود کی کلی مشکک میں مخلوق اور خالق دونوں فرد ہیں لیکن حقیقتاً انکی فردیت ایسی ہے کہ ان کے مراتب کو دیکھ کر کوئی نادان سے نادان بھی نہیں کہہ سکتا کہ مخلوق اپنی موجودیت میں ترقی کر کے کبھی خالق کے درجہ تک پہنچ سکتی ہے۔

سلف صالحین میں سے جس نے یہ کہا ہے کہ انسان محبوبیت کے درجے میں ترقی کر کے نبوت تک پہنچ سکتا ہے اوس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت محمدیہ کے .. یہ امکان وجود پذیر تھا اب تو محض امکان امکان ہے۔ اطلاق (وجود) نہیں امکان اطلاق کا فرق معلوم نہ ہوتو ... (باقی کسی اور صفحہ پر ہے جو میرے پاس موجود نہیں۔ بہاء)

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ جلد ۱۴ نمبر ۱۲ ص ۲۔۴)

امرتسر میں مرزائی مباحثہ

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

۲۹۔۳۰۔ اپریل ۱۹۱۶ء کو جو ایک مولوی غلام رسول صاحب مرزائی، مولوی

ثناء اللہ صاحب شیر اسلام کے مقابلہ میں میدان میں آئے میں دکھانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے شیر اسلام کے اعتراضوں کے جواب کس خوبی سے دیئے بطور نمونہ ایک ملاحظہ ہو۔

شیر اسلام نے کہا کہ آیت ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته سے حیات عیسیٰ ثابت ہے اور ترجمہ اس آیت کا خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کیا ہوا ہی پیش کیا۔ وہ یہ کہ،

نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اوس کے پہلے موت اس کی کے۔

شیر اسلام کا سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جہاں حضرت عیسیٰ کی بابت فرماتا ہے کہ نہ وہ قتل کئے گئے، نہ صلیب پر ہی چڑھائے گئے، بلکہ زندہ اٹھائے گئے، اس کے ساتھ ہی یوں فرماتا ہے، انہیں مردہ تصور نہ کرو، ان کی وفات سے پہلے تو سب اہل کتاب نے ان پر ایمان لانا ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰ پر کل اہل کتاب تاحال ایمان نہیں لائے لہذا ماننا پڑا کہ حضرت عیسیٰ تاحال ہرگز فوت نہیں ہوئے اور یہی مذہب سب کا رہا ہے یہاں تک کہ خلیفہ اول (حکیم نورالدین) نے بھی اس آیت کے یہی معنی کئے ہیں۔ اب دیکھئے کہ مولوی غلام رسول صاحب کیونکر سبک دوش ہوتے ہیں،

فرماتے ہیں کہ،

مولوی نورالدین صاحب نے اپنے پہلے ترجمہ کے خلاف پچیس سال تک قرآن پڑھایا اور اس معنی کی ہمیشہ تردید کرتے رہے۔

یعنی آخر میں انہوں نے اس آیت کے معنی بدل کر یوں کئے کہ

موته کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے یعنی ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لاوے گا۔

حضرت! آیت کے معنی بگاڑ کر اعتبار بھی ضائع کیا اور بنا کیا۔ آپ کے تو

دونوں عیسی فوت ہو چکے۔ اب فرماویں کیا ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسی پر ایمان لاتا جاتا ہے۔ اگر نہیں تو آیت کے معنی کیوں بے معنی کر دیئے۔ اس سے تو یہ اچھا ہوتا کہ آیت کے یہ معنی کرتے کہ، ہر ایک اہل کتاب عیسی موعود کی موت سے پہلے ان سے منکر ہو جاویگا سوائے چند مسلمانوں کے،

جناب عالی تھوک سے بڑے نہیں پکتے۔ قرآن کریم کی آیات کے معنوں توڑ نا مروڑ نا اور ان کو الہامی معنی قرار دینا ہے تو جہلاء کی آنکھوں میں خاک ڈالنا ہے اور بس۔ دروغ کو کب فروغ ہوسکتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں تعلیم اور خاص کر دینی تعلیم نہیں مذہب کے لحاظ سے بے چارے بالکل بھولے بھالے ہیں۔ اگر عیسائی تثلیث کا جلوہ دکھادیں تو سب سے پہلے لبیک کہنے کو وہ طیار ہیں۔ اگر آریہ روح اور مادہ کو خدا کے ساتھ ہی ازلی بتاویں تو آمنا وصدقنا کہنے کو وہ تیار ہیں۔ اگر کوئی زیارتوں کی پرستش سکھاوے، تو بمعہ جورو بچوں کے قبر پر حاضر ہیں۔ کوئی گرنتھ سناوے تو سکھ بننے کو طیار ہیں۔ کوئی حدیث سے انکار کرے تو قرآنی بننے کو طیار ہیں۔ اگر کوئی تعزیوں کو باعث نجات بتاوے تو ان کی خاطر سر پھوڑنے پھڑوانے کو طیار ہیں۔ اگر تعلیم ان میں نہ ہوتی تو سمجھتے کہ سیدھا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ کیا حضرت ابراہیم کا دین اور کوئی انہیں اس رستہ سے بھٹکا نہ سکتا اسی واسطے تو شیخ سعدی مرحوم نے فرمایا:

سرِ جاہلاں برسر دار بہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ جس مذہب کے ساتھ الہام و وحی نہیں وہ لعنتی مذہب ہے گویا حضرت کے بعد مرزا صاحب تک کسی کو ان کی امت میں سے الہام نہ ہوا کہ حضرت عیسی فوت ہو گئے (بلکہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک خود مرزا صاحب کو بھی نہ ہوا تھا۔اڈیٹر) اور نہ کوئی اور حدیثوں کے ردی ہونے وغیرہ کا الہام ہوا اور آپ کے وقت میں الہاموں کا سلسلہ جاری ہو گیا گویا الہام کسی مشین میں ڈھلتے رہے اور ایک دم طیار ہو گئے

مرزا صاحب کے الہامات کا نمونہ دکھانا بھی ضروری ہے جو یہ ہے:

الارض و السّماء معك كما هو معى

(خدا فرماتا ہے اے مرزا۔ آسمان و زمین تیرے ساتھ ہیں جیسے میرے ساتھ ہیں)

انت منّى بمنزلة لايعلمها الخلق

(اے مرزا تو میرے نزدیک ایسے رتبہ میں ہے کہ مخلوق اس نہیں جانتی)

انت معى و انا معك سرّك سرّى

(تو میرے ساتھ ہے میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے) از انجام آتھم

کیا حضرات انبیاء علیھم السلام میں ان الہامات کی کوئی مثال ملتی ہے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ جلد ۱۴ نمبر ۱۲ ص ۵)

ہمارے مطالبہ کا جواب

قادیانی مشن سے ہم نے کئی ایک دفعہ حوالجات کے مطالبات کئے جو انہوں نے پورے نہ کئے خود مرزا صاحب قادیانی سے بھی اون کے بعض حوالوں کا مطالبہ کیا مگر اون سے بھی پورا نہ ہوا مثلاً مرزا صاحب نے جو مولوی غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحومین کا مقولہ نقل کیا تھا کہ ہم اور مرزا میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، اس کا حوالہ ہم نے مرزا صاحب کی زندگی میں کئی دفعہ مانگا مگر صدائے برنخواست

اس کے بعد مرزا صاحب نے لکھا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرنے والے اکثر طاعون سے مرے۔ اس کا ثبوت بھی پوچھا مگر جواب ندارد

اب اون کی تقلید میں لاہور کے اخبار پیغام صلح نے بھی لکھ مارا کہ مباہلہ کرنے والے مرکر مرزا صاحب قادیانی کی صداقت پر مہر کر گئے۔ اس کے جواب میں اہل حدیث مورخہ ۱۲ جنوری میں ہم نے اس کا حوالہ طلب کیا تھا کہ ذرہ ان لوگوں کی فہرست ہم کو بتلاویں جو مرزا صاحب قادیانی سے مباہلہ کرکے فوت ہو گئے۔ ہم نے

اجازت دی تھی کہ اس فہرست میں مولوی عبدالحق غزنوی کو بھی شامل کرلیں۔ اس کا جواب کیا چاہیے تھا؟

یہی کہ پیغام صلح لاہوراون لوگوں کے نام گنواتا جنہوں نے مباہلہ کیا تھا اور مرگئے اوراس مباہلہ کا ثبوت اون لوگوں کی کسی تحریر سے دیتا۔

مگرایسا کرنے سے وہ سنت مرزا کی مخالفت سے ڈرا کیونکہ صحیح حوالہ دینا خود مرزا قادیانی کی سنت نہیں، اس لئے اوس نے یوں ہی ٹال مٹول کرنے کوادھراودھر کے چند نام لکھ مارے، مگرکمال اتباع سنت مرزائیہ کیا کہ اونہی لوگوں کے نام لئے جن کے نام مرزا صاحب خودلیا کرتے تھے اور ہم ان سے ان کا حوالہ پوچھا کرتے تھے یعنی:

مولوی غلام دستگیرقصوری، مولوی سعد اللہ لودہانوی، چراغ دین جمونی،

امریکن ڈاکٹر ڈوئی اور پنڈت لیکھ رام آریہ (پیغام صلح لاہور ۱۷ جنوری ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بہت اچھا! یہ تو ہم نے مانا کہ یہ لوگ مرگئے، مگر اونہوں نے مباہلہ کب کیا تھا؟ مقدم ثبوت تو اسی بات کا مطلوب ہے کہ مباہلہ کب ہوا؟ کیا مزے کی بات ہے کہ جوامر متنازعہ ہوتا ہے، اوسی کو یہ لوگ ثابت شدہ مان لیتے ہیں۔

مولوی عبدالحق غزنوی نے بے شک مباہلہ کیا مگر وہ اب تک زندہ ہے۔ اعتبار نہ ہو، تو امرت سر میں آکر دیکھ لو۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مباہلہ سوائے مولوی عبدالحق غزنوی کے کسی کے ساتھ نہیں ہوا۔ صرف مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ ہوا، اور وہ اب تک زندہ ہے۔

معلوم نہیں اس صاف اور سیدھی بات کو مرزائی دوست اندھوں کی کھیر کی طرح ٹیڑھا کیوں بناتے ہیں مالھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا

لطف کی بات ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں بھی یہ اعتراض وارد ہوتا رہا

کہ آپ کا مباہل (مولوی عبدالحق) آج تک زندہ ہے، تو پھر آپ کا اثر اوس پر کیا ہوا ؟
اس معقول سوال کو مرزا صاحب قادیانی بھی یوں ہی ٹالتے رہے کہ عبدالحق کے لئے میں نے بد دعا نہ کی تھی بلکہ میں نے محض اپنے لئے دعا کی تھی کہ:

اگر میں کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں اور اگر میں صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے۔ (حقیقت الوحی۔)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

زمانہ مباہلہ کا اشتہار ہمارے پاس ہے۔ اس لئے اس مرزائی روایت کو اوس سے مقابلہ کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ حوالہ کھا جانے اور غلط بتلانے میں مرزا صاحب کو کہاں تک مشق تھی۔ وہ اشتہار ذی قعد ۱۳۱۰ھ کا چھپا ہوا ہے مرزا صاحب مولوی عبدالحق غزنوی کو کہتے ہیں:

صرف یہ دعا ہوگی کہ میں (مرزا قادیانی) اللہ و رسول کا متبع ہوں۔ اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالی میرے پر لعنت کرے۔
اور آپ (عبدالحق غزنوی) کی طرف سے یہ دعا ہوگی کہ یہ شخص درحقیقت کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری ہے۔ اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ میرے (عبدالحق غزنوی) پر لعنت کرے۔ (اشتہار مذکور)

چنانچہ دعا فریقین نے کی اور ایک کی دعا پر دوسرے نے آمین کہی۔ اب سوال یہ ہے کہ مولوی عبدالحق غزنوی نے گو اپنے کاذب ہونے کی صورت میں اپنے اوپر لعنت لی اور وہ مرزا صاحب قادیانی کی دعا نہ تھی، لیکن مقابلہ میں آمین تو کہی تھی۔ اور ایک کی دعا پر دوسرے کا آمین کہنا بھی دعا کرنے کے برابر ہے۔ ثبوت اسکا قرآن مجید سے سنئے!

حضرت موسیٰؑ دعا کرتے تھے اور حضرت ہارونؑ آمین کہتے تھے۔ جواب ملا
اجیب دعوتکما (تم دونوں کی دعا قبول ہوئی)

کون نہیں جانتا کہ اسلامی مجالس میں دعا کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ایک کی دعا پر باقی آمین کہتے ہیں۔ پس مولوی عبدالحق غزنوی کی دعا لعنت پر مرزا صاحب قادیانی کی آمین نے کیا اثر پیدا کیا؟

مانا کہ خود لعنت نہیں کی تھی، مگر آمین تو کی تھی۔ اور اگر بالفرض آمین بھی نہ کہی ہو تو مقابلہ ہی اس آمین کا مظہر ہے۔

علاوہ اس کے یہ کیا ذکر ہے کہ میں نے بد دعا کی تھی یا نہ کی تھی۔ آپ کی بددعا کو اس میں کیا اثر ہے۔ دعوی تو آپ کا یہ ہے کہ مباہلہ کرنے والے مر گئے۔ مولوی عبدالحق غزنوی پر مباہلہ کرنے والے کی تعریف صادق آتی ہے، مگر وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ کیا وجہ؟

اس کا جواب دینا اڈیٹر پیغام صلح کا دوسرا فرض ہے۔ پہلا فرض یہ ہے کہ جن مردگان لوگوں کے نام اس نے لکھے ہیں اون کے مباہلہ کرنے کا ثبوت دیں، پھر اس فرض کو ادا کریں۔ کیا وہ کریں گے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۳ جلد ۱۴ ص ۲۔ ۳)

کشفی معاملات کا حل

اخبار اہل حدیث امرتسر مطبوعہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء میں ایک کوہاٹی صاحب کی درخواست در بارہ نقول کشفی تجاویز مرزا صاحب قادیانی نظر سے گذری۔ عقل کے گھوڑے اس میدان میں لنگ ثابت ہوئے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ غیر مادی کاغذوں یعنی خیالی درخواستوں اور دستخطوں کے واسطے مادی روشنائی اور قلم چہ معنی؟

آخر یہ سوجھی کہ اس معاملہ کا حل مکاشفہ سے کیا جائے۔ پس مکاشفہ کے واسطے جو زور دیا گیا تو اس معاملہ کی کیفیت یوں معلوم ہوئی کہ

ایک روز مرزا صاحب کچھ کاغذات لے کر اپنے اللہ میاں کے پاس حاضر ہوئے (دیکھو

تریاق القلوب ص۳۴) اورعرض کی کہ میں کچھ کاغذات تجاویز آپ کے دستخطوں کے واسطے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اللہ میاں نے سررشتہ دار فرشتہ کو حکم دیا کہ درخواستیں پڑھ کر سناؤ ۔ چنانچہ اس نے پڑھ کر سنانی شروع کیں:

جناب مرزا غلام احمد یعنی عیسی بن مریم سکنہ قادیان کی درخواست، اور اس پر اللہ میاں کے احکام حسب ذیل ہیں:

۱۔ میرا ایک بچہ لڑکی پیدا ہوا وہ لڑکا ہو جاوے۔ نامنظور

۲۔ میرا بیٹا جس کی بابت میں نے پیشین گوئی کی تھی کہ وہ شہرہ آفاق ہوگا زندہ کر دیا جائے۔ نامنظور

۳۔ مولوی عبدالکریم کے جسمانی نقصوں کی مرمت کر دی جائے تاکہ میں مثیل کہتے نہ شرماؤں۔ نامنظور

۴۔ دفتر اموات و پیدائش میں پادری آتھم کی موت کی تاریخ ۶ ستمبر سے پہلے کر دی جائے۔ نامنظور

۵۔ پادری اور میرے مخالف مولوی کل ہلاک کر دیئے جائیں۔ نامنظور

۶۔ مرزا احمد بیگ کا داماد یعنی میری آسمانی منکوحہ کا خاوند دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ نامنظور

۷۔ میری آسمانی منکوحہ کا قبضہ باز دلا دیا جائے۔ نامنظور

۸۔ میرا نام بجائے ابن غلام مرتضی کے عیسی ابن مریم ہو جائے۔ نامنظور

۹۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کو فرشتے کھچی ہوئی تلواروں سے میری زندگی میں قتل کر دیں۔ نامنظور

۱۰۔ مولوی محمد حسین بٹالوی پر کوئی آفت اور ذلت وارد ہو۔ نامنظور

۱۱۔ بالآخر دست بستہ اور سربسجود ہو کر نہایت عجز وانکسار عرض ہے کہ مولوی ثناء اللہ کو میرے مقابلہ میں موت دے کیونکہ اس کے خون کا پیاسا ہوں، ۔

یہ سن کر اللہ میاں کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس نے زور سے کہا کہ: کیا کہا؟

یہ سنتے ہی مرزا صاحب بھاگے۔ فرشتوں میں غل مچ گیا کہ پکڑو پکڑو، یہ گیا، وہ گیا۔ فرشتے پیچھے بھاگے اور جو کچھ کسی کے ہاتھ میں آیا اس نے ان کے پیچھے روان کیا۔ لیکن سررشتہ دار نے گھبراہٹ میں اپنی سرخ روشنائی کی دوات رواں کر دی۔ مرزا صاحب کی زندگی میں تو یہ کاغذات آسمان پر داخل دفتر رہے ہوں گے لیکن ان کی وفات کے ساتھ تلف کر دیئے گئے۔ ہاں کاغذات ایلومینیم کے تھے جو مادی اور غیر مادی کے بین بین ہوتے ہیں۔

لہذا کوہاٹی سائل کی درخواست نقل واپس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۳ جلد ۱۴ ص ۶۔۷)

لدھیانہ میں مرزائیوں کا مقدمہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لودھیانہ میں ایک صاحب قاضی فضل احمد صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر ہیں جو مرزا صاحب قادیانی کے مخالفین میں مشہور ہیں۔ آپ کا ایک رسالہ بھی مرزا کی تردید میں ہے جس کا نام ہے کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام قادیانی۔

خدا جانے اس کی ابتداء کس طرح ہوئی کہ لدھیانہ کے مرزائیوں محمد شفیع وغیرہ نے قاضی فضل احمد صاحب کے برخلاف ایک اشتہار شائع کیا، جس پر قاضی صاحب نے ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کر دیا۔

عدالت نے راضی نامہ کے لئے کہا۔ مرزائیوں نے ثالث مقرر کرنیکی تجویز پیش کی۔ فریقین سے منصف کے حق میں رد و بدل ہوتا رہا۔ قاضی صاحب نے کہا منصف مسلمان ہوگا، تو یہ لوگ بعد فیصلہ اوس کے حق میں رعایت کا الزام لگا دیں گے اس لئے کوئی انگریز ہونا چاہیے۔ اسی رد و بدل میں حاکم نے آئندہ تاریخ ۱۳ فروری مقرر کر دی۔ (ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۔ فروری ۱۹۱۷ء ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۳ جلد ۱۴۔ ص ۱۳)

اسمه احمد کا فیصلہ

خلیفہ قادیان کے قلم سے۔ نمبر ا

قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں کے اختلافی مسائل میں یہ مسئلہ سخت اختلافی ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں جس احمد کے آنے کی حضرت عیسیٰؑ نے پیشین گوئی کی تھی وہ احمد کون ہے۔ قادیانی پارٹی اور ان کا خلیفہ میاں محمود احمد کہتے ہیں کہ اس احمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ لاہوری پارٹی عام مسلمانوں کی طرح کہتی ہے اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس اختلاف نے یہاں تک طول کھینچا کہ فریقین کی طرف سے بہت سی تحریرات نکل چکی ہیں اور ابھی ختم نہیں ہوئیں۔ مگر سب سے عجیب اور پر لطف تحریر وہ ہے جو خلیفہ قادیانی نے اپنی تقریر سالانہ جلسہ کی، انوار خلافت، کے نام سے شائع کی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: جب تک ہم نے اس انوار خلافت کی زیارت نہ کی تھی ہم لاہوری پارٹی کو اشاعت تحریرات میں معذور جانتے تھے، مگر اب جو چند دنوں سے اس کی زیارت کی ہے تو ہماری رائے بدل گئی۔ اب ہم اس رائے پر ہیں کہ لاہوری پارٹی کو اس کتاب (انوار خلافت) کے بعد کسی تحریر کی حاجت نہ تھی، خود یہی کتاب قادیانی پارٹی کی تردید کرنے کو کافی ہے۔

اگر ہم زبانی ادعاء پر کفایت کریں تو اپنی عادت کے مخالف ٹھہریں گے اس لئے ہم اس (انوار خلافت) سے کچھ اقتباس نقل کر کے ناظرین کو خلیفہ جی کی لیاقت اور زور خلافت دکھاتے ہیں۔

خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) لکھتے ہیں:

ا۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت (اسمہ احمد) مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں۔ (انوار خلافت۔ ص ۱۸)۔

اس فقرے کا صاف مطلب ہے کہ مرزا غلام احمد اس آیت کے مصداق ہیں آپ کے سوا اور کوئی نہیں ۔ اردو دان اصحاب اس (ہی) کے لفظ کو جو حصر کیلئے ہے ملحوظ رکھیں ، اور دوسرا فقرہ سنیں جو فقرہ مذکورہ سے چند سطور بعد ہے، لکھتے ہیں:

۲ ۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو احمد کہنے میں آنحضرت ﷺ کی ہتک نہیں اور اس سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت ﷺ احمد نہ تھے ۔ آپ احمد تھے لیکن احمد آپ کی صفت تھی ۔ نہ کہ آپ کا نام ۔ اور جو شخص یہ کہے کہ احمد آپ کی صفت نہ تھی ، وہ جھوٹا ہے کیونکہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے اور اگر آپ احمد نہ ہوتے تو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) احمد ہو ہی کیونکر سکتے تھے ، کیونکہ آپ نے جو کچھ حاصل کیا ہے آپ کی ہی شاگردی سے حاصل کیا ہے (انوار خلافت ۔ ص ۱۹)

اس فقرہ میں تسلیم کیا کہ آنحضرت ﷺ احمد ہیں ۔ ایسے احمد کہ مرزا صاحب بھی احمد بنے ہیں تو آپ ﷺ ہی کے طفیل ۔

اس لئے ہمارے سوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱ ۔ احمد مرزا صاحب قادیانی کا نام ہے اور آنحضرت ﷺ کی صفت ۔ اس نام کے حصول کیلئے آنحضرت ﷺ کے واسطہ بننے کی کیا ضرورت ؟ کیا اور لوگوں کے جتنے نام ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے واسطے سے ہیں ۔ کسی کا نام عبداللہ ہے ، کسی کا عبدالرحمٰن ہے ، کسی کا محمود ہے ، کسی کا محمد ۔ حالانکہ ان میں ایسے ہی ہوتے ہیں جو اعمال کے لحاظ سے اس قابل نہیں ہوتے کہ واسطہ محمدی سے مشرف ہو سکیں ۔

۲ ۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ واسطہ اور ذی واسطہ میں صفت اور حرکت ایک ہی قسم کی ہوتی ہے ۔ جیسے ہاتھ اور قلم ، یا ہاتھ اور کنجی کی حرکت ۔ دونوں ایک ہی قسم کی ہوتی ہیں ۔ پس اگر احمد آنحضرت ﷺ کی صفت ہے اور مرزا صاحب نے آنحضرت ﷺ ہی سے حاصل کیا ہے ، تو بصورت صفت ہی کیا ہوگا نہ بصورت نام ۔ ورنہ واسطہ اور ذی واسطہ میں

حرکت ایک قسم کی نہ رہے گی۔

۳۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر احمد کا وصف مرزا صاحب کو بفیض محمدی اکتسابی ہے تو (ہی) کے ساتھ حصر کیسا ہے۔ کیا اور متبعان سنت نبویہ اس وصف میں شریک نہیں ہو سکتے۔

۴۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ احمد اگر مرزا صاحب قادیانی کا نام ہے تو لازمی بات ہے کہ والدین نے پیدا ہونے سے زیادہ ساتویں روز رکھا ہوگا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ اوس وقت مرزا صاحب قادیانی میں کوئی کمال یا اتباع محمدی کا اثر نہ تھا۔ پھر آپ کو یہ اکتسابی صفت ایسے وقت میں کس طرح حاصل ہوئی۔

حیرت ہے کہ قادیانی پارٹی اپنے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے علم وفضل کی اتنی تعریف کرتی ہے کہ کبھی اس کو فضل عمر کہتی ہے، کبھی قمر الانبیاء، کبھی امیر المومنین، کبھی خلیفۃ المسلمین۔ کبھی کچھ، کبھی کچھ، جیسے کوئی اپنے اکلوتے بیٹے کو ساری دنیا کے القاب دے دیا کرتا ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ میں احمد کا اسم مرزا صاحب کے حق میں نام رکھتا ہوں، پھر اسی کو بحیثیت نام آنحضرت ﷺ کے وصف احمد سے اکتسابی بتلاتا ہوں، اور اصل احمد سے موصوف آنحضرت ﷺ کو کہہ کر مرزا قادیانی کے حق میں حصر بھی کرتا ہوں۔ ایسی شستہ اور شائستہ تقریر پر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کرکے جو دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۴ جلد ۱۴ ص ۳)

قادیانی تثلیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کی دو پارٹیاں تو پہلے تھیں چند دنوں سے ایک اور بھی نکلی ہے

جس سے تثلیث کے پورے تین ضلع بن گئے ہیں۔ اس تیسری پارٹی کے لیڈر منشی محمد ظہیر الدین ہیں جنکا اپنا دعوی ہے کہ بزبان مرزا میں مصلح موعود ہوں۔ بے شک

ہر کہ شک آرد کافر گردد

اس پارٹی کا ایک اشتہار ہمارے پاس بغرض اشاعت پہنچا ہے ہم اوسکو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

آسمانی فیصلہ

میاں محمود احمد صاحب کا دعوی ہے کہ خدا نے ان کو خلیفہ بنایا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب ایسے دعوی سے ایک طرح سے احمدی جماعت کو دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ جس طرح ہر ایک موحد انسان یہ کہہ دیتا ہے کہ خدا نے اس کو صحت دی، خدا نے ہی اوس کو مال و دولت اور اولاد دی، یا خدا نے ہی اس کو خلیفہ بنایا ہے جیسے فرمایا

هو الّذى جعلكم خلا ئف فى ا لا ر ض ۔ (فاطر:۳۹)۔

اسی طرح سے میاں محمود احمد صاحب بھی کہہ دیتے ہیں کہ خدا تعالی نے ان کو خلیفہ بنایا۔ لیکن جماعت کے بعض بے وقوف لوگ اس سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ گویا خدا نے میاں محمود احمد صاحب کو کہہ دیا ہوا ہے کہ وہ خلیفہ ہیں۔ اس لئے آج کل صرف میاں صاحب موصوف کو ہی خلیفہ کہا جا سکتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم وغیرہ کو خلیفہ نہیں کہا جا سکتا۔

چونکہ ہمارے مرشد مولوی محمد ظہیر الدین صاحب یوسف موعود مصلح موعود (جن کی پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں موجود ہے) کا دعوی ہے کہ میاں محمود احمد صاحب پر کبھی کوئی ایسی وحی یا الہام خدا تعالی کی طرف سے نازل نہیں ہوا جس کے یہ الفاظ ہوں یا جن الہامی الفاظ کا یہ مطلب ہو کہ میاں محمود احمد صاحب کو اللہ تعالی نے حضرت احمد جری اللہ کا خلیفہ دوم قرار دیا ہے

اوران کو خدا کی طرف سے احمدیوں سے بیعت لینے کا حکم مل گیا ہے۔

میاں محمود احمد صاحب کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس کا احمدیوں سے بیعت لینا ایک صریح غلطی ہے جس پر وہ متواتر اصرار کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے تو ایسے شخص کے انتخاب کے لئے جس نے لوگوں سے حضرت صاحب کے نام پر بیعت لینے کا مجاز مقرر ہونا تھا چالیس احمدیوں کا اتفاق کرنا ضروری قرار دیا تھا، نہ کہ چالیس آدمیوں کا بیعت کرنا۔ لیکن اب میاں محمود احمد صاحب احمدیوں سے بیعت بھی لے رہے ہیں جو صریح طور پر غلط ہے۔

ہاں اگر میاں (محمود احمد) صاحب موصوف کو خدا نے اپنے الہام کے ذریعہ سے خلیفہ منتخب کیا ہے، تو مہربانی کر کے میاں (محمود احمد) صاحب اس الہام کو شائع کریں اور گول مول بات کر کے احمدیوں کو دھوکا میں نہ ڈالیں۔

اور نیز اس بات کی بھی اجازت دیں کہ ہم ان کی قضاوقدر کے متعلق ایسی پیش گوئی شائع کر سکیں جسکے ذریعہ سے ان کے صدق اور کذب کو پرکھنے کا احمدیوں کو آسانی سے موقع مل سکے۔

خاکسار: حکیم نور محمد منشی عالم مالک ہمدم صحت دندان ساز انارکلی لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دیکھیں قادیانی اخبار اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ مقابلہ تو الہامی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔فروری ۱۹۱۷ء مطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۴ جلد ۱۴ ص ۴۔۵)

مرزائیوں کا لاہوری جلسہ

اوران کی جماعت کا فرار۔۲

جناب منشی محمد عمر صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین! ۵ جنوری ۱۹۱۷ء کے پرچہ اہل حدیث امرتسر میں آپ بزرگان نے ایک چھوٹے سے مناظرہ کی کیفیت ملاحظہ فرمائی ہوگی جو اس خاکسار نے عنوان بالا سے شائع کیا تھا۔ میرے اس مضمون کے جواب میں اڈیٹر پیغام صلح نے ایک طول طویل مضمون لکھا ہے جو سراسر غلط ہونے کے علاوہ تمام ترطعن و تشنیع سے بھرا پڑا ہے۔ میں ان تمام سخت اور خلاف اخلاق الفاظ کا جواب بجز صبر کے اور کچھ نہیں دینا چاہتا کیونکہ جس نبی کریم فداہ ابی وامی کا میں ماننے والا ہوں، اوس کی تعلیم یہی ہے۔ اگر میں بھی جناب مرزا صاحب قادیانی کا پیرو ہوتا، تو اڈیٹر صاحب کے لائق جواب دے سکتا۔ مرزا صاحب قادیانی کا یہی دستور تھا کہ جب کبھی کسی جواب میں تنگ ہوئے تو آپ نے گالیوں کی بھرمار کی۔ چنانچہ رسالہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں:

او بدذات فرقہ مولویاں

اسی تعلیم کا اثر ہے کہ آج دونوں پارٹیوں میں جوتیوں میں دال بٹتی ہے ۔اللہ تعالی ہر مسلمان کو بداخلاقی سے محفوظ رکھے۔

خاکسار کا سوال بہت مختصر تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلہ والے اشتہار میں امام المناظرین مولانا ثناء اللہ صاحب کی بابت دعا موت کی تھی اور اسی کو اپنی سچائی کا فیصلہ قرار دیا تھا۔ حالانکہ مرزا صاحب قادیانی مر گئے اور مولانا ثناء اللہ صاحب زندہ ہیں۔

اس کا جواب دینے میں ڈاکٹر محمد حسین شاہ نے بلند آواز سے کہا:

کوئی تو آوٗ۔

اڈیٹر پیغام صلح، ڈاکٹر صاحب کے ایسا کہنے سے انکار کرتا ہے۔

آیئے میں اس کا آسان فیصلہ بتلاتا ہوں۔ مجھے ڈاکٹر محمد حسین سے گو مرزا قادیانی کی وجہ سے سخت اختلاف ہے، مگر باوجود اختلاف کے میں ان کو ایک شریف جنٹل مین خیال کرتا ہوں، اس لئے اون کے حلف پر فیصلہ چھوڑتا ہوں۔ ہم دونوں میں سے جن کے

بیان کی وہ تصدیق کریں گے وہ اس معاملہ میں سچا ہوگا۔ اگر میرے جواب میں خاموشی رہی تو داناؤں کے نزدیک میری ڈگری ہوگی۔

اصل مضمون کے جواب میں اونہوں نے کہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جواب میں لکھا تھا کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے۔ میں نے کہا دکھاؤ۔ تو وعدے وعدے میں ٹالتے رہے۔ اس جواب میں بھی اس کا حوالہ نہ بتلایا حالانکہ اون کا فرض تھا۔

یہ تو میں مانتا ہوں کہ اڈیٹر پیغام نے بہت لمبا مضمون لکھا، مگر ایسا لمبا کیسا کوئی ہوشیار وکیل وصل مدعا کے اثبات میں اپنے آپ کو کمزور پا کر ادھر اودھر کی باتوں میں وقت کھو کر اپنے موکل کو راضی کر لیتا ہے۔ میں اب بھی منتظر ہوں کہ جن باتوں کا میرے سامنے اڈیٹر پیغام نے دعوی کیا تھا ان کا ثبوت دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۴ جلد ۱۴ ص ۱۱)

اسمہ احمد کا فیصلہ

خلیفہ قادیان کے قلم سے۔ نمبر ۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں ہم نے قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے رسالہ انوار خلافت سے ایک اقتباس نقل کر کے چار اعتراض کئے ہیں آج اوس سے آگے کا کچھ مضمون دکھاتے ہیں:

جب ہم ان کی خلافت اور خلیفہ ہونے کے متعلق وہی الفاظ سنتے ہیں جو خلفاء راشدین کے حق میں اسلامی کتابوں میں آتے ہیں بلکہ اون سے بھی بڑھ کر قمر الانبیاء وغیرہ دیکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ آخرکار ہمارے لئے تسکین ملتی ہے تو شیعہ لٹریچر میں ملتی ہے، جہاں ہم ایسے اسماء گرامی کے ساتھ وہی القاب، امیر المومنین

وغیرہ پاتے ہیں جن حضرات نے بقول شیعہ تمام عمر ڈرتے ہوئے تقیہ میں گذاری کوئی ادنیسنی بھی آتا تو اوس کے سامنے حضرت ابوبکر کی تعریف کر دیتے حا شا ھم عما یفترون

عموماً دنیا میں یہ دستور چلا آتا ہے کہ کمزور زور آور، بے علم علم دار، غیر معتبر، معتبر کا لباس پہن کر نقل اتارا کرتے ہیں مگر دانا سمجھ سکتے ہیں کہ:

شیر قالین دگراست شیر نیستان دگراست

خیر بہر حال خلیفہ قادیان اپنے باپ کو اسمہ احمد والی آیت کا مصداق بتانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے چونکہ مرزا صاحب قادیانی کا نام (جیسا کہ سب جانتے ہیں) غلام احمد تھا۔ اور ظاہر ہے کہ غلامی کا نشان احمد بننے سے مانع ہے، اس لئے خلیفہ جی نے اس بات کے ثابت کرنے میں کوشش کی کہ مرزا صاحب کا اصل نام احمد ہے۔ اور غلام کا لفظ یونہی ملکی رسم کے طور پر آیا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کا نام والدین نے احمد رکھا ہے جسکا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کے نام پر ایک گاؤں بسایا، اس کا نام احمد آباد رکھا ہے۔ اگر آپ کا نام غلام احمد رکھا گیا تھا تو چاہیے تھا کہ اس گاؤں کا نام بھی غلام احمد آباد ہوتا۔

اسی طرح آپ کے بھائی کے نام پر بھی ایک گاؤں بسایا گیا ہے جس کا نام قادر آباد ہے، حالانکہ اون کو غلام قادر کہا جاتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام بھی قادر تھا۔

اور دونوں بھائیوں کے نام سے پہل غلام صرف ہندوستان کی رسم وعادت کے طور پر زیادہ کر دیا گیا تھا۔ ہندوستان میں یہ رسم چلی آتی ہے کہ لوگ مرکب نام رکھتے ہیں، حالانکہ ان مرکب ناموں کا کوئی معنی اور کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ (انوار خلافت۔ ص ۳۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کیا خوب دلیل ہے کہ غلام قادر کا اصل نام قادر ہے جسکا نتیجہ یہ ہے غلام اللہ کا اصل نام اللہ ہے۔ بہت خوب! ترقی مبارک۔

گاؤں کا نام ہو یا نسبت، اس میں یہ دستور ہے کہ مرکب کے نام کے مشہور اور آسان تر جزو کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ اسی لئے کبھی مضاف کی طرف ہوتی ہے تو کبھی مضاف الیہ کی طرف۔ اس لئے یہ معنی نہیں کہ مرکب نام میں ترکیب منظور نہیں بلکہ اصل نام (پہلا جزو ہوتا ہے مگر بوصف اضافت یعنی غلام احمد، غلام اللہ، غلام الرحمٰن وغیرہ میں اصل نام غلام ہے لیکن محض غلام نہیں بلکہ بوصف اضافت یعنی وہ غلام جو احمد، یا اللہ یا رحمٰن کی طرف نسبت رکھتا ہے۔ یہی اضافت ان اسماء میں وجہء تمیز پیدا کرتی ہے۔ پس یہ کہنا کہ ان مرکب ناموں کا کوئی معنی اور کوئی مطلب نہیں ہوتا، بالکل بے مطلب بات ہے کیونکہ مرکب اضافی میں ہر ایک کا مطلب اضافت ہوتا ہے جو ایسی عرفی بات کو بھی نہ سمجھے وہ مسئلہ خلافت کی باریک باتوں کو کیا سمجھ سکتا ہے۔

آگے چل کر مرزا محمود احمد لکھتے ہیں:

> غلام احمد اگر مرکب نام تسلیم کرو، تو یہ تو کسی زبان کا نام نہیں۔ عربی زبان میں یہ نام غلام احمد (غلام کے م پر پیش) ہونا چاہیے تھا لیکن یہ نام آپ کا نہ تھا۔
>
> فارسی ترکیب لو، تو غلامِ احمد (غلام کے م کے نیچے زیر) ہونا چاہیے لیکن آپ کا نام یوں بھی نہیں کیونکہ آپ کے نام میں میم پر جزم ہے زیر نہیں ہے۔
>
> اور اگر اردو یا پنجابی ترکیب سمجھو تو، احمد کا غلام، یا، احمد دا غلام، ہونا چاہیے تھا مگر اس طرح بھی نہیں۔
>
> پھر یہ کون سی زبان کا نام ہے جو حضرت صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پس سچی بات یہی ہے کہ آپ کا نام احمد تھا اور غلام صرف خاندانی

علامت کے طور پر شروع میں بڑھا دیا گیا تھا (انوار خلافت۔ص ۳۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں ماشاء اللہ چشم بددور۔ یہ وجہ پہلی وجہ سے بھی زیادہ معقول ہے اور اس سے آگے کی اس سے معقول تر۔

ہاں صاحب! سنئے ترکیب تو فارسی ہے مگر چونکہ مرزا صاحب خود بھی ہندی تھے اون کے والدین بھی ہندی، اسلئے استعمال اس کا ہندی طریق سے ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اہل ہند اس قسم کی اضافتوں کو کیوں کر استعمال کیا کرتے ہیں۔ سنئے شاہ جہان، شاہ عالم، نواب حیدر آباد، راجہ کشمیر وغیرہ۔

بتلایئے ان مرکبوں کی ترکیب جو فارسی ترکیب سے ہے، فارسی طریق سے ان میں مضاف پر جر آتی ہے؟ کیا کبھی کوئی ان ناموں کو یوں بھی پڑھتا ہے شاہِ جہان، شاہِ عالم، نوابِ حیدر آباد، راجہءِ کشمیر۔

ہرگز نہیں بلکہ بغیر اظہار (زیر) کے محض نواب حیدر آباد اور راجہ کشمیر وغیرہ کہا کرتے ہیں ٹھیک اسی طرح یہ نام غلام احمد ہے جو فارسی ترکیب کے لحاظ سے (زیر) کے ساتھ غلامِ احمد ہے مگر ہندی استعمال میں بغیر زیر کے غلام احمد ہے۔

آؤ اس کا فیصلہ خود مرزا صاحب آنجہانی سے کرائیں کہ آپ کا اصلی نام کیا ہے۔ پس سنئے! مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز (مرزا قادیانی) نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے۔
>
> تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا، پہلے سے ہم نے یہ تاریخ نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے

غلام احمد قادیانی ۔اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں
اوراس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں
بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں
غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں ۔(ازالہ اوہام)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

کیسا صاف فیصلہ ہے۔مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ میرا نام غلام احمد قادیانی ہے اور اسی نام سے آپ نے پورے تیرہ سو عدد نکال کر اپنی بعثت کا زمانہ بتلایا ہے کہ میں تیرھویں صدی کے ختم پر آیا ہوں کیونکہ نام ہی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

لطیفہ نمبر ا۔مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کا کمال ملاحظہ ہو کہ نام تو صرف غلام احمد ہے مگر اتنے نام کے پورے تیرہ سو عدد نہیں بنتے تھے تو آپ نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مقامی نسبت (قادیانی) کو بھی داخل کر دیا پھر مزید لطف یہ کہ آپ کو الہام ہوتا ہے کہ غلام احمد قادیانی ، کسی کا نام نہیں ۔خیر اس کمی کو بڑے میاں نے خود تو پورا کر دیا لیکن ایک کمی جو چھوٹے میاں نے ڈال دی ہے کہ آپ کا نام صرف احمد ہے کس طرح پوری ہوسکتی ہے۔

لطیفہ نمبر ۲۔خلیفہ قادیان کے کمالات علمیہ کے نمونے تو اہل حدیث میں کئی دفعہ دکھائے گئے ہیں مگر حافظہ کا نمونہ شائد نہیں دکھایا گیا آج ہم یہ بھی دکھاتے ہیں کہ باوجود جوان ہونے کے حافظہ آپ کا بزرگ باپ سے بھی کسی قدر کمزور ہے۔وہ تو ایک کتاب کے مضامین کے برخلاف دوسری کتاب میں لکھا کرتے تھے، صاحبزادہ صاحب ایک ہی کتاب میں اپنے برخلاف کہہ جاتے ہیں۔دیکھئے اس کتاب (انوار خلافت) کے صفحہ ۳۴ سطر ۲۰ پر لکھتے ہیں : آپ (مرزا) کا نام احمد ہی تھا،

یہاں پر ، ہی ، کا لفظ احمد پر لائے ہیں ۔اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۹ سطر ۲۰ پر لکھتے ہیں:

ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا پورا نام غلام احمد نہ تھا۔

ہم تو خود تسلیم کرتے ہیں کہ پورا نام غلام احمد ہی تھا۔

ناظرین! غور کیجئے دونوں جگہ ،ہی، کا لفظ کیا مزہ دے رہا ہے۔ احمد پر بھی ،ہی، ہے اور غلام احمد پر بھی ،ہی۔

لاہوری پارٹی: کے ممبر اس قسم کے کمالات کو خلیفہ کے حق میں نقص سمجھیں گے مگر ہم ایسے حالات اور واقعات کو اس شعر کا مصداق جانتے ہیں

لطف پر لطف ہے املاء میں میرے یار کے یار
حاء حطی سے گدحا لکھتا ہے ہوز سے ہمار

دوسری دلیل: اسمہ احمد والی آیت میں مذکور ہے کہ

جب وہ احمد آیا تو لوگوں نے اوس کو جادوگر اور اس کی تعلیم کو جادو کہا خلیفہ قادیان کہتے ہیں مرزا صاحب کے دلائل عالیہ اور براہین قاہرہ سن کر لوگ کہتے تھے کہ ان کی تقریر میں جادو ہے۔ (ص ۴۰)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

یہ دلیل خواجہ کمال الدین کے جواب میں لکھی ہے اونھوں نے سیالکوٹ کے لیکچر میں کہا تھا کہ احمد کے مسمی کے لئے یہ بھی ہے کہ لوگ اوس کو جادوگر کہیں گے۔ حالانکہ مرزا صاحب کو کسی نے جادوگر نہیں کہا اس کے جواب میں خلیفہ جی کہتے ہیں کہ لوگوں نے جادوگر کہا۔

ہماری طرف سے اس کا جواب وہی ہے جو قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ

ھا توا برھا نکم ان کنتم صا دقین ، اپنے دعوی کا ثبوت پیش کرو۔

پس یہی ہم کہتے ہیں کہ یہ امر تو محقق اور مسلم فریقین ہے کہ احمد کے مسمی کے حق میں ضروری ہے کہ لوگ جادوگر کہیں۔ پس اس کا ثبوت کسی تحریر یا تقریر سے دیجئے۔ باقی دارد

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۶۔ فروری ۱۹۱۷ء ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۵ جلد ۱۴۔ ص ۲۔۴)

ہمارا چیلنج منظور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اہل حدیث ۵ جنوری ۱۹۱۷ء میں ہم نے لکھا تھا کہ مولوی محمد احسن صاحب اور لاہوری پارٹی کے ممبران جو میاں محمود (خلیفہ قادیان) پر عقاید باطلہ کی وجہ سے خفا ہوتے ہیں اس میں بے چارے محمود کا کیا قصور۔ یہ عقاید تو مرزا آنجہانی کے تعلیم کردہ ہیں۔ ہم اس امر کا ثبوت دینے کو تیار ہیں اس کے جواب میں اڈیٹر پیغام صلح نے ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء کے پیغام میں منظوری کا اعلان کیا ہے۔ اس منظوری کا تو ہم شکریہ ادا کرتے ہیں مگر دو باتوں کا تصفیہ مقدم ہے۔ایک یہ کہ اس بارے میں ہمارے مخاطب مولوی محمد احسن صاحب ہیں نہ کہ اڈیٹر پیغام۔ وہ اس منظوری کا اعلان کریں۔ جب تک اونکی طرف سے اعلان نہ ہوگا ہم اعلان نہ سمجھیں گے۔ اوسی اعلان میں وہ کیفیت بحث کو بھی ظاہر کردیں کہ بالمشافہ تحریری کریں گے یا تقریری۔ عام فائدہ رسانی کے لئے تحریر کا طریقہ اچھا ہے اس لئے امید ہے کہ تحریری ہی منظور فرماویں گے۔

چونکہ یہ بحث دراصل محمودی پارٹی کی نیابت میں ہوگی اس لئے اس کے فیصلہ کے لئے کسی منصف کا ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ آپ کی دونوں پارٹیوں کے مباحثہ میں منصفوں کا تقرر منظور ہوگیا تھا۔ پس منصف اگر ہو تو مسلمہ فریقین ہو۔ میں اپنی طرف سے لاہور کے تین مشہور بیرسٹروں کا نام پیش کرتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے ان میں سے کسی کو منظور کریں، یا اس طرح اور متعدد نام پیش کریں۔ میرے پیش کردہ نام یہ ہیں: خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب۔ خان بہادر میاں فضل حسین صاحب۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب۔ جواب کا منتظر

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۶۔فروری ۱۹۱۷ء ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۵ جلد ۱۴ ص ۴)

(پیغام صلح ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۳۔مولوی ثناء اللہ کا چیلنج منظور: ۵ جنوری ۱۹۱۷ء کے اہل حدیث میں مولوی

ثناء اللہ صاحب نے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی کے اعلان عزل خلافت میاں صاحب کونقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ: ہم ان کو (یعنی حضرت مولانا موصوف کو) اطلاع دیتے ہیں کہ یہ عقاید دراصل مرزا صاحب قادیانی کے ہیں بیچارے محمود کی ایجاد نہیں ہے۔ جو صاحب اس امر کی تحقیق کرنا چاہیں ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں آپ کی دونوں پارٹیوں کا مباحثہ ہونا تو مشکل، بلکہ محال ہے ہم دونوں میں غضروف کی طرح کام دینے کو تیار ہیں یہ آپ لوگوں کا اختیار ہے کہ اس تحقیق کے لئے امرتسر دفتر اہل میں تشریف لے آویں یا ہم کو اپنے ہاں بلا لیں بقیہ شرائط بعد منظوری۔

مولوی صاحب کا یہ چیلنج ہمیں منظور ہے لیکن بجائے بالمشافہ گفتگو کرنے کے بہتر ہوگا کہ ہر دو اخبارات پیغام صلح اور اہل حدیث میں دونوں فریق کی تحریرات یکے بعد دیگرے شائع ہوں۔ مثلاً یہ کہ مولوی ثناء اللہ اپنے دعوی کے ثبوت میں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کیا تمام غیر احمدیوں کو کافر ٹھرایا اور اسمه احمد کا حقیقی مصداق اپنے آپ کو قرار دیا، اہل حدیث میں دلائل لکھیں اس کے جواب میں حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب یا جو کوئی بھی ہماری طرف سے مقرر ہو نفی کا ثبوت دیں اور وہ بھی اہل حدیث میں شائع ہو۔ اور ایسا ہی پیغام صلح میں بھی۔ کیا مولوی فاضل ایسا کرنیکو تیار ہیں۔ بقیہ شرائط حسب ضرورت بعد منظوری)

بڑی بے غیرتی ہوگی

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء میں ہم نے لاہوری پارٹی کو چیلنج دیا تھا کہ تکفیر مسلم سے کافر ہونے پر ہم سے بحث کرلیں۔ اس پر قادیانی اخبار الفضل قادیان نے بغرض ابھارنے کے ایک نوٹ لکھا ہے جسکی سرخی ہے:

بڑی بے غیرتی ہوگی۔

یہ نوٹ لطف خیز ہے۔ اس لئے ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے سارا نقل کرتے ہیں اڈیٹر الفضل لکھتا ہے:

اگر مولوی محمد علی صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث کے ساتھ اس مباحثہ سے حسب معمول گریز کیا جس کا چیلنج ۲۶ جنوری کے اہل حدیث میں بدیں الفاظ مولوی ثناء اللہ صاحب نے دیا ہے:

ہماری تحقیق میں جو حدیث دانی پر مبنی ہے کوئی شخص بھی جو کسی مسلمان کو اس کے خیال پر غلط فہمی سے دیانتداری کے ساتھ فتوی کفر لگا تا ہے کافر نہیں ہوتا خواہ وہ شخص جس پر فتوی لگایا گیا ہے پکا مسلمان و لی اللہ ہو...اس لئے ہم باآواز بلندان (اصحاب پیغام) کو چیلنج دیتے ہیں کہ:

وہ اس مسئلہ میں ہم سے بالمشافہ گفتگو کرلیں چونکہ ہماری غرض اون کو سمجھانے کی ہے اس لئے ہم کوئی شرط نہیں لگاتے بلکہ محض یہ کہتے ہیں کہ بالمشافہ گفتگو کرلیں تحریری کریں یا تقریری کریں کسی مقام پر اور کسی مکان میں کریں جہاں ان کی مرضی ہو کریں۔

تو فی الواقع بڑی بے غیرتی ہوگی حریف للکار رہا ہے کہ آؤ، تو ادھر سے بھی آواز اٹھنی چاہیے کہ ہاں ہم میدان میں کھڑے ہیں۔ امید واثق ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب پیغام بلڈنگس میں بھی پہنچ جاویں گے اور وہاں شاہی ہال میں تحریری بحث کرآئیں گے۔ کیونکہ یہ کوئی قادیان کی مسجد اقصی نہیں جسکے اندر قدم رکھنے سے ان کی روح تحلیل ہوتی ہو۔ پھر ہماری نسبت تو اسی اعلان میں اونہوں نے لکھ دیا ہے کہ اس بارے میں ان سے بحث نہیں کرتا۔ پس اگرچہ مولوی محمد علی صاحب کو ہمیں گالیاں دینے میں ایک منٹ کی بھی فرصت نہیں تاہم وہ کچھ وقت نکال لیں یا حدیث کے پتلے کو آگے کر دیں خدا کرے وہ دن بھی آئے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مسئلہ اسمہ احمد پر بھی انہی الفاظ میں بحث قبول کرے اور قادیان آنے پر آمادگی ظاہر کردے۔ (الفضل قادیان ۳۰ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان میں جانے سے روح کانپتی تو بڑے میاں (مرزا غلام احمد قادیانی) کی زندگی میں کانپتی حالانکہ اون کی زندگی میں تو ہم قادیان میں پہنچے اور فاتحانہ حیثیت

سے سالماً غانماً واپس آئے۔ ان دنوں تو موجودہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب ابھی گود میں ہوں گے یا بچوں کے ساتھ گیند بلا کھیلتے ہوں گے۔ جب اوس زمانہ میں بڑے میاں سے ہماری روح نہ کانپی، تو اب لڑکوں سے کیا کانپنے لگی۔ لیکن چونکہ پہلے ایک دفعہ تجربہ ہو چکا ہے کہ قادیان میں بلا کر آپ کے بڑے میاں (مرزا صاحب آنجہانی) چھپ گئے تھے اور آپ تو اونہی کی سنت کے متبع ہیں، اس لئے ہماری تمہاری بحث بٹالہ میں ہونی چاہیے۔ پس ہم اعلان کرتے ہیں کہ خلیفہ قادیان اور اون کی طرف سے جو کوئی بھی ہو بتقرر منصف بٹالہ میں ہم سے بحث کر لیں۔ اسمہ احمد کے مسئلہ میں کریں، یا مسیح موعود میں کریں۔ ہم ہر ایک خدمت کیلئے حاضر ہیں۔ باقی شرائط بعد منظوری انشاء اللہ تعالیٰ

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۶۔ فروری ۱۹۱۷ء ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۱۵ جلد ۱۴ ص ۴۔۵)

قادیان میں علم نحو کا جدید مدرسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین نے آج تک تو قادیانی مشن کو مذہبی رنگ میں مجدد پایا ہوگا یعنی مذہبی امور میں ان کی عادت محض ایجاد کی ہے۔ نئے نئے اعتقاد نئے نئے خیالات نکالنے کی ان کے پاس مشین ہے۔ خیر یہ تو تھا ہی، مگر کمال یہ ہے کہ اس مشین نے اپنی ایجاد کو مذہبی علوم سے ترقی دے کر علوم آلیہ میں بھی تجدید کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔

قادیانی مشن سے ہمارے دو سوال مدت سے ہیں۔ ایک نحوی مسئلہ کے متعلق، دوسرا منطقی۔ بہت سے تقاضاؤں کے بعد قادیانی پارٹی نے اخبار الفضل میں ان دونوں کا جواب دیا ہے۔ جواب کیا ہے، اہل علم کے لئے باعث تفریح ہے۔ اس لئے ہم اوسے سارا نقل کرتے ہیں۔

قادیانی پارٹی موجودہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو بڑے بڑے خطابات دیا کرتی

ہے۔ منجملہ اون خطابوں کے ایک خطاب فضل عمر ہے۔ اس خطاب کے متعلق اخبار اہل حدیث میں کئی ایک دفعہ پوچھا گیا کہ اس مرکب اضافی میں اضافت کیسی ہے۔ اس کا جواب قادیانی پارٹی نے بایں الفاظ دیا ہے:

اہل حدیث مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۷ء میں دوسرا سوال یہ چھپا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی کو جو فضل عمر کہا جاتا ہے تو فضل عمر میں اضافت کیسی ہے۔

اوس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ الہامی ہیں۔ اور الہام میں اضافت عدم اضافت کی کوئی تصریح نہیں ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ ایسے مرکب ناموں میں کوئی اضافت پائی جاوے بلکہ نحاۃ (نحویوں) نے تصریح کی ہے کہ ترکیب مزجی میں عدم اضافت ہی زیادہ فصیح ہے اور اگر مولوی ثناء اللہ کو یہی شوق ہے کہ اس کو مضاف ہی سمجھنا چاہیے تو ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ پھر فضل عمر میں ایسی ہی اضافت ہے جیسے کہ نحویوں نے مزجی بعلبک وغیرہ صورتوں میں مانی ہے اگر آپ کو علم نہ ہو همع الهوا مع سیوطی کی عبارت ذیل پڑھ لیں۔ کتاب مذکور کی جلد اول صفحہ ۷۱ میں علامہ موصوف لکھتے ہیں

و غير مختوم بويه كمعدى كرب و بعلبك ففيه ثلاث لغات اقصى اعراب ما لاينصرف على الجزء الثانى ويفتح اخر الاول للتركيب ما لم يكن ياء كمعدى كرب فيسكن او منوناً و يليها اضافة صدره الى عجزه فيخفض۔ الخ

حاصل مطلب یہ کہ فضل عمر میں قواعد زبان کی رو سے تین اعتبار ہو سکتے ہیں اول جو سب سے زیادہ فصیح ہے یہ ہے کہ اضافت کا اعتبار نہ کیا جاوے اور جزو اول کو مفتوح الآخر اور جزو ثانی کو غیر منصرف پڑھا جاوے۔

دوم یہ کہ ترکیب مزجی کا اعتبار کرتے ہوئے پہلی جزو کو دوسری جزو کی طرف

مضاف سمجھا جاوے۔

تیسری صورت یہ کہ دونوں جزوں کو بلا اعتبار اضافت کے مبنی علی الفتح سمجھا جاوے۔ (الفضل قادیان۔ فروری ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس جواب کی خوبی صرف اتنی کافی ہے کہ اہل علم کے لئے اسکے جواب کی حاجت نہیں۔لیکن بغرض مزید ضیافت طبع ناظرین چند جملے لکھتے ہیں

۱۔فضل عمر الہامی الفاظ ہیں

۲،ترکیب مزجی ہے

۳۔فضل عمر میں ایسی اضافت ہے جیسی ترکیب مزجی بعلبک میں

۴۔فضل عمر میں پہلے جزو کے آخر یعنی فضل کے لام پر فتح ہے

جواب: الہامی عبارات بھی محاورات زبان کی پابند ہوتی ہیں قرآن مجید بھی اسی لئے فصیح بلیغ ہے کہ اہل زبان کے محاورہ کے مطابق ہے بلاغت کا درجہ صرف ونحو سے اعلی ہے جب تک کوئی کلام صرف ونحو کے مطابق درست نہ ہو بلاغت کے ذیل میں کسی طرح نہیں آسکتا۔

۲۔ترکیب مزجی اوس کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کی نسبت (اضافت وغیرہ) نہ ہو چنانچہ کافیہ میں مذکور ہے: كل اسم من كلمتن ليس بينهما نسبت

پس ترکیب مزجی میں یہ ضروری ہے کہ اوس کے ترجمہ میں کا، کے، کی، وغیرہ نہ نکلے جیسے بعل (بت کا نام) اور بک (نام بادشاہ) کو ملا کر بعلبک ایک شہر کا نام رکھا گیا تھا جسکے معنی صرف یہ ہیں کہ بعلبک ایک شہر ہے۔مگر فضل عمر میں تو یہ صورت نہیں۔اس کا ترجمہ بھی صاف ہے اور اضافت بھی موجود ہے اس کو ترکیب مزجی کہنا سوائے قادیانی علماء نحو کے کسی کا کام نہیں۔

۳،بعلبک میں تو کوئی بھی اضافت نہیں چنانچہ شارح جامی لکھتے ہیں:

قوله ليس بينهما نسبة ليخرج مثل عبدالله
یعنی مصنف کافیہ نے جو تعریف میں یہ لکھا ہے کہ ترکیب مزجی میں نسبت نہیں ہوتی یہ اسلئے کہا ہے کہ عبداللہ جیسے اسماء نکل جاویں۔
علماء نحو تو تصریحاً لکھتے ہیں کہ ترکیب مزجی میں اضافت نہیں ہوتی پھر اسکے کیا معنی ہیں کہ فضل عمر میں ایسی اضافت ہے جیسی بعلبک میں
۴۔ فضل عمر کے لام پر تو فتح آپ نے لکھ دیا کیا اچھا ہوتا کہ خود (ف) کا بھی فیصلہ کر دیتے کہ (ف) پر فتح ہے یا ضمہ۔

ناظرین! غور فرماویں کہ قادیانی علماء اور امامان نحو ایک معمولی سے سوال کے جواب میں کہاں کہاں کو بہکے جا رہے ہیں۔ نہ اون کو علم نحو کے قواعد کی پرواہ نہ علماء کے سامنے شرمندگی کا خوف فقط یہی ایک اصول ہے

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

دونوں پارٹیوں کو چیلنج:
مذکورہ بالا سوال تو صرف قادیانی پارٹی سے تھا جو اپنے خلیفہ کو فضل عمر کہتے ہیں، یہ دوسرا سوال دونوں پارٹوں سے جو اپنے امام آنجہانی مرزا صاحب قادیانی کو جری اللہ لکھا کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے دونوں پارٹیاں اس مرکب اضافی کا بھی فیصلہ کر دیں کہ اس میں اضافت کیسی ہے اور اس مرکب کا ترجمہ کیا ہے۔ پیغامی پارٹی میں جدید رکن رکین مولوی محمد احسن صاحب اس چیلنج کے خاص مخاطب ہیں۔

(اہل حدیث جلد ۱۴۔ نمبر ۱۶۔ مورخہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۷ء ص ۲،۳)

ایک آریہ سے میرا مباحثہ

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

آریہ: تم خدا کو قادر مطلق مانتے ہو

میں: ہاں

آریہ: وہ سب کچھ کر سکتا ہے

میں: ہاں وہ ہر بات پر قادر ہے

آریہ: تو کیا اس بات پر قادر ہے کہ شیطان کو اپنے ملک سے نکال دے

میں: اس کے واسطے دشوار نہیں اگر وہ ایسا چاہے، تو شیطان کو کن فیکون کے اختیارات دے دے اور جب وہ ایک نیا زمین و آسمان بنالے تو اس کے اختیارات سلب کر کے اپنے ملک سے نکال دے۔

آریہ: آپ کے مذہب میں ہے کہ خدا اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا یہاں تک کہ تمہارے چودھویں صدی کے نبی نے بھی یہ تسلیم کیا ہے، مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت دعا کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

اگر میں جھوٹا ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔ اگر آپ جھوٹے ہیں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سنت اللہ کبھی بدلتی نہیں اور اس بنا پر ایک پیغمبر اور ایسا پیغمبر جسکو سارے نبیوں کا جام یک جا دیا گیا امید رکھتا ہے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا

میں: آپ تعصب کی عینک آنکھوں سے اتاریں اور دیکھیں کہ اس سنت اللہ کو تو اللہ نے بدل دیا یعنی سچا پہلے مر گیا۔ کیا اب بھی آپ لاجواب نہیں۔

آریہ: آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ سنت اللہ بدل گئی اور جو پہلے مرا، وہ سچا تھا۔ میں

کہتا ہوں کہ سنت اللہ نہیں بدلی جو پہلے مرزا وہی جھوٹا تھا۔

میں: مگر مولوی ثناء اللہ صاحبنے کہا تھا کہ یہ شرط مجھے منظور نہیں۔

آریہ: بھئی میں تم جیسے احمق سے زیادہ بات چیت کرنا نہیں چاہتا۔ خدا ایک بات کو قرآن میں جو تمہارے مذہب کی کتاب ہے اور جسکو تم سچا اور برحق مانتے ہو یہ کہے کہ میں اپنے دستور کو نہیں بدلتا اور اس کے بھروسے پر اس کا ایک نبی اور نبی بھی ایسا کہ سب پرانے نبیوں سے ہر شان میں اعلی ایک امید رکھتا ہے گویا اسکو اپنا ایمان سمجھتا ہے اور وہ ایک معمولی آدمی کے ریمارک پر منسوخ ہو جاوے بلکہ منسوخ ہی نہیں الٹ جاوے یعنی اس کا ضد ہو جاوے۔ نمستے

میں: آپ ذرہ ٹھہریں، بات کدھر کی کدھر چلی گئی۔ میں آپ کو دکھلاتا ہوں کہ اسی نبی کو خدا نے کن فیکون کے اختیارات بھی دیئے اور اس نے زمین و آسمان بھی بنایا بلکہ اس میں چراغ روشن کر دیئے

آریہ: اچھا تو زمین و آسمان کہاں ہے اور اس میں کس کی آبادی ہے چراغوں کا تیل کہاں سے آتا ہے۔

میں: آبادی کی بابت تو میں قیاساً کچھ کہہ سکتا ہوں، مگر اس کے مقام کا پتہ میں کل آپ کو کسی مرزائی سے پوچھ کر بتا دوں گا۔ اس وقت میرے پاس کتاب البریہ نہیں ہے، اگر آپ کے پاس ہو تو صفحہ ۷۹ دیکھ لیں یا کسی مرزائی سے دریافت کر لیں۔

آریہ: مجھے تو کسی نے ڈرا دیا تھا کہ مرزا صاحب نے ہمارے مذہب کی تردید بڑے زور شور سے کی ہے۔ اگر اس نے زمین و آسمان پیدا کر دیا تو ہنومان جی کا پہاڑ اٹھا لانا کیوں خلاف قیاس ہے۔ اچھا نمستے! کچہری کا وقت ہو گیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۴۔ نمبر ۱۶۔ مورخہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۷ء ص ۱۲)

انوار خلافت، خواجہ اور ہیڈلے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے انوار خلافت۔ اس میں مرزا صاحب آنجہانی کو آیت اسمہ احمد کا مصداق بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے جس کا ذکر اہل حدیث مورخہ ۹، ۱۶ فروری ۱۹۱۷ء میں ہو چکا ہے۔ آج ہم اون فروعی باتوں کو چھوڑ کر ایک اصولی بلکہ اصل الاصول بات کا ذکر کرتے ہیں جس کو خلیفہ قادیانی نے خود ہی لکھا ہے۔

ہم نے آج سے پہلے بارہا لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو اون کے کاموں سے پہچانو۔ مگر ہمارے سوال کی طرف قادیانی حضرات نے غور نہیں کیا۔ آج ہم اس سوال کو خلیفہ جی کی عبارت میں پیش کرتے ہیں۔ خلیفہ صاحب، صداقت مرزا کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ساری دنیا کے لئے ایک مذہب

غرض اس قدر مذاہب درحقیقت مختلف انبیاء کے آنے کے نتیجہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ نبی پر نبی آئے۔ اور ہر نبی کے آنے پر ایک فرقہ پیدا ہو گیا جس سے اختلاف بڑھتا گیا، اور بہت ہی بڑھ گیا۔ حتی کہ خدا تعالی نے جب دیکھا کہ انسان بے انتہاء فرقوں میں متفرق ہو گئے ہیں، حق اور صداقت سے بہت دور چلے گئے ہیں، ظلمت اور تاریکی میں بڑھ گئے ہیں۔ فسق وفجور میں بہت ترقی کر گئے ہیں، عصیان اور طغیان میں حد سے گذر گئے ہیں تو اوس نے اس طرف توجہ کی، اور اس کی غیرت نے جوش مارا، اور اوسکی ربوبیت نے چاہا کہ جس طرح ابتداء میں دنیا میں ایک مذہب تھا، اور اسی ایک پر ہی سب لوگ تھے۔ پھر بھی ایسا ہی ہو۔ اس کے لئے اس نے ایک ایسا نبی بھیجا

جو تمام دنیا کے لئے تھا اور جو سب کو ایک کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور وہ آنحضرت ﷺ تھے۔ خدا تعالی نے چاہا کہ جس طرح وہ آسمان پر ایک ہے، اسی طرح اس کے بندوں میں بھی ایک ہی رسول آئے جو تمام دنیا کو اس کی طرف بلائے۔ چنانچہ ایک ایسا ہی نبی آیا۔ لیکن سنت اللہ کے مطابق ضروری تھا کہ جس طرح اس سے پہلے آنے والے نبیوں کی مخالفت کی گئی، اسی طرح اس کی بھی کی جائے۔ اور مخالفت کا ہونا ضروری بھی ہے کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو، صداقت اور حقانیت اچھی طرح نہیں کھلتی۔ پس ضروری تھا کہ اس نبی کی بھی مخالفت ہو، چنانچہ ہوئی اور بڑے زور سے ہوئی۔ اسلئے ایک اور مذہب قائم ہو گیا۔ لیکن اس نبی کے مبعوث کرنے سے جو خدا تعالی کا منشاء تھا کہ تمام دنیا ایک مذہب پر ہو، وہ زائل نہ ہوا۔ خدا تعالی نے اس کیلئے یہ تجویز کی کہ آنحضرت ﷺ کے ذریعہ اس کی ابتداء کی اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ذریعہ اس کی انتہاء رکھی۔ چنانچہ خدا تعالی نے فرمایا

ھوالّذی ارسل رسو له با لھدی و دین الحقّ لیظھره علی الدّین کلّه و لو کره المشر کو ن

خدا وہ ہے جس نے اپنا ایک رسول ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے تا کہ تم سب ایک امت بن جاؤ اور ایسا ہی ضرور ہو کر رہے گا خواہ مشرک لوگ اس کو ناپسند ہی کرتے ہوں

تمام علم حقیقی رکھنے والے اسی بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے تو خدا تعالی نے اپنی اس تجویز کو آنحضرت ﷺ کے وقت میں پورا نہ کیا بلکہ آپ کے خادموں میں سے ایک کو رسول بنا کر کھڑا کر دیا، اور اس کے ہاتھ سے اس غرض کو پورا کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نے تمام دنیا کے لئے بھیجا اور چاہا کہ تمام دنیا کو آپ کے ذریعہ اکٹھا

کرے، مگر اپنی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر یہ کیا کہ اس ارادہ کو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت پر کرے (انوار خلافت ص ۱۵۷۔۱۵۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہی مضمون مرزا صاحب قادیانی نے خود بھی براہین احمدیہ اور چشمہ معرفت میں لکھا ہے اسی کی مزید تشریح خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) آگے چل کر یوں کرتے ہیں:

کہتے ہیں فیصلہ پنچوں کے ذریعہ بھی ہوا کرتا ہے (بہت خوب) دنیا میں جتنی قومیں ہیں اون کے مختلف خیالات کا فیصلہ خدا نے اس طرح کیا کہ ہر ایک قوم کے بزرگ کا مظہر مرزا صاحب کو بنایا یعنی ہندوؤں کا کرشن، عیسائیوں کا مسیح، بدھوں کا بدھ، اور مسلمانوں کے لئے امام مہدی۔ (مگر یہودیوں سکھوں جینیوں اور لال بیگی بھنگیوں کے لئے کیا؟)

اس تمہید کے بعد لکھتے ہیں:

اب ہندوؤں یہ حجت پوری ہوئی کہ تمہارے لئے حضرت کرشن کا فیصلہ ماننا ضروری ہے۔ پس جبکہ کرشن آ گیا ہے تو اس کے فیصلہ کو مان لو۔

بدھوں پر یہ حجت ہوئی کہ ان کا قائم مقام حضرت بدھ آ گیا۔

مسیحیوں پر یہ حجت ہوئی کہ ان کا قرار دادہ مسیح آ گیا۔

اور مسلمانوں پر یہ حجت ہوئی کہ اون کا منتخب کردہ پنچ محمد ﷺ آ گیا۔

خدا تعالیٰ نے سب مذاہب کو ایک بنانے کے لئے یہ تدبیر کی تھی لیکن غلطی اور ناسمجھی سے ہندوؤں نے سمجھا کہ کرشن آ کر ہمارے ہی مذہب کو پھیلائیں گے اور باقی کو نیست و نابود کر دینگے۔ یہی بات بدھوں، عیسائیوں اور مسلمانوں نے بھی اپنے آنے والے نبیوں کے متعلق خیال کر لی۔

انہوں نے تو صلح کرانے اور لڑائی جھگڑوں کو دور کرنے کیلئے آنا تھا لیکن سمجھا یہ گیا کہ وہ آ کر کشت وخون کا بازار گرم کریں گے۔ یہ ایک ایسی غلط فہمی

ہر ایک مذہب والوں کے دلوں میں بیٹھ گئی کہ جسکا اس وقت تک دور ہونا مشکل تھا جب تک کہ وہ انسان نہ آتا جس کے وہ منتظر بیٹھے تھے۔

چنانچہ وہ آیا اور اس نے آکر ثابت کر دیا کہ جو جو خیالات تمہارے دلوں میں ہیں وہ غلط اور بے ہودہ ہیں۔ میں ہی وہ ہوں جو تمہارے سب کے لئے آنے والا تھا تاکہ تم کو ایک (ملت؟)... اور ایک مذہب پر قائم کر کے خداتعالیٰ کے ایک ہی دین کو تمام دینوں پر غالب کروں۔ چنانچہ اس نے یہ سب کچھ اس زمانہ میں کر کے دکھا دیا۔ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی ایسا زمانہ ہے جس میں یہ مقصد پورا ہوسکتا ہے اور اسی زمانہ میں کسی ایسے انسان کو آنا چاہیے تھا جو ایک دین پر سب کو قائم کرتا۔ اور پھر وہ سب علامتیں بھی اس زمانہ میں پوری ہورہ ہیں جو حضرت کرشن، حضرت بدھ، حضرت مسیح اور مہدی کی آمد پر پوری ہونی تھیں۔

پس جب کہ زمانہ کے حالات اور واقعات پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ ہر ایک مذہب کے آنے والے کا یہی وقت ہے اور پھر جب کہ جو علامتیں مقرر کی گئی تھیں وہ بھی پوری ہوگئیں ہیں تو آنے والوں کو بھی آ جانا چاہیے لیکن ان سب کی طرف سے ایک ہی مدعی کھڑا ہوا ہے جس نے کہا ہے کہ میں کرشن ہوں، میں بدھ ہوں، میں مسیح ہوں، اور میں مہدی ہوں۔ پس وہی ان تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا ٹھہرا۔ اور اگر پہلے نبیوں کو سچا سمجھا جائے تو اسے قبول کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہ ہوگا۔ (انوار خلافت۔ص ۱۶۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حضرت مسیح کا قول انجیل میں مذکور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ بس اگر یہ اصول صحیح ہے جو غالباً صحیح ہے، تو ہمیں بغیر کسی تاویل اور اینچ پیچ کے دکھادو کہ جناب مرزا صاحب مربع (مربع کے معنی ہیں چار کا مجموعہ یعنی مسیح کرشن بدھ اور

مہدی) کے آنے سے دنیا کے تمام مذاہب ایک ہو گئے۔ کیا دنیا میں عیسائی نہیں رہے۔ آریہ نہیں رہے۔ عیسائیوں کے گرجے اور آریوں کی سماجیں سب مسجدوں میں تبدیل ہو گئیں۔ اگر ایسا ہوا ہے کہ دنیا کے سب مذاہب کے بجائے ایک ہی مذہب ہو گیا ہے

تو: چشم ما روشن دل ماشاد

اظہار تعجب: دنیا کے اور مذاہب تو کیا ہی ایک ہوں گے خود مرزا صاحب کے پیرؤوں میں ایک سے کئی ایک ہو گئے جن میں اوسی قدر اختلاف ہے جتنا کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں یا عیسائیوں اور مسلمانوں میں۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کے کسی نیک کام پر بھی خوش نہیں ہوتے۔ اور جہاں تک بس چلتا ہے بدنام کرتے ہیں ہم اس کے متعلق ایک تازہ واقعہ سناتے ہیں

خواجہ اور ہیڈلے

ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے ایک رکن خواجہ کمال الدین وکیل لاہور نے اپنی ہمت سے ولایت میں جا کر تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری کیا اون کی کوششوں سے چند انگریز وہاں مسلمان ہوئے۔ اون نومسلموں میں ایک صاحب لارڈ ہیڈلے بھی ہیں جن کی بابت خواجہ کمال الدین نے صاف صاف اعلان شائع کر دیا تھا کہ وہ چالیس سال سے اسلام کی تحقیق کر رہے تھے، میری کوشش سے وہ مسلمان نہیں ہوئے۔ ہاں اظہار اسلام کیا۔ مگر سوئے اتفاق سے گذشتہ ایام میں وہی لارڈ ہیڈلے (حسب بیان اخبارات اللہ اعلم بحقیقت الحال) شراب خوری کی حالت میں بدمستی کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ یورپ کی رسم ورواج کے مطابق ایسا ہونا ایک معمولی بات ہے۔ اس پر اخباروں میں شور اٹھا اور اخباروں کا تو ذکر نہیں مگر قادیانی اخباروں کا نمونہ دکھانا ضروری ہے کہ اونہوں نے کس خوشی سے اس واقعہ پر رنگ آمیزی کی اور کہاں تک بے چارے خواجہ کی محنت پر پانی پھیرنا چاہا نمونہ درج ذیل ہے۔ قادیان کا شاہی اخبار الفضل لکھتا ہے

لارڈ ہیڈ لے کا اسلام

ایک چالباز اور ملمع ساز انسان کے لئے وہ گھڑی کیا ہی دکھ اور تکلیف دینے اور رنج و مصیبت پہنچانے والی ہوتی ہے جب کہ اس کی ملمع سازی کا پول کھلتا اور دنیا پر اس کی اصل حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے

اس وقت ہمارے سامنے اسی قسم کے ایک بدقسمت انسان کی شکل پھر رہی ہے جو اپنی چالبازی سے کئی ایک لوگوں کو دھوکہ میں ڈال کر اپنا الوسیدھا کرتا رہا اور دھوکہ اور فریب دے کر رائی کا پہاڑ دکھا کے خراج تحسین وصول کر رہا تھا (خواجہ کی طرف اشارہ ہے) خدا تعالی نے اسے بہت مہلت دی۔ اسکے افعال سے چشم پوشی فرمائی اور اسے اپنی اصلاح کا موقعہ دیئے رکھا۔ لیکن افسوس اور ہزار افسوس کہ اس نے کچھ فائدہ نہ اٹھایا بلکہ دن بدن اپنے عجب اور ریاکاری میں بڑھتا گیا اور اپنی دھوکہ دہی اور ملمع سازی کو اور زیادہ چمکاتا گیا حتی کہ وہ وقت آ گیا کہ دنیا اس کی اصلیت سے واقف ہو جائے۔

ووکنگ مشن کے بانی خواجہ کمال الدین کے حالات اور واقعات کی نسبت ہمارے ناظرین کرام کافی واقفیت رکھتے ہیں اس لئے اس وقت انکے بیان کی ضرورت نہیں البتہ ایک واقعہ کی یاد دلانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ہمارے احباب کو وہ وقت خوب یاد ہوگا جب کہ خواجہ صاحب نے عزم ولایت کرتے ہوئے رخت سفر باندھے تھے اور ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہوئے ولایت روانہ ہو گئے تھے ہم اس بات کو آج سے چند ماہ پہلے بھی ظاہر کر چکے ہیں لیکن اب پھر اس سے بھی زیادہ زور کے ساتھ ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ حقیقت شناس اور دوربین نگاہیں اس وقت ہی معلوم کر چکی تھیں کہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی کیونکہ جب اس کی بنیاد ہی دھوکہ اور فریب سے خمیر شدہ زمین پر رکھی گئی ہے تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ یہ جڑھ پکڑ کر بڑھ

سکے۔

لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ایک ملمع شدہ چیز اپنی ابتدائی چمک دمک میں اصل سے بھی بڑھ کر نظر آتی ہے گو تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کی اصل حقیقت رونما ہو جاتی ہے۔اسی طرح خواجہ صاحب کی ملمع سازی اور علاوہ ازیں ان کی چرب زبانی سونے پر سوہاگہ ثابت ہوئی اور کچھ عرصہ کیلئے اصلیت پر پردہ پڑ گیا۔ یہ خواجہ صاحب کی خوش قسمتی سمجھئے یا بدقسمتی کیونکہ اب تو وہ بھی بدقسمتی ہی کہیں گے۔ ایک ایسا شخص کے کے نام کے ساتھ لارڈ کا دم چھلا لگا ہوا تھا ان کے ہاتھ آ گیا ان کا ہاتھ آنا تھا کہ خواجہ صاحب نے زمین و آسمان سر پر اوٹھالیا اور گلا پھلا پھلا کر لگے چیخنے اور شور مچانے کہ میں کامیاب ہو گیا مجھے مراد حاصل ہوگئی یہ ہو گیا وہ ہو گیا چونکہ یہ سب چیخ وپکار ساتوں سمندر پار سے ساکنان ہند کے کانوں تک پہنچ رہی تھی اوران کے پاس کوئی اور ذریعہ اس کی تصدیق کرنے کا نہ تھا اس لئے حسن ظنی سے کام لے کر سمجھ لیا گیا کہ واقعہ میں کوئی لارڈ حقیقی طور پر مسلمان ہو گا اگر چہ تھوڑے ہی عرصہ بعد انگریزی اخبارات نے اس لارڈ کے اسلام لانے کی حقیقت بتادی تھی

اس موقعہ کو خواجہ صاحب نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے نہایت مناسب اور موزوں سمجھ کر ایسے ایسے راگ الاپنے شروع کئے کہ گویا بہت ہی بڑی کامیابی حاصل ہوگئی ہے اور اس قدر خوشی کا اظہار کیا گیا گویا اب تمام یورپ مسلمان ہو جائے گا۔لیکن یہ صرف الفاظ اور خالی الفاظ تھے جن میں حقیقت اور اصلیت کا نام ونشان بھی نہ تھا دراصل کاہ تھا جسکو خواجہ صاحب کوہ بنا کر دکھا رہے تھے اور درحقیقت رائی کا دانہ تھا جس کا پہاڑ بنا رہے تھے۔

ہمیں ابھی تک خواجہ صاحب کا وہ فارسی قصیدہ خوب یاد ہے جو انہوں

نے، ترانہ حمد بجناب احدیث مآب بر اسلام رایٹ آنرایبل لارڈ ہیڈ لے بالقابہ، کے عنوان سے لکھ کر بھیجا تھا اور جس کے چند ایک شعر یہ ہیں

من کہ سر گرداں پئے مرغاں شدم
تو عطا کردی مرا یک شہباز
لارڈ پیدا شد پئے نصرت مرا
گرچہ چوں بے چارگی زہرم گداز
آں خجستہ تا چہل در غور و خوض
آخرش کردی باو افشاء راز

ان اشعار سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خواجہ صاحب لارڈ موصوف کو کیا سمجھتے یا دوسروں کو کیا سمجھانا چاہتے تھے پھر اسی لارڈ کو صبح کا ستارہ قرار دے کر کہا گیا کہ، اس کی طرف حضرت نبی کریم محمد رسول اللہﷺ کی وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جس میں حضور نے فرمایا ہے کہ آخری ایام میں آفتاب مغرب سے نکلے گا۔، سو ان قدوسی الفاظ کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے آفتاب اسلام عنقریب مغرب سے طلوع کرنے کو ہے بعض دھندلی روشنیاں ارہاص کا کام کر چکی ہیں اور طلوع آفتاب سے پہلے جس صبح کے ستارے کا نکلنا ضروری تھا اللہ تعالی کا کس قدر فضل ہے کہ وہ ستارہء صبح اسی ماہ مبارک میں دکھائی دیا وہ ستارہ کون ہے۔ وہ ستارہ صبح ہمارا معزز و مقتدر بھائی آنرایبل لارڈ ہیڈ لے، ہے۔

پھر دنیا کو بتایا گیا کہ لارڈ صاحب کسی فوری جوش اور ولولے سے اسلام قبول نہیں کر رہے ہے بلکہ برابر چالیس سال کی لگاتار تحقیق و تدقیق کے بعد اونہوں نے اسلام کے قبول کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پھر خواجہ صاحب تو یہاں تک لکھ دیا کہ:

خیال کرو گذشتہ پچاس سال میں خود ہندوستان میں کہاں اس شان کا انسان مسلمان ہوا یا کس مذہب میں کوئی ایسا انسان داخل ہوا یہ کوئی بڑی عظیم الشان نصرت کا فتح باب ہے۔،

یہ اور اسی قسم کی اور بے شمار تحریریں خواجہ صاحب کی موجود ہیں جن میں لارڈ موصوف کی بے حد تعریف وتوصیف کی گئی اس کے مسلمان ہونے کو اسلام کی صداقت کے لئے ایک دلیل ٹھہرایا گیا اس کے اسلام لانے کو عظیم الشان فتح قرار دیا گیا اس کے اسلام کو پیش کر کے دوسرے مسلمانوں کو اپنی اصلاح کرنے کے لئے غیرت دلائی گئی۔ اس کے اسلام کا عاشق اور شیدا ہونے کو مشہور کیا گیا لیکن آہ! مدتوں کے صبر اور تحمل کو خیر باد کہہ کر بصد رنج وافسوس کہنا پڑتا ہے

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

کیونکہ آج خواجہ صاحب کا یہ شہباز اسلام کے لئے ننگ وعار کا موجب ہو رہا ہے اور یہ صبح کا ستارہ ظلمت نمائی کر رہا ہے یہ اسلام کی صداقت کی دلیل نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے اس کے وجود سے اسلام کا نفع نہیں بلکہ نقصان فائدہ نہیں بلکہ زیان ہو رہا ہے کس طرح یہ بھی سن لیجئے

حال ہی میں لارڈ ہیڈ لے کے برخلاف ایک مقدمہ دائر ہوا جس کی نسبت ہندوستان کے انگریزی اور اخبارات نے ولایت کے اخبارات سے یہ حالات بہم پہنچائے ہیں کہ انہوں نے شراب پی۔ وغیرہ۔

(الفضل قادیان ۲۰ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۳)

(الفضل کا مضمون آگے بھی چل رہا ہے جو مولانا ثناء اللہ نے نقل نہیں کیا۔ تاہم میں الفضل کے متعلقہ شمارے سے باقی ماندہ کو نقل کئے دیتا ہوں۔ بہاء

۳۱۔ اکتوبر کو لارڈ ہیڈ لے واٹرلوسٹیشن کے باہر سیر وتفریح میں مصروف تھے کہ مے نوشی اور بدامنی کے جرم کی جواب دہی کے لئے ان کو پولیس کورٹ لندن میں حاضر ہونا پڑا۔لیکن مقدمہ کی سماعت کے روز یکم نومبر کو وہ عدالت میں حاضر نہ ہوئے۔ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ اس روز کیوں نہیں عدالت میں آئے اور کیوں ان کی ضمانت ضبط نہ کی جائے۔،

ایک سپاہی نے بیان کیا کہ جب ان کو واٹرلواسٹیشن سے باہر نکال دیا گیا تو انہوں نے سڑک پر جا کر ایک عورت کے گلے میں اپنے ہاتھ ڈال دیئے۔بہت سے لوگ اس جگہ جمع ہو گئے۔جس وقت سپاہی نے ان کو گرفتار کیا تو ان کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی وہ لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ان کا طرز عمل ثابت کرتا تھا کہ وہ کوئی شریف آدمی نہیں۔

پولیس سارجنٹ نے کہا کہ لارڈ ہیڈ لے کے طریق اور انداز گفتگو پر شراب کا اثر نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔انسپکٹر پین نے بیان کیا کہ جب انہوں نے لارڈ موصوف کو اپنے چارج میں لیا ہے تو انہوں نے راستے میں دومرتبہ گرنے اور گردن ہاتھ ڈال کر کاٹنے کی کوشش کی۔لیکن میں نے اس کو برا نہیں مانا اور خیال کیا کہ محض تفریح کے طور پر وہ ایسا کر رہے ہیں۔

جب لارڈ ہیڈ لے بیان دینے کے لئے کمرہ عدالت میں داخل ہوئے تو انہوں نے حلف لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں سلطنت کا رئیس ہوں، یہی حلف میرے لئے کافی ہے۔میں ایک مدت تک سول انجینئر کے طور پر کام کرتا رہا ہوں۔خدا کا شکر ہے کہ میں کوئی سرکاری عہدے پر نہیں ہوں۔۳۰۔اکتوبر کی شب کو میں بعض پیچیدہ معاملات پر غور کرتا رہا اور جب ۳۱ کی شب کو میں اسٹیشن میں داخل ہوا تو نیند کا بے حد غلبہ تھا۔مجھے یاد ہے کہ میں نے ۳۱۔اکتوبر کو محض اسٹاوٹ (ایک ہلکی کی شراب) کی صرف دو بوتلیں اور ایک قہوہ کی پیالی پی تھی۔

وکیل نے سوال کیا کیا تم نے کسی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالے تھے؟

لارڈ ہیڈ لے: ہرگز نہیں۔اگر ایسا ہوتا تو میں کسی نوجوان عورت کا بوسہ لینے کی کوشش کرتا جیسا کہ میں بارہا کر چکا ہوں نہ کہ اس بوڑھی عورت کا بوسہ لیتا۔یہ تو بالکل تمسخر انگیز ہے۔

مجسٹریٹ نے لارڈ موصوف پر ۱۰ شلنگ جرمانہ کیا لیکن انہوں نے اپیل کا ارادہ کیا ہے۔،

یہ ہے اس لارڈ کا اسلام جس کو خواجہ (کمال الدین لاہوری) صاحب نے آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ غالباً اب تو خواجہ صاحب بھی کہتے ہوں گے کہ کاش یہ شخص میرے ذریعہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہ کرتا اور اگر کرتا تو پھر اس قدر اس کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے نہ ملاتا۔ لیکن یہ کہنا اب کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اور دنیا نے جو رائے قائم کرنی تھی کر لی ہے۔

خدا تعالیٰ بھی کتنا غیور ہے چند ہی روز کا ذکر ہے کہ خواجہ صاحب نے ایک مضمون لکھ کر بھیجا تھا جو غیر مبائعین کے سالانہ جلسہ پر دسمبر کے آخری ایام میں پڑھا گیا ہے۔ اس میں جہاں ہمارے متعلق اور بہت سی بکواس کی گئی ہے وہاں ولایت میں ہماری طرز تبلیغ اور ہمارے مبلغین کے متعلق لکھا ہے کہ:

عنقریب قادیان والوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ جو طریق انہوں نے لندن میں اختیار کر رکھا ہے وہ ان کو ذلیل کر کے رہے گا۔

لارڈ ہیڈلے کے واقعہ کی تاریخ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کے یہ الفاظ لکھنے اور ہیڈلے ماخوذ ہو کر جرمانہ کی سزا پانے کے ایک ہی ایام ہیں۔ یعنی ادھر خواجہ ہمارے ذلیل ہونے کے خواب دیکھ رہا تھا اور ادھر خدا تعالیٰ اس کے ذلیل کرنے کے سامان بھی مہیا کر چکا تھا۔ کیا خواجہ صاحب کو اب بھی یقین نہیں آئے گا کہ اس کا طرز تبلیغ اس کو ذلیل کرنے والا ہے یا ہمارا۔ اگر خواجہ صاحب ہیڈلے کو احمدیت کی تبلیغ کرتے اور اسے احمدی بناتے تو کبھی یہ ذلیل کرنے والا دکھ ان کو نہ پہنچتا لیکن جب وہ خود ہی احمدیت سے دور ہو چکے تھے تو اور کیا کسی کو کیا سکھلاتے۔

اس پر اگر مسلمانان ہند غور وفکر سے کام لیں تو ان کے لئے یہ واقعہ ناصح مشفق کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس سے وہ معلوم کر سکتے ہیں کہ جب خواجہ صاحب کا کیا ہوا مسلمان اتنا بڑا مشہور ومعروف انسان جس کے مسلمان ہونے پر اس کی شان میں خواجہ صاحب نے قصیدہ پڑھا اس کو شاہباز قرار دیا اس کی نصرت اور مدد پر خاص بھروسہ رکھا، خود اس کا عاشق اور اس کو

اپنا عاشق بتایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس نے چالیس سال اسلام کی تحقیق میں صرف کئے جب اس کی یہ حالت ہے اور اس کا اسلام پر یہ عمل درآمد ہے، تو دوسرے بیچارے کس شمار و قطار میں ہوں گے جن میں ان باتوں میں سے کوئی ایک بھی پائی نہیں جاتی۔

اگر اب بھی مسلمان ہوشیار نہ ہوں اور اپنے اموال تبلیغ ولایت کے نام سے خواجہ صاحب کو بھیجتے رہیں تو اس سے بڑھ کر ان کی ناعاقبت اندیشی کا اور کوئی ثبوت نہیں ہوگا۔

(الفضل قادیان ۲۰ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عبارت مذکورہ بالا میں خواجہ کمال الدین کے اسلامی مشن اور ان کی ان تھک کوششوں کو کس حقارت سے ذلیل کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے حالانکہ واقعہ بالکل معمولی ہے۔ اگر خدا سے ڈر کر اس واقعہ کو دیکھا جائے تو قطع نظر یورپین تمدن کے اسلامی تاریخ میں بھی اس کا جواب ملتا ہے۔ کیا زمانہ رسالت اور خلافت میں کسی مسلمان کو شراب خوری پر سزا تازیانہ نہیں ملی تھی۔ الفضل اگر انکار کرے گا تو ہم ایسے لوگوں کے نام بتلا دیں گے۔ پھر کیا ایسا ہونے سے اول معلم اسلام علیہ السلام پر بھی کوئی حرف آیا، کہ بے چارے خواجہ کمال الدین پر لاتے ہو۔

کون نہیں جانتا کہ بوجہ مرزائی ہونے کے ہمارا خواجہ کمال الدین صاحب سے سخت اختلاف ہے جس میں انسان عادۃً موقع بدزبانی کا پا سکتا ہے لیکن قربان جائیے قرآن مجید کے جس نے فطرت انسانی کو ملحوظ رکھ کر انسان کے منہ میں لگام دینے کو فرمایا

لا یجرمنّکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا۔ اعدلوا ھو اقرب للتّقوی ۔ کسی قوم یا شخص کے رنج سے بے انصافی پر آمادہ نہ ہوا کرو ہمیشہ انصاف کیا کرو انصاف تقوی کے قریب تر ہے

کیا یہی وہ تقوی ہے کہ خواجہ کمال الدین کی پارٹی کے رنج سے اون کی ساری

کارروائی پر پانی پھیرا جائے حالانکہ ابھی کل کا واقعہ ہے کہ اسی لارڈ ہیڈ لے کے اظہار اسلام پر خاص قادیان سے ایک بڑا اشتہار ۱۷ نومبر ۱۹۱۳ء کو نکلا تھا جسکا عنوان تھا:

حضرت مسیح موعود مہدی مسعود کا ایک تازہ نشان:

اس کے نیچے لکھا تھا:

حضرت مسیح موعود مہدی مسعود نے ایک کشف دیکھا تھا جو آج اس طرح پورا ہوا کہ علاوہ اور انگریزوں کے ایک عالی نسب لارڈ جو ہاؤس آف لارڈز پارلیمنٹ کا ممبر ہے اور جسکا نام لارڈ ہیڈ لے ہے حضرت مسیح موعود کے غلام خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاتھ علی الاعلان اسلام قبول کرتا ہے۔ یہ نشان حضرت مسیح موعود کے اس کشف کے مطابق ہوتا ہے جو ۱۸۹۱ء میں حضور نے شائع کیا تھا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۴ طبع ثانی جلد دوم)

ناظرین! غور فرماویں ایک ہی شخص لارڈ ہیڈ لے ہے جس کے اسلام لانے پر بھی قادیان میں شادیانے ہوئے اور اس کی شراب خوری پر بھی خوشیاں منائی گئیں اسی طرح خواجہ کمال الدین ہے کہ اوس کی اچھی کارروائی کو بھی اپنے لئے فخر اور اپنے مذہب کی صداقت بتلایا گیا وہی کمال الدین ہے کہ اوس کی طرف ایک بدنامی منسوب کر کے بھی خوشی منائی جاتی ہے۔

لاہوری پارٹی سے سوال: لاہوری ممبرو! انصاف سے کہنا۔ اودھر تو تمہارے مسیح اور مہدی کے صحبت یافتہ اور ادھر ہم اوس کی صحبت سے بے نصیب، مگر دونوں میں سے کس کا برتاؤ انصاف اور قرآن سے ملتا ہے اگر اون کا ہے تو ہمارا سوال نہیں۔ اگر ہمارا ہے تو ہمیشہ سے ہے، تو تمہارے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے آکر دنیا میں کیا کیا۔ یہی چند آدمیوں کی جماعت تیار کی جن کی حالت بقول تمہارے خود اصلاح طلب ہے۔ تو ایسے مسیح اور ایسے مہدی سے دنیا کو کیا فائدہ ہوا اور کیا ہوگا۔ اس شعر کا مصداق ہے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۴۔ نمبر ۱۷۔ مورخہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۱۔۵)

قادیان میں علم منطق کا جدید مدرسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۲۳ر فروری ایک مضمون نکلا تھا۔ جس میں قادیاں میں مدرسہ علم نحو کا ذکر تھا۔ کہ وہاں آج کل ایسے علماء موجود ہیں۔ جو ائمہ نحو کو بھی سبق پڑھا سکتے ہیں۔ آج ہم وہاں کے مدرسہ منطق کا تھوڑا سا ذکر کرتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوگا کہ قادیانی گروہ نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ علاوہ دینیات کے علوم آلیہ میں بھی ایجاد دکھائی ہے۔

آج سال سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے کہ ہم نے ایک سوال کیا تھا کہ تم لوگ جو کہتے ہو کہ مرزا صاحب قادیانی بواسطہ نبوت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ) نبی ہیں۔ اس واسطہ سے تم لوگوں کا کونسا واسطہ مردا ہے۔ واسطہ فی الثبوت یا واسطہ فی العروض اس کا جواب بہت سے تقاضاؤں کے بعد اونہوں نے ۲۷ر جنوری ۱۹۱۶ء کے اخبار فاروق میں دیا تھا کہ جس کا خلاصہ بعد سخت وسست کلامی کے یہ تھا۔ کہ

> ہم واسطہ فی الثبوت کے قائل ہیں۔ جس میں (واسطہ اور ذی واسطہ) دونوں موصوف ہوتے ہیں۔

اس کا جواب دیا گیا تھا کہ واسطہ فی الثبوت میں وصف ایک ہی ہوتا ہے جس سے دونوں اولاً وثانیاً موصوف ہوتے ہیں۔ پس اگر واسطہ فی الثبوت سے مرزا صاحب قادیانی نبی ہیں، تو نبوت محمدیہ کے جملہ اوصافِ نبوت مرزا میں آنے چاہئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نبوت محمدیہ خاتم النبوت ہے۔ تو نبوت مرزا قادیانی میں بھی یہ وصف ہونا چاہئے۔ اس معقول سوال کا جواب قادیانی علماء نے دیر کے بعد بڑی جدوجہد سے دیا جو اہل علم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل ہے لکھتے ہیں:

''اس کا دوحرفہ جواب یہ ہے کہ جناب والا! یہ آپ کی سراسر جہالت اور نادانی ہے یہ بات آپ کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔ کہ واسطہ فی الثبوت میں جملہ اوصاف واسطہ کے ذوالواسطہ میں پائے جانے چاہئیں رہا یہ کہ اس میں حرکت ایک ہی ہوتی ہے۔ اگر آپ کو منطقی ہونے کا دعویٰ ہے۔ تو آیئے اور مرد میدان بنئے اور کسی کتاب کا حوالہ دیجئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ طالبعلمی میں جو ایک مثال ہاتھ اور چابی کی حرکت کی سنی ہوئی تھی۔ وہی آپکو یاد ہے۔ اور اسی ایک مثال سے آپ کو ٹھوکر لگی ہے۔ اگر آپ ذرا بھی سوچتے۔ تو ایسی ناقابل عفو غلطی نہ کرتے۔ ذرا بتایئے تو سہی کہ جب آگ سے پانی کو تھوڑا یا بہت گرم کیا جائے تو عروض حرارت میں پانی کے لئے آگ واسطہ فی الثبوت ہوگی یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں آگ پانی کے لئے واسطہ فی الثبوت ہی ہوگی۔ حالانکہ پانی کو خواہ کتنا ہی تیز گرم کیوں نہ کیا جائے اس میں آگ کی جملہ اوصاف ہرگز پیدا نہیں ہوتے اور نہ ہی ان دونوں کی حرارت ایک ہوتی ہے کیوں کہ آگ میں تو پانی کے گرم ہونے سے پہلے ہی حرارت موجود ہوتی ہے اور جب پانی کو آگ پر سے اتار لیا جائے تو بعد میں بھی پانی بہت دیر تک گرم رہ سکتا ہے اور رہتا ہے۔ غرض واسطہ فی الثبوت کے لئے ہرگز ضروری نہیں کہ واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں میں ایک ہی وقت میں عروض عارض ہو۔ اور برابر وقت تک ان میں متحقق رہے۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ واسطہ کے جملہ اوصاف ذوالواسطہ میں پائے جائیں۔''

(الفضل قادیان ۷/۱۰ فروری، ۱۹۱۷ء ص: ۱۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین! غور فرماویں کہ ایک معقول مضمون کے لئے بھی یہ لوگ اپنی سخت گوئی کی عادت نہیں چھوڑتے۔ سچ ہے۔ العادة طبيعة ثانية سنئے! میں آپ کو علماء منطق کا حوالہ سناتا ہوں:

يكون (فی صورة الواسطة فی الثبوت) ثبوت الصفة للواسطة و ذيهابها كليهما الا ان اتصاف الواسطة بها اولاً واتصاف

ذیھابھا ثانیاً۔ (حاشیہ مولانا عبدالحلیم برملاحسن)
یعنی واسطہ فی الثبوت میں واسطہ اولاً موصوف ہوتا ہے اور ذی واسطہ ثانیاً۔

اس کی مثال تمام اہل منطق یہی دیا کرتے ہیں جو ہم نے دی ہے۔ یعنی ہاتھ کی حرکت سے چابی کی حرکت۔ اس مثال پر معترض نے ہنسی تو اڑائی مگر غلطی نہیں بتلائی۔ بھلا اگر حرکت ایک نہ ہوتی تو اولاً وثانیاً کیوں کہا جاتا۔ ٹھیک ہے کہ ہاتھ کی حرکت سے چابی کو حرکت پیدا ہوتی ہے مگر اولاً ہاتھ متحرک ہے تو ثانیاً چابی۔ ہم نے جو کہا تھا کہ حرکت ایک ہوتی ہے۔ اس سے بھی یہی مراد تھی کہ جس قسم کی حرکت ہاتھ میں ہوگی وہی چابی میں ہوگی۔ واحد بالنوع۔

اہل علم کے لئے ایسے لطیفہ کی ضرورت تھی جو بوقت درس وتدریس بطور مثال طلباء کی ضیافت طبع کے لئے استعمال کیا کریں سو وہ قادیانی علماء کی ادنی توجہ سے مل گیا۔ قادیانی علماء منطق آگ کو گرم پانی کے لئے واسطہ بتلاتے ہیں۔ حالانکہ آگ پانی کو گرم کرنے کی فاعل ہے واسطہ نہیں۔ فاعل اور واسطہ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ جو چیز فعل کرنے میں خود بخود مؤثر ہو وہ فاعل ہے۔ اور جو خود بخود مؤثر نہ ہو بلکہ کسی اور کی وجہ سے ہو۔ وہ واسطہ ہے۔ آگ اپنا کام کرنے میں خود بخود مؤثر ہے۔ اس لئے فاعل ہے۔ ہاتھ چابی کو ملانے میں خود بخود مؤثر نہیں۔ تاوقتیکہ کوئی تیسری چیز اوسکو حرکت نہ دے۔ پھر اوس سے چابی میں حرکت پیدا ہو۔

یہ تو آپ مانتے ہیں کہ ہاتھ اور چابی کی حرکت واسطہ فی الثبوت کی مثال ہے۔ تو کیا اس میں یہ ممکن ہے کہ ہاتھ کی حرکت تیز ہو اور چابی کی نرم یا برعکس۔ ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ واسطہ فی الثبوت کی کوئی ایک مثال ایسی دیں۔ جس میں دونوں ایک ہی صفت سے موصوف نہوں۔

پس آپ اصل سوال سنئے!

"نبوت مرزا اگر بواسطہ نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ ہے۔ تو جملہ اوصاف نبوت محمدیہ کے اوس میں ہونے چاہئیں۔ جن میں ایک وصف خاتم النبین ہے۔ نیز صاحب شریعت مستقلہ ہونا بھی اوس میں داخل ہے۔"

مرزائی دوستو!

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۱۷ء ص: ۵-۶)

پھر بہار آئی

خدا کی بات پھر پوری ہوئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جس طرح باپ کا اثر بیٹے کے جسم پر کم وبیش ہوتا ہے اسی طرح روحانی پیشوا کا روحانی اثر پیروؤں پر کم وبیش ہوتا ہے۔ آج ہمارے سامنے قادیانی پارٹی کی دو بلکہ تین چار پارٹیاں ہیں۔ گو ان میں اختلاف یہاں تک ہے کہ ایک کو دوسرے کے نزدیک اس مذہب سے خارج کرنے کیلئے وہ اختلاف کافی ہے، تاہم بعض امور میں لوگ باوجود اختلاف کے باہمی متفق العمل ہیں۔ وہ کیا ہے؟۔ مرزا صاحب کی روش

مرزا صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ تصنیف میں حوالہ بہت کم دیتے تھے، جو دیتے تھے ان میں سے بہت سے غلط ہوتے۔ اخبار اہل حدیث امرتسر اپنے روز پیدائش سے ان کی اس روش کا شاکی رہا۔ اون کی اصلاح تو کیا ہوتی انکے مریدوں میں بھی یہ عادت اثر کرگئی۔

آج ہم جس مضمون کا جواب دینے کو ہیں اس کی بابت بھی ہمیں یہی شکایت ہے۔ یہ مضمون لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح میں بعنوان:

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی،

سے چھپا ہے۔

اڈیٹر پیغام صلح لاہور نے اس مضمون میں یہ بتلایا ہے کہ موجودہ جنگ یورپ (جنگ عظیم اول) کی خبر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بہت عرصہ ہوا پہلے دے گئے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کو کیا، مرزا صاحب کے الہام کنندہ کو بھی اس جنگ کی خبر نہ ہوگی۔ پھر لطف یہ ہے کہ جو الہام پیغام صلح لاہور نے نقل کیا ہے، باتباع سنت

مرزا اس کا حوالہ نہیں دیا۔ اڈیٹر صاحب پیغام صلح لکھتے ہیں:

خدا کا مسیح اس دنیا میں آیا بھی اور چلا بھی گیا۔ لیکن اس کی صداقت کے نشان نہ صرف اس کی زندگی میں ہی پے در پے ظاہر ہوئے بلکہ وصال کے بعد بھی شائد ہی کوئی سال بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوئی لمحہ اور ساعت ان سے خالی جاتی ہو۔ بالخصوص موجودہ ہوش ربا حالات و واقعات جو دنیا کے ہر گوشہ پر اپنا اثر ڈالے ہوئے ہیں بزبان حال بتا رہے ہیں کہ اس مامور ربانی کا یہ قول کہ

خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
آسمان حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

جس قدر راستی اور صداقت پر مبنی تھا اور وہ بات جس پر اس منذر الٰہی نے اپنی صداقت کا دار و مدار رکھا تھا، آج کس طرح سے لفظ بلفظ پوری ہو رہی ہے۔ لیکن افسوس کہ دنیا پرست اور حق سے عناد اور دشمنی رکھنے والے لوگ صداقت سے علانیہ ظاہر ہو جانے پر بھی اس سے بے خبر اور سرکش ہی چلے جاتے ہیں۔ اور ذرا بھی اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس لئے الٰہی تازیانہ ایک اور رنگ اختیار کرتا ہے، اور انہیں ایک دوسری راہ سے حق کی طرف لانا چاہتا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۵ فروری ۱۹۱۷ء ص ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس اقتباس کا سارا زور ان اشعار پر ہے جن میں خون کی ندیاں بہنے کا ذکر ہے۔ اس سے آپ کو یہ نتیجہ دکھانا منظور ہے کہ یہ اشعار ہیبت ناک جنگ کے متعلق ہیں۔

بہت زمانہ سے یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک مولوی صاحب نے کسی بے نماز کو کہا میاں! تم نماز پڑھا کرو۔ اوسنے کہا خدا تو قرآن مجید میں فرماتا ہے لاتقربوا الصلوۃ (نماز کے قریب بھی نہ جاؤ) اور تم نماز پڑھنے کا حکم کرتے ہو۔ مولوی صاحب نے

حیران ہوکر فرمایا ارے بھائی! اس کے آگے و انتم سکا ری (نشہ کی حالت کا ذکر) بھی ہے۔ بے نماز نے کہا سارے قرآن پر کون عمل کرسکتا ہے۔

یہ مثال واقعی ہو یا فرضی، اڈیٹر پیغام صلح نے اسکو صحیح کر دیا۔ اس لئے ان اشعار کو اصل مقام سے ہم آگے پیچھے لاکر نقل کرتے ہیں۔ پس ناظرین بغور سنیں۔

اشعار کی داد فن شاعری کے لحاظ سے تو ہم دے نہیں سکتے گذشتہ استادوں کی یادگار جناب طالب اور سائل دہلوی کی توجہ کے قابل ہیں

اک نشان ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات وشہر اور مرغزار
آئے گا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمین ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خون کی چلیں گی جیسے آب رود بار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہوکر مست و بے خود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہوجائیں گے جیسے ہو شراب انجبار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص ۱۲۰)

ناظرین! غور فرماویں ان اشعار میں زلزلہ کا ذکر ہے یا جنگ کا؟ ہمارے منقولہ اشعار میں سے تیسرے شعر میں صاف طور پر زلزلہ کا نام ہے۔

دوم، پانچویں شعر میں اس واقعہ کے زمانہ کو اک گھڑی بتلایا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعہ ایک گھڑی میں ہونے والا ہے، جنگ کی طرح سال ہا سال کا کام نہ ہوگا، جس کو تین سال ہونے کو ہیں اور ابھی آئندہ کا علم خدا کو ہے۔

مرزائی دوستو! زمانہ شناسی تو ایک شریف فن ہے مگر ابن الوقتی کچھ اور ہے۔

ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ اڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور ہماری طرح اپنے بھاری الہام کا حوالہ دے کر مدعا ثابت کریں گے۔ ورنہ ہم سمجھیں گے کہ آپ بھی بقول حافظ شیرازی مرحوم، مرزا صاحب قادیانی کی طرح بے حوالہ کہنے کے عادی ہیں

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء نمبر ۱۹ جلد ۱۴ ص ۱۔۲)

خلیفہ قادیان کی علمیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مباحث میں اب وہ لطف نہیں رہا جو ان دو بزرگوں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور حکیم مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں تھا۔ یہ دونوں بزرگ خواہ مذہبی رنگ میں کیسے ہی تھے، لیکن خطاب کے اہل تو تھے۔ اب تو زمانہ خردگان ہے جو نہ بحیثیت علم، نہ بحیثیت حلم، صحیح مخاطب ہو سکتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے اتباع نے انہی کو زمام حکومت دے رکھی ہے، اس لئے:

با ہمیں مردمان بباید ساخت

۱۵۔ جنوری ۱۹۱۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون لکھا گیا تھا جس کا عنوان تھا: خلیفہ قادیان کی علمیت۔ اس میں ذکر یہ تھا کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے لاہوری پارٹی کے جواب میں لکھا ہے کہ تم جو ہم سے اس نفی کا ثبوت مانگتے ہو کہ احمد، آنحضرت ﷺ کا نام نہ تھا، یہ ہمارے ذمہ نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ:

دنیا میں آج تک کوئی عقل مند ایسا نہیں گذرا جس نے نفی کا بھی ثبوت رکھا ہو

اس پر لکھا گیا تھا کہ نفی بصورت علم العدم ہو، تو دلیل دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے تثلیث اور شرک کی تردید میں دلائل دیئے ہیں جن کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مباحثہ امرتسر میں بمقابلہ پادری آتھم تردید تثلیث پر قرآن مجید سے نقل کیا تھا۔

اس کے جواب کے لئے قادیانی کمپنی میں بہت دنوں تک سرگوشیاں ہوتی رہیں، آخر نتیجہ وہی ہوا جو ہم نے لکھا تھا:

ہمیں امید نہیں کہ وہ (قادیانی) شکریہ کے ساتھ ہماری اس تقریر سے مستفید ہونگے (اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ جنوری ۱۹۱۷ء)

چنانچہ قادیانی اخبار الفضل نے بہت دنوں کے بعد ۳ مارچ ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں ہمارے جواب میں ایک مضمون لکھا جس میں حسب اتباع مرزا بہت کچھ گالیاں دے کر دل کو خوب ٹھنڈا کیا۔ ان الہامیوں مسیح قادیانی کے حواریوں کی نرمی کلامی کا نمونہ دکھانے کو ایک ہی فقرہ کافی ہوگا۔ لکھتے ہیں:

مولوی (ثناء اللہ) صاحب اب بتائیے غلطی آپ کی ہے یا خلیفہ ثانی کی۔ صاف کہہ دیجئے کہ نجاست خوری کی عادت تھی وہ پوری کی ہے۔

(الفضل قادیان ۳ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۴ کالم ۱)

ناظرین! گو یہ لوگ ہم کو برا کہتے ہیں مگر ہم ان کی داد دیتے ہیں کہ یہ لوگ فنافی المرزا کی حیثیت سے ایسے درجے پر ہیں کہ گویا یہ شعر انہی کی زبان سے نکلا ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

لیجئے ہم بتلاتے ہیں کہ قریب قریب یہی الفاظ بڑے حضرت (مرزا غلام احمد) کے قلم سے نکل ہوئے ہیں۔ بڑے صاحب کسی معاملہ میں ہم اصحاب اربعہ (یعنی مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی عبدالحق غزنوی، اور خاکسار ثناء اللہ) پر خفگی کے لہجے میں درافشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں

یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۲۵)

(عبدالحق والے مباہلے کے متعلق مرزا صاحب ضمیمہ انجام آتھم میں فرماتے ہیں:

میں نے اس روز بددعا نہیں کی، کیونکہ وہ (عبدالحق) ناسمجھ اور غبی تھا۔ اور اس کی جہالت اس کو قابل رحم ٹھہراتی تھی۔ ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۳۔ حاشیہ)

ماشاء اللہ چشم بددور جھوٹ بھی کیسی بری چیز ہے کہ ساری دنیا یہاں تک کہ

وہ بھی جن کا کاروبار ہی اسی سے چلتا ہے اس کو برا جانتے ہیں۔

خیر اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ گو الفضل نے باتباع مرزا بہت غصے کا اظہار کیا ہے مگر ہمارے روحانی اثر سے وہ خالی نہیں رہا چنانچہ اصولاً وہ ہم سے متفق ہو گیا کہ نفی جب بصورت دعویٰ پیش کی جائے تو اسپر دلیل کا لانا ضروری ہے (ص ۳) یہی ہمارا مطلب تھا جو باوجود خفگی کے الفضل مان گیا۔ ہاں ایک بات عجیب کہی، ہم نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے عیسائیوں کے مباحثہ میں نفی تثلیث پر دلائل دیئے۔ اس کے جواب میں الفضل کہتا ہے مرزا صاحب قادیانی نے حسب شرائط چند سوال کئے تھے۔ دگر ہیچ

ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصل الفاظ دکھاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تقریر میں نفی پر دلائل دیئے یا نہیں۔ غور سے سنئے:

مرزا صاحب قادیانی نے بطور تمہید یہ کہا تھا کہ اہل مذاہب کو چاہیے کوئی بات اپنی طرف سے نہ کہا کریں۔ بلکہ جو بات ان کی کتاب کہے وہی کہا کریں۔ اس کے بعد قرآن مجید کی آیت نقل کی تھی:

> ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرسل و امّه صدّیقة کانا یأکلان الطعام۔ (المائدہ:۷۶)

اس آیت کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

> اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت (مسیح) کے لئے دلیل استقرائی پیش کی ہے۔ پھر بعد اس کے ایک اور دلیل پیش کرتا ہے و امه صدیقة یعنی والدہ حضرت مسیح کی راست باز تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اللہ جل شانہ کا حقیقی بیٹا فرض کر لیا جاوے تو پھر یہ امر ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی طرح ایسی والدہ کے اپنے تولد میں محتاج نہ ہوں جو باتفاق فریقین انسان تھی... پھر تیسری دلیل یہ پیش کرتا کانا یاکلان الطعام (جنگ مقدس۔ ص۱۰)

اس سارے اقتباس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تین دفعہ دلیل کا لفظ بولا ہے۔ کون دانا کہے گا کہ یہ سوال کا طریق ہے گو اس بیان کو کسی نام سے موسوم

کریں مگر حقیقت میں یہ سوال نہیں بلکہ اثبات دعوی (علم العدم) ہے۔
قادیانی ممبرو! آؤ ہم تمہیں باوجود تمہاری ناقدردانی کے ایک اور منطقی مسئلہ سنائیں۔
تصور مطلق جب تصور ساذج کی شکل میں ہوتا ہے تو مرکب ہو جاتا ہے کیونکہ مطلق تصور لا بشرط شئی ہوتا ہے اور ساذج کی صورت میں بشرط لا شئی

خلیفہ قادیان کا دعوی تصور ساذج کی صورت میں ہے یعنی اسمه احمد کے مصداق مرزا صاحب قادیانی ہیں لا غیر (اور کوئی نہیں) چونکہ یہ دعوی مرکب ہے اس لئے مولوی محمد علی کا تم سے دلیل کا مطالبہ کرنا صحیح ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۷۔۸)

امرتسر میں مرزائی فسخ نکاح کا مقدمہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مقدمہ کی خبر مرزائی اخباروں میں شائع ہو چکی ہے ہم نے آج تک اس کا ذکر کسی مصلحت سے نہیں کیا تھا پہلی پیشی چونکہ ہو چکی ہے اس لئے آج اسکو شائع کرتے ہیں۔

محلّہ کٹرہ بھنگیاں میں ایک لڑکا مرزائی ہو گیا ہے اسکی بیوی نے عدالت میں فسخ نکاح کا دعوی دائر کر دیا۔ مضمون دعوی یہ تھا کہ چونکہ میرا خاوند مرزائی ہو گیا ہے اور مرزائی بحکم فتوی علمائے اسلام کافر ہیں، لہذا میرا نکاح اس سے فسخ کیا جائے۔

مدعیہ کی طرف سے چھ علماء گواہ طلب ہوئے:

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی۔ مولوی نور احمد صاحب امرتسری۔ مولوی عبدالصمد صاحب امرتسری۔ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب امرتسری۔

پہلے دو صاحب نہ آئے۔ باقی چار صاحبوں کی شہادتیں ۱۹ مارچ کو...عدالت میں ہوئیں۔ چاروں کا بیان متفق تھا کہ مرزا صاحب قادیانی دعوی نبوت اور توہین حضرت عیسیٰؑ وغیرہ کرنے سے کافر تھے اور ان کے اتباع بھی اسی حکم میں ہیں، لہذا

نکاح فسخ ہے۔مرزا صاحب کے دعوی رسالت کے ثبوت میں مرزا جی کا رسالہ دافع البلاء صفحہ ۱۰ پیش ہوا جس میں لکھا ہے:

قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا کیونکہ کیونکہ خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے

اس کی تشریح موجودہ خلیفہ قادیانی کی تحریرات مثل انوار خلافت وغیرہ سے کی گئی جن میں وہ منکرین مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر لکھتے ہیں ۔ اسکے علاوہ مرزا صاحب کے فتاوی پیش ہوئے جن میں وہ صاف لکھتے ہیں کہ کسی غیر مرزائی کے ساتھ لڑکی کا نکاح نہ کرو، وغیرہ

خاکسار پر شہادت کے لئے بہت اصرار کیا گیا مگر کسی مصلحت سے میں انکار ہی کرتا رہا آخر مشیت ایز دی غالب آئی مگر برنگ دیگر۔

میں اخیر شہادت کے موقع پر کمرہ عدالت میں گیا۔ہجوم بہت تھا لیکن فریق ثانی کی نگاہ پڑ گئی تو انہوں نے جج صاحب سے کہا کہ ہم ان کی شہادت کرانا چاہتے ہیں۔ جج صاحب نے مجھے طلب فرمایا۔شہادت کے خرچہ کا سوال ہوا۔تو جج صاحب نے حکم دیا کہ مبلغ تین روپیہ ان کو خرچہ دیا جائے۔ چنانچہ تین روپے مل گئے ۔فریق ثانی نے اخبار اہل حدیث ۱۹۔جنوری ۱۹۱۷ء پیش کر کے مجھ سے تصدیق کرایا کہ میں نے لکھا ہے ۔ اس میں ان کا مدعا اس عبارت سے تھا جس میں اشاعت اسلام کے متعلق ایک فقرہ تھا۔

کسی نے پوچھا تھا کہ اگر عام اسلام کی اشاعت کرو گے تو اگر کوئی شخص نومسلم ہو کر مرزائی کہلا ناپسند کرے گا تو آپ اس کو مسلمان سمجھو گے ۔اسکے جواب میں لکھا گیا تھا، مسلمان سمجھنا دوطرح سے ہوتا ہے ایک نجات کے لحاظ سے دوسرا مردم کے شماری کے طور سے ۔ہم ان لوگوں کو مردم شماری کے لحاظ سے مسلمان جانیں گے ۔ اس عبارت کی مجھ سے تصدیق کرائی گئی ۔ وکیل مدعیہ نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا تو میں نے بتلایا کہ سرکاری طور پر جو مردم شماری ہوتی ہے اس میں یہ قاعدہ ہے کہ ہر آدمی اپنا جو مذہب لکھا تا ہے اسی کی ذیل میں وہ آجا تا ہے ۔ اچھوت لوگ مجموعی ٹوٹل میں ہندو ہوتے ہیں اسی طرح مرزائی لوگ مردم شماری کے مجموعی ٹوٹل میں مسلمان ہیں ۔اس سے مراد مذہبی حیثیت نہیں ہے۔

مدعیہ کی شہادت کافی جانی گئی۔فریق ثانی کوشہادت پیش کرنے کے لئے ۱۸ ۔اپریل اور بحث کے لئے ۲۰۔اپریل مقرر ہوئی۔

قادیانی تعلق میں مجھے تین کے عدد سے کیا مناسبت ہے؟ لودہانہ کے مباحثہ میں انعام ملاتو تین سو روپیہ ۔شہادت میں خرچہ ملاتو تین روپیہ۔اسی طرح گورداسپور کے مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب بنام مرزا صاحب قادیانی میں بھی گواہ گذرا،تو مستغیث کی طرف سے،مگر دو دن کا خرچہ تین روپیہ یومیہ مرزائی فریق سے ملا۔باہر نکل کر بعض مرزائیوں نے مذاقیہ اس خرچہ کا ذکر کیا،تو میں نے بھی مذاقیہ جواب دیا کہ اتنے سے کیا پیٹ بھرتا ہے جب کہ تین سو سے نہ بھرا۔ناظرین دعا کریں خدا اس اس مقدمہ میں حق کی فتح کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء)

کشمیر کے مقدمہ فسخ نکاح کا فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ریاست کشمیر میں بھی ایک مقدمہ اسی قسم کا دائر تھا لیکن صورت یہ تھی کہ خاوند قادیانی پارٹی کا مرزائی ہوگیا تھا۔علماء نے اس کے ارتداد کا فتوی دیا۔عورت نے اس کے ساتھ رہنے سے انکار کیا۔خاوند نے باز دعوی دائر کیا۔عدالت نے بہت بڑی تحقیقات کے بعد فیصلہ دیا جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ قادیانی پارٹی کا ممبر ہوکر عورت کونہیں لے سکتا اگر لاہوری پارٹی کے اعتقادات اختیار کرلے تو بازو لے سکتا ہے۔یہ عجیب فیصلہ ہے۔عدالت کو جب ثابت ہوگیا تھا مدعی قادیانی پارٹی کا ہے اور قادیانی پارٹی کے اعتقادات کفریہ موجب فسخ نکاح ہیں تو پھر اس کو التواء میں کیوں رکھا ۔اب اگر وہ لاہوری پارٹی ہی کے نہیں اہل اسلام کے صحیح عقاید کا پابند بھی ہوجائے تو کیا فائدہ اور وہ خاوند نہیں ہوسکے گا،تاوقتیکہ برضاء فریقین نکاح نہ ہو۔ہم دعوی سے کہتے ہیں جس کو ہم ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ قادیانی خلیفہ مرزا صاحب کی تعلیم سے ادھر ادھر نہیں جاتا بلکہ جو کچھ اس نے کہاہ ء وہی کہتا ہے فرق اتنا ہے کہ وہ مصلحت

بین تھا جس کی وجہ سے اس میں قدرے دورنگی آ جاتی تھی اوراس میں دورنگی نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۹)

نبی کی پہچان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس نام کا ایک چھوٹا سا ٹریکٹ ضلع کٹک سے ہمارے پاس پہنچا ہے جو کسی مرزائی کا لکھا ہوا ہے اس میں مصنف صاحب نے عجیب دھوکے دیئے ہیں یا کھائے ہیں۔ دعوی تو یہ ہے کہ اس رسالہ میں مرزا صاحب کی نبوت کی پہچان کرائی جائے گی مگر رسالہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کوئی خواب دیکھتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جتنے رسالے آج تک قادیانی مشن سے نکلے ہیں اس رسالہ کے برابر کوئی بھی کمزور اور نامعقول نہیں۔

حیرت ہوتی ہے کہ ایسے لوگ بھی میدان تصنیف میں آتے ہیں جن کو دعوی اور دلیل کی مطلق خبر نہیں۔ لکھتے ہیں مرزا صاحب قادیانی کی مان لینے میں کیا حرج ہے۔ اگر وہ جھوٹے بھی ہوں تو اون کی گردن پر وبال ہوگا ہمیں کیا۔ مسیلمہ کذاب کا گناہ اوسی کی گردن پر تھا اوس کے اتباع پر کوئی عذاب نہیں اترا تھا۔

کیا ہی مزیدار ثبوت ہے خود مرزا صاحب قادیانی کو بھی نہ سوجھا تھا۔ کیا اس دلیل کو تسلیم کر کے ہم پوچھ سکتے ہیں کہ فرعون کے جھوٹے دعوے کو ماننے والے کیوں جہنم میں جائیں گے۔ غور سے سنو

یوم تقوم السّاعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب (غافر: ٤٦)

قیامت کے روز فرعون کے اتباع سخت عذاب میں داخل کی جائے گی

مسیلمہ کو جو عذاب ہوا تھا وہی اوس کے اتباع کو ہوا تھا یعنی قتل عام، آئندہ بھی ہوگا۔

پھر لکھا ہے کہ باپ ایک بچہ کو اپنا کہتا ہے تو محض حسن ظن سے، ورنہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بچہ اوسی کا ہے۔ اسی طرح ہم بھی مرزا صاحب قادیانی کو حسن ظن سے پہچانتے ہیں کیونکہ دعوی نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وغیرہ

کس قدر دھوکہ دہی اور دھوکہ خوری ہے۔ نصوص صریحہ قرآن وحدیث ایک طرف اور ان کا حسن ظن ایک طرف۔ دونوں میں ترجیح کس کو ہوگی؟ قرآن وحدیث کو ہوگی، تو بتلایئے ایسا شخص بھی حسن ظن کے لائق ہے جس کی دونوں (قرآن اور حدیث) بلکہ واقعات بھی تکذیب کریں۔ ہرگز نہیں

افسوس ہے فاضل مصنف سیدھی راہ پر آیا ہی نہیں۔ نبی کی پہچان یہ ہے کہ جو کچھ وہ اللہ کے نام سے کہے وہ پورا ہو جائے کیونکہ نبی کی شان ہے

ما ینطق عن الھوی ۔ان ھو الا وحی یّوحی (۵۳:۳۔۴)

(نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا اوس کا قول خدا کی وحی ہے جو اوس کی طرف بھیجی جاتی ہے)

اس لئے ضروری ہے کہ مدعی نبوت جو خدا کے نام سے پیش گوئی کرے اوس کا صحیح ہونا اوس کی صداقت کی دلیل ہے اور اس کی غلطی اوس کے کذب کا ثبوت۔ اس اصول کے مطابق مرزا صاحب قادیانی کو جانچا جائے تو ایک منٹ میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عیسائیوں کے مباحثہ امرتسر میں کہا تھا کہ خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ میرا مخالف پادری آتھم اگر توبہ کر کے حق کو قبول نہ کرے گا تو پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر کر جہنم میں داخل کیا جاوے گا۔ نہ اوس نے حق کو قبول کیا اور نہ اس میعاد میں مرا۔

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہا مجھے خدا نے بتایا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں آئے گی۔، جو مرنے تک نہ آئی۔

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ کے لئے میں نے دعا کی ہے کہ مجھ سے پہلے مرے۔ خدا نے اسے قبول کرنے کا مجھے الہام کیا ہے

اجیب دعوۃ الداع۔

آخر کار وہ خود مر گئے۔ جس پر کسی ظریف نے کہا

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری اون کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش ہیں۔ ورنہ مرزا صاحب کی غلط پیش گوئیاں توکئی

ایک ہیں جن کو ہم نے اپنے مشہور اور لاجواب رسالہ الہامات مرزا میں جمع کر دیا ہے جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی کوئی پیش گوئی جس کو اونہوں نے صدق وکذب میں امتیاز کرنے والی کہا ہو، سچی نہیں ہوئی۔

اس کے جواب میں رسالہ مذکور کا مصنف کہتا ہے کیا ہوا چند پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں، ان کے مقابلہ میں سچی بھی تو بہت ہیں، پھر اون کے سبب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو سچا کیوں نہیں جانتے۔

چہ خوش! ہم تو دعوی سے کہتے ہیں کہ کوئی ایک پیش گوئی بھی جس پر مرزا صاحب قادیانی نے بدعوی الہام اپنا مدار صدق وکذب رکھا ہو، سچی ثابت نہیں ہوئی۔

علاوہ اس کے سچا ہونے کے یہ ضروری ہے اوس کی ساری باتیں سچی ہوں۔ یہ نہیں کہ دس باتوں میں سے پانچ جھوٹی ہونے سے نصف سچا اور نصف جھوٹا ہوگا۔ نہیں جھوٹ غالب آئے گا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ عدالت میں ایک تمسک پیش ہو جس میں چند الفاظ مشکوک ہوں تو عدالت کے نزدیک سارا تمسک بے اعتبار ہو جائے گا۔ دور کیوں جاتے ہو، محدثین کا قاعدہ سنو۔ ایک راوی جو ایک دفعہ جھوٹی روایت بیان کرے اوس کی ساری روایت بے اعتبار ہو جائے گی۔

اور سنئیے! خود مرزا صاحب قادیانی، حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں:

> بعض دفعہ فاسق، فاجر، زانی، ظالم، غیر متدین، چور، حرام خور، چوڑہوں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں (ص۲)

پس اس قاعدے کے مطابق مرزا صاحب قادیانی کے معمولی بات میں سچے ہونے سے (اگر ہوں) اپنے دعوی نبوت میں سچے ثابت نہ ہوئے الّا اوس صورت کو کہ جملہ امور میں سچے ہوں۔

آیئے ان ہم ایک آسان طریق سے اس پنجابی نبی کی پہچان کرائیں جو ایک دانا اور عاقبت اندیش کے لئے کافی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں:

> چوتھا نشان ایک سواری کا نکلنا ہے جو مسیح موعود کے ظہور کی خاص نشانی ہے

جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے

و اذا العشار عطّلت (۸۱:۴)

آخری زمانہ وہ ہوگا جب اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی

اور ایسا ہی حدیث مسلم میں ہے

و لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا۔

یعنی اس زمانہ میں اونٹنیاں بے کار ہو جائیں اور کوئی ان پر سفر نہیں کرے گا۔ ایام حج میں مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف اونٹنیوں پر سفر ہوتا ہے اب وہ دن بہت قریب ہے کہ اس سفر کے لئے ریل تیار ہو جائے گی تب اس سفر پر یہ صادق آئے گا کہ لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا مرزا غلام احمد اپنی صداقت کی دلیل بتا رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا جاری ہوگئی۔ بس یہی ایک سوال ہے جسکے جواب پر ہمارا فیصلہ ہے کہ جب جاری ہوگی آپ اوسی ٹرین میں بیٹھ کر آئیں گے تو ہم بھی آپ کو مان جائیں گے۔ سردست تو بے رنگ واپس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔ اپریل ۱۹۱۷ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۲ جلد ۱۴۔ ص ۴، ۵)

میرٹھ کے مرزائیوں کا جلسہ اور مباحثہ سے فرار

جناب عبدالحفیظ خان ممبر انجمن اہل حدیث میرٹھ لکھتے ہیں:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

ایک عرصہ ہوا میرٹھ کے مرزائیوں نے ایک اشتہار موسومہ،

راستی موجب رضائے خدا ست

دیا جس میں اعلان کیا تھا کہ جو شخص یہ بات (جس کا ذکر اون کے اشتہار مذکورہ بالا اور ہمارے جواب اول میں درج ہے) ثابت کرے گا مبلغ تیس ہزار روپیہ بطور انعام دیں گے اور جس

طرح چاہیں اطمینان کر لیں۔

ہم نے اون کا چیلنج منظور کیا اور ان کے اشتہار کی شرائط کے بموجب مباحثہ کو طیار ہوئے۔

لیکن افسوس کہ انہوں نے بحث سے پہلو تہی کی اور بعد میں چند نئی شرائط جن کا اون کے پہلے اشتہار میں کوئی ذکر نہ تھا پیش کیں۔

اس کے تھوڑے دن بعد انجمن اہل حدیث کا چوتھا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں مرزائیوں کو سوال وجواب کے لئے وقت دیا گیا۔ لیکن افسوس اس موقع پر حسب عادت حیلہ وحوالہ پیش کر دیا اور کہا کہ جو وقت دیا گیا ہے بہت کم ہے۔

اس پر سکرٹری انجمن ہذا نے توسیع وقت کا وعدہ فرمایا مگر پھر مرزائیوں نے مولانا ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کے کہا آپ اہل حدیث اور احناف کے مسلمہ چوٹی کے عالم ہیں اور ہمارے ہاں اس وقت کوئی عالم ایسا قابل نہیں جو آپ سے بحث کرنے کا اہل ہو۔ مگر ہاں انشاء اللہ العزیز ہم اپنے جلسے میں آپ کو تین گھنٹے وقت دیں گے اور ۱۵ دن قبل بحث کرنے کے اطلاع دیں گے۔

اس پر امام المناظرین جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو یقین نہیں کہ آپ اس وعدہ کو پورا کریں گے۔

خیر ہم منتظر تھے کب وہ دن آئے کہ مرزائی جماعت اپنے عالموں کو بلائے اور ہم کو موعودہ تین گھنٹے وقت دے کہ اونہوں نے اپنا جلسہ میرٹھ میں بتاریخ ۹۔۱۰،۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء کو قرار دیا۔

ناظرین یاد رہے کہ یہ وہ تواریخ ہیں جن کا اعلان بہت پہلے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سالانہ جلسہ کا کلکتہ میں منعقد ہونے کا کیا گیا۔ مرزائیوں نے سوچ کر کہ اہل حدیث علماء کلکتہ چلے جاویں گے ان تاریخوں میں جلسہ کا اعلان کر دیا۔

انجمن اہل، حدیث میرٹھ کی طرف سے ایک رجسٹری نوٹس مرزائیوں کو بابت التوائے جلسہ اور بموجب اون کے وعدہ کے بحث کرنے کے لئے دیا گیا مگر صدائے بر نخواست اور کوئی فیصلہ کن جواب نہ دیا۔

ان کے اشتہار دیکھ کر کہ تمام تحقیق مذاہب مختلفہ ضرور شریک جلسہ ہوں ہم

بھی ان کے جلسہ میں گئے مگر وہاں کچھ اور ہی رنگ تھا اور پھر بے ساختہ زبان سے یہ شعر نکلا

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانہ کی طرح رنگ بدلنے والے

اونہوں نے اپنے وعدہ کے مطابق ۳ گھنٹے نہیں دیئے۔ جب حافظ اکبر خان صاحب میرٹھی نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ اگر ہمارے مقرر کی تقریر میں کوئی غلطی ہو تو ۵ منٹ میں اس کی تردید کر سکتے ہیں۔ اس پر حافظ اکبر خان صاحب نے حاضرین جلسہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم پر ہی فیصلہ رہا۔ کیا تین گھنٹے کی تقریر کی ۵ منٹ میں تردید ہو سکتی ہے۔ تو سب نے بالاتفاق بآواز بلند کہا کہ ۵ منٹ وقت بالکل ناکافی ہے اور وعدہ کے مطابق ۳ گھنٹے وقت نہ دینا اون کے کمزور ہونے کی علامت ہے (میں جب مرزا صاحب کی دعوت پر قادیان گیا تھا تو مجھے بھی کہا گیا تا کہ ہم تین گھنٹہ تقریر کریں گے تم نے دو یا تین سطریں لکھ کر دینا ہوگا ،اس لئے مرزائی اپنے نبی کی سنت کے پابند ہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث)

خیر مجبوراً یہ فرض سمجھ کر کہ ان کی تقریر میں جو خلاف بیانی ہے اچھی طرح قلعی کھولنی چاہیے تاکہ پبلک ان کے دھوکہ میں نہ آئے ہم نے پانچ منٹ ہی منظور کر لئے۔

مرزائیوں کے مقرروں نے اس موقعہ پر جس قدر جھوٹ اور خلاف بیانی سے کام لیا، احاطہ بیان سے باہر ہے مگر ناظرین کی دل چسپی کے لئے یہاں لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱۔ منشی ذوالفقار علی خان نے کہا کہ مغل بادشاہوں نے ہمیشہ ظلم اور ناانصافی سے کام لیا مگر ہماری سرکار بڑی انصاف پسند اور مہربان ہے، اور سوائے ہم لوگوں کے مسلمانوں کا کوئی فرقہ سرکار کا خیر خواہ نہیں۔

۲۔ چوہدری فتح محمد خان فرماتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب قادیانی کی تمام دعائیں قبول ہوئیں۔ دشمنوں پر غالب رہے اور... عزت رہی۔

۳۔ مولوی سرور شاہ صاحب گوہر فشاں ہوئے کہ جس طرح قرآن شریف کے الہامی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اس کی ایک سورہ یعنی انا اعطیناک الکوثر کے مقابلہ میں کوئی نہ لکھ سکا ،اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ

اونھوں نے ایک لا ثانی اور بے نظیر قصیدہ اعجازیہ لکھا جسکے مقابلہ کا کوئی نہ لکھ سکا اور نہ کسی کو جرأت ہوئی۔

ان تینوں مقرروں کی تقریر کے سچ یا جھوٹ ہونے کا پتہ ناظرین کو مفصلہ ذیل عبارت کا مطالعہ کرنے چلے گا اور یہی میں نے ان کے جلسہ میں تقریر کی۔

۱۔ مرزا غلام احمد صاحب نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کیلیئے دعا کی تھی اور خدا سے آخری فیصلہ چاہا تھا کہ ہم میں جو جھوٹا ہو وہ پہلے مر جائے۔ جو کچھ اس کا نتیجہ ہوا سب پر اظہر من الشمس ہے۔ اس پر منشی قاسم علی نے مولانا ابوالوفاء سے لودیانہ میں بحث کی مگر ان کو اپنی مغروری اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بہ فیصلہ سردار بچن سنگھ صاحب پلیڈر تین سو روپیہ بطور تاوان مولانا صاحب کی نذر کرنے پڑے۔

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقابلہ میں بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعا غلط ہوئی۔

علی ہذا القیاس آسمانی منکوحہ محمدی بیگم اور مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی پادری کے مقابلے میں یہی ہوا۔ ملاحظہ ہوالہامات مرزا

۲۔ واقعی اعجازی قصیدے سے مرزا غلام احمد صاحب کی علمی کمزوری اور عجز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں اتنی صرفی نحوی عروضی وغیرہ غلطیاں ہیں جو ایک معمولی استعداد والا بھی کبھی نہیں کرسکتا، اور علاوہ اس کے قرآن شریف کی سورت کے مطابق لکھنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قصیدے کے جواب میں اور اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر قاضی ظفرالدین مرحوم پروفیسر اورنیٹل کالج لاہور کا قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزائیہ ہمارے پیارے اخبار اہل حدیث امرتسر کے متعدد نمبروں میں چھپتا رہا۔

جب میں مذکورہ بالا تقریر کر چکا تو تمام انصاف پسند حاضرین جلسہ نے بآواز بلند کہا کہ درحقیقت مرزائی مقرروں کی تقریر کا کافی جواب ہوگیا

جس وقت اس تقریر سے مرزائیوں کا کچا چٹھا کھل رہا تھا تو وہ زبان حال سے کہہ رہے ہوں گے

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۶۔ اپریل ۱۹۱۷ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۲ جلد ۱۴۔ ص ۶۔ ۷)

اخبار اہل حدیث امرتسر کا اثر مرزائیت پر

بخدمت جناب مولانا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مقام سونگڑا ضلع کٹک اوڑیسہ میں ۱۵۲ گھر مسلمانوں کے ہیں۔ ہمارے بھائیوں میں مولوی عبدالرحیم صاحب حیدر آباد میں ملازم تھے وہ وہاں سے مرزائیت کا جامہ پہن کر ہمارے دیار میں مرزائیت کا جال پھیلا کر بہتوں کو مرزائی بنا دیا تھا۔ آخرش ہم نے اخبار اہل حدیث کی خریداری کی اور دوسروں کو توجہ دلائی جسکی وجہ سے بہت سے لوگ مرزائیت سے تائب ہوئے۔ امید کہ اخبار میں مرزائیوں کے متعلق مفصل مطلع کیا کریں گے خاکسار سید عبد المجید محلّہ وریا لور۔ ڈاکخانہ سونگڑا ضلع کٹک ملک اوڑیسہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔ اپریل ۱۹۱۷ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۲ جلد ۱۴۔ ص ۷)

قادیانی کا عظیم الشان نشان

گر بہ شاشید گفت باراں شد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے اخباروں میں زار روس کی معزولی کی خبر آئی ہے قادیانی مشن کی دونوں پارٹیاں اپنے نبی کا نشان ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ ان کی تحریرات کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے موجودہ جنگ کے متعلق ایک پیش گوئی کی تھی جس میں یہ بھی لکھا تھا

زار بھی ہوگا تو ہوگا اوس گھڑی باحال زار

اس پیش گوئی کے متعلق اہل حدیث مورخہ ۱۶۔ مارچ میں ہم نے مفصل گفتگو کی تھی جسکا جواب دونوں پارٹیوں میں سے کسی سے نہ ہوسکا ہم نے اس قصیدے کے سارے شعر نقل کئے تھے جن میں یہ شعر بھی تھا

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

یہ شعراوراس کے آگے پیچھے کے شعر صاف بتلا رہے ہیں کہ وہ وقت جس میں زار کی حالت کا یہ نقشہ دکھایا گیا ہے وہ زلزلہ (بھونچال) کا ہوگا جو ابھی تک نہیں آیا اور زار اپنی زاریت کے عہدے سے ہمیشہ کے لئے برطرف ہوگیا بلکہ ملک روس میں ہمیشہ کیلئے یہ عہدہ معدوم ہوگیا

اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ قادیانی نبی کی یہ پیش گوئی غلط ہوگئی کیونکہ اس کے آنے سے پہلے ہی زار معدوم ہوگیا کیا قادیانی مشن ہماری طرح سارا قصیدہ نقل کر کے جواب دے سکتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔اپریل ۱۹۱۷ء مطابق ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۳ جلد ۱۴ ص ۶)

خیر النّاس من ینفع النّاس

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

چودھویں صدی میں ایک شخص نے قادیان ضلع گورداسپور سے آواز بلند کی کہ
خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے
مجھے اس نے بیٹا کہہ کر پکارا ہے
اپنے پانی سے پیدا کردہ کہا ہے
میرا بھید تیرا بھید کہا ہے
میرے باپ کے فوت ہونے پر اس نے عزا پرسی کی ہے
میرا قدم وہاں ہے جہاں سب بلندیاں ختم ہوتی ہیں
دنیا میں بہت سے تخت اترے پر میرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا ہے
مجھے خدا نے کن فیکون کے اختیارات دیئے میں نے ایک آسمان پیدا کیا
مجھے رسول خدا ﷺ نے اپنی گودی میں پالا ہے
مجھے خدا نے اپنی گودی میں پالا ہے

اور کیا نہیں کہا، اور یہ بھی کہا

آنچہ من بشنوم زوی خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا
ہم چو قرآن منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں ست ایمانم

اس شخص کے وطن کی ایک ضرب المثل ہے کہ میں کے گلے پر چھری یعنی بکری اور بھیڑ کے گلے پر اس وجہ سے چھری پھرتی ہے کہ میں میں بولتی ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کو تکبر پسند نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ضرب المثل کہاں تک صداقت اپنے میں رکھتی ہے

اس شخص کا دعویٰ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور میرے عہد میں کل دنیا مسلمان ہو جاوے گی کوئی عیسائی اور یہودی دنیا میں نہ رہے گا۔

پھر کیا ہوا۔ یہ کہ کوئی یہودی کوئی عیسائی کوئی سکھ کوئی ہندو اس شخص پر ایمان نہ لایا۔ اگر خدانخواستہ کوئی دو چار آئے ہوں تو وہ کسی شمار میں نہیں۔

اسی شخص کے زمانہ میں اور اسی کے ضلع بلکہ قرب و جوار میں سینکڑوں لوگ عیسائی ہو گئے اور کسی پادری نے اپنی بڑائی نہ کی کیونکہ ایسے معاملات روزمرہ ہوتے رہتے ہیں چند آدمیوں کا اس کے پیچھے ہو لینا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی مسلمان تھے مسلمانوں کا مسلمان بنانا تحصیل حاصل ہے۔

یہ تو ہوئی اس شخص کی دینی کامیابی۔ اب ہم ذرہ آگے بڑھ کر اس کی دنیاوی کامیابی کو بھی دیکھتے ہیں جو صاحب اس کے حال سے واقف ہیں ان پر مخفی نہیں کہ اس کی بڑی آرزو اور دلی تمنا یہ تھی کہ ایک لڑکی جو اسکے اپنے کفو کی تھی کسی طرح اس کے نکاح میں آ جاوے۔

اب دیکھو اللہ کے کام۔ یہ کچھ بڑی بات بھی نہ تھی تمام لوگ ایسی خواہشات میں رات دن کامیاب ہو رہے ہیں اور ہوتے ہیں اور یہ شخص جیسا کی اس نے شادی کی درخواست میں خود لکھا، چوڑھا چمار بھی نہ تھا لیکن باوجودیکہ اس معاملہ اس نے اپنا سارا زور لگا دیا اور ان الہاموں کی بارش برسا دی جنہیں وہ قرآن کی طرح غلطی سے

پاک سمجھتا تھا۔لیکن یہ نکاح نصیب نہ ہوا۔ جب اپنا ہر طرح کا اور سارا زور لگا کر اس نکاح سے وہ شخص مایوس ہو گیا اور دل شکستہ ہو گیا تو اوس الہام کنندہ نے خبر دی کہ تسلی رکھ کنواری نہیں ملی لیکن بعد میں ملے گی ۔ چنانچہ باقی زندگی اپنی اس امید میں گذار کر ایک دن زیر کفن یہ کہتا ہوا سنا گیا

حسرت و یاس و تمنا ہیں جنازے کے ساتھ
دیکھو کس دھوم سے ہم آج سفر کر تے ہیں

اور اس شادی کے تمام الہامات کورے کے کورے بلکہ اچھوتے اپنے ساتھ ہی لے کر زبان حال سے یہ کہتا ہوا چلا گیا

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

مسلمانو! اس شخص کو خدا نے ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا تھا۔پس ہمیں اس سے سبق اور ہدایت حاصل کرنی چاہیے ۔ دعا کیجئے کہ خدا اسے ہمیں ایسا قیمتی سبق دینے کے واسطے ...عطا کرے اور اس کی قسموں سے جو عبارت میں لطف دیتی تھیں اور بعض اوقات اشعار کا وزن پورا کر دیتی تھے در گذر کرے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔اپریل ۱۹۱۷ء مطابق ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۳ جلد ۱۴ص ۷)

امرتسری مقدمہ فسخ نکاح اور پیغام صلح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ امرتسر میں آج کل ایک مقدمہ فسخ نکاح کا ہو رہا ہے جس کا بیان مختصر یہ ہے کہ ایک لڑکا قادیانی مرزائی ہوا، اس کی بیوی نے اس کے ارتداد کی وجہ سے فسخ نکاح کا دعوی کیا ہے علماء کرام کی شہادتیں ہوئیں کہ مرزا دعوی نبوت سے اور مرزائی اس کی تسلیم سے کافر ہیں لہذا نکاح فسخ ہے ۔ ان شہادتوں کا ذکر اہل حدیث مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء میں ہو چکا ہے ۔ ان شہادتوں پر لاہور کا مرزائی اخبار بہت خفا ہوا ہے ایسا کہ اس خفگی میں بے اختیاری تک اوس کی نوبت پہنچ گئی ہے

جس کی تفصیل ہم کریں گے۔ لکھتا ہے:

اہل حدیث کی اس رپورٹ سے ظاہر ہے کہ مکفر مولویوں نے اپنے اس پرانے..کو ابھی تک ترک نہیں کیا، اور باوجود اس بات کے ثابت ہو جانے کے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ہرگز نبوت کا دعوی نہیں کیا، باوجود اس کے کہ آپ کی جماعت کا ایک اچھا خاصہ گروہ جس کے اندر کثرت سے وہ لوگ شامل ہیں جو شروع سے حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہے، اور آپ کو دن رات مطالعہ کرتے رہے اسبات کا اعلان کر رہا ہے کہ اور خود حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے اسنے ثابت کر دیا ہے کہ آپ نے کوئی دعوی نبوت نہیں کیا لیکن تاہم مکفر مولویوں کو غلط بیانی اور افترا پردازی کے سوا کام ہی نہیں جب خود حضرت مسیح موعود نے کھول کھول کر بتا دیا ہے کہ رسول و نبی کے لفظ کو وہ کن معنوں میں استعمال کرتے ہیں تو آپ ان الفاظ سے اس کے خلاف مطلب نکالنا تو جیه القول بما لا یرضی قائله کا مصداق ہے۔ (پیغام صلح لاہور۔ص۴، کالم ۱)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: علماء کرام پر خفگی بے جا ہے جب کہ اصلی گدی نشین وارث تاج وتخت خلیفہ قادیان خود اس بات کا قائل ہے اور مریدوں کو بھی یہی سکھاتا ہے کہ تم مرزا صاحب کو نبی برحق مانو اور جس شخص سے مقابلہ ہے وہ بھی یہی کہتا ہے تو اب کسی ایسے غیرے کی کون سنتا ہے۔

مرزا صاحب مرنے تک ویدوں پر بت پرستی کا الزام لگاتے رہے حالانکہ آریہ سماج کے قابل پنڈت اس الزام سے انکار کرتے ہیں۔ تو کیا ان کے انکار سے الزام دور ہو گیا، بہر حال ہم مرہون منت ہیں اسی اڈیٹر پیغام کے جنھوں نے ہم کو کچھ لکھنے سے سبک دوش کر دیا چنانچہ اڈیٹر صاحب آگے چل کر خود ہی لکھتے ہیں

البتہ مدعا علیہ (خاوند مدعیہ) جس (میاں محمود) کے ہاتھ پر بیعت ہوا ہے اور جسکو اس نے اپنا مرشد مانا ہے (یعنی میاں محمود احمد صاحب) ان کا یہ کھلا اعلان ہے کہ:

جیسے ایک غیر احمدی کا فرض ہے کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اس کے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے، ایسے ہی ایک احمدی کا فرض ہے

کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں، اسے مسلمان نہ سمجھے۔

پس میاں صاحب کے اس فتوے کے رو سے بے شک مدعا علیہ اور اس کی بیوی کو ایک دوسرے کو کافر سمجھنا چاہیے (پیغام صلح لاہور۔ ص ۳ کالم ۳)

ناظرین! کوئی اس بھلے آدمی سے پوچھے جب کہ تم خود ہی کہتے ہو کہ میاں محمود اور اس کے مریدوں کے اعتقادات کا نتیجہ بے شک یہ ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے نزدیک کافر ہیں پھر خاوند کے کفر اور فسخ نکاح میں تم لوگوں کو ہمدردی کیوں ہے پس تم نے جو یہ لکھا ہے:

میاں محمود احمد کو شہادت میں بلانا چاہیے،

اس کی بجائے تم اگر یہ لکھتے کہ مولوی محمد علی اور اڈیٹر پیغام کو شہادت میں بلانا چاہیے تو اہل مقدمہ شاید مان لیتے، کیونکہ میاں محمود تو یہی کہتا کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور مدعا علیہ (میرا مرید) بھی مسلمان ہے اس سے مدعیہ کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچتا۔ ہاں تم دونوں کو اگر بلایا جاتا اور عدالت میں حلفیہ پوچھا جاتا کہ میاں محمود اور اس کی پارٹی مرزا کو نبی مانتی ہے یا نہیں۔ تو اس کا جواب تم دونوں یہی دیتے کہ ہاں۔

پھر سوال ہوتا کہ جو نہ مانے اس کو وہ کافر مانتے ہیں یا نہیں۔ تو دونوں کا جواب یقیناً یہی ہوتا کہ ہاں۔

پھر سوال ہوتا کہ جو ایسا کرے وہ کافر ہے یا نہیں۔ اس میں بھی تم دونوں ضرور یہی فتوی دیتے جو اس پرچہ میں دیا ہے کہ ہاں۔

پھر سوال ہوتا کہ جو شخص اسلام قبول کر کے مرتد ہو جائے اسکا نکاح فسخ ہوتا ہے یا نہیں ۔تو تم دونوں جواب دیتے کہ ہاں۔

اسلئے تم دونوں کی شہادت مفید تھی۔

لیکن اہل مقدمہ نے شائد سوچا کہ آخر تم دونوں کی حیثیت ...تو ایک ہے مرزا کو دونوں اپنا پیشوا مانتے ہیں ممکن ہے فریق ثانی کی طرف سے مرزا کی صاف صاف عبارتیں متعلقہ نبوت پیش ہو جاتیں، اسلئے یہ لوگ لاجواب ہو کر ...تاویلات نہ نکال سکیں؟ چنانچہ اسبات کا تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ تم لوگ خود ہی یہ اصول بناتے ہو کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے وہ کافر ہے جب تم سے پوچھا جاتا ہے کہ قادیانی پارٹی جو دنیا کے

مسلمانوں کو کافر کہتی ہے جسے تم بھی جانتے ہو، وہ کافر ہیں یا نہیں تو تم لوگ منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھ جاتے ہو۔ ثابت ہوا کہ تم لوگ باوجود .. کے بھی بہتر نہیں

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۷ء ص ۸۔۹)

مرزائیوں کا انگریزی پارہ

اور نیر ایسٹ کا ریویو

قادیانی مرزائیوں نے اپنے انگریزی پارہ کو جس قدر مقبول بنانے کی کوشش کی ہے وہ تو قابل تحسین ہے مگر افسوس کہ وہ اس قدر اغلاط سے پر ہے کہ علماء کرام کو بجا طور عامۃ الناس کو اس کے مطالعہ سے باز رکھنا پڑا کیونکہ درحقیقت اس سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔ ولایت کے اخبار نیر ایسٹ کے فاضل اڈیٹر نے اپنی فروری کی اشاعت میں اس پر ایک طویل ریویو کیا ہے جس کے بعض اقتباسات کا ترجمہ ہم اپنے قارئین کی خاطر درج اخبار کئے دیتے ہیں تاکہ عامہ مسلمین دیکھیں کہ ایک غیر مذہب و غیر متعصب شخص اس کی نسبت کیا رائے رکھتا ہے

دیباچہ میں مرزائی صاحبان نے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی مسیحائی کا ذکر کیا ہے اور حصول فیض کی خاطر موجودہ گدی نشین کی طرف توجہ دلائی ہے اس کی نسبت فاضل اڈیٹر لکھتا ہے:

ہوسکتا ہے کہ یہ اگر اندرون حدود مناسب رہے تو جائز ہو لیکن ایسے روزمرہ کے مسائل کو ایک ایسی سنجیدہ بحث (ترجمہ قرآن) کے ساتھ ملانا جیسا کہ مصنف نے کیا ہے ایک بڑی بھاری نامناسبت ہے۔

آگے چل کر مرزائی حضرات نے اسی دیباچہ میں دکھایا ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ تنزل صرف غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے ہے اور کہ تمام خطرات سے آزادی حاصل کرنے کا ذریعہ صرف مرزا غلام احمد کو ماننا ہے۔ اس کی نسبت

فاضل اڈیٹر نیر ایسٹ لکھتا ہے:

یہ دیباچہ کا بالکل ناجائز استعمال ہے اور خالص اسلامی نقطہ خیال سے ضابطہ کفر ہے اگرچہ مبالغہ نہ بھی کیا جائے اور لازم ہے کہ اس سے اکثر اہل اسلام کو سخت غصہ پیدا ہوا۔

اخیر میں فاضل اڈیٹر نے تمام ترجمے پر ان الفاظ میں ریویو کیا ہے:

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ ایسے کم درجہ کا ہے کہ اسکے مطالعہ کرنے سے اسلام کی خوبی میں سچی بصیرت پیدا نہیں ہوتی ...مسلّمہ طور پر قرآن مجید عربی زبان کی ایک مستند کتاب ہے اور اس ترجمہ میں طرز عبارت کی خوش اسلوبی کا اس قدر غالب حصہ ہے کہ ترجمہ صحیح اور سچا نہیں کہا جا سکتا تا وقتیکہ وہ نہ صرف اصل متن کے ملخص کو ظاہر کرے بلکہ اس کی عبارت کی عظمت اور شان کو بھی نمایاں کرے

ہم کو یہ توقع تھی کہ یہ ترجمہ جو بیسویں صدی کی مروجہ زبان انگریزی میں کیا گیا ہے ایسا ہوگا جسکا یہ دعوی ہے کہ اس نے ایک نیا کمال حاصل کیا ہے اور وہ اچھے طور پر فائز المرام ہوگا بجائے اسکے ہم کو ایسے پرانے اور متروک دعاوی کے سننے کا اتفاق ہوا ہے جو (باوجود غیر..ہونے کے) گویا مسلّم ہیں پھر قرآن کے مقدس معتقدات کو (بگاڑ بگاڑ) کر اپنے قومی اعتقادات واپنی قومی تحریک کی نسبت لگا کر رائے طلبی کرنا قرآن شریف پر جسے تیس کروڑ نفوس مانتے ہیں، بدنما صورت میں اپنے قومی خیالات پر بزور چسپاں کیا گیا جو ایک ناجائز حملہ ہے

ناظرین اس سے اندازہ کرلیں کہ اس ترجمہ سے کہاں تک اسلام کی خدمت کا حق ادا ہوا ہے مگر میں اس کام میں قادیانیوں کو قابل ملامت نہیں جانتا بلکہ مسلمانوں کو جانتا ہوں جن کو آپس کے جھگڑوں میں اتنی فرصت نہیں کہ اس طرف توجہ کرسکیں۔

(راقم: محمد ...امرتسری) (شائد یہ محمد عمر امرتسری ہیں۔ بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اپریل ۱۹۱۷ء ص ۸)

امرتسر میں مرزائی فسخ نکاح کا مقدمہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مقدمہ کا ابتدائی حال اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء میں درج ہو چکا ہے کہ ایک لڑکا قادیانی (مرزائی) ہو گیا اس کی عورت نے فسخ نکاح کا دعوی کیا جس کے گواہ علماء امرتسر گذرے۔ ۱۶۔ اپریل ۱۹۱۷ء کو مدعا علیہ کی طرف سے شہادت تھی۔ چنانچہ پانچ گواہ ان کے آئے جن میں سے دو بیرسٹر ایک وکیل دو مولوی۔ مسٹر بدرالدین بیرسٹر سیالکوٹ، مسٹر محمد اکبر بیرسٹر لائل پور۔ میاں حفیظ اللہ وکیل امرتسر ان تینوں کا بیان تھا کہ ہم احمدی (مرزائی) نہیں مگر ہم نے مرزائیوں کو مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے، ہم بھی ان کے پیچھے پڑھ لیا کرتے ہیں ہم ان کو مسلمان جانتے ہیں۔ جرح میں اقرار کیا کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات اور مفصل عقاید سے واقف نہیں۔ یہ بھی کہا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنا برا ہے۔

مسٹر محمد اکبر نے تو یہ بھی کہا کہ نبوت کا مدعی بے وقوف ہے۔

ان کے بعد مولوی میر اسحاق قادیانی، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سالے آئے، جنھوں نے اپنے اسلام اور غیر مرزائیوں کے کفر پر شہادت دی۔ جرح میں اقرار کیا کہ اگر کوئی احمدی احمدیت سے پھر جائے تو اسکی احمدی بیوی علیحدگی کے لئے عدالت میں چارہ جوئی کرے۔ یہ تو کھلے لفظوں میں کہا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی ہیں جو ان کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

حدیث پیش ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے حق میں فرمایا تو میرے نزدیک ہارونؑ کی طرح ہے الّا انہ لا نبی بعدی۔ اسکا ترجمہ بقول خود لکھ کر دیا، اے علی تو میرے بعد نبی نہیں ہے۔، ہر چند پوچھا گیا، تو، کس لفظ کا ترجمہ ہے، جواب دیا اسلوب کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

مولوی سرور شاہ قادیانی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہا اور غیر احمدیوں کو کافر اور مسلمان دونوں کہا۔ کافر اس لئے کہ نبی کے حکم سے منکر ہیں، مسلمان اسلئے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ غیر احمدیوں سے رشتہ نکاح کرنا یا جنازہ پڑھنا خواہ بچہ ہی ہو منع بتلایا، مگر احمدی کے غیر احمدی بن جانے پر اس کی احمدی بیوی کو علیحدگی کا فتویٰ نہیں دیا۔ بحث کے لئے ۲۱۔اپریل ۱۹۱۷ء مقرر ہوئی۔

ہمارے پنجابی نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) کی پیش گوئی تھی

انّی مھین من اراد اھا نتك

میں (خدا) اسکو ذلیل کرونگا جو تمہاری (مرزا کی) ذلت کا ارادہ کرے گا۔

یہ ایک عام پیش گوئی تھی جو ہر ایک موقع پر چسپاں کی جاتی تھی بلکہ اب بھی کی جاتی ہے۔ عدالت میں اسکا خوب ظہور ہوا۔ فریق ثانی کے وکیل چوہدری ظفر اللہ خان نے اعتراض کیا کہ مولوی ثناء اللہ عدالت میں نہ رہیں کیونکہ یہ ہمارے گواہ ہو کر گذر چکے ہیں۔ عدالت نے کہا تم نے زبردستی سے ان کو اپنا گواہ بنا لیا تھا، ورنہ وہ در اصل تمہارے نہیں ہیں۔ پھر کہا کہ فریق مدعی کو کچھ نہ بتلا ویں۔ ہمارے وکیل نے کہا کہ ہم تو انہی سے پوچھ کر کام کریں گے۔ عدالت نے حکم دیا ان کے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی سچی ہوئی۔ بس انی مھین من اراد اھا نتك ۔ضمیر مخاطب بدل گئی۔

تعجب ہے کہ یوں تو قادیانی پارٹی لاہوری پارٹی خصوصاً خواجہ کمال الدین لاہوری اور مولوی صدر الدین کو بے نقط سناتے ہیں مگر مقدمہ میں پہلے دو گواہوں سے یہی کہلوایا کہ ولایت میں ہم احمدیوں (خواجہ اور صدر الدین) کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی شان جن لوگوں کو احمدیت سے خارج کیا جاتا ہے وقت پر انہی کو احمدیت کا قائم مقام بنا لیا جاتا ہے۔..

مولوی اسحاق اور مولوی سرور شاہ کی راست گوئی کے ہم قائل ہیں جو کچھ

انہوں نے بیان کیا وہ عین مرزا صاحب کی تعلیم کے مطابق کیا اور مرزائیت کی تبلیغ و اشاعت کی اور کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی۔ شاباش

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۷ء ص ۱۱)

قادیانی اور شیعہ

میرے ایک عزیز نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ کے موقع پر سرسری گفتگو میں کہا شیعہ مرزائیوں کو تو بہت دباتے ہیں۔ میں نے کہا میرے نزدیک تو شیعہ مذہب قادیانی مذہب سے بھی بہت کمزور ہیں۔ عزیز مذکور نے میرے اس دعوے کو بڑے ادب سے مسترد کیا۔ اور شائد مبالغہ یا شدتِ مخالفت پر مبنی سمجھا ہو۔ مگر میرا آج تک یہی دعویٰ ہے۔ جسکی تفصیل تو بہت طوالت چاہتی ہے۔ مختصر طور پر کچھ بتلاتا ہوں۔ مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میں مامور من اللہ ہوں۔ میں امام الزمان ہوں۔ میں دنیا کی اصلاح کرنے کو آیا ہوں وغیرہ۔

یہی دعویٰ شیعوں کی طرف سے اپنے ائمہ اطہار کے حق میں کیا جاتا ہے کہ وہ .... منصوب من اللہ تھے وہ دنیا کے مصلح تھے وہ نائب ....اور امام الزمان تھے۔ وغیرہ۔

بس! اب دونوں مدعی ہمارے سامنے ہیں۔ ان دونوں کے دعووں کو ہم جانچتے ہیں تو دونوں کو پرچہ امتحان میں فیل پاتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا فیل ہونا اس وجہ سے ہے کہ اونہوں نے دنیا میں آکر اپنا کمال کچھ نہ دکھایا۔ جو حالت مسلمانوں بلکہ دنیا کی تمام قوموں کی پہلے تھی، وہی اون کے بعد رہی۔ خاص مسلمانوں کی اخلاقی، مذہبی، ملکی، تجارتی، صنعتی وغیرہ پستی جیسی پہلے تھی، اون کے سامنے بھی رہی اور بعد بھی۔ جس پر یہ مثال پوری صادق آئی کہ "تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا" اس کو زیادہ تفصیل کی حاجب نہیں، دنیا کو سب حالات معلوم ہیں۔

اب ہم شیعوں کے ائمہ کرام اور امیر المومینون کو دیکھتے ہیں کہ اونہوں نے باوجود امیر المومنین ہونے کے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہونچایا۔ کہاں تک اسلام کی تبلیغ کی۔ شیعوں کی کتابوں سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ائمہ اطہار رضی اللہ عنھم

ساری عمر گوشہ میں خوف زدہ رہے۔ ذرہ سا بے حیثیت سنی بھی مسئلہ پوچھتا تو تقیہ کر کے اپنے اعتقاد کے برخلاف اوسکو بتلا دیتے۔ اپنے معتقدین کو کچھ بتلاتے اور غیروں کو کچھ۔ چنانچہ شیعوں کی معتبر اور مستند کتاب کی شہادت درج ذیل ہے:

عن زرارة بن اعين عن ابی جعفرؑ قال سالته عن مسئلة فاجابنی ثم جاء ہ رجل فساء له عنها فاجابه بخلاف مااجابنی ثم جاء اٰخر فاجابه بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یابن رسول اللهؐ رجلان من اهل العراق من شیعتكم قدما لیسئلان فاجبت كل واحد منهما بغیر ما اجبت ..... فقال یا زرارة ان هذا خیر لنا وابقی لنا ولكم ولو اجتمعتم علی امر واحد لصدقكم الناس علینا ولكان اقل لبقائنا وبقائكم ثم قال قلت لابی عبداللهؑ شیعتكم لو حملتموهم علی الاسنة او علی النار لمضوا وهم یخرجون من عندكم مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیه۔

(اصول کافی، ص: ۳۷)

زرارہ بن اعین کہتے ہیں۔ میں نے امام ابوجعفر سے ایک مسئلہ پوچھا۔ تو انہوں نے مجھے اس کا جواب دیا پھر ایک اور آدمی آیا۔ اوس نے بھی وہی سوال کیا تو اوس کو میرے جواب کے برخلاف دیا۔ پھر اور ایک آدمی آیا۔ اوس نے بھی وہی سوال کیا۔ تو اوسکو ہم دونوں کے برخلاف جواب دیا۔ جب وہ دونوں مجلس سے نکل گئے۔ تو میں نے کہا حضرت! یہ دو آدمی عراق کے باشندے حضور کے گروہ میں سے تھے۔ اونہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ایک دوسرے کے برخلاف جواب دیا۔ فرمایا۔ اے زرارہ یہ (اختلاف جواب) ہمارے حق میں بہتر ہے۔ اور ہمارے اور تمہارے لئے بقا کی یہی صورت ہے اگر تم سب ایک بات پر جمع ہو جاؤ۔ تو سب لوگ تمہاری تصدیق کرینگے۔ تو ایسا کرنے سے ہماری اور تمہاری زندگی بہت جلد ختم ہوجائیگی۔ (حق کے مقابلہ میں جان پیاری ہے۔ اڈیٹر اہلحدیث امرتسر) زرارہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا حضور! آپ کے گروہ کے لوگ ایسے پختہ ہیں۔ کہ اگر آپ اونکو نیزوں پر کھینچیں۔ یا آگ میں ڈالدیں۔ تو کبھی چوں نہ کریں۔ بیچارے آپ سے مختلف جواب پاکر باہمی مخالف بن کر

یہاں سے جاتے ہیں۔ (یعنی چہ؟) تو امام ممدوح نے مجھ کو ہی جواب دیا۔ جو اون کے باپ نے دیا تھا۔ (کہ یہ تقیہ ہے)

دوسری روایت میں راوی کہتا ہے:

قال سمعت ابا عبدالله یقول من عرف انا لانقول الا حقا فلیکتف بما یعلم منا فان سمع منا خلاف مایعلم فلیعلم ان ذلك دفاع منا عنه۔ (ص: ۳۸) (میں نے امام ابوعبداللہ جعفر صادق سے سنا فرمایا جو کوئی جانتا ہے کہ ہم حق ہی کہتے ہیں۔ وہ اوسی پر کفایت کرے۔ جو وہ جاتا ہے۔ پھر اگر ہم سے اوسکا خلاف سُنے تو جان لے کہ ہماری طرف سے وہ مدافعت ہے۔")

یہ روایات اور ان کی مثل اور بہت سی روایات (جنکی اہل سنت تصدیق نہیں کرسکتے) صاف بتلارہے ہیں۔ کہ شیعوں کے مصلح امیر المومنین ڈرتے ڈرتے اور تقیہ کرتے ہوئے ساری عمر گذار گئے۔ یہانتک کہ اونہوں نے جیسی خود زندگی گذاری تھی اپنے اتباع (شیعہ) کو بھی یہی سکھایا کہ تقیہ ایک ضروری حکم ہے۔ یعنی دشمنوں سے بچنے کے لئے اپنے مذہب اور ضمیر کا خلاف کہہ لیا کرو۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ جعفر صادق کے الفاظ (بروایت شیعہ) یہ ہیں۔

تسعة اعشار الدّین فی التّقیّة ولا دین لمن لا تقیّة له و التّقیّة فی کل شئ الا فی النّبیذ والمسح علی الخفّین۔ (اصول کافی، ص: ۴۸۲) (دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ تقیہ ہے۔ جو تقیہ نہیں کرتا۔ اس کے دین کا اعتبار نہیں اور تقیہ سب کاموں میں واجب ہے سواء نبیذ پینے اور موزوں پر مسح کرنے میں)۔

تقیہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ ضرر سے بچنے کے لیے حق کو چھپایا جانا۔

ان روایات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اطہار (حسب روایات شیعہ) ساری عمر مارے خوف جان کے گوشہ نشین رہے اور دین کی جو خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی۔ اوسکو اونہوں نے تقیہ ہی میں ادا کردیا۔

برخلاف اس کے مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ حوصلہ تھا کہ جو بات کہنا چاہتے ذرہ نہ جھجکتے۔ مثلاً جن دنوں عبداللہ آتھم والی پیشگوئی کے پندرہ مہینے ختم ہوئے، تو تمام ہندوستان کے اہل مذاہب نے اشتہارات شائع کئے۔ جن میں ایک سے ایک بڑھ کر

تھا۔ اُس موقع پر کوئی نرم آدمی ہوتا تو دب جاتا۔ مگر مرزا صاحب کی یہ جرأت تھی کہ سینہ ٹھوک کر کھڑے ہو گئے اور اس حملے کو بزور دفع کرنے کی کوششیں کیں۔ چنانچہ اوسی زور کا نتیجہ ہے کہ آج تک اون کے اتباع اون کی باتوں کو صحیح مانتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی تو بجائے خود، مرزائی اتنے حوصلے والے ہیں کہ وہ بھی اپنا عندیہ بیان کرنے میں نہیں کتراتے۔ مگر شیعوں کے مسلمہ بزرگ ائمہ اطہار جن کو خدا نے دنیا کا مصلح اور مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا، بے چارے تمام عمر بھر اندر چھپے ڈرتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت صاحب الزمان مہدی دوران علیہ السلام جو بقول کلینی سنہ دو سو پچپن ہجری میں پیدا ہو چکے ہیں۔ (ص: ۳۳۳) آج تک غار سر من رأ میں چھپے بیٹھے ہیں حالانکہ مرزا صاحب قادیانی دندناتے دنیا کو للکارتے ہوئے اپنی ڈیوٹی پوری کر کے پنشن بھی پا گئے۔

پس اگر یہ اصول صحیح ہے کہ ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے'' تو ایک طرف مرزا صاحب قادیانی کو رکھیں، دوسری طرف ائمہ اہل بیت اطہار کو دیکھیں، تو یہاں ایک فیل ہیں، تو وہاں دس بارہ فیل نظر آتے ہیں۔ پھر کون ہے جو یہ باور نہ کرے کہ شیعہ مذہب اصولاً قادیانی مذہب سے بہت کمزور ہے کیوں کہ جو بات کمزوری کی مرزا صاحب قادیانی ایک میں ہے وہ وہاں کئی ایک میں۔ یہاں ایک ناکام ہے تو وہاں کئی ایک یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب ہے یہ آرزو کہ کوئی آرزو نہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۷۔اپریل ۱۹۱۷ء ص: ۱-۳)

مرزا صاحب کا زار حال زار

اور بنگال کا حال پر ملال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں کے اخبار مرزا صاحب قادیانی کی ایک

جدید پیشگوئی پر بحث کر رہے اور خوشیاں منا رہے ہیں کہ پوری ہوگئی۔ قادیانی پارٹی تو صرف زار روس کے متعلق ہی پیشگوئی نکالتی ہے مگر لاہوری پارٹی نے لگے ہاتھ بنگالہ کی دلجوئی کا تذکرہ بھی چھیڑ دیا ہے۔ چنانچہ ایک چو ورقہ اشتہار مرقومہ مولوی محمد علی صاحب رئیس لاہوری پارٹی شائع ہوا ہے جس میں ان دونوں پیشگوئیوں پر اظہار مسرت کر کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اور پیشگوئیوں پر بھی بڑی فراخدلی سے بحث کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے ہم بھی حسب منشاء مولوی محمد علی صاحب لاہوری اس اشتہار کا جواب دیتے ہیں۔

زار روس کے معزول ہونے کی نسبت جو پیشگوئی مرزا غلام احمد صاحب کی بیان کی جاتی ہے، ہمارا خیال ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خود اس کا خیال نہ ہوگا کیوں کہ اون کے وہ اشعار جن میں یہ پیشگوئی درج ہے، اگر سب یکجا کر کے پڑھے جاویں تو مضمون اونکا بالکل صاف ہے۔

اشعار مذکورہ کے دکھانے سے پہلے ہم ایک علمی (لٹریری، ادبی) قاعدہ بتلانا چاہتے ہیں، جو مطول وغیرہ میں مذکور ہے۔

علماء فن بلاغت کہتے ہیں۔ کہ سارے قصیدے میں اگر نسبت زمانہ یا آسمان کی طرف ہو، مگر اخیر میں کہیں خدا کا نام آجائے تو سب نسبتیں مجازی ہو جاتی ہیں۔ مثلاً یہ قصیدہ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اشاب الصغیر و افنی الکبیر
کر الغداۃ و مر العشی!

اس میں ساری نسبتیں غیر اللہ کی طرف ہیں۔ صاحب مطول لکھتا ہے۔ اگر اس کے اخیر میں یہ مصرعہ نہ ہوتا۔

وقیل اللہ للشمس اطلعی

تو یہ قصیدہ کسی دہریئے کا سمجھا جاتا ہے کیونکہ سب نسبتیں غیر اللہ کی طرف ہیں کہ زمانہ نے یہ کر دیا، رات دن کی گردش نے یہ کیا وہ کیا۔ مگر چونکہ اس کے آخری مصرعہ میں شاعر نے خدا کا نام لیا ہے، اس سے اوسکی تمام نسبتیں جو غیر اللہ کی طرف تھیں مبدل ہوگئیں۔ یہ ہے کہ ایک ادبی، علمی اصول۔

اس کے مطابق ہم مرزا صاحب قادیانی کے اشعار کو جانچتے ہیں، تو ہمیں اون میں ایک شعر ایسا ملتا ہے جو اِس بات کا فیصلہ کرنے کو کافی ہے کہ مصنف کا اِن اشعار لکھنے سے کیا مقصود تھا۔ پس ناظرین اون اشعار کو غور سے سنیں۔

اِک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائینگے دیہات وشیر ومرغزار
آئیگا قہر خدا سے خلف پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگی
کیا بشر اور کیا شجر اورکیا حجر اور کیا بحار
مضمحل ہوجائینگے اس خوف سے سب جن وانس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اوس گھڑی باحالِ زار

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص:۱۲۰)

اب ناظرین غور فرماویں کہ تیسرے شعر میں صاف زلزلہ کا لفظ ہے جس کو ہندی میں بھونچال کہتے ہیں۔ کیا دنیا میں ایسا بھونچال آیا ہے جس کا نقشہ ان اشعار میں دکھایا گیا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی اسی نظم بلکہ اِسی تیسرے شعر پر جو حاشیہ لکھتے ہیں، وہ ہمارے اور مرزائیوں کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بارہا لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اوسکو کہنا چاہیئے۔ جس کی طرف سورہ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے۔ لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی ویقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہو۔ بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو۔ جو قیامت کا نظارہ دکھائے۔ جس کی نظیر کبھی اس زمانے نہ دیکھی ہو۔ اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو۔ اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں۔ تو اس صورت میں میں کاذب ٹھیرونگا۔'' (حاشیہ صفحہ مذکور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اِس عبارت کے دو حصے ہیں۔ اصل الہامی الفاظ اور مرزا صاحب قادیانی کا امکانی خیال۔ الہامی الفاظ کی بابت تو مرزا صاحب قادیانی بھی مانتے ہیں کہ ان میں زلزلہ (بھونچال) ہی مذکور ہے۔ باقی امکانی طور پر لکھتے ہیں کہ اور کوئی مصیبت بھی ہو تو ممکن ہے۔ اس لئے اب ہمیں اصول روایت کے مطابق اس اختلاف میں تطبیق دینا چاہیے جو ہمارے اور مرزا صاحب قادیانی کا مسلمہ ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کا اصول تھا کہ اصل موقع الہامی الفاظ حجت ہیں۔ میری اجتہادی تفسیر حجت یا دلیل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

''میرے الہام کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے اگر میں نے کسی اشتہار میں کوئی کلمہ اجتہادی طور پر لکھا ہو، اور اپنا خیال ظاہر کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہوسکتا۔''

(تریاق القلوب حاشیہ، ص:۷۲)

مطلب اس عبارت کا صاف ہے کہ ملہم کے الہامی الفاظ سند ہوتے ہیں، اپنا خیال یا اجتہاد حجت نہیں ہوتا۔ یہی ٹھیک ہے۔ احادیث سے واقعات نبویہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں مگر ہمارے مرزائی دوست خاص کر لاہوری پارٹی باوجود معقول پسند کہلانے کے مرزا صاحب قادیانی کے اصلی الہامی الفاظ کو نہیں دیکھتے اور محض اجتہادی کلمات کو لیتے ہیں۔ سو ایسے لوگوں کے حق میں جو مرزا صاحب قادیانی کے الہامی الفاظ کو چھوڑ کر اجتہادی کلمات کو لیتے ہیں، مرزا صاحب مندرجہ ذیل الفاظ میں فتویٰ لگاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''جو اس پر (یعنی اجتہادی کلمات لینے میں) ضد کروگے، تو تمہیں تمام نبیوں سے انکار کرنا پڑیگا۔ اور بجز مرتد اور دہریہ ہوجانے کے کہیں تمہارا ٹھکانہ نہ ہوگا۔''

(تریاق القلوب۔ صفحہ مذکور)

مرزائی دوستو! مرزا جی کے الفاظ کو چھوڑ کر اور اجتہادی کلمات کو لے کر کیوں اون کے فتویٰ ارتداد اور دہریت کے نیچے آتے ہو۔ پس مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کا الہامی حصہ ہمارے ہاتھ میں ہے اور اجتہادی کلمات مرزائیوں کے پاس ہیں۔ پھر مرتد اور دہریہ کون ہوا۔

آپ ہی اپنے ذرہ جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی

باقی رہی بنگال والی پیشگوئی سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جن دنوں تقسیم بنگالہ ہوئی تھی۔ تو بنگالیوں نے اس پر بہت شورش کی مرزا صاحب نے ہوا کا رُخ دیکھ کر ایک پیشگوئی شائع کی۔ جس کے الفاظ یہ تھے "بنگالیوں کی دلجوئی کی جاویگی۔" مرزا صاحب کے انتقال کے بعد دربار دہلی کے موقعہ پر تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان ہوا تو مرزائی دوستوں نے مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کو اس پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ جس کا جواب اوسی زمانہ اہلحدیث میں مفصل دیا گیا تھا۔

آج مولوی محمد علی صاحب رئیس لاہوری پارٹی نے پھر یہ آواز اٹھائی ہے۔ مولوی صاحب کو اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنا پچھلا حساب کتاب دیکھ لینا چاہئے تھا کہ بنگالیوں کی دلجوئی والی پیشگوئی کو تقسیم بنگالہ کی منسوخی پر چسپاں کرنا گویا سابقہ تحریروں کو ردی کے ٹوکرے میں پھینکنا بلکہ اون سب کی تردید کرنا ہے۔

خدا کا شکر ہے ہمارے پاس مرزائی سامان کافی ہے، ورنہ خطرہ تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو خدا جانے کیا کیا دھوکے دیتے۔ جن دنوں مولوی محمد علی خود قادیاں میں رسالہ "ریویو" کے اڈیٹر تھے اونہی دنوں خود اڈیٹر کا لکھا ہوا مضمون چھپا تھا جو دراصل مرزا صاحب کا طرف سے ایک حکایت تھا۔ پس اوسے غور سے سنئے۔ لکھا ہے!

"۱۱-فروری ۱۹۰۶ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس حکم کے متعلق جو ہو چکا ہے۔ اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کریگی کہ جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں۔ وہ دونوں پورے نہیں ہوگے بلکہ ایسا طریق اختیار کیا جائے گا۔ جس سے تقسیم بنگالہ بھی منسوخ نہ ہوگی۔ اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ وہ یہ کہ سر فلر لفٹنٹ گورنر مشرقی بنگالہ کا استعفا منظور کیا گیا۔" (ریویو ۱۹۰۶ء، ص: ۳۴۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اور کوئی اِس مضمون پر لکھتا تو لکھتا، مولوی محمد علی صاحب کو اس پر لکھنا موزوں

نہ تھا کیوں کہ اون کے اپنے رسالہ میں شائع ہو چکا ہے کہ بنگالیوں کی دلجوئی میں تقسیم بنگالہ منسوخ نہوگی بلکہ سرفلر کا استعفا منظور ہونا مراد ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ تحریر اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز کی ہے مرزا صاحب قادیانی کی نہیں۔ سو اس کا فیصلہ آسان ہے۔ مولوی محمد علی صاحب قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ مضمون قبل از طبع یا بعد طبع مرزا صاحب قادیانی کے انتقال تک اون کے گوش گذار نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا تو اونہوں نے اوسکو ناپسند کیا۔

اِس حلفیہ بیان کے بعد ہم بھی اِس پر غور کرینگے اور جواب کی صورت دوسری پیش کریں گے۔ جو مرزا صاحب قادیانی کی پسندیدہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۷ء ص: ۳۔۴)

امرتسر میں مرزائی فسخ نکاح کا مقدمہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

گذشتہ پیشیوں کا حال اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳۰ / مارچ اور ۲۰۔ اپریل میں درج ہو چکا ہے۔ قادیاں کا اخبار الفضل اپنے بڑے حضرت کی کرامت بتلاتا ہوا علماء کی شہادت کا بڑی حقارت سے ذکر کرتا ہے۔ خاص کر اِس بات کا کہ بعض عالموں نے عدالت میں پانی بھی پیا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کسی معذور یا بیمار کے پانی پینے پر الفضل کو کیوں غصہ آیا۔ آخر القاء ربانی سے ہم اس قدرتی راز کو پا گئے اب تو ہم بھی الفضل کی خفگی کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ جن دنوں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عدالت گورداسپور میں مقدمات تھے۔ سخت گرمی کی حالت میں ایک روز مرزا صاحب کی طرف سے پانی پینے کی درخواست ہوئی تھی۔ عدالت نے سخت ترش لہجے میں اس درخواست کو مسترد کر دیا جس پر اہلحدیث وغیرہ میں مضامین بھی نکلے تھے۔ الفضل کو یہی غصہ ہے کہ ہمارے حضرت کو تو باوجود شدت گرمی کے پانی پینے کی اجازت نہ ہو اور یہ مولوی لوگ عدالت میں بھی پانی پی پی کر ہمیں کوسیں۔ ایں چہ بوالعجبی ست۔

واقعی رنج کی بات ہے مگر مولوی لوگ بڑے بے ڈھب ہیں۔ وہ کہتے ہیں

انّ اللّٰہ حرّمھا علی الکافرین۔

۲۱/اپریل ۱۹۱۷ء کو فسخ نکاح کے مقدمہ میں فریقین کے وکلاء کی بحث ہوئی اور فیصلہ کی تاریخ ۲۷/اپریل مقرر ہوئی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۷۔اپریل ۱۹۱۷ء ص:۴)

مولوی ظفر علی خاں اور مرزا قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی ظفر علی خاں صاحب سابق اڈیٹر زمیندار سے کسی ملکی معاملہ یا کسی مذہبی خیال میں کسی کو اختلاف ہو، تو ہو، آپ کی ادبی لیاقت میں تو اختلاف نہیں۔ خصوصاً جس مضمون کو وہ دانستہ بغرض تفریح لکھیں وہ تو واقعی باعث تفریح ہوتا ہے۔ حال میں اُنہوں نے اپنے رسالہ ستارہ صبح میں (جو ایام نظر بندی میں موضع کرم آباد متصل وزیر آباد پنجاب سے نکالتے ہیں) ایک مضمون مرزا صاحب قادیانی کے متعلق لکھا ہے جو اپنی حیثیت میں لطیف ہے اس لئے اہلحدیث میں عزت سے اُسکو جگہ دیجاتی ہے۔

ہمارے ناظرین جانتے ہونگے کہ ولایت میں جو سب سے بڑی عدالت پریوی کونسل ہے جس کا فیصلہ تمام انگریزی قلمرو میں نافذ ہوتا ہے اُسکے ایک جج جناب مولوی امیر علی صاحب ہندوستانی ہیں جو ایک اعلیٰ درجہ کے قابل اور اعلیٰ درجہ کے آزاد خیال مسلمان ہیں گذشتہ ایام میں مرزا صاحب کا ایک مرید قاضی عبداللہ لنڈن میں مولوی امیر علی صاحب کو مرزائی مذہب کی تبلیغ کرنے گئے۔ اس گفتگو کا تذکرہ اخباروں میں ہوتا رہا۔ مولوی ظفر علی خان صاحب کا یہ مضمون اسی گفتگو کے متعلق ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

یادش بخیر جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدان باصفا میں جنہوں نے لنڈن میں اسلام کی تبلیغ کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ کوئی نہ کوئی بزرگ ''بی-ٹی'' (ب-ت) ضرورت ہوتے ہیں۔ ''اندلس'' (لاہور) کے قادیانی

حضرات کی طرف سے ایک ''ب-ت'' اپنی خدمات مقدسہ انجام دے کر اپنی مقر اصلی کو لوٹ آئے۔ اب دارالخلافہ دمشق (قادیان شریف) کے ایک ''ب-ت'' انگلستان میں کلمۃ القادیان کا اعلاء فرمانے میں مصروف ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کی اصطلاح میں ''بی'' (ب) ''بیچلر'' کا مخفف ہے۔ اور ''ٹی'' (ت) سے مراد ''ٹریننگ'' ہے لیکن عالم روحانیات میں یہ حروف مقطعات معنویت کی ایک جداگانہ شان لئے ہوئے ہیں۔ ''ب'' سے مراد بیچم ہے اور ''ت'' تابع کی الہامی علامت ہے جس طرح بیچم صاحب کی عدیم النظیر کامیابی کا راز اشتہارات میں چھپا ہوا تھا۔ کہ ایک پینس کی پونجی کو اقصائے عالم میں پہنچانے کے لئے مدت العمر گرہ سے ایک شلنگ لگانے کے خوگر رہے۔ اور جب رہگرائے عالم باقی ہوئے تو لاکھوں پونڈ کا ترکہ اپنے جانشینوں کے لئے چھوڑتے گئے۔ اسی طرح قادیان شریف کے تابعان بیچم اپنے زندہ اشتہارات کے تھیلے ڈاک کے جہازوں میں لاد کر ولایت میں بھیج دیتے ہیں تاکہ یہ مرزائی گولی ہاتھوں ہاتھ بک سکے کہ

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

۲۴/مارچ سنہ رواں کے ''الفضل'' میں دمشقی ''ب-ت'' جناب قاضی عبداللہ صاحب کی ایک چٹھی چھپی ہے۔ جس میں جناب ممدوح نے رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی سے اپنی ملاقات کی پرلطف کیفیت قلمبند کی ہے۔ ہم جناب مرزا بشیرالدین محمود صاحب کی اخلاقی جرأت کے ابتدا ہی سے قائل ہیں۔ جو مداہنت کی آلائش سے بالکل پاک ہے۔ وہ اپنے والد ماجد کی تعلیم کا منطقی نتیجہ ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین نہ ماننے پر گو اُن کو دنیائے اسلام کی مخالفت مول لینی پڑی ہو لیکن کسی سنہری یا روپہلی مصلحت سے اس دُھن کے پکے نے اپنا عقیدہ نہیں بدلا۔ اور اگر اپنے عقائد پر مبرمانہ استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہنا سزاوار تحسین ہو تو ہم انھیں سراہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اُن کے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی ہے وہ بھی لگی لپٹی نہیں رکھتے اور لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے۔ اپنے مرشد کی طرح وہ نہ

صرف دارالامان قادیان کے مینارہ پر کھڑے ہوکر مرزا غلام احمد کو نبی برحق پکارنے کے لئے تیار ہیں بلکہ خواجہ اینڈ کو کی ہر مصلحت کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے خاص نلسن کے چوک پر کھڑے ہوکر تمام لنڈن کے سامنے مرزا صاحب کی نبوت کا وعظ کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور کر ہی رہے ہیں۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے جناب قاضی صاحب بہادر کو خیال آیا کہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو اگر جال میں پھنسایا تو کیا بڑا کمال کیا کسی بڑے شہباز کو دام قادیان میں پھانسنا چاہیئے۔ خواجہ کمال الدین کی نظر لارڈ ہیڈلے پر پڑی تھی۔ ہمارے قاضی صاحب زیادہ ہی اولوالعزم تھے اُنہوں نے رائٹ آنریبل سید امیر علی کو تاکا کہ ایک ذی بصیرت صاحب حشمت سید اگر اپنے نانا کی عبائے رسالت میں اپنے ہاتھوں قادیان کا پیوند ٹانک دے تو اس سے بڑھ کر کامیابی نہیں ہوسکتی۔ غرض گھر میں ہنٹلے پامر کے بسکٹوں کا ٹین چھوڑ کر ''ایشیا کے خیالی پلاؤ'' کی خوشی میں جناب قاضی صاحب مسٹر سید امیر علی کی کلب میں جا پہنچے۔ اور ''اسپرٹ آف اسلام'' کے مصنف سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے آستینیں چڑھالیں۔ سید صاحب نے باتوں باتوں میں اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہوگئے ہیں۔ جو شخص اٹھتا ہے نیا فرقہ بنالیتا ہے۔ دنیا میں ایک شخص آیا جس نے پیغام حق پہنچایا۔ مگر اب لوگ اس کو بھول گئے ہیں یا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ قاضی صاحب سفسطہ کے بہت سے ڈھیلے قادیان شریف کے کلوخستان سے اپنے تبلیغی انبار میں ڈال کر لیتے گئے تھے ایک ڈھیلا آپ نے تاک کر سید صاحب پر مارا اور کہا:

ہاں سچ ہے بہت فرقے ہوگئے۔ جب حق کی گرفت چھوٹ جاتی ہے تو ہر شخص دین میں دخل در معقولات دینے لگتا ہے اور لوگ سیدھی راہ سے دور جا پڑتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مرسل اس زمانے میں آیا تاکہ لوگوں پر پھر حق پر قایم کرے اور تفرقوں کو دور کرکے ایک جماعت بنادے اور اُن کے سامنے وہی اسلام پیش کرے جو محمد صلعم لائے تھے۔ قاضی صاحب نے قانون جذب ودفع کا فلسفہ اچھی طرح نہیں پڑھا تھا جو ڈھیلا آپ نے

اپنے حریف کے سر پر کھینچ مارا تھا وہ ایجاز کی جامعیت میں لپٹا ہوا پچگنے زور کے ساتھ پلٹا اور آپ کے فرق مبارک میں اس طرح پیوست ہوا۔

آپ جانتے ہیں میں مسلمانوں ہوں میں تو اُسی پر فدا ہوں جو خاتم النبین ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن قاضی صاحب بھلا کہاں مانتے تھے۔ آپ نے ایک اور لمبا چوڑا قصیدہ ''اس زمانہ کے نبی'' کی شان میں فی البدیہہ تصنیف کر کے فرفر پڑھنا شروع کر دیا۔ لنڈن کے بسنے والوں کے اخلاق نہایت اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور سید امیر علی کی ایک عمر وہیں بسر ہو چکی ہے۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ قاضی عبداللہ صاحب ہاتھ دھوکر پیچھے پڑ گئے ہیں اور نئی نبوت کی گولی زبردستی اُن کے حلق میں ٹھونسنا چاہتے ہیں تو بیچارے نے یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا کہ جناب والا مجھے یہ سب باتیں معلوم ہیں۔ کسی اور مسئلہ پر گفتگو فرمایئے۔

لیکن قاضی صاحب کچی گولیاں نہ کھیلتے تھے اور گھر سے لنگر لنگوٹ کس کر یوں ہی نہیں آئے تھے۔ اس سے بہتر موقع پریوی کونسل کے ایک رکن رکین کو قائل کرنے اور مبائعین دمشق کے مقدس جائے کی طرف کھینچنے کا اور کونسا ہوسکتا تھا۔ سید امیر علی ہزار کہتے ہیں حضرت تانت باجی راگ بوجھا۔ اب کوئی اور دھن چھیڑیئے۔ لیکن قاضی صاحب سنی ان سنی ایک کر کے اپنا قصدیہ بہاریہ برابر سنائے جاتے ہیں۔ اور تاکید وتاسیس کے لئے ہر مصرع مکرر پڑھتے ہیں۔ جب مطلع حسن مطلع تشبیب گریز اور بالآخر مقطع رسالت مرزا پڑھا جاچکا اور قصیدۂ نگار کی پھولی ہوئی سانس اور اپنا آخری فرض مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت ومہدویت وکرشنیت کی توثیق وتقدیس کے متعلق ایک آدھ تازہ رباعی کے اضافہ سے پورا کر چکی۔ تو سید امیر علی نے چپکے سے یہ شگوفہ چھوڑ دیا کہ جناب قاضی صاحب منطق تو آپ کی لاجواب ہے اور آپ بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں۔ لیکن میرے ایک سوال کا جواب مرحمت فرمایئے۔ کیا میں بھی آپ لوگوں کی طرح ایک نیا فرقہ بنالوں؟

قاضی صاحب دل میں تو بہت جھنجھلائے کہ عجب چکنے گھڑے سے سابقہ پڑا

ہے جس پر ایک بوند بھی نہیں ٹھہرتی۔ لیکن اس حجت کے اتمام کے خیال سے جو آپ کی پیٹھ پر تھپکی دینے کے لئے مفتی محمد صادق صاحب کو سات سمندر پار سے لنڈن لا رہی تھی۔ آپ پھر سنبھلے اور ایک لمبی چوڑی تقریر سے مسٹر امیر علی کے کان میں مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی مبایعت کا حلقہ از سر نو ڈالنا چاہا۔ اس لطیف ونظیف ارشاد کے جستہ جستہ نکتے دہرائے جاسکتے ہیں۔

اول تو ہمارا فرقہ کوئی نیا فرقہ نہیں بلکہ اسلام اگر اصلی وحقیقی شکل میں موجود ہے تو فقط اسی میں ہے۔ دوسرے اگر ہر شخص ایسا ہی فرقہ بنالے تو پھر سچ اور جھوٹ میں تمیز کہاں رہ سکتی ہے۔ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے وہ ذلت سے ہلاک ہوتا ہے۔ لیکن حضرت صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی روز روشن کی طرح آشکار جو ۳۸ سال تک خدا سے ہمکلام رہے۔ اور اُن کی تائید میں ہزار ہا نشانات ظاہر ہوئے کیا ایسی کامیابی کسی جھوٹے نبی کو ہوسکتی ہے۔ حضرت علیہ السلام نے لاکھوں کی جماعت بنالی۔ وہ بھی کوئی معمولی جماعت نہیں بلکہ اُن میں حقیقی اسلام کی روح پھونک دی۔

پتھر کا دل بھی ہوتا تو اس جامع ومانع اس فصیح وبلیغ اس موثر ودلنشین خطبہ سے پسیج جاتا لیکن سید امیر علی نے اس انداز سے کہ گویا پوری تقریر کے دوران میں آپ نائنٹنتھ سنچری کے لئے کوئی آرٹیکل سپرد قلم فرمانے میں مصروف تھے خاتمہ تقریر پر سر اوٹھایا اور خلیفہ قادیان کے نائب منیب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ آپ نے میری کتاب بھی پڑھی ہے۔ بہتر ہو کہ آپ اُسی کا درس اہل انگلستان کو دیجئے اور اس کے مطالب ومعانی سے لوگوں کو آگاہ کیجئے۔

اب تو قاضی عبداللہ صاحب کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا کہ غلام تو آب جو لانے کے لئے آیا ہے اور آب جو غلام ہی کو بہا لیجانے کی فکر میں ہے۔ دبی زبان سے دو ایک جلی کٹی جملے تو قاضی صاحب نے سید امیر علی کو اُسی وقت سنا دیئے تھے جب انہوں نے پوچھا تھا کہ کیا ہم بھی ایک نیا فرقہ بنالیں اور مرسل من اللہ کے کاذب مدعیوں کے عبرتناک انجام کا حوالہ دیتے ہوئے گویا اُن کو یہ

سچی دھمکی دی تھی کہ اگر آپ مرزا غلام احمد کی تقلید کرینگے تو آپ کا حشر اچھا نہوگا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ اس شخص کا راہ راست پر آنا محال ہے قاضی صاحب نے اوس گدائے مبرم کی طرح جو جواب صاف ملنے پر گالیوں پر اُتر آیا کرتا ہے سید امیر علی کو کھلم کھلا ... سنانی شروع کیں۔ پینترا بدل کر آپ کہنے لگے کہ جناب سید صاحب آپ نے اسلام کا فلسفہ یہی بیان کیا اور اُس کے حقائق ومعارف پر بھی لسانی وعذب البیانی کے دریا بہائے لیکن یہ تو فرمایئے اس سے فائدہ کیا ہوا کیا آپ کی کتاب پڑھ کر کسی میں روحانیت آ گئی۔ یا کوئی سیدھے رستہ پر آ گیا؟ آپ کی باتوں کا کسی پر کچھ اثر نہو یہ اثر صرف ہمارے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات تک محدود ہے جن میں حقیقی ایمان وعرفان تھا اور جنھیں خدا کے ساتھ براہ راست تعلق تھا۔ آپ اس وادی کے مرد میدان نہیں۔

سید امیر علی کے پاس اس منطق کا حقیقت میں کوئی جواب نہ تھا اُنہوں نے قاضی عبداللہ سے صرف اتنا کہہ کر اپنا پیچھا چھوڑایا کہ آپ کو کیا معلوم میرا خدائے تعالیٰ سے کتنا تعلق ہے اور قاضی صاحب کلب سے ٹھنڈے (جونپور کو؟) ٹھنڈے گھر کو رخصت ہوئے۔

سید صاحب کی قاضی صاحب سی باتیں تو بہت سی ہوئیں لیکن ایک سوال یا تو انہوں نے قاضی صاحب سے کیا ہی نہیں اور یا اگر کیا بھی ہوگا تو قاضی اپنی رپورٹ میں اُسے قلم انداز فرما گئے ہیں وہ سوال یہ ہے کہ حضرت آپ جو اپنے پیشوا کے مرسل یزدانی ومامور ربانی ہونے کا راگ ہر جگہ الاپتے پھرتے ہیں اور ہم سے خواہ مخواہ اس بات کا اقرار کرانے کے درپے ہیں کہ تیرہ سو پینتیس سال پہلے کا اسلام صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی وجہ سے زندہ ہوا ہے آخر اس زندگی کی علامات کیا ہیں اور اس وقت تک کہ جناب مرزا صاحب کو پیوند خاک ہوئے نو سال کی مدت منقضی ہوچکی ہے آپ کی تحریک نے دنیا کی ذہنی وروحانی معلومات میں وہ کون سا محیر العقول اضافہ کیا ہے جس پر آپ کو مبارکباد دی جاسکے؟ ہم تو اون ہزارہا آسمانی نشانات کی جن پر

آپ کو اِس قدر ناز ہے۔ بجز اس کے اَور کوئی علامت نہیں دیکھتے۔ کہ دنیا کے پینتیس کروڑ مسلمانوں کے مقابلہ میں آپ کی ڈیڑھ دو لاکھ کی بے حقیت جماعت آپ ہی کی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہے اور افتراق اور انشقاق کے طبعی اثرات سے متاثر ہوکر قعر خمول میں گر رہی ہے۔ آپ دوسروں کو کیا مسلمانوں کرینگے۔ پہلے خود آپ مسلمان بنئے اور اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ جس سے سر پھٹول ہورہی ہے۔ ایک طرف کمال الدین ہیں۔ دوسری طرف بشیر الدین محمود جن کی آویزش آپ کی خانہ ساز رسالت کی دھجیاں بکھیر رہی ہے۔ آپ اپنی اندرونی اصلاح تو نہیں کرسکتے۔ دوسروں کی اصلاح آپ سے کیا خاک ہوسکے گی۔

تو درون در چہ کردی کہ برون خانہ آئی۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث مورخہ ۴ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۷ء ص: ۷-۹)

علم نحو اور منطق میں ایجاد قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بہت مدت سے ہمارے دو بلکہ تین بلکہ چار علمی سوال قادیانی علماء کی خدمت میں ہیں جو حل ہونے کی بجائے اون کے جوابوں سے اور مغلق ہوتے جاتے ہیں

۱۔ پہلا سوال یہ تھا کہ آپ کے خلیفہ میاں محمود احمد نے جو فضل عمر لقب اختیار کیا ہے، اس میں اضافت کیسی ہے۔ اس کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل میں مضمون نکلا تھا کہ یہ ایک الہامی لقب ہے اور الہام میں اضافت عدم اضافت کی تصریح نہیں (اضافت اور عدم اضافت کی تصریح بھی الہام میں نہ ہوتو بتلائی جاوے ورنہ سکوت کیوں نہ ہو۔ گونگے بولی گونگے کی ماں ہی جانے)۔

دوسرا جواب یہ تھا کہ لفظ مرکب مزجی ہے اس میں ویسی اضافت ہے جیسی بعلبک وغیرہ مرکبات .. میں ہے اسکا جواب ۲۳ فروری ۱۹۱۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں دیا گیا تھا کہ ترکیب مزجی میں کوئی اضافت نہیں ہوتی نیز اوس کی پہچان یہ

ہے کہ اوس کے ہندی ترجمہ میں علامات اضافت کے، کی، کا، نہیں نکلا کرتیں۔ حالانکہ فضل عمر کے ترجمہ میں یہ علامت نکلتی ہے اس کا ترجمہ صاف ہے: عمر کا فضل

اس کے جواب میں قادیانی اخبار فاروق مورخہ ۱۲۔ اپریل میں ایک مضمون نکلا جس نے اردو کی ایک پران مثال صادق کر دکھائی: کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔

ایک عالمانہ علمی سوال کے جواب میں حضرت مجیب آپے سے باہر ہو کر بدزبانیوں پر آ گئے نمونہ کے طور پر آپ کے چند الفاظ درج ذیل ہیں

امرتسری بدباطن مولوی ثناء اللہ کی جہالت، مبتلاء جہل، دنیا میں اس قسم کے گدھے منطق دانی کا دعوی کرنے والے بھی موجود ہیں، نہیں معلوم منطقی لوگ مولوی ثناء اللہ کی اس عبارت کو پڑھ کر کیا کہتے ہوں گے اگر کسی پرانے منطقی کے سامنے... ہوتی تو وہ ایسے قائل کا سرنوکدار سے لال کر دیتے۔..

مگر ہم ایسے لوگوں کو ایسے الفاظ کہنے سے معذور جانتے ہیں کیونکہ ہر بیٹے میں باپ کے خون کا اثر ہوتا ہے تو ہر مرید اور چیلے میں پیر اور گرو کے اخلاق کا کم وبیش اثر ہوتا ہے چونکہ آنجہانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود بھی اسی قسم کے بازاری الفاظ مخالفوں کے حق میں لکھ کر جی خوش کر لیا کرتے تھے جن کا نمونہ اون کی کتاب انجام آتھم میں ایک ہی موجود ہے، جو یہ ہے:

او بدذات فرقہ مولویاں۔ (ص ۲۱)

اس لئے جو شخص پکا مرزائی ہوگا اوس کے لئے بحکم اتباع سنت مرزا ایسا ہی بدزبان ہونا ضروری ہے۔ کیوں

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

جس طرح یہ لوگ ایسی بدزبانی کرنے میں معذور ہیں ہم چشم پوشی کرنے میں مجبور ہیں کیوں؟ ہمیں حکم ہے

خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلين

خیر اصل بات کا جواب پھر وہی دیا۔ یوں تو بہت لمبی چوڑی تقریر ہے مگر خلاصہ اس کا اتنا ہے کہ:

ترکیب مزجی میں گو اضافت ہوتی ہے لیکن عدم اضافت ہی فصیح ہے

اس دعوی کی دلیل فاضل نامہ نگار ایک امام نحوی کی کتاب سے شہادت لاتے ہیں جس کی بابت تمہیدی نوٹ میں اس خاکسار کو خاص ہدایت فرماتے ہیں، چنانچہ اون کے الفاظ یہ ہیں:

آخر میں ہم وہ بات بھی لکھ دیتے ہیں جس کا نہ جاننا اڈیٹر اہل حدیث کی علمی پردہ دری کا باعث ہوا اور اس نے اپنی نافہمی سے ملا جامی کی عبارت سے غلط استدلال کیا ہے علامہ صبان؟ اپنی کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۱۸۸ میں فرماتے ہیں:

و قد یضاف اول جز أ ی المرکب ای المزجی سواء کان آخرہ صدرہ یاء اولا فأل للعھدی الذکری لکنہ بعد ا لاضا فۃ لایسمی مر کبا مزجیا لان الاضافی قسیم المز جی فتسمیتہ مزجیا بالاعتبار حالۃ الاخر ی ۔(اخبار فاروق ۱۲۔اپریل ص۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میں سچ کہتا ہوں اخبار فاروق میں اس عبارت منقولہ تک پہنچنے سے پہلے میرے دل میں یہی مضمون تھا جو اس عبارت کا ہے جو خدا کے فضل سے قابل نامہ نگار نے خود ہی نقل کر دیا۔

اس میں صاف تصریح ہے کہ مرکب مزجی میں ہرگز کسی قسم کی اضافت نہیں ہوتی کیونکہ مرکب اضافی مرکب مزجی کا قسم (ضد ہے) غور سے پڑھو

بعد الاضافۃ لا یسمی مر کبا مز جیا لان الاضافی قسیم المزجی

باوجود علماء نحو کی اس تصریح کے اور باوجود خود نقل کرنے اس شہادت کے نہیں معلوم راقم مضمون کس بل بوتے پر فضل عمر کو مرکب مزجی کہہ کر اضافت کا بھی قائل ہوتا ہے۔ پھر تعجب یہ ہے کہ ہمیں اس عبارت کے سمجھنے کی فہمائش کرتا ہے جو خود نہیں سمجھتا۔ آہ:

ناصحا اتنا تو دل میں سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہیں کیا تجھ سے بھی نادان ہوں گے

نتیجہ صاف ہے کہ فضل عمر میں اضافت مان کر مرکب مزجی کہنا یا مرکب مزجی کہہ کر اضافت کا قائل ہونا کسی طرح صحیح نہیں۔

ہم چاہتے تھے کہ راقم مذکور کی تردید میں اور حوالے بھی دیں مگر جب اونہی کی اس عبارت پر نظر پڑی تو دوسرے حوالوں کی حاجت نہ رہی۔

فاضل قادیانی نامہ نگار نے لکھا ہے:

اس عبارت سے وہ تمام عقدے کھل جاتے ہیں جن میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنی کم علمی کی وجہ سے بھٹک رہے ہیں لیکن اس وقت ہم اس عبارت کی زیادہ تشریح نہیں کرتے اگر ثناء اللہ امرتسری کو ضرورت ہو تو فاروق کے دفتر میں آ کر استفادہ کرے۔ (فاروق ۱۲۔ اپریل ص ۴۔۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بغرض استفادہ تو ہم ہر جگہ حاضر ہونے کو طیار ہیں لیکن فاروق کا دفتر چونکہ قادیان میں ہے جہاں پہلے ایک دفعہ تمہارے اعلی حضرت (مرزا غلام احمد صاحب) کے بلانے پر ہم گئے تھے تو وہ روپوش ہو گئے تھے۔ چونکہ تم لوگ متبع سنت مرزا ہو، اسلئے خطرہ ہے کہ شوکت ثنائیہ اور ہیبت الہیہ کی تاب نہ لا کر اپنے نبی کی اقتداء میں روپوش ہو جاؤ اور ہم خوانخواہ کی تکان سفر اوٹھا کر مثل سابق واپس آئیں۔ لہذا بہتر تجویز یہ ہے کہ تم لوگ لاہور دفتر پیغام صلح میں آ جاؤ جن کو ہم دونوں سے ایک طرح غیریت کا تعلق ہے۔ وہاں پر لاہور کے کسی عربی دان عالم (مثل مولانا روحی وغیرہ) کو منصف بنا کر فیصلہ کرالیں۔ دونوں فریق کی تحریرات مع ضروری تقریرات کو سن کر جو فیصلہ کریں گے وہ منظور ہو گا (کیا قادیانی علماء اور امامان نحو اسکو منظور کریں گے)

اسی سوال کے ساتھ ہم نے یہ پوچھا تھا کہ آپ کے اعلی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا جو لقب ہے جری اللہ، یہ کیسی اضافت ہے۔

پھر یہ بھی پوچھا تھا کہ فضل عمر میں ف پر فتح ہے یا پیش۔ ان دونوں سوالوں کو بھی مہربانی کر کے حل کر دیجئے (مفصل وجہ کا جواب آئندہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رجب ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۶ جلد ۱۴ ص ۶۔۷)

شہادات علماء قادیان

بمقدمہ فسخ نکاح مرزائی بعدالت سب جج امرتسر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بیرسٹر اور وکیل دونوں کا بیان تو صرف اتنا تھا کہ ہم احمدیوں کو مسلمان جانتے ہیں، مگر اون کے عقائد سے واقف نہیں۔ ولایت میں خواجہ کمال الدین اور مولوی صدر الدین احمدیان کے پیچھے ہم نماز پڑھتے ہیں۔ وغیرہ۔

دو قادیانی عالموں کی شہادت مذہبی رنگ میں قابل شنید ہے۔ جو درج ذیل ہے:

بیان مولوی میر محمد اسحاق بعد ابتدائی مراتب کے:

میں رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتا ہوں۔ محمد صاحب کے بعد وہ شخص نبوت کا دعوی کر سکتا ہے جس کی نسبت محمد صاحب نے پیش گوئی کی ہوئی ہے کہ اوس کی امت میں نبی پیدا ہوگا۔ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی ان معنوں میں کیا ہے کہ خداوند تعالی کا الہام اوس پر نازل ہوتا اور وہ اسلئے نبی ہے کہ اوس نے محمد صاحب کے احکام کی تابعداری کی ہے۔

مرزا نے محمد صاحب کی نبوت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ بہت سی کتابوں میں جو عدالت میں داخل کی جاویں گی جن میں مرزا صاحب نے اپنے عقاید جو میں نے بیان کئے ہیں درج کئے ہیں اور نبوت کا دعوی کیا ہے۔

مرزا صاحب نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی

جرح میں میر صاحب نے بتایا: میری ہمشیرہ (نصرت) مرزا غلام احمد سے بیاہی ہوئی ہے۔ میں ۱۰،۱۲ سال سے جب کہ میں بالغ ہوا ہوں مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے۔ میں مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہوں۔ میں حدیث کو جو صفحہ ۵۶۳ کتاب مشکوۃ میں تحریر ہے مانتا ہوں جو سعد بن ابی وقاص کی حدیث ہے (انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لانبی بعدی) اور جو الفاظ اس حدیث میں درج ہیں وہ محمد صاحب کے

الفاظ ہیں۔ میں اس حدیث کا ترجمہ داخل کرتا ہوں (۲ ترجمہ یہ کیا: مگر اے علی، تو میرے بعد نبی نہیں ہوگا)۔ جس لفظ کا ترجمہ میں نے، تو، کہا ہے لفظ نبی کے ساتھ وہ نہیں ہے، مجھ کو معلوم نہیں کہ اس حدیث کا ترجمہ کسی شخص نے کیا ہے کہ نہیں۔

جیسا کہ یہ ہے میں اس حدیث کو جو صفحہ ۵۵۸ مشکوۃ پر دی ہوئی سطر ۲ میں مانتا ہوں بعض غیر احمدی مولویوں نے مرزا صاحب قادیانی کی نسبت فتوی دیا ہے کہ وہ کافر تھا۔

جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا یا ان کا معتقد نہیں ہے وہ کافر ہے خواہ وہ نماز پڑھتا ہے خدا تعالی کو مانتا ہے محمد صاحب کو مانتا ہے حج کرتا ہے زکوۃ دیتا ہے تو بھی کافر ہے۔

احمدی اس شخص کو جو مرزا صاحب قادیانی کو نہیں مانتا اور اس کی نبوت پر اعتراض کرتا ہے اوس کو لڑکی نہیں دیویں گے۔

ہم ایسے شخص کے پیچھے جو مرزا صاحب قادیانی کو نہیں مانتا خواہ وہ نماز وغیرہ پڑھتا ہے نماز نہیں پڑھیں گے یہی تعلیم مرزا صاحب قادیانی کی ہے اور ایسے ہی اوسکے مریدوں یعنی پیرووں کی ہے۔

مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا تھا کہ غیر احمدیوں کو لڑکی شادی میں نہ دی جائے۔

اگر ایک احمدی غیر احمدی ہو جائے تو اوس کی زوجہ علیحدگی یا طلاق کے واسطے کوشش کرے اور اگر مجھ کو شہادت کے واسطے بلایا جاوے تو میں اسی عورت کی مدد کروں گا۔

اگر کوئی احمدی کسی غیر احمدی کو مسلمان کہے تو میں اوسکو کافر نہیں کہوں گا بلکہ یہ کہ غلطی کرتا ہے۔

بیان مولوی سرور شاہ بعد ابتدائی مراتب کے:

میں رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتا ہوں۔ خاتم النبیین سے مراد ہے کہ مہر نبیوں کی۔

محمد صاحب کے بعد وہ شخص نبی ہو سکتا ہے جو رسول اللہ کے احکام کے بموجب پورا عقیدہ رکھتا ہے۔

نبی وہ شخص ہے جس کو غیب کی خبریں بکثرت دی جاویں اور اون کو وہ خبریں لوگوں کو دینے کے واسطے بھیجی جاویں۔

اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی تابعداری میں ویسی نبوت کا دعوی کرے تو وہ کافر نہیں ہوسکتا۔ مگر وہ شرعی احکام نہیں دے سکتا۔

مرزا صاحب قادیانی شریعت اسلام کو مانتے تھے۔

مرزا صاحب قادیانی تمام انبیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت مسیح کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

مرزا صاحب قادیانی اپنے آپ کو مسیح موعود مانتے تھے۔

موجودہ خلیفہ (مرزا محمود) بشیر احمد صاحب نے حج کیا ہوا ہے۔ احمدی جماعت کے لوگ حج کیواسطے جاتے ہیں غیر مسلمان حج نہیں کرسکتا۔

مولوی محمد علی جو عدالت میں موجود ہے احمدی ہے۔ اوس کے پسر کو غیر احمدی نے لڑکی دی ہوئی ہے۔ اوس کا لڑکا احمدی ہے۔ ڈاکٹر عباداللہ احمدی ہے اور اوس کی شادی بھی غیر احمدی کے گھر ہوئی

جرح کے جواب میں سرور شاہ نے کہا:

مجھ کو اوس شخص کا نام معلوم نہیں جس نے محمد علی کے پسر کو لڑکی دی تھی مگر وہ احمدی تھا، لڑکی احمدی نہیں تھی۔ میں نے سنا ہے۔ ہمراہ برات نہیں گیا تھا۔ میں ڈاکٹر عباداللہ کی شادی میں بھی شامل نہ تھا مگر مجھ کو ذاتی علم ہے کیونکہ میں ڈاکٹر عباداللہ کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ڈاکٹر عباداللہ بوقت شادی احمدی تھا۔

جو الہام یا غیب کی خبریں پیغامبر کو پہنچتی ہیں وہ دراصل درست ہوتی ہیں مگر لوگ بعض جھوٹی سمجھتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ اگر عبداللہ آتھم حق کی طرف رجوع نہ کریں تو ۱۵ ماہ کے اندر فوت جاوے گا مگر وہ ۱۵ ماہ کے اندر فوت نہیں ہوا

جو مرزا غلام احمد کو نہیں مانتا ہم اون کو کافر سمجھتے ہیں خواہ وہ نماز پڑھے روزہ رکھے، حج کرے، زکوۃ دیوے اور خداوند تعالی کو مانے۔

اگر کوئی شخص ارادۃً حضرت مسیح کو یا کسی دوسرے پیغامبر کو گالی دیوے یا برا بھلا کہے تو وہ کافر ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے آپ کو حضرت مسیح سے بہتر کہے تو وہ مسلمان ہے اور اچھا

ہے مرزا غلام احمد نے ایسا کیا ہے۔

ہم اپنے عقیدہ کے بموجب غیر احمدیوں کو لڑکی نہیں دے سکتے۔ اگر کوئی احمدی غیر احمدی ہو جاوے تو اوسکو مرتد نہیں کہا جاویگا بلکہ غیر احمدی کہا جاوے گا۔

عبدالحکیم جو احمدی سے غیر احمدی ہو گیا تھا مرزا صاحب نے اوسکو مرتد نہیں کہا، لغت کے لحاظ سے مرتد کہا۔ شریعت کے لحاظ سے نہیں۔ شرع میں مرتد اس کو کہتے ہیں جو اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں چلا جاوے۔

ہم غیر احمدیوں کو کافر بھی اور مسلمان بھی کہتے ہیں۔

نجات کا مسئلہ اللہ تعالی جانتا ہے مجھ کو معلوم نہیں۔

جو شخص خداوند تعالی و رسول اللہ ﷺ سے منکر ہے اور جو مرزا صاحب سے منکر ہے دونوں کافر ہیں۔ مگر ان میں فرق ہے۔

اور اگر ایک احمدی غیر احمدی ہو جاوے تو اس کی عورت کسی علیحدگی کے مستحق نہیں ہے (مولوی اسحاق نے اس کے خلاف کہا۔ اڈیٹر) اور نہ ہی کوئی ایسا اصول ہے اور نہ آج تک کبھی ایسا ہوا ہے۔

جو شخص احمدی ہو کر غیر احمدی کو رشتہ دیوے ہم اوس کے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں۔

ہم غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے خواہ بچہ ہو یا جوان کوئی ہو ہم غیر احمدی کو سلام علیکم کہتے ہیں۔

(فیصلہ مدعیہ کیخلاف ہوا۔ مفصل نقل فیصلہ دیکھ کر)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رجب ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۶ جلد ۱۴ ص ۷۔۸)

قادیان میں حدیث سے انکار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تحریرات میں بہت سی جگہ یہ دعوی کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کے متعلق جو حدیثیں ہیں اون میں یہ ذکر نہیں کہ وہ آسمان سے آویں گے۔ ادھر سے مباحثہ امرتسر بھی دکھایا کہ امام بیہقی کی روایت میں

یوں آیا ہے: کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء واما مکم منکم اس حدیث میں صریح لفظ من السماء کا موجود ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے آویں گے۔

اس حدیث کے شائع ہونے سے مرزائی جماعت پر سوالات وارد ہوئے تو اون سے یہ تو نہ ہوسکا کہ کہہ دیتے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اس حدیث کا علم نہ تھا۔ یہ کہتے ہوئے کفر کا خطرہ تھا، اس لئے اونہوں نے ایک عجیب جواب دیا جو مع سوال درج ذیل ہے۔

ایک مولوی نے کہا کہ بیہقی کی کتاب الجوائز و الصلوۃ میں جو حدیث نزول مسیح کی ہے اس میں من السماء کا لفظ موجود ہے یعنی کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم من السماء

جواب: جواباً عرض ہے کہ بیہقی ایک ایسی عنقا صفت کتاب ہے کہ ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ جو مولوی بھی مذکورہ بالا حدیث کو اسی کی طرف منسوب کرتا اور اوسکو بطور سند ہمارے مقابلہ میں پیش کرتا ہے وہ اس کتاب کی صورت شکل سے ہی ناواقف محض ہے چہ جائے کہ اس نے مذکورہ بالا حدیث کو اس کتاب میں بچشم خود مندرج پایا ہو۔ پس ایک ایسی کتاب جو کا المعدوم کا حکم رکھتی ہے اس کی کسی حدیث کو بطور سند پیش کرنا دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس حدیث کے دکھانے کے ذمہ وار ہیں کتاب ہمارے پاس ہے جو صاحب چاہیں آکر دیکھ لیں۔ بغیر فیس لئے امام بیہقی کی کتاب ہم دکھا دیں گے مگر سوال کی عبارت میں عجیب الجھن ہے۔ نہیں معلوم سائل نے پیدا کی ہے یا مجیب کی بے خبری سے پیدا ہوئی ہے۔

کتاب الجوائز والصلاۃ نواب سید صدیق حسن خان مرحوم کی ہے، امام بیہقی کی نہیں۔ نواب صاحب مرحوم نے امام بیہقی سے حدیث کو نقل کیا ہے۔ ہم دونوں کتابوں میں حدیث دکھا سکتے ہیں بشرطیکہ یہ عہد نامہ لکھ دیں کہ بعد ملاحظہ حدیث اوس کے دیکھ لینے کی تصدیق تحریری کریں گے۔

کوئی ہے؟ جو اس بات کی تحقیق کرنے کو میدان میں نکلے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رجب ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۶ جلد ۱۴ ص ۸)

قادیانی منطق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پارٹی کا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بواسطہ نبوت محمدیہ نبی تھے۔ اس پر سوال کیا گیا تھا کہ واسطہ سے مراد کیا ہے، واسطہ فی الثبوت یا واسطہ فی العروض۔

اس کا جواب ملا تھا کہ واسطہ فی الثبوت مراد ہے۔

ادھر سے جواب دیا گیا کہ واسطہ فی الثبوت میں دونوں (واسطہ اور ذی واسطہ) ایک ہی صفت سے متصف ہوتے ہیں، پھر مرزا صاحب نبوت محمدیہ کے جمیع اوصاف سے موصوف ہیں۔ اگر ہیں تو اون اوصاف میں ایک وصف خاتم النبیین بھی ہے، تو کیا مرزا صاحب قادیانی بھی خاتم النبیین ہیں۔

اس صاف اور سیدھے سوال کا جواب اخبار فاروق میں دیا گیا کہ واسطہ کے تمام اوصاف سے ذی واسطہ کا موصوف ہونا ضروری نہیں۔

جواب یہ ہے کہ ذی واسطہ کے تمام اوصاف سے ہماری مراد وہ اوصاف ہیں جو بحیثیت واسطہ کے اس میں ہوں، نہ بحیثیت ذات وغیرہ کے ہے، جن کو واسطہ بننے سے کوئی تعلق نہیں،۔ تو اون کے ساتھ ذی واسطہ کا متصف ہونا ضروری نہیں۔

مثال کیلئے اس مسئلہ کی وہی مشہور مثال کافی ہے یعنی حرکت ہاتھ اور کنجی کی۔، ہاتھ کنجی کی حرکت کے لئے واسطہ فی الثبوت ہے، اس لئے جتنے اوصاف اس میں بحیثیت متحرک کے حاصل ہیں وہ سب کنجی میں ہونے ضروری ہیں تاکہ واسطہ اور ذی واسطہ کا تعلق قائم ہو اور قائم رہے۔ ہاں جو اوصاف انکے سوا ہیں اون کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ہاتھ کنجی سے سابق الزمان ہو یعنی کنجی آج بنی ہو، اور ہاتھ چالیس پچاس سال پہلے کا ہو۔ یا کنجی سو سال کی ہو یا ہاتھ اوس کے پیچھے کا، یا یہ کہ ہاتھ چمڑے کا ہو اور

کنجی لوہے یا لکڑی کی۔ ان اوصاف سے ذی واسطہ کا متصف ہونا ضروری نہیں کیونکہ واسطہ کی صفت واسطیت سے ان اوصاف کو کوئی تعلق نہیں۔ سائل نے جو جمیع اوصاف واسطہ کے تحقق سے انکار کیا ہے تو اس تفصیل سے جو ہم نے کی ہے صحیح ہے اور اسکے سوا غلط۔

مختصر یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت بالواسطہ کسی طرح ثابت نہیں و دونہ خرط القتاد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۸ رجب ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۷ جلد ۱۴۔ ص ۲)

ایک دل چسپ مکالمہ

بابت قادیانی مہدی

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

ن: السلام علیکم۔

م: وعلیکم السلام۔

ن: میں نے سنا ہے آپ مجدد ہیں۔

م: افسوس ہے کہ میں نے ہزار ہا روپئے اس کے اشتہاروں پر خرچ کر دیئے اور آپ ابھی شبہ میں ہی ہیں۔

ن: اچھا تو آپ نے بحیثیت مجدد کیا کام کئے

م: سنئے! مجدد کے معنی ہیں تجدید کرنے والا۔ تجدید کیا ہے پرانے کو نیا کر دینا۔ اب دیکھئے کہ میرے زمانے میں خدا کے صاحبِ ولد ہونے کا عقیدہ لوگوں کے دلوں سے قریب قریب رفع ہی ہو چلا تھا اور مسلمان تو اس سے مس تک نہ رکھتے تھے میں نے عین وقت پر پہنچ کر اس عقیدے کو سہارا دے کر زندہ کیا اس طرح تثلیث جیسا مسئلہ بے گوری میں آخری سانس لے رہا تھا اور فنا ہونے کو تھا کہ یہ برگزیدہ وقت پر پہنچ گیا اور پاک تثلیث کے پیرایہ میں اس میں نئی روح پھونک دی جس سے ایک طرح پر مسلمانوں میں بھی یہ عقیدہ آ گیا۔

ن: جزاك الله اچھا تجدید کے علاوہ کوئی اور دینی خدمت۔

م: بہت۔ سنئے میں نے جب اس قوم مسلمانان کی طرف غور سے دیکھا تو اون کو دو مرضوں میں مبتلا پایا۔ایک افلاس بوجہ اسراف دوسرا نا اتفاقی۔، خدا کے برگزیدہ یعنی اس عاجز نے افلاس کے دفعیہ کی یہ صورت نکالی کہ پچاس ہزار روپیہ اس قوم سے وصول کر کے ایک منارہ بنا دیا اور نفاق کا قلع قمع اس طرح سے کیا کہ اپنی تصنیفات میں دو رخے کلمات اور دعاوی درج کر دیئے تا کہ مسلمانوں کا ہر روز کا آپس کا فساد منقطع ہو جاوے

ن: جزاك الله جزاك الله جزالك الله اچھا اس سے بڑھ کر بھی کچھ کیا۔

م: ہاں کیوں نہیں، سنئے! معجزات کی شعبدہ بازی کے مکروہ فعل اور مشرکانہ عقیدے کو عمل الترب یعنی مسمریزم ثابت کر کے مسلمانوں کے دل سے دور کیا اور یہ برگزیدہ خود بھی اس مکروہ فعل سے بچتا رہا، ورنہ روح القدس میں مٹی گھول کر اس کی چڑیاں بنا کر میں اڑا سکتا تھا جو دم بھی ہلاتیں اور چیں چیں بھی کرتیں۔

دوم ارواح کواکب کی نسبت جو غلط خیال مسلمانوں میں اور ان کی کتابوں میں چلا آتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں بذات خود علیحدہ جسم رکھتے ہیں، زمین پر اترتے ہیں، پیغمبروں کے پاس آتے رہتے ہیں، اس خیال کا بالکل ازالہ کر دیا گیا اور ثابت کر دکھایا کہ وہ ارواح کواکب ہیں اپنی جگہ سے نہیں ہلتے اور ... کی حرکیت کے ساتھ ان میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔

ن: جزاك الله

م: ایک سب سے بڑا کام جو آج تک کسی سے نہ ہوسکا یعنی جن آیات واحادیث سے یہ عاجز حضرت عیسی کی حیات ثابت کرتا رہا.. دگرگوں ہونے پر انہیں سے وفات ثابت کر دی۔

ن: جزاك الله جزاك الله مگر میں حیران ہوں کہ یہ کارنامے جو آپ نے بیان کئے یہ تو آج تک نہ کسی مجدد سے ہوئے نہ کسی پیغمبر سے اور ثابت ہوا کہ (وہ)..لکیر کے فقیر تھے۔آپ نے ان کارناموں کی وجہ سے کسی بڑے عہدہ کی خواہش کیوں نہ کی اور کیوں مجددیت پر قانع رہے۔

م: آپ کو کس کافر شیطان نے یہ کہا ہے کہ میں اپنے آپ کو صرف مجدد ہی سمجھتا ہے۔

ن: اچھا فرمایئے آپ نے اپنی شان کے واسطے کون سا عہدہ یا درجہ موزوں قرار دیا ہے
م: کیا صرف ایک درجہ؟
ن: نہیں جتنے ہوں۔
م: دل تو نہیں چاہتا کہ مرغ کے آگے موتی ڈالوں، مگر سن لو مجھے سر سید کی قسم ہے میں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے خواجہ صاحب کی قسم، ویدوں کی قسم ہے کرشن ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے احسن المناظرین کی قسم میں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے اپنے بیٹے کے سر کی قسم میں نے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے اس ذات پاک کی قسم میں نے اس کی طرف سے اپنے آپ کو بیٹا کہہ کر پکارے جانے کا دعویٰ کیا ہے مجھے زمین و آسمان کی قسم کہ میں نے ان کے پیدا کرنے کا دعویٰ کیا۔ سمجھتے ہو یہ آخری دعویٰ کیا ہے۔
ن: ہاں سمجھتا ہوں کن فیکون
م: ہاں شاباش اب اس دعویٰ سے بڑھ کر کوئی دعویٰ ہو سکتا ہے
ن: ہرگز نہیں
م: مگر میں نے اس سے بڑھ کر بھی کیا ہے۔
وعلیکم السلام۔ حضرت ٹھہرو ٹھہرو بات تو سنو
ن: نہیں جناب میرا ڈیڑھ بالشت کا سلام ہے مجھے پاگل بنا کر... سے نہ نکلوا یئے گا۔ میں آپ کی بعثت کی برکت سے مسلمانوں میں نزاع کا حال بد سے بدتر اور افلاس اپنی جگہ قائم دیکھتا ہوں آپ کے دعوے خشک ہیں اور بے اصل۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۸ رجب ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۷ جلد ۱۴۔ ص ۶۔ ۷)

قادیانی مذہب کی اشاعت کس طرح ہوتی ہے

دریاپور ضلع کٹک سے سید عبدالمجید صاحب لکھتے ہیں:

مروی ہے کہ شیطان رجیم بوقت احتضار اکثر مومنوں کو دھوکا دیا کرتا ہے کہ کس طرح اس کے ایمان کو سلب کر لے اور اسکو مستوجب نار جہنم بنا دے اگرچہ حسب فرمان

الہی ان عبادی لیس لك علیهم سلطان، عباد اللہ الصالحین پر اوس کا مکر وفریب کارگر نہیں ہوسکتا ہے تاہم بزرگان دین ہمیشہ سوئے خاتمہ سے ترسان وحسن خاتمہ کے ملتجی رہتے ہیں ربنا لاتزغ قلو بنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لد نك ر حمة

ان دنوں ہمارے اس مقام سونگڈھ کے مرزائی جماعت کے سربرآوردہ نے یہ طریق اختیار کی ہے کہ جب کسی مومن مخالف مرزا کو کسی مرض شدید میں مبتلا پاتے ہیں تو سبب مرض مخالفت مرزا قرار دے کر ساعی رہتے ہیں کہ کسی طرح اوس سے مرزا کی نبوت وغیرہ منوا کر اس کے ایمان واسلام کو غارت کریں۔ چنانچہ چند روز کا واقعہ ہے کہ میرے حقیقی ماموں سید جواہر علی مرحوم جو ایک معمر شخص متبع اہل سنت و جماعت اگرچہ ابتداء باغواء مرزائی مولویوں کے مرزائی مذہب کی طرف کسی قدر مائل تھے مگر جب سے اونہوں نے یہ سنا کہ مرزا اپنے آپ کو امام حسین سے افضل جانتا ہے، تب سے اس مذہب کے سخت مخالف رہے۔ حسب تقدیر الٰہی بیمار ہوئے چونکہ یہ مرض مرض موت تھا یوماً فیوماً بڑھتا گیا یہاں تک کہ ذی فراش ہو گئے۔ مرزائیوں نے اس وقت کو غنیمت جانکر ان کو تلقین کرنے لگے کہ قادیانی ہو جاؤ تو صحت ہو جائے گی یا عاقبت بخیر ہو گی۔ چونکہ مرحوم ایک بڑے ظریف شخص تھے اس خیال سے کہ میرے دلی ایمان واسلام کا اللہ جل شانہ علیم ہے مگر اس وقت معذر ہوں اور غیروں کی خدمت کا محتاج، اس وقت یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں مگر میں انہیں مغالطہ میں ڈال کر حسب دلخواہ اپنے ان سے خدمت لے لوں۔ یہ سوچ کر اون کو کہدیا کہ میں قادیانی ہوں۔

یہ کہنا تھا کہ تمام مرزائی جماعت خوشی سے اپنے جامہ میں نہ سماتے تھے۔ فوراً خلیفہ قادیان کے پاس خبر گئی اور ان کا نام دفتر مبائعین میں درج کیا گیا۔ قادیان سے مبارک بادکی چٹھی آئی۔ رسالہ تشحیذ الاذہان کے خریداروں میں شامل کئے گئے۔ مگر مرحوم اپنے خاص قرابت دار اور دوستوں سے جو اہل سنت وجماعت ہیں کہہ رہا تھا کہ مرزائیوں کو مغالطہ میں ڈالتا ہوں، تم سب خبردار رہنا۔ میری تجہیز وتکفین تم سب کرنا اور نماز جنازہ میرے اہل سنت وجماعت بھائیوں سے پڑھانا۔ مرزائیوں کو میرے کسی کام میں شریک نہ کرنا۔ الغرض جب ان کا انتقال ہو گیا مرزائی جماعت تجہیز وتکفین وکار جنازہ کے لئے آموجود ہوئے۔ مگر ان کے اقرباء نے حسب وصیت ان کے اونہوں کو

دھتکار دیا۔ آئے تو بڑے خوش تھے مگر یہ مصرع حسب حال پڑھتے ہوئے محروم واپس گئے

بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔

یہ ہے مرزائی مذہب کی کیفیت

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ سید واثق الدین صاحب خدا اون کو غریق رحمت کرے ایک جوان صالح بڑے سخت مخالف مرزا قادیانی اور اون کی جماعت کے تھے قضاء الٰہی سے بعارضہ وجع المفاصل و بخار علیل ہوئے چونکہ پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا کوئی دوا کارگر نہ ہوئی مرزائی جماعت کے ایک بڑے مقلد نے اس وقت کو غنیمت شمار کر کے ایک چار ورق کی چٹھی اونہیں لکھی جو مرزائی جماعت کی موافقت کی ترغیب ومخالفت کی ترہیب سے پر ہے اور وقوع مرض کو سبب مخالفت مرزا قرار دیا ہے۔ مگر آفرین وہزار آفرین اس جوان صالح مرحوم پر کہ اوس چٹھی کو دیکھ کر اور بھی مخالفت میں بڑھ گئے۔ اخیر وقت تک اپنے مذہب اہل سنت جماعت پر قائم اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جان بحق تسلیم کئے اور یہ بھی کہتے رہے کہ مرنا تو مقدر ہے اگر اس مرض سے کچھ بھی افاقہ ہوا تو اوس چٹھی کا ایسا جواب دوں گا کہ بار دیگر اس قسم کی چٹھی لکھنے کی جرأت نہ کرسکیں گے۔

مسلمانو! یہ ہیں یہاں کی مرزائی جماعت کی کوشش، تعجب ہے اپنے حالات پر نظر نہیں کرتے کیسے ہی شدید مرض میں گرفتار ہوں کیسے ہی ذلت کی موت ہو اوس کو ابتلاء سمجھتے ہیں۔ اگر مخالفین میں سے کسی کو دردسر یا زکام ہو تو مرزائی مخالفت اوس کا سبب ٹھہرایا جاتا ہے۔...

مرحوم واثق الدین نے ایک مجلس مناظرہ بھی اپنے اہتمام سے قائم کی تھی جس میں مولوی ابوالفرح صاحب از طرف اہل سنت و جماعت ومولوی عبدالحلیم صاحب مرزائی مناظر تھے۔ یہ مناظرہ دو دن تک عمدہ طریق سے ہوا۔

الحمد للہ اس مناظرہ سے یہاں کے عوام الناس مرزائی مغالطوں اور دھوکہ دہی سے بخوبی واقف ہو گئے مگر مرزائی جماعت ایک عجیب وغریب جماعت ہے کہ باوجود بارہا زک اٹھانے اکثر مناظروں میں خصوصاً لدھیانہ میں باوجود اداء انعام سی صد روپئہ اپنے بے جا فخر وتعلّی سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ اس جلسہ کی روداد مختصر بذریعہ

قادیانی پریس شائع کیا ہے اور چند بوسیدہ سوال بھی مولوی ابوالفرح صاحب پر کئے ہیں بالکل بے بنیاد ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۹ جلد ۱۴۔ ص ۹۔۱۰)

شاہدرہ اسٹیشن پر مرزائیوں سے مکالمہ

چند یوم گذرے کہ مجھے سیالکوٹ جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد دوپہر تین بجے کے قریب بندہ شاہدرہ اسٹیشن (جوکہ گاڑیوں کا جنکشن ہے) پر پہنچا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ سیالکوٹ جانے والی گاڑی ۵ بجے شام کے لاہور سے آوے گی۔ عام مجمع میں بندہ بھی اطمینان سے بیٹھ گیا۔ چار بجے نماز عصر پڑھ کر واپس مسافر خانہ میں آتے ہوئے دیکھا کہ چند ایک مرزائی مطبوعہ کاغذات ہاتھ میں لے کر پڑھ رہے ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوا کہ مرزائی جماعت کے اعتقادی اشتہار ہیں۔ میں نے کہا کہ ایک اشتہار مجھے بھی عنایت کیجئے۔ اونہوں نے مسکرا کر کہا کہ یہ لو سب لیلو۔ میں نے دو کاغذات، جو اشتہارات کی صورت میں تھے، لے لئے۔ ابھی میں دیکھنے کو تھا کہ مرزائی صاحب مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ آپ کس جماعت میں شامل ہیں۔ میں نے کہا میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکا تفصیل کیجئے۔ تو فرمانے لگے کہ آپ لاہوری پارٹی میں ہیں یا قادیانی جماعت میں۔ میں ان کی تقریر کو سن کر خاموش ہوا اور اشتہار پڑھنے میں مصروف رہا۔

مشتہر نے دعوی کیا ہے کہ قادیانی خلیفہ حق پر نہیں اور مرزا صاحب نے جو ۴ عدد پیش گوئی بابت خلافت ثانیہ کی ہیں انکا مصداق ظہیر الدین اروپی ہیں اور باقی سب ہیچ۔

مجھے پڑھ کر تعجب ہوا اور سخت حیرت ہوئی کہ یہ لوگ خواہ مخواہ ضحکۃ الصبیان ہورہے ہیں۔ نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ ہی دلیل دے سکتے ہیں۔ محو حیرت تھا کہ وہی صاحب پھر بولے کہ آپ کس جماعت میں داخل ہیں۔ میں نے کہا میں مسلمان ہوں اور محمدی جماعت میں داخل ہوں۔

پھر کہنے لگے کہ آپ مرزا صاحب قادیانی کو کیا مانتے ہیں۔ میں نے کہا میں

مرزا صاحب کو مسیلمہ سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتا۔

بس یہ کہنا ہی تھا کہ وہ سب ایک دوسرے کے منہ کی طرف تاکنے لگے اور کہنے لگے اور پوچھ لو۔

خیر بہر حال مکالمہ ہوا، اور بہت سے آدمی جمع ہو گئے بلکہ ملازم اسٹیشن کے بھی جمع ہو گئے۔ مجھ سے سوال ہوا کہ آپ نے کس خیال سے مرزا صاحب قادیانی کو مسیلمہ کے ساتھ جمع کیا۔

میں نے کہا آپ قادیانی پارٹی میں ہیں یا لاہوری میں۔

کہنے لگے قادیانی۔

میں نے کہا قادیانی خلیفہ کا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نبی ہیں اور ان کے مرید بھی اس دعوی کی تصدیق کر بیٹھے ہیں۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ دنیا میں نبی کا کیا کام ہونا چاہیے، اور دنیا کو نبی کی کیسے ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ تقریر سب آپ کے عقیدہ کے مطابق ہوگی، ورنہ ہمارے مذہب میں تو کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہیں اور نص قطعی اس حکم میں وارد ہے۔ پس سنو۔

اول آپ کے جدید نبی کی پیش گوئیوں کی پڑتال کریں گے۔ عبداللہ آتھم والی پیش گوئی، محمدی بیگم والی پیش گوئی، لیکھ رام والی پیش گوئی، مولوی محمد حسین بٹالوی والی، ڈاکٹر پٹیالوی والی، علی ہذا، اور سب سے بعد جناب مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق دعا والی۔ جسکا نتیجہ خود دنیا جان رہی ہے۔

بس اتنی بات ہوئی تھی کہ مرزائی افراد نے شور مچا دیا اور ایک ایک سے اعتراض رفع کرنے لگے۔ چونکہ میں نے بھی کتاب الہامات مرزا کی سیر کی ہوئی تھی، بھلا کب انکی دال گلنے دیتا۔ اور لطف یہ کہ محمدی بیگم والی پیش گوئی کی بابت صاف کہنے لگے کہ اس کے واسطے وقت بہت چاہیے کم از کم تین گھنٹے۔

میں نے کہا آپ کہاں تشریف لے جائیں گے۔ فرمانے لگے جہلم۔ معلوم ہوا کہ وہ خاص جہلم شہر کے باشندہ تھے۔

میں نے کہا وزیر آباد تک بندہ آپ کا ہمراہی ہے جو کم از کم گاڑی تین گھنٹہ میں وزیر آباد پہنچے گی۔ آپ گاڑی میں ہی مجھ کو یہ پیش گوئی سمجھا دیں۔

اس پر حاضرین نے تعجب کے لہجہ میں کہا کہ ہم کیسے مستفیض ہو سکتے ہیں خصوصاً ریلوے سٹیشن کے ملازم یالا ہور کو جانے والے اصحاب وغیرہ۔

اس پر میں نے کہا اس میں میرا کوئی چارہ نہیں، یہ صاحب سامنے کھڑے ہیں دریافت کرلو، میں بھی سنوں گا مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ بالآخر کہا کہ مولوی ثناء اللہ چونکہ اہل حدیث واہل سنت کا ہیڈ مولوی ہے، اس لئے مرزا صاحب قادیانی نے اس کے واسطے دعا مانگی۔ مگر جب دعا شائع کی گئی تو مولوی ثناء اللہ نے اخبار اہل حدیث میں لکھ دیا کہ یہ دعا آپ کی مجھے ہرگز منظور نہیں۔ جب منظور ہی نہ کی تو اس کا اثر کیا ہوتا؟..

جواب میں بندہ نے کہا کہ مرزا صاحب قادیانی کے دعائیہ الفاظ میں سے یہ بھی ہے اجیب دعوة الداع اجیب کل دعا ئك اور پھر بالآخر یہ لکھا کہ اب مولوی ثناء اللہ اس کے نیچے خواہ کچھ لکھ دے گویا اب تیر کمان سے نکل گیا ہے۔.. چونکہ میرا روئے سخن مرزائی جماعت سے تھا مگر سامعین کے ذہن نشین کرنے کو ان کی طرف بھی خیال جاتا تھا۔ اکثر دنیا میں دانا آدمی بھی ہوتے ہیں۔ لاہور کے ایک ہندو دکاندار نے کہا کہ بیشک یہ سچ ہے مدعی مخالف تو موت کا ڈروا دے رہا ہے مگر مدعا علیہ بجائے اس کے کہ وہ رعب میں آجاوے، الٹا دجال اور فریبی کہہ رہا ہے۔ اور خدا کے ساتھ جو ہم کلامی کا دعوی کرتا تھا وہ مر گیا ہے اور مولوی ثناء اللہ کو تو ہم سال میں دو دفعہ تو ضرور لاہور میں دیکھ لیتے ہیں اور افسوس کہ مرزا صاحب کا نشان گم ہو گیا ہے۔

بس اتنا ثالث کا کہنا تھا کہ ریلوے پھاٹک کھل گیا کہ چلو گوجرانوالہ وزیرآباد جانے والے۔ ہم سب کے سب جو اس طرف جانے والے تھے اندر پلیٹ فارم پر جاکر کھڑے ہو گئے۔ مجمع تھوڑا رہ گیا مگر بات وہی ہوتی رہی۔ اتنے میں ایک آدمی نے کہا کہ لدھیانہ میں تین صد روپیہ کا انعام کس کی طرف سے مقرر تھا اور کسنے وہ انعامی رقم پائی اور انعام کس مضمون پر تھا۔

میں نے کہا انہی کو معلوم ہو گا مگر وہ بے چار سرنگوں ہو کر کہنے لگے کہ ہاں وہ بھی ایک دھوکا لگ گیا تھا۔ قاسم علی دہلوی دراصل ثناء اللہ کے مقابلہ کے لائق نہ تھا۔ چونکہ یہ عربی کا فاضل ہے اور وہ فارسی کا منشی ہے۔ اور پھر ثالث سکھ پلیڈر نے طرف

داری کر کے وہ رقم مولوی ثناء اللہ کو دلا دی۔

اس پر سب لوگوں نے قہقہہ مارا کہ یہ کیا بات ہے۔ جہاں تم لوگ زک اٹھاتے ہو وہاں یہی عذر لاتے ہو کہ فلاں ہمارا مخالف ہو گیا تھا۔ مثلاً رام پور، لدھیانہ وغیرہ میں۔ جب کہ تمہارا نبی اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا تو امتی کا کیا حق ہے کہ نبی سے زیادہ سوچ سمجھ رکھے۔ چونکہ مرزا صاحب نے علمی طریق سے عجز دکھایا تو الہامی رنگ میں دعا مانگی کہ مخالف کو علم میں کمال ہے وہ کب میرے جال میں آنے لگا۔ تب یہ چال نکالی کہ چلو ایک یہ تیر تکا دعا کا بھی لگا دو، عجب نہیں کہ مرعوب ہو جاوے۔ مگر وہ شیر کب ایسے دام میں آنے لگا۔ اوس نے اس تیر نشانے کو آتے ہی اس ڈھال پر لیا کہ وہ تیر مڑ کر خم ہو گیا اور اپنے پاس سے ایک چھوٹا تیر یوں ہی ہاتھ سے پھینک مارا جو مرزا صاحب کو کاری لگ گیا اور ساری عمر کے واسطے ہم سے جدا ہو گئے۔. اتنے میں گاڑی آ گئی اور مرزائی خدا جانے کس خانہ میں چلے گئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۱۷ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۳۵ھ نمبر ۲۹ جلد ۱۴۔ ص ۱۰۔۱۱)

امرتسری مقدمہ فسخ نکاح میں قادیانیوں کی شہادت پر پیغام کا ریویو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امرتسر کے مقدمہ فسخ نکاح میں قادیانی علماء نے جو شہادتیں دیں اوس کی باضابطہ نقل اہل حدیث میں مفصل شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ اس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے منکروں کو سخت ترین کافر کہا گیا ہے یہاں تک کہ اون کے نابالغ بچوں کا بھی جنازہ ناجائز کہا اس لئے لاہور کا پیغام صلح اون علماء پر خفگی کا اظہار کرتا ہے ناظرین دل چسپی سے پڑھیں۔

احمدیت کو ترک کرنے والا مرتد نہیں:

مولوی سرور شاہ اور میر محمد اسحاق کی ان شہادتوں کا خلاصہ دیا جا چکا ہے جو اونہوں نے امرتسر کے مقدمہ فسخ نکاح میں دیں۔ اب تازہ معاصر اہل حدیث نے ان ہر دو کے مفصل بیانات شائع کئے ہیں جن میں مولوی سرور

شاہ صاحب کے بیان میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ:

اگر کوئی احمدی غیر احمدی ہو جائے تو اس کو مرتد نہیں کہا جاوے گا۔ڈاکٹر عبد الحکیم جو احمدی سے غیر احمدی ہو گیا تھا مرزا صاحب نے اس کو مرتد نہیں کہا لغت کے لحاظ سے مرتد کہا شریعت کے لحاظ سے نہیں۔شرع میں مرتد اس کو کہتے ہیں جو اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں چلا جاوے۔،

ہم حیران ہیں کہ مولوی (سرور شاہ) صاحب کے اس بیان کو کیا سمجھیں۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ احمدیت کو چھوڑ کو بھی کوئی شخص اسلام ہی پر کاربند سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ جنہوں نے سرے سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو مانا ہی نہیں لیکن دیگر شعائر اسلام پر وہ دل سے کاربند ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں، وہ کیونکر کافر ہو گئے۔ صاف لفظ ہیں کہ شروع میں مرتد اوس کو کہتے ہیں جو اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں چلا جاوے اور کہ اگر کوئی احمدی غیر احمدی ہو جاوے تو اوسکو مرتد نہیں کہا جاوے گا جس سے معلوم ہوا کہ اسلام احمدیت سے کوئی علیحدہ مذہب ہے، اور یہ کہنا غلط ہے کہ احمدیت ہی اسلام ہے ورنہ اس کو چھوڑنے سے ہی اسلام کا چھوڑنا لازم آتا ہے۔ لیکن مولوی سرور شاہ صاحب نے اس میں تفریق کی اور ساتھ ڈاکٹر عبدالحکیم جیسے مکذب و مرتد کو بھی مرتد یعنی اسلام کو چھوڑنے والا نہیں ٹھہرایا۔ گویا بالفاظ دیگر ڈاکٹر عبدالحکیم باوجود حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی تکذیب کے بلکہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو بھی نجات کے لئے غیر ضروری سمجھنے کے (یہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پر بہتان ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) اسلام ہی پر کاربند ہے اور مرتد نہیں۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی سرور شاہ کی ایک طرف اس قدر وسیع ظرفی اور دوسری طرف اتنی سنگ دلی کہ

جو مرزا غلام احمد کو نہیں مانتے ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں خواہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج کرے، زکوہ دیوے، اور خدا تعالی کو مانے۔ الخ

کیا سمجھیں اور ان دونوں بیانات کو کس طرح تطبیق دیں

جو شخص احمدی ہو کر غیر احمدی کو رشتہ دیوے:

اسی بیان میں آگے چل کر مولوی سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

جو شخص احمدی ہو کر غیر احمدی کو رشتہ دیوے ہم اس کے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں۔

عدالت میں جا کر قرآن پر ہاتھ رکھ اس قدر جھوٹ اور اتنا صریح کذب ہم نہیں جانتے کہ ایک مولوی اور وہ بھی قادیان کے مولوی کہلانے والے شخص کے کہاں تک شایان شان ہے۔ گو مولوی سرور شاہ کے منہ سے اس قسم کا جھوٹ کوئی نئی بات نہیں، اس سے پہلے کتنے ہی معاملات میں کئی موقعوں پر علانیہ اس نے جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کیا (ہم تو اوسکی شائد تصدیق نہ کر سکیں مسیح موعود کے خاص حواری اور جھوٹ؟ اڈیٹر اہل حدیث) جس پر ایک شملوی محمودی کی شہادت بھی چھپی ہوئی موجود ہے۔ تاہم ہم حیران ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں پر اس کا کیا اثر ہوتا ہوگا جو میاں صاحب (مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان) کے مریدین میں شامل ہو کر غیر از جماعت لوگوں سے رشتے کر کے پھر مخلص احمدی کہلاتے ہیں اور ہرگز کوئی بھی انقطاع تعلقات یا اون کے خارج از جماعت نہ ہونے کے باوجود تحدیاں کی جاتی ہیں کہ:

میں انہیں جماعت سے خارج کر دوں گا۔ (انوار خلافت)

اور عدالتوں میں حلف اوٹھا اوٹھا کر کہا جاتا ہے کہ:

ہم اس کے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں،

کیا میاں (محمود احمد) صاحب یا مولوی سرور شاہ نے میاں شمس الدین صاحب سوداگر چرم لاہور سے قطع تعلق کیا۔ کیا میاں عبدالعزیز، حسن محمد سیالکوٹی اور مولوی فیض احمد جمونی وغیرھم کو بائکاٹ کیا۔ جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ باوجود بار بار کی یاد دہانیوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی تو یہ کس قدر جھوٹ ہے کہ:

جو شخص احمدی ہو کر غیر احمدی کو رشتہ دیوے ہم اوسکے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں۔،

کبر مقتاً عبد الله ان تقولوا مالاتفعلون کی آیت بھی بھول گئی۔

کیا میر اسحاق نے یہ کہتے ہوئے کہ:

احمدی اوس شخص کو جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور اوس کی نبوت پر اعتراض کرتا ہے اوس کو لڑکی نہیں دیں گے۔

میاں شمس الدین صاحب کو غیر احمدی تصور کر لیا تھا یا ان کا پانسو روپیہ کا نذرانہ اب بھول چکا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم سفارش کریں گے کہ میاں شمس الدین صاحب اپنے پیر صاحب کی پھر بھی مٹھی گرم کرنے سے دریغ نہ کریں، تا وہ آئندہ ذرا سوچ سمجھ کر شہادت دلوانے کے کام آئے۔

آگے چل کر مولوی سرور شاہ فرماتے ہیں:

ہم غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے خواہ بچہ ہو، یا جوان، کوئی ہو۔ ہم غیر احمدی کو سلام علیکم کہتے ہیں۔

ایک تو یہ بھی واقعات کے صریح خلاف ہے کہ، غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ ابھی گذشتہ اشاعت میں ہمارے مکرم شیخ مولا بخش صاحب نے بہت سے ایسے نام گنوا چکے ہیں جنہوں نے غیر احمدی کا جنازہ پڑھا۔ رہا سلام علیکم لینا سو یہ آج تک معلوم نہیں ہوا کہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ کافروں سے سلام علیکم لینا اسلام سے کہاں تک مطابق ہے۔ کیا مولوی سرور شاہ صاحب اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے (پیغام صلح لاہور ۶ مئی ۱۹۱۷ء)

(اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۱۷ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۰ ص ۴۔۵)

فیصلہ فسخ نکاح مرزائی بعدالت سب جج امرتسر

جج صاحب لکھتے ہیں:

یہ مقدمہ مسماۃ چراغ بی بی مدعیہ نے برخلاف سراج مدعا علیہ کے بغرض تنسیخ نکاح کیا ہے۔ عرضی دعوی ہے کہ مدعیہ کا نکاح مدعا علیہ سے مارچ ۱۹۱۶ء میں ہوا۔ ۱۵۔۲۰ دن ہوئے مدعا علیہ نے مرزائی مذہب اختیار کر لیا اور بروئے شرع محمدی وہ

کافر ہے اور مسلمان نہیں ہے اور از روئے شرع محمدی مدعیہ کو حق ہے کہ مدعا علیہ سے اپنا نکاح فسخ کراوے کیونکہ مرزا خود اور اوس کے تمام پیرو کافر ہیں۔

مدعا علیہ نے عرضی دعوی کا تحریری جواب دیا ہے کہ مدعا علیہ مسلمان ہے اور اسلام پر ایمان رکھتا ہے۔ اس نے کوئی نیا مذہب اختیار نہیں بلکہ مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی مسعوود کا پیرو ہو کر حقیقی مذہب اسلام سے واقف ہو گیا ہے۔ مرزا خدا کی برکت سے اعتقاداً اور عملاً اعلی درجہ کا مسلمان تھا اور کہ مدعا علیہ بھی خدا کی مہربانی سے اوسی مذہب محمدی کا پیرو اور تابعدار ہے اور کہ مدعیہ کو کوئی حق نسبت حصول ڈگری تنسیخ نکاح نہیں ہے۔

تنقیحات جو وضع کی گئیں یہ ہیں:

۱۔ کیا مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہو کر مسلمان نہیں رہا؟ بذمہ مدعیہ

۲۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کے درمیان دعوی فسخ نکاح ہو سکتا ہے۔ بذمہ مدعیہ

۳۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مدعا علیہ ابھی تک مسلمان ہے باوجودیکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہو گیا ہے، تو کیا موجودہ صورت میں دعوی ہو سکتا ہے یا یہ کہ نسبت استقراء حق ہونا چاہیے؟ بذمہ مدعیہ

تجویزات

وکیل مدعیہ کی بحث ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعوی کیا اور اس نے حضرت عیسی کو جو کہ نبی تھے گالیاں دیں، اس لحاظ سے وہ کافر ہو گیا کیونکہ قرآن کی رو سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب نبیوں سے آخر تھا اور اوسکے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور کہ وہ شخص بھی جو نبیوں کو گالیاں دے کافر ہے۔ ان وجوہات کے سبب مدعا علیہ جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید اور اوسپر یقین رکھتا ہے کافر ہے نہ مسلمان اور مدعیہ اوس کی بیوی کو حق ہے کہ اوس سے نکاح فسخ کرالیوے۔

وکیل مدعا علیہ اس بات کو تسلیم کرتا ہوا کہ کفر نکاح کے توڑنے کو کافی ہے بحث کرتا ہے کہ مرزا کافر نہ تھا اور کہ نہ اوس کے مرید کافر ہیں بلاشبہ کفر نکاح کو توڑ دیتا ہے۔ یہ تو پنجاب ریکارڈ ۱۲۴۔ ۱۹۲۶ء پنجاب ریکارڈ ۱۳۲۔ ۱۳۲۴، اور پنجاب ریکارڈ ۶۱۔

۱۹۵۹ صاف ہے۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا مرزا کافر تھا؟ اور کیا مدعا علیہ مرزا کا مرید ہونے سے کافر ہو گیا ہے؟ اور مسلمان نہیں رہا،

ویبسٹر کافر کے معنی دیتا ہے:

وہ جس نے کہ اوس فریق کے اعتقاد اور اصولوں کو چھوڑ دیا ہے جس سے وہ پہلے تعلق رکھتا تھا خصوصاً وہ جس نے اپنا مذہب دوسرے مذہب کے لئے چھوڑ دیا ہے یعنی منکر گمراہ اور ترک دین کے معنی دیئے ہیں اوس مذہبی اعتقاد کو جسکو ایک دفعہ مانتا ہو کلیتاً چھوڑ دینا یا ایک جماعت کے اعتقاد اور اصول کو پہلے اختیار کیا ہو یا اوس جماعت کو جس سے پہلے تعلق رکھا ہو چھوڑ دینا۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ مرزا نے کافر کا نام حاصل کرنے کے لئے کیا کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کی سورہ احزاب کی .. رو سے محمد خدا کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے آخر ہیں۔ لفظ خاتم جو استعمال کیا گیا ہے اس کی نسبت وکیل مدعیہ بحث کرتا ہے کہ اس کے معنی آخر کے ہیں اورس کی وہ بیان کرتا ہے کہ لغت جانسٹن اڈیشن بابت ۱۸۶۲ء صفحہ ۵۰۱ سے تائید ہوتی ہے۔

وکیل مدعا علیہ کی بحث ہے کہ لفظ خاتم کے معنی مہر کے ہیں جیسا کہ سیل کے ترجمہ قرآن سے ظاہر ہے جو کہ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر دیتا ہے۔

وکیل مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ خاتم انگوٹھی کی مہر کو کہتے ہیں۔

مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے میں تامل نہیں کہ قرآن کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد تمام نبیوں کے آخر تھے اور یہی صحیح معنی ہیں جو کہ الفاظ کے کئے جا سکتے ہیں

اس کی تائید مشہور روایت مندرجہ کتاب احادیث نبی سے ہوتی ہے جو کہ اس مقدمہ میں بہت سی دستاویزات میں سے ایک ہے تفسیر قرآن مصنفہ علاء الدین بغدادی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ محمد کے بعد کوئی نبی نہیں۔

وکیل مدعیہ میری توجہ شرح الاشباہ و النظائر کی طرف منعطف کرتا ہے جہاں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی یہ مانتا ہے کہ محمد سب نبیوں کے اخیر نہیں تھا، تو وہ مسلم نہیں ہے۔ نیز مجھے فقہ اکبر ملا علی قاری کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ

محمد (ﷺ) کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور جیسا کہ دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریرات سے نتیجہ نکالا ہے کہ وہ وہی نبی تھا جس کا حوالہ دیا گیا ہے لہذا وہ کافر تھا نہ کہ مسلمان۔

بحث اور ریکارڈ کے دیکھنے سے اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور کہ فتویٰ غیر احمدی مولویوں کی طرف سے جاری کیا گیا کہ مرزا کافر تھا۔ سوال یہ ہے کہ اگر اوس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو کیا وہ کافر ہو گیا اور مسلمان نہ رہا۔ مرزا کی تحریرات سے کتاب ٹیچنگز آف اسلام میں مرزا صاف قرآن مذہب اسلام خدا اور اوس کے رسول محمد پر اپنا پکا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے ظاہر ہو کہ وہ دلی مسلمان نہ تھا۔ اوس کے بعض اپنے اعتقادات بھی تھے اون میں سے ایک یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو نبی سمجھتا تھا جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا لیکن اس سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ وہ خیال کرتا تھا کہ خدا نے اوسے مذہب اسلام کے پھیلانے کے واسطے چن لیا ہے اور یہ اوس نے اپنے طریق پر اپنے آپ کو نبی کہلا کر سچا مسلمان ظاہر کرتے ہوئے قرآن خدا اور اس کے نبی محمد پر یقین رکھتے ہوئے دعویٰ کیا۔ اوس کا اصول باقی دنیائے اسلام سے نہ ملتا ہو لیکن اوس نے نہ تو مذہب اسلام کو جیسا کہ قرآن میں لکھا گیا ہے چھوڑا اور نہ ہی انکار کیا۔ برخلاف اس کے وہ اس کا پکا معتقد تھا اور دوسروں کو اس کے ماننے کی ترغیب دیتا تھا۔ اوس نے اپنے ایمان یا مذہب کو نہیں چھوڑا اور وہ مرتد نہیں کہلا سکتا، اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مسلمان نہیں رہا کیونکہ اوس کے بعض خیالات دوسرے آدمیوں کے خیالات سے جو کہ مذہب اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں متفق نہیں ہیں۔

شہادت ظاہر کرتی ہے کہ احمدی مسلمانوں کی مانند نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور غیر احمدیوں نے احمدی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔

(حضرت) عیسیٰ کو گالیاں دینے کی نسبت۔ مرزا نبیوں جیسی اوسکی عزت کرتا تھا جیسا کہ دوسرے مسلمان کرتے ہیں اور یقیناً اوس نے کبھی حضرت محمد کو گالیاں نہیں دیں یا اون پر یقین نہیں رکھتا تھا جو مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ سے زیادہ قابل تعظیم ہیں مرزا کی تحریرات میں صاف طور پر حضرت محمد کی عزت اور تعریف ہے۔ اور

اس لحاظ سے بھی کافر نہیں کہلا سکتا اسلام کے اصول قرآن خدا اور اوس کے رسول محمد کو ماننا اور حج کرنا ہیں اور احمدی ان تمام باتوں کو مانتے ہیں جیسا کہ اس مقدمہ میں ظاہر کیا گیا ہے اس لئے احمدی صاف طور پر مسلمان ہیں کافر وہ ہے جو کہ خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت سے انکار کرے یقیناً مرزا نے کبھی ایسا نہیں کہا اور اس لئے مرزا نے کبھی ایسا نہیں کہا اگرچہ چند مولویوں کے فتوے سے جس میں نے اوپر حوالہ دیا ہے وہ ایسے ہی ہیں۔ مرزا اپنی تحریر کردہ کتابوں میں موسومہ انوار الاسلام صفحہ ۳۴ نور الحق حصہ اول اور حمامۃ البشری میں صاف خدا اور نبی اور مذہب اسلام پر اپنا یقین ظاہر کرتا ہے۔

بوجوہات بالا میں قرار دیتا ہوں کہ مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہوکر مسلمان ہی رہتا ہے۔

میں یہاں یہ نوٹ کردوں کہ فیصلہ پٹنہ ہائی کورٹ انڈین کیسز جلد ۳۷ حصہ دوم صفحہ ۳۰۲ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ عدالت ہائے پٹنہ میں احمدی مسلمان قرار دیئے گئے ہیں

تنقیح ۲۔ یہ (تنقیح) نہیں اٹھتی کیونکہ مدعا علیہ مسلمانوں سے باہر نہیں ہے۔

تنقیح ۳۔ دراصل اس تنقیح کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ مدعا علیہ اب بھی مسلمان ہے ضرور ہے کہ مدعیہ کا دعوی خارج کیا جائے یہ تنقیح فریقین کے عذرات اور وکلاء کی بحث پر قائم کی گئی تھی۔

بہ نظر فیصلہ بالا میں مدعیہ کا دعوی خارج کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ فریقین اپنا اپنا خرچہ برداشت کریں

امرتسر ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۷ء۔ دستخط سب جج سیمور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

فیصلہ کی خامی ظاہر ہے کہ جج صاحب کفر کے معنی فریقین کی شہادت سے اخذ نہیں کرتے بلکہ ایک انگریز کی لغت سے لیتے ہیں۔ جج صاحب اسلام کو صرف نماز روزہ وغیرہ کرنیکو اسلام کہتے ہیں حالانکہ فریقین کی شہادتیں اس کے برخلاف ہیں کیونکہ فریق محمدی کے علماء کہتے ہیں کہ دعوی کفر ہے احمدی کہتے ہیں مرزا کا انکار کفر ہے چاہے نماز روزہ کرے جس صورت میں دونوں فریق ایک کام کو مسلمان رہنے کیلئے کافی نہیں

جانتے معلوم نہیں جج صاحب کس کی شہادت پر فیصلہ کرتے ہیں ۔اسی طرح اور بھی وجوہات ہیں اپیل اگر ہوئی تو اطلاع دی جائے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث یکم جون ۱۹۱۷ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۰ ص ۵۔۷)

چیستان مرزا

انعامی سو اور دو سو روپیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ مضمون لطیف پیرایہ میں لکھا گیا ہے چونکہ ہمارے یقین میں قادیانی مشن کے لئے یہ ایک فیصلہ کن ہے، اس لئے اس کے جواب پر بہ تفصیل ذیل انعام دینے کا اعلان شائع کرتے ہیں:

لاہوری پارٹی کے سرگروہ مولوی محمد علی جواب دیں تو مبلغ یک صد،

قادیانی پارٹی کے رئیس میاں محمود احمد صاحب جواب دیں تو وہ دو سو روپیہ انعام کے مستحق ہوں۔

ان دونوں سرگروہوں کے سوا کوئی اور صاحب بھی جواب دیں گے تو انعام کے مستحق ہوں گے بشرطیکہ ان دونوں میں مجیب جس کے ماتحت ہو وہ اس جواب پر تصحیح کے دستخط کر دیں۔

فیصلہ کی صورت بالکل وہی ہوگی جو مباحثہ لودہانہ میں تھی۔ یعنی روپیہ امین کے پاس رکھا جائے گا اور تین اصحاب منصف ہوں گے۔ایک ایک فریقین کا، تیسرا سرپنچ غیر مسلم ۔مسلمہ فریقین ایک مجیب کی بجائے کئی ایک ہونگے تو یہی رقم بانٹ لیں گے۔تاریخ اشاعت سے پندرہ روز تک مجیب کی طرف سے درخواست آنی چاہیے جس میں اپنے منصف کا نام اور عہدہ اور سرپنچ کیلئے متعدد ناموں کی فہرست ہو جن میں سے کسی ایک کو ہم مقرر کرلیں گے یا کوئی اور بتادیں گے

نوٹ: تین سو روپیہ ہم نے امین کے پاس رکھوادیا ہے جن کی رسید بعد تقرر

منصفان کے دی جائے گی۔

بعد پندرہ روز کے درخواست جواب سے مایوس ہو کر یہ جواب ٹریکٹ کی صورت میں چھاپا جائے گا۔ انشاء اللہ

مجیب کے جواب پر باستفسار کسی منصف کے مجھے جواب دینے کا حق حاصل ہو گا جیسا کہ مباحثہ لدھیانہ میں تھا۔

قرآن شریف کا سنہری اصول ہے جو ہر ایک مذہب اور ہر ایک عقل مند کے نزدیک مسلّم اور مقبول ہے کہ الہامی کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ یعنی کسی شخص کے کلام میں اختلاف اور تناقض کا ہونا اوسکو الہامی درجہ سے گرانے کو کافی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام میں یوں تو بہت سے مقامات پر اختلاف پایا جاتا ہے مگر آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں یہ سب سے نرالا اختلاف ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب قادیانی کی تاریخ بعثت (بعثت کے معنی ہیں خدا کی طرف سے ماموریا ملہم ہونا۔ اڈیٹر اہل حدیث) اور سنہ وفات کے متعلق خود اون کے الہاموں یا الہامی نتائج میں پایا جاتا ہے۔ پس ناظرین غور سے سنیں اور داد دیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اپنی بعثت (ماموریت) کی بابت یوں رقم طراز ہیں:

چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہو گا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ نام یہ ہے: غلام احمد قادیانی۔

اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں ہے۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵)

اس عبارت میں (مرزا قادیانی کا) صاف دعویٰ ہے کہ میری بعثت سنہ ہجری (۱۳۰۰) پورے ہوجانے پر ہوئی تھی۔ اسی کی تائید میں آپ اپنی کتاب تریاق القلوب میں یوں لکھتے ہیں:

غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے یعنی تیرہ سو کا عدد جو اس نام سے نکلتا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جسکا نام تیرہ سو کا عدد پورے کرتا ہے۔ (تریاق القلوب۔ص ۱۶)

یہ عبارت اور سابقہ عبارت دونوں متفق ہیں کہ سنہ ہجری (۱۳۰۰) پورا ہو جانے کے بعد مرزا صاحب قادیانی آئے۔

اسی کی تائید میں مرزا صاحب قادیانی ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خداتعالی نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا نے مجھے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارگر ہے۔

(تریاق القلوب۔ص ۶۸)

اسی کی تائید ایک اور مقام پر بھی کرتے ہیں جہاں فرماتے ہیں:

میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۷۱؟)

یہ سب حوالجات بیک زبان متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی بعثت سنہ ہجری پورے ۱۳۰۰ ہونے کے بعد چودھویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی تھی۔

اور سنئیے: کتاب حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خداتعالی کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خداتعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۹۹)

یہ عبارت صاف بتلارہی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بعثت تیرھویں

صدی کے اندر خاتمہ سے دس سال رہتے ہوئے ہوئی تھی۔

اور سنیے: اوسی پہلی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے

لو کان الایمان معلّقا بالثّریا لناله رجل من فارس

یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اسکا سنہ ہجری میں شروع ہوگا جو آیت

و انا علی ذهاب به لقادرون

میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴ھ۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۵۷)

یہ عبارت صاف کہتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بعثت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی یا ہونی چاہیے تھی۔ یعنی تیرھویں صدی ختم ہونے سے پورے چھبیس سال پہلے۔ اسی کی تائید اسی کتاب کے دوسرے مقام پر فرماتے ہیں، چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو (۱۴۰۰) برس تک مدت ٹھہرائی ہے بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت و انّا علی ذهاب به لقادرون (المومنون: ۱۹) جسکے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں، اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں (سلخ کی راتیں قمری مہینہ کی آخری راتوں کو کہتے ہیں جن میں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے (اور وہ یہ آیت ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله۔ (الصف: ۱۰) (ازالہ اوہام ص ۶۷۵)

یہ دونوں مقام متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کا زمانہ ۱۲۷۴ ہجری یعنی تیرھویں صدی کے خاتمہ سے چھبیس سال پہلے تھا۔

پس اس وقت مرزا صاحب کے تین بیان پبلک کے سامنے ہیں۔

ا۔ سنہ ہجری پورے تیرہ سو سال ہونے پر۔

۲۔ تیرھویں صدی سے دس سال رہتے ہوئے ۱۲۹۰ ہجری میں۔

۳۔ تیرھویں صدی کے پورے ۲۶ سال رہتے ہوئے ۱۲۷۴ھ میں آپ مبعوث ہوئے

ان تینوں مقامات میں تطبیق دینا مجیب صاحب کا فرض اولین ہوگا۔

ایک اور طرح سے:

مرزا صاحب اپنی عمر کی بابت لکھتے ہیں جو ناظرین کی مزید توجہ کا مقام ہے

آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال (نبی) تیرہ سو پینتیس ۱۳۳۵ برس

لکھتا ہے جو خدا تعالی کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت فرمایا

ہے (حقیقۃ الوحی: ص ۲۰۰)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دانیال نبی نے مسیح موعود (جس سے مراد مرزا صاحب قادیانی ہیں) کی عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ ہجری بتلایا ہے اور مرزا صاحب کا الہام بھی دانیال نبی کی تائید کرتا ہے کہ واقعی مرزا صاحب ۱۳۳۵ھ میں انتقال فرماویں گے۔

اب ہم مرزا صاحب قادیانی کے الہامی الفاظ اون کی عمر کی بابت سناتے ہیں۔ آپ کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

بقول مرزا صاحب، خدا فرماتا ہے:

میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم

عمر دوں گا۔ (تریاق القلوب حاشیہ ص ۱۳۔)

اس الہام کی خوبی اور لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت پر کوئی اعتراض کریں تو ہم اون کو جواب نہ دیں گے بلکہ اون کو مولانا جامی مرحوم کا شعر سنا دیں گے۔

سر مستان منطق الطیر جامی لب بہ بند
جز سلیمانے نہ بائد فہم ایں گفتار را

یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۶۸ پہلے بتلا آئے ہیں کہ تیرھویں صدی ختم ہونے پر آپ کی عمر پوری چالیس سال تھی۔ پس الہام مذکور (مندرجہ تریاق القلوب۔ ص ۱۳)

کا درجہ کم سے کم ۷۵ سال لیں تو آپ کا الہام اور دانیال کے کشف میں ٹھیک مطابقت ہو جاتی ہے کیونکہ ۱۳۰۱ ہجری میں مرزا صاحب چالیس سال کے تھے تیرہ سو پینتیس ہجری میں ۷۵ سال کے جو بالکل حسب الہام (مندرجہ تریاق القلوب) طابق النعل بالنعل (عین بین) ٹھیک ہے

ہاں بڑے سے بڑا اعتراض کوئی کرسکتا ہے تو یہ کرسکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لے گئے کیونکہ آپ کا انتقال ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا، یعنی کل نو سال پہلے۔ سو یہ کوئی اعتراض نہیں۔ اسکا جواب یہی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کی طرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے کہ سرمو ادھر اودھر نہ سرکیں۔ اس لئے جب آپ کا جی چاہا تشریف لے گئے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ سچ ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

(شاعر کہتا ہے معشوق جب وعدہ خلافی کرے تو اوس کو وعدہ خلافی نہ جانو کیونکہ اوس کے وعدے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ وعدہ کو پورا نہ کرے گا)

ایک اور طرح سے الہام کی سچائی:

سابقہ طریق سے تو قبل از وقت چلے جانے کا اعتراض پیدا ہوا ہے، مگر ہم مرزا صاحب قادیانی کی روح اور مرزائی دوستوں کو خوش کرنے کے لئے مرزا صاحب کی ایک اور تحریر سے آپ کی الہامی عمر ٹھیک کئے دیتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:

آتھم (ان کا پورا نام پادری عبداللہ آتھم ہے انہی سے مرزا صاحب نے امرتسر میں مباحثہ کیا تھا اور انہی کے حق میں پندرہ ماہ میں مرنے کی پیش گوئی کی تھی جو پندرہ ماہ سے دو سال بعد مرے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کی عمر میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔

آتھم ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے

ہیں (رسالہ انجام آتھم۔ص ا)

ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر ۱۸۹۶ء میں ۶۴ سال تھی اور انتقال آپ کا ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ ۱۸۹۶ سے ۱۹۰۰ تک ۴ سال اور ۱۹۰۰ سے ۱۹۰۸ تک ۸ سال کل ۱۲ سال۔ ۱۲ کو ۶۴ میں ملانے سے ۷۶ سال ہوئے جو مرزا صاحب کے الہام مندرجہ ذیل کے قریب قریب ہے۔ بقول مرزا صاحب خدا فرماتا ہے:

میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا، (ص ۱۳)

الحمد للہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس الہام کے مطابق اسّی (۸۰) سال سے کچھ کم عمر پا کر دار فانی سے دار بقا کو تشریف لے گئے۔

اعتراف حقیقت:

ہم سے جہاں تک ہو سکا ہم نے مرزا صاحب قادیانی کی عمر کو الہامی عمر کے قریب قریب پہنچا دیا، مگر ہمیں کھٹکا ہے کہ کوئی دوربین صاحب ہمارے اس بیان پر یوں اعتراض کریں گے کہ آپ نے جس طریق سے مرزا صاحب قادیانی کی عمر کو ٹھیک بتایا ہے اس سے ناٹھیک رہنا ہی اچھا تھا۔ اس لئے کہ اس طرح ٹھیک ہونے سے مرزا صاحب قادیانی کے جملہ الہامات اور کشوف غلط ہوئے جاتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب اپنے نام کے اعداد پورے ۱۳۰۰ بتلاتے ہیں اور اس پر الہام اور کشف کو پیش کرتے ہیں پھر کھلے لفظوں میں تیرھویں صدی کے خاتمہ پر اپنی عمر پورے چالیس سال بتلاتے ہیں پھر دانیال نبی کے کشف اور اپنے الہام سے اپنی عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ھ ہجری میں فرماتے ہیں یہ سارے الہامات کس طرح متفق ہو سکتے ہیں۔

ہم بڑی سچائی سے اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اس کے جواب سے عاجز ہیں مرزا صاحب قادیانی کا کوئی راسخ الاعتقاد مرید ہو، تو جواب دے اور مرزا صاحب کی آبرو قائم رکھنے پر (بشرائط مرقومہ) انعام ہم سے لے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۵ جون ۱۹۱۷ء۔ مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۲۔ ص ۱۔۴)

گوجرانوالہ میں قادیانی لیکچر

نائب سکرٹری انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

۶ مئی ۱۹۱۷ء کو شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سورن سنگھ) قادیانی کی برات کے ساتھ منشی قاسم علی (سہ صدی) اور حافظ روشن علی صاحب تشریف لائے تھے۔ ان حضرات کے آنے پر انجمن احمدیہ گوجرانوالہ کی طرف سے لیکچروں کا انتظام کیا گیا۔ شیخ محمد یوسف صاحب کا لیکچر اسلام، سکھ ازم، آریہ مت پر تھا۔ شیخ صاحب نے لیکچر بہت عمدگی اور صفائی سے ادا کیا۔ ازاں بعد حافظ روشن علی صاحب نے اسلام پر لیکچر دے کر اسلام کی صداقت کا اظہار کیا۔ بعد دوپہر مولوی چراغ علی صاحب مبلغ انجمن احمدیہ گوجرانوالہ نے صداقت مسیح موعود پر روشنی ڈالی۔ بعدہ قاسم علی صاحب نے اسلام اور دیگر مذاہب پر لیکچر شروع کیا ہی تھا کہ شیخ نذر محمد صاحب کی فہمائش سے حافظ روشن علی صاحب نے صداقت مسیح موعود پر لیکچر شروع کر دیا۔ قریباً ساڑھے چھ بجے شام محمدی صاحبان کی طرف سے خاکسار نے بنام مستری نور حسین صاحب سے سوالات کے لئے اجازتی رقعہ منشی قاسم علی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ منشی صاحب نے بحیثیت پریذیڈنٹ جلسہ حافظ روشن علی صاحب کو روک دیا اور ہم سے اس طرح ہم کلام ہوئے:

> آپ لوگ مل کر ایک قائم مقام مقرر کر لیں جس کے سوائے دوسرے کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

ان الفاظ کو بار بار ہم لوگوں پر رعب ڈالنے کو کہتے تھے مگر ہم ایسے نہ تھے کہ رعب میں آجاتے آخری ہماری طرف سے مستری نور حسین صاحب مقرر ہوئے

اس پر مستری نور حسین نے کہا:

اخبار البدر نمبر ۲۹ جلد ۲ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۴ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> جب میں نے دعوت شروع کی تو میں اکیلا تھا اور اب تین لاکھ سے زیادہ

میرے ساتھ جماعت ہے اور جو نشانات میرے لئے ظاہر ہوئے وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں اور کوئی مہینہ بغیر نشان کے نہیں گذرتا۔ مگر باوجود ان تمام علامتوں کے طالب حق کے لئے یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں، یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلا دوں اور آنحضرت ﷺ کی عظمت دنیا پر ظاہر کردوں۔ پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔

پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے، وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود و مہدی مسعود کو کرنا چاہیے، تو پھر میں سچا۔ اور اگر یہ کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا، تو پھر سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ والسلام فقط غلام احمد

مذکورہ بالا تحریر میں مرزا صاحب قادیانی نے مسیح موعود کے اصلی نشانات یہ بتلائے ہیں:۔

۱۔ عیسی پرستی کا ستون توڑنا۔

۲۔ توحید کو پھیلا کر محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت وشان کو کماحقہ ظاہر کرنا۔

ان دو کاموں کو اپنے مشن کی علت غائی مقرر کرکے اور اخیر پر آپ نے مرنے سے پہلے ان کاموں ۳۔ کے ہونے کا دعوی بھی کیا۔

اب زمانہ شاہد ہے کہ مرزا صاحب کو فوت ہوئے ۹ سال گذر گئے اور توحید اور تثلیث کا مقابلہ بدستور قائم ہے۔ لہذا مرزا صاحب کی خود ساختہ علت غائی میں فیل ہونا مرزا صاحب قادیانی کے کذب کی بین دلیل ہے۔

جواب میں حافظ روشن علی نے کہا:

ہم نے مرزا صاحب کی صداقت کے معیار از روئے قرآن مجید قائم کئے تھے

ا: کہ مدعی نبوت کے دعوے سے پیشتر کی زندگی بطور شاہد پیش ہو سکے۔ میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی شہادت مرزا صاحب کے بارہ میں بیان کر دی کہ آپ کیسے خیر خواہ اسلام تھے۔

۲۔ مدعی نبوت کی عمر کم از کم ۲۳ سال ہو اور وہ اپنے مشن کی تکمیل میں کامیاب ہو جائے۔ مرزا صاحب کا دعویٰ اظہر من الشّمس ہے وہ اپنے مشن کی تکمیل میں کامیاب ہو گئے عیسیٰ پرستی کا ستون کا توڑنا عیسائیوں کا بحث میں نہ آنا ہے۔

یہ تقریر حافظ روشن علی صاحب نے ۱۵ منٹ میں ختم کی حالانکہ وقت صرف دس منٹ تھا۔ بار بار گھڑی دکھانے پر منشی قاسم علی صاحب نے کہا کہ جواب کے لئے ۱۰ منٹ نہیں۔

خاکسار نے کہا کہ آپ اپنے اشتہار کے موافق کام کریں۔ اشتہار میں فریقین کے لئے ایک گھنٹہ میں دس دس منٹ تین دفعہ لکھے ہیں، مگر آپ لوگ سنت مرزا کے ایسے پابند ہیں کہ سائل تو ۳ منٹ میں سوال کرے اور آپ تین گھنٹہ میں جواب دیں۔

بعد لمبی گفتگو کے منشی قاسم علی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ یہ جلسہ ہمارا ہے۔ ہم جتنا وقت چاہیں دیں ہمارا اختیار ہے، آپ الگ جلسہ کریں۔

آخر احمدیوں کو ہماری طرف سے بابا احمد دین صاحب بٹ نے جواب دیا کہ آپ لوگ روپیہ دے دلا کر جلسہ بحث کرانے کے عادی ہیں ہم نہیں۔ آخر کار حافظ صاحب کی تقریر بند کرادی گئی اور ہمیں وقت دیا گیا۔

نور حسین نے کہا:

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی سچائی کا معیار عیسیٰ پرستی کے ستون کا توڑنا اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلانا قبل از مرگ مقرر کیا تھا، جو کہ آپ کے مرنے سے آپ کے دعویٰ کو جھوٹا کر رہا ہے۔ آپ کا فرمانا کہ اس طرح تمام انبیاء فیل نظر آئیں گے بالکل جھوٹ ہے۔ کسی نبی نے مرنے سے پہلے کی شرط نہیں لگائی جو کہ مرزا صاحب نے لگائی ہے۔ آپ کا فرمانا کہ عیسائیوں کا احمدیوں سے بحث نہ کرنا عیسیٰ پرستی کے ستون کا توڑنا ہے، یہ بھی غلط ہے۔ عیسائی عیسیٰ پرستی اور تثلیث پرستی پر جمے بیٹھے ہیں اس کی تبلیغ میں دن رات مصروف ہیں۔ علاوہ اس کے مرزا صاحب قادیانی نے چونکہ قرآن مجید کا خلاف کیا ہے اور قرآن مجید کا خلاف کرنے والا مسلمان ہی نہیں رہتا چہ جائے کہ وہ مسیح موعود بن جائے۔

قرآن مجید جناب مسیح کو زندہ رکھتا ہے مگر مرزا صاحب اوسی کے مارنے کے درپئے ہیں بلکہ مار کر ہی چھوڑا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

لقد کفر الّذین قا لوا انّ اللّه هو المسیح ابن مریم قل فمن یملك من الله شیئا ان ارا د ان یّهلك المسیح ابن مریم و امّه و من فی ا لار ض جمیعا ۔(مائدہ رکوع ۳)۔(ترجمہ: جولوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے کچھ شک نہیں یہ لوگ خدا سے منکر ہیں تو ان سے کہہ کہ اگر خدا مسیح اور اسکی ماں اور تمام جہان والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو کیا کوئی خدا کو روک سکتا ہے؟)

۲۔ ان من اهل الکتا ب الا لیؤ مننّ به قبل مو ته

(ترجمہ (بعد نزول) تمام اہل کتاب قبل وفات مسیح، مسیح کے ساتھ ایمان لے آویں گے)

آیت نمبر ایک میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالی ارادہ کرے اس بات کا کہ مسیح اور اس کی ماں دونوں اور تمام جہان والوں کو ہلاک کر دے الخ، جس سے ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت تک مسیح مع والدہ ضرور زندہ تھے۔ اگر زندہ نہ ہوتے تو اللہ تعالی، ارادہ کرے، کا لفظ ہرگز نہ لاتا۔ ان حرف شرط ہے بعض موقعہ جب ماضی پر آتا ہے تو اوس کو مستقبل کر دیتا ہے اور ساتھ ہی اوس کے یهلك مضارع ہے۔ اس لئے اس جگہ ارا د خود مضارع کے معنوں میں آیا ہے۔

آیت نمبر ۲ میں اہل کتاب کا مسیح پر قبل وفاتِ مسیح ایمان لانے کا ذکر ہے۔ اگر وہ فوت ہو چکے ہیں تو ایمان کس کی موت کے پہلے لاویں گے۔

ایک حدیث میں بھی آیا ہے ان عیسی لم یمت۔

نیز مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم عیسی فوت ہو گئے۔،

محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اوس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے مسیح ضرور تم میں نازل ہوں گے۔

اس آیت کو ابو ہریرہ آیت ان من اهل الکتاب کے لئے شاہد بتاتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث شریف سے حیات مسیح ثابت ہے اور مرزا صاحب حیات کو چھوڑ وفات کے اقراری ہیں جو کہ قرآن و حدیث کا خلاف ہے اس لئے مرزا صاحب اپنے دعوی میں فیل ہیں۔

آپ لوگ کہا کرتے ہیں کہ مسیح کی روٹی پکانے والا کون ہے۔ لہذا ہمارے مذکورہ بیان سے اوس کی روٹی پکانے کو اللہ تعالی نے آپ کی والدہ ماجدہ کو قائم اور برقرار رکھا ہے جنکی حیات مذکورہ آیت سے ظاہر ہے جس کو ضرورت ہو پڑھے ان اراد ان یهلك .. الخ

حافظ روشن علی نے کہا کہ آپ لوگوں نے جو حیات مسیح میں آیات پیش کی ہیں اور نمبر ا کی بابت جو آپ نے ان کا دخول ماضی پر ہونے سے مستقبل مانا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

ان کنت قلته اس جگہ ماضی پر ان آنے سے ماضی ہی رہتی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

انّما یر ید اللّٰه لیذ هب عنکم الرّ جس

تحقیق اللہ تعالی نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہل بیت تم سے رجس کو دور کرے۔

اگر آپ کی پیش کردہ آیت سے اللہ کا ارادہ نہ کرنا ثابت ہے تو اس آیت سے بھی ویسا ہی مفہوم ہوتا ہے تو کیا اہل بیت کے پاک کرنے کا ابھی تک اللہ تعالی نے ارادہ نہیں کیا۔

نمبر ۲ سے بھی حیات مسیح کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی قبل مو ته کی ضمیر اہل کتاب کی طرف ہے۔

مستری نور حسین کی جگہ مولوی محمد امین صاحب مدرس دینیات اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ حافظ روشن علی صاحب نے ان کو ماضی پر داخل ہونے سے جو غلطی کھائی ہے اوسکا دفعیہ ضروری ہے۔ ماضی پر ان داخل ہوکر ہر جگہ مستقبل نہیں ہوتا بعض جگہ ہوتا ہے چونکہ اس جگہ ماضی کے اوپر ان ہے اور ماضی کے آگے یهلك مضارع ہے اسلئے اس جگہ ضرور اراد کے معنی مستقبل کے ہیں۔ حافظ صاحب نے مغالطہ کے لئے جو آیت تطہیر کو پیش کیا ہے اوس جگہ انما حصر کیلئے ہے۔

آیت نمبر ۲ ، ان من اهل الکتاب کی بابت مستری نور حسین صاحب نے چونکہ زیادہ بیان نہیں کیا اس لئے میں اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس آیت میں اہل کتاب کا ذکر ہے اور چونکہ مسلمان بھی اہل کتاب ہیں اہل کتاب کے معنی ہیں

کتاب والا، اس لئے ہمارے اہل کتاب میں شامل ہونے کو ضروری ہے کہ ہم بھی وفات مسیح سے پہلے آپ پر ایمان لاویں اگر نزول آیت سے پہلے جناب مسیح فوت ہو چکے تھے تو ہم بحیثیت اہل کتاب ہونے کے آپ کی وفات سے پہلے آپ پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ آپ بوقت نزول آیت جناب زندہ تھے جب اصلی مسیح زندہ ہو تو مثیل مسیح کی کیا ضرورت ہے جب اوس کا وقت ہوگا اوس کا نزول ہوگا لہذا مرزا صاحب خود ساختہ معیار کے مطابق اور خلاف ورزی قرآن حدیث کے اپنے دعوی مثیل مسیح میں فیل ہیں۔ هذا ما ظهر لی و العلم عند اللّٰه

ازاں بعد نماز مغرب کی اذان ہوگئی۔ اس لئے ہم لوگ نماز کیلئے چلے آئے اور چونکہ ا ہم احمدی صاحبان سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر آئے تھے لہذا بعد نماز ہم لوگ پھر حاضر ہوئے مگر سوائے چند احمدیوں کے اور کوئی بھی صاحب نہ تھا۔ آخر ہم واپس چلے آئے۔ سنا ہے کہ حافظ روشن علی صاحب نے ہمارے چلے آنے کے بعد کچھ جواب دیا ہے۔ جواب ٹھیک ہو یا غلط، چونکہ ہم نے نہیں سنا اسلئے ہم کچھ رائے نہیں لگا سکتے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۵ جون ۱۹۱۷ء۔ مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۲۔ ص ۴۔۶)

مبلغین جماعت مرزائیہ

جناب مولوی عبداللطیف سیونی مدرس مدرسہ عربی احمد آباد گجرات لکھتے ہیں:

دو صاحب عبدالرحمٰن وسعید، پیران پٹن، احمد آباد گجرات میں عرصہ دو ماہ سے تبلیغ کے لئے آئے ہوئے ہیں جن کی تبلیغ تکفیر جملہ اہل اسلام و اثبات نبوت مرزا صاحب میں منحصر ہے۔ ہم اس نئی منطق کے سمجھنے سے بالکل معذور ہیں کہ چالیس کروڑ یا کم وبیش دنیا کے مسلمان کافر ہیں اور صرف قادیانی صاحبان جن کی تعداد چند نفوس سے زائد نہیں ہے، مسلمان ہیں۔

اگر یہ عقیدہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صاحبزادہ اوران کے متبعین کے لئے ایسا ہی ضروری ہے تو مہربانی فرما کر اس عقیدہ کو اپنے سینوں کے صندوق میں مقفل رکھیں، کیونکہ یہ عقیدہ عوام الناس کو خواہ مخواہ برانگیختہ کرنے والا ہے۔

یہاں آپ کا یہ کہنا کہ تمام اقطاع ہند کے علماء ہماری تحریر وتقریر کے سامنے انگشت بدنداں، خاموش اور جواب سے بند ہیں، ایسا ہی لغو اور غلط ہے جیسا عقیدہ مذکورہ بالا، کیونکہ ہم کو خوب معلوم ہے کہ شیر پنجاب امرتسری کے مقابلہ سے قادیانی جماعت ہمیشہ بھاگتی رہی ہے۔ اور جہاں کہیں مقابلہ کیا بھی ہے تو شکست اٹھائی ہے حتی کہ جناب موصوف نے لودھیانہ کے مشہور مناظرہ میں اسی جماعت سے انعام حاصل کیا ہے۔ لیکن یہ سمجھے ہوئے تھی کہ یہاں پر ان واقعات کا جاننے والا کوئی نہیں ہے اسلئے عوام کے سامنے کہنا شروع کیا کہ ہم کو کوئی جواب نہیں دے سکتا اور ہندوستان میں بھی ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسی دوران منشی سید حسین علی صاحب شاہجہانی نے مجھ کو اطلاع دینے کے علاوہ مناظرہ کے لئے اصرار فرمایا۔ میں بتاریخ ۱۲ شعبان بروز یک شنبہ پیران پٹن گیا اور مبلغین صاحبان سے ملاقی ہوا۔

۱۳ شعبان بروز دوشنبہ صبح کے وقت ۸ بجے کے قریب تعین وقت کے لئے مبلغین صاحبان کی خدمت میں گیا اور اپنا عندیہ ظاہر کیا تو آپ نے بڑے زور سے لبیک کہا اور فرمایا کہ ہندوستان کے علماء تو ہم سے گفتگو کرتے ہی نہیں، بڑی خوش نصیبی ہے جو آپ گفتگو کے لئے تیار ہوئے ہیں۔

میں نے عرض کی کہ حضرت یہاں کے علماء تو آپ سے انعام لیتے ہیں۔ آخر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لدھیانہ میں آپ کی جماعت سے انعام حاصل کیا ہے۔

بس اس فقرہ سے آپ کی رنگت تبدیل ہوگئی۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ میں مناظرہ کے لئے تیار ہوں تو حیلے بہانے کرنے شروع کئے۔ کبھی کہتے کہ پانچ آدمی ذی اثر ہم کو حفظ امن کی ضمانت دیں۔ کبھی کہتے کہ کسی بند مکان میں مناظرہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح مختلف اقوال کہنے لگے۔

آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ میں اور آپ پولیس انسپکٹر کے پاس جائیں اور ان سے انتظام کی درخواست کریں وہ یقیناً انتظام فرماویں گے اور بعد نماز ظہر جامع مسجد میں گفتگو کریں۔ اور میں ۱۱ بجے آپ کے پاس حاضر ہوں گا پولیس انسپکٹر کے پاس جانے کو تیار رہیں۔

میں نے یہاں سے لوٹ کر چند احباب کو پولیس انسپکٹر کے پاس جانے کے لئے تیار کیا اور ۱۱ بجے مبلغین صاحبان کی خدمت میں حاضر ہوا ،تو دروازہ بند تھا۔ اطلاع کرائی تو معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت بگڑ گئی ہے اور آپ آرام فرماتے ہیں اور اٹھانے کو منع کر دیا ہے۔ میں مجبوراً واپس لوٹا ۔۱۲ بجے آدمی بھیجا تو کیفیت معلوم ہوئی اسی طرح ایک بجے ، پھر دو بجے ،آخر آپ نے ۳ بجے دروازہ کھولا تو آپ کی حالت غیر تھی ۔اسہال جاری تھے۔ بخار تھا۔گاہے گاہے قئے بھی ہوتی تھی۔تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ نے مناظرہ سے بچنے کے لئے جلاب لیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ نے نہایت افسوس سے بیان کیا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں۔خیر آئندہ میں یا اور کوئی صاحب ہم میں سے ضرور پیران پٹن آئیں گے اور اس شہر کو خالی نہیں جانے دیں گے۔اور ہم ولایت میں جا کر انگریزوں کو مسلمان بنائیں گے،اور وہ یہاں آکر آپ سے مناظرہ کریں۔

میں نے عرض کیا قبلہ جب آپ کو مناظرہ کے نام سے بخار اور اسہال شروع ہوگئی ہے تو آپ کے مسلمان کیا تاب لاسکیں گے۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۹ جون ۔۶ جولائی ۱۹۱۷ء ۔ ۸۔۱۵ رمضان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۴۔۳۵۔ ص ۶۔۷)

قادیان میں زار، حال زار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل پنجاب میں قادیانی مذاکرہ کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کی اس پیش گوئی کا بہت چرچہ ہے جس میں ایک مصرع یہ ہے:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

اس پیش گوئی کو مرزا صاحب قادیانی کی امت موجودہ جنگ اور موجودہ جنگ میں زار روس کی تخت سے معزولی پر چسپاں کر رہے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ مرزائی امت کی دونوں پارٹیاں ایک دوسرے سے بڑھ کر اس کام میں حصہ لے رہی ہیں اور خوشیاں منا رہی ہیں۔ جو لوگ اس خیال میں ہیں کہ لاہوری پارٹی والے مرزائیت میں

نرم ہیں، انہیں اس واقعہ پر غور کرنا چاہیے کہ اگر نرم ہوتے تو ایسے موقعہ پر خاموش رہتے۔ان کی نرمی مرزائیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہے۔

خیر ہم تو ان دونوں پارٹیوں کو ان معنی سے شاباش کہتے ہیں کہ باوجود باہمی سخت اختلاف کے ایک مشترک کام میں ایک دوسرے سے بڑھ کر سبقت کر رہے ہیں۔سارے مسلمان بھائیوں کو اس سے سبق حاصل کر کے مشترک کاموں میں ہمیشہ مل جانا چاہیے۔

قادیان اور لاہور کے اخباروں کے علاوہ دونوں پارٹیوں کے سرگروہوں کی طرف سے ٹریکٹ (چھوٹے چھوٹے رسالے) بھی شائع ہوئے ہیں جن میں بڑے زور سے دعوی شائع کئے گئے ہیں کہ ہمارے حضرت (مرزا) صاحب کی یہ پیش گوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی۔

اخبار اہل حدیث امرتسر میں آج سے پہلے بھی متعدد دفعہ اس پر مضمون لکھے گئے ہیں جن میں کافی طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی موجودہ جنگ اور زار روس کے متعلق نہیں۔مگر قادیانی مشن کی دونوں پارٹیاں اپنی عادت کے اخبار اہل حدیث کے اعتراضات کی طرف تو رخ نہیں کرتیں، اپنی ہی کہے جاتی ہیں۔اس لئے آج ہم ذرہ تفصیل سے لکھتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی سب سے پہلے ..۔اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوئی۔۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیمہ آیا تو مرزا صاحب نے اپنے ایک اشتہار مورخہ ۵۔اپریل ۱۹۰۵ء میں اس زلزلہ کو اپنا نشان بنایا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔اس کے بعد آپ نے ایک اشتہار مورخہ ۲۰۔اپریل شائع کیا جس کا نام تھا النّداء من وحی السّماء۔یعنی زلزلہ عظیمہ کی نسبت بار دوم وحی۔، اس کے شروع میں لکھا:

۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔

پھر ایک اشتہار دیا جس کا نام ہے ، زلزلہ کی خبر بار سوم۔، اس کے شروع میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

آج ۲۹ ۔اپریل ۱۹۰۵ءکو پھر خدا تعالی نے مجھے دوسری مرتبہ زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے ..درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اسی ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔،

یہ اقتباسات صاف بتلا رہے ہیں کہ وہ زلزلہ عظیمہ یہی ہے جس کو اردو میں بھونچال کہتے ہیں یہی مرزا صاحب اوران کے الہام کنندہ کی مرادتھی ۔

اسی مضمون کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں بصورت نظم شائع کیا جس کے چند ابیات یہ ہیں

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات شہر و مرغزار
آئے گا قہر خدا سے ملک پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سن جن وانس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اوس وقت باحال زار

(براہین احمدیہ۔جلد پنجم۔ص ۱۲۰)

پہلے شعر میں جو لفظ: آج، ہے اس کے نیچے لکھا ہے،

تاریخ امروزہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۵ء۔،

اس سے ثابت ہوا کہ یہ پیش گوئی وہی ہے جو زلزلہ عظیمہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے اردگرد آپ نے کی تھی۔

مرزا صاحب قادیانی کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنی الہامی پیش گوئیوں کو ادھر اودھر گھمایا کرتے تھے۔اس لئے دانش مند لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ پیش گوئی گول مول ہے اسکو صاف کرنا چاہیے تاکہ اس کے وقوعہ پر کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔جواب میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

آپ خود سوچ لیں کہ یہ پیش گوئی گول مول کیسے ہوئی جب کہ صریح اس میں زلزلہ کا نام بھی موجود ہے، اور یہ بھی موجود ہے کہ اس میں ایک حصہ ملک کا نابود ہو جائے گا۔ اور یہ بھی موجود ہے کہ وہ میری زندگی میں آئے گا۔اور اس کے ساتھ یہ بھی پیش گوئی ہے کہ وہ ان کے لئے نمونہ قیامت ہوگا جن پر یہ زلزلہ آئے گا۔

اگر یہ گول مول ہے تو پھر کھلی کھلی پیش گوئی کس کو کہتے ہیں ۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ۔ حصہ پنجم ۔ص ۹۰)

یہ اقتباس اپنا مضمون صاف بتلا رہا ہے کہ وہ زلزلہ موعودہ بھونچال ہوگا اور ہمارے ملک پنجاب میں ہوگا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ہوگا (بہت خوب) اسی مضمون کو اور واضح کرنے کے لئے مرزا صاحب قادیانی اسی کتاب کے صفحہ ۹۷ پر یوں رقم طراز ہیں:

اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سراسر غلط ہے جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں، اور میرے ہی ملک میں، اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ اقتباس بھی اپنا مضمون بتلانے میں صاف ہے۔۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ عظیمہ پنجاب میں بڑا دہشت ناک تھا اس کے بعد ہی مرزا صاحب نے ایک اور سخت زلزلہ کی پیش گوئی جڑ دی تو اخباروں میں مرزا صاحب کے خلاف گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی کہ ان کی ایسی پیش گوئیوں سے لوگوں میں وحشت اور دہشت پیدا ہوتی ہے اس کے دفعیہ کے لئے مرزا صاحب قادیانی نے ایک مضمون لکھا جس کا نام ہے:

ضروری گذارش لایق توجہ گورنمنٹ۔،

اس میں آپ نے اس الزام کا جواب دیا۔ انصاف سے ماننا پڑتا ہے کہ معقول جواب

دیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

جس آنے والے زلزلہ سے میں نے دوسروں کو ڈرایا اس سے پہلے میں آپ ڈرا، اور اب تک قریباً ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں۔ میں واپس قادیان میں نہیں گیا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ وقت کب آنے والا ہے۔ میں نے اپنے مریدوں کو بھی اپنے اشتہارات میں بار بار یہی نصیحت کی کہ جس کی قدرت ہو اسے ضروری ہے کہ خیموں میں باہر جنگل میں رہے اور جو لوگ بے مقدرت ہیں وہ دعا کرتے رہیں کہ خدا ہمیں اس بلا سے بچاوے۔ پس میری نیک نیتی پر اس زیادہ گواہ کون ہوسکتا ہے کہ اسی خیال سے میں معہ اہل وعیال اور اپنی تمام جماعت کے جنگل میں پڑا ہوں اور جنگل کی گرمی کو برداشت کر رہا ہوں۔

اس حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اس پیش گوئی سے مرزا صاحب کی مراد یہی تھی کہ سخت بھونچال آئے گا جس سے مکانات گر جائیں گے اور تمام ملک برباد اور تباہ ہو جائے گا

اسی کی تائید مرزا صاحب قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے آپ رسالہ الوصیت میں لکھتے ہیں:

(خدا نے) پھر فرمایا بھونچال آیا، اور شدت سے آیا، زمین تہ و بالا کر دی۔ یعنی ایک سخت زلزلہ آئے گا اور زمین کو یعنی زمین کے بعض حصوں کو زیر وزبر کر دے گا جیسا کہ لوط کے زمانہ میں ہوا۔ (ص ۱۴)

پھر ایک مقام پر اس زلزلہ عظیمہ موعودہ کا زمانہ بھی مقرر کرنے کو فرمایا:

خدا تعالی کا ایک الہام یہ بھی ہے۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار (یعنی موسم بہار) کے دن ہوں گے اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷)

ان سارے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ وہ زلزلہ عظیمہ جو کبھی کسی نے نہ دیکھا، نہ سنا، نہ کسی کے دل پر گذرا جس کی شان اور کیفیت یہ ہوگی: زار بھی ہوگا تو ہوگا

اس گھڑی باحال زار، وہ واقعی بھونچال ہوگا اور اسی ملک پنجاب میں ہوگا اور مرزا صاحب قادیانی کی تصدیق کے لئے ان کی زندگی میں ہوگا۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہ پیش گوئی کوئی قابل خوف و ہراس نہیں کیونکہ یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہو چکا ہے جس کو مرزا صاحب نے بھی مان لیا تھا کہ ہاں یہی ہے غور سے سنئے:

۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے قریب ایک زلزلہ آیا تھا جس میں ایک قسم کی ضرب اور گونج بھی تھی جس سے معمولی نیند والے بیدار بھی ہو گئے ہونگے۔ غرض وہ ایسا تھا کہ آج کسی کو شائد یاد بھی نہ ہو۔ مرزا صاحب نے کمال دور اندیشی سے سوچا کہ آئندہ کو خدا جانے اتنا بھی نہ ہو، اس لئے اسی پر فیصلہ کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک اشتہار دیا جس کی سرخی تھی، زلزلہ کی پیش گوئی، اس کے شروع میں لکھا:

> اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ سو الحمد للہ والمنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء

یہ اقتباس بھی صاف بتلاتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا موعودہ زلزلہ عظیمہ جس کی بابت یہ مصرع تھا:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

یہ اونہی کی زندگی میں ہوکا۔ اب اس کا انتظار یا خوف کرنا، یا کسی اور واقعہ پر اس کو چسپاں کرنا خود مرزا صاحب قادیانی کے منشاء کے خلاف ہے۔ ہاں یہ امر بے شک قابل غور ہے کہ ایسا زلزلہ عظیمہ شدیدہ ہائلہ وغیرہ وغیرہ ایک معمولی زلزلہ کی صورت میں کیوں نمودار ہوا جس کی بابت یہ کہنا چاہیے کہ:

کوہ کندن وکاہ برآوردن

سو اس کا جواب بہت آسان ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب قادیانی کی برکت ہے کہ اتنا بڑا عذاب ایک جھٹکے میں دنیا سے ٹل گیا:

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

نوٹ: جن لوگوں کو قادیانی مباحث کا مذاق ہے اور وہ اس پیش گوئی کے متعلق قادیانی تحریروں سے لوگوں کو غلطی میں گرنے کا خطرہ محسوس کریں تو وہ اس مضمون کو اشتہار کی صورت میں چھاپ کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ شکر اللہ سعیھم

(اہلحدیث امرتسر ۲۹ جون۔ ۶ جولائی ۱۹۱۷ء۔ ۸۔ ۱۵ رمضان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۴۔ ۳۵۔ ص ۶۔ ۷)

(الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء میں یہ مضمون شائع ہوا:

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

موجودہ عالمگیر جنگ اپنے واقعات واثرات کے لحاظ سے جس صفائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی صداقت کی شہادت دے رہی ہے، وہ ہر ایک ایسے انسان کے کے لئے جس نے حضرت مسیح موعود کی وہ پیش گوئی جو آج سے کئی سال پہلے شائع ہو چکی ہے پڑھی ہو، اور موجودہ جنگ کے حالات سے آگاہی رکھتا ہو حضرت مسیح موعود کے منجانب اللہ ہونے کا ایک ایسا زبردست ثبوت ہے کہ جس کا کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا۔

اس وقت تک اس پیش گوئی کے مختلف پہلو بڑی وضاحت کے ساتھ پورے ہو رہے تھے اور اپنی صداقت کا اعتراف ہر ایک صداقت شعار اور راستی پسند انسان سے کرا رہے تھے۔ لیکن ایک پہلو ایسا بھی تھا جس کے پورا ہونے کے متعلق فی الحال کوئی انسانی دماغ اور کوئی انسانی عقل امید نہیں رکھ سکتی تھی۔ لیکن اب دنیا دیکھ چکی ہے کہ وہ پہلو بھی کس صفائی کے ساتھ پورا ہوا ہے۔ وہ پیش گوئی جس میں موجودہ جنگ کا ہو بہو نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس کے ایک ایک لفظ کی بڑی صفائی کے ساتھ واقعات نے تصدیق کر دی ہے یہ ہے:

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
آئے گا قہر خدا سے ملک پر اک انقلاب
(مرزا قادیانی نے لفظ خلق استعمال کیا ہے۔ ملک نہیں۔ بہاء)
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمین ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثل درختاں چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اوس وقت باحال زار
(مرزا نے لفظ: وقت نہیں ، گھڑی ، لکھا ہے ۔ بہا ء)
اک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ نا شناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

یہ اشعار صاف اور واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ ان میں رونما ہونے والے واقعات کی جو خبر دی گئی ہے وہ کوئی خیالی یا شاعرانہ طریق سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی کسی وحی اور الہام کے ماتحت پیش گوئی کے طور پر ہے اور وہ پیش گوئی کوئی معمولی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اس کے متعلق فرماتے ہیں:

اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

گویا اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر ہی آپ کی صداقت اور سچائی کا دار و مدار ہے۔ اس قدر اہمیت اور عظمت اس پیش گوئی کو کیوں دی گئی اور کیوں اس پر آپ کی سچائی کا سبھی دار و مدار رکھا گیا۔ اس لئے کہ اس پیش گوئی نے ایسے واضح اور کھلے طور پر پورا ہونا تھا کہ کسی کو بھی اس سے انکار کرنے کی گنجائش باقی نہ رہنی تھی اور نہ ہی کوئی حق پسند اور صداقت جو انسان اس کے صحیح اور درست ہونے میں شک لاسکتا تھا۔ چنانچہ اب جب کہ اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تو دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ ناظرین ان اشعار کے ایک ایک لفظ کو پڑھیں اور دیکھیں کہ واقعات کس صفائی سے ان کی تصدیق کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات شہر و مرغزار

یہ شعر ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو کہا گیا اور اسی زمانہ میں چھپ کر شائع ہو گیا۔ اب دیکھ لو کہ وہ آنے والا نشان آیا ہے یا نہیں۔ اور اگر آیا ہے تو اس سے دیہات اور شہر اور مرغزار گردش کھا گئے ہیں یا نہیں۔ اس بات کی تصدیق واقعات جنگ سے نہایت آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ جاؤ جا کر یورپ میں دیکھ لو کہ ان ممالک میں جہاں نار حرب شعلہ زن ہے، دیہات و شہر اور مرغزار کی کیا حالت ہے۔ بے شمار ایسے دیہات اور شہر ہیں جہاں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے۔ اور لا تعداد ایسے مرغزار (جنگل) ہیں جہاں راکھ کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے زبان حال سے اس شعر کی تصدیق کر رہے ہیں اور دیکھنے اور سننے والوں کے دل دہلا رہے ہیں۔ ان تمام مقامات کو جانے دو جہاں تباہی اور ہلاکت نے اپنا دامن پھیلایا ہوا ہے، صرف ایک صوبہ کی حالت پر نظر کرو جو اخبار سیلون آبزرور مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۱۵ء میں اسکے ایک نامہ نگار نے اس طرح بیان کی کہ:

> ہم بلا کسی قسم کے مبالغہ کے کہہ سکتے ہیں کہ پولینڈ سارے کا سارا اور صوبجات بالٹک اور بعض دیگر روسی اضلاع جل کر خاک سیاہ ہو گئے ہیں تاریخ میں لکھا ہے کہ نپولین کے زمانہ میں شہر ماسکو جلا دیا گیا تھا مگر جو قربانی اس وقت روسیوں نے کی تھی اس کی نسبت موجودہ قربانی صدہا درجہ زیادہ ہے .... رات کے وقت دیہات و شہر اور جنگلات (مرغزار) کے جلنے سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔

ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد کیا کسی کو حضرت مسیح موعود (مرزا) کے مندرجہ بالا مصرع کے لفظ لفظ کی تصدیق کئے بغیر چارہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر صفائی کے ساتھ کسی پیش گوئی کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں دیہات اور شہر اور مرغزار کی تباہی کی خبر دی ہے جس کی تصدیق ایک

نامہ نگار اپنی چشم دید شہادت کی بنا پر ۱۹۱۵ء میں دس سال بعد ان الفاظ میں کرتا ہے :

رات کے وقت دیہات وشہر اور جنگلات (مرغزار) کے جلنے سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔

پس پیش گوئی کے پورا ہونے میں اس سے بڑھ کر صفائی اور وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسی پیش گوئی میں حضرت مسیح موعود کا ایک شعر ہے

خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار

یہ شعر بھی جس وضاحت کے ساتھ پورا ہو رہا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ تاہم ایک روسی نامہ نگار ہنری سین نے جو نقشہ کھینچا ہے اس میں سے چند الفاظ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

جنگ نے اپنے آہنی قدم سے پولینڈ کو کچل دیا ہے جو بہادر البرٹ (شاہ بلجیم) کے ملک سے ساٹ گنا بڑا ہے تلوار نے اس بدقسمت ملک کے دریاؤں کو خون سے بھر دیا ہے

کیا ان الفاظ کے پڑھنے کے بعد بھی کسی کو اس پیش گوئی کی صداقت میں شبہ ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ہم اس پیش گوئی کے ہر ایک شعر کے مطابق موجودہ جنگ کے حالات و واقعات بتا سکتے ہیں لیکن ہمیں امید ہے کہ واقعات اس صفائی کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں اور پیش گوئی کے ایک ایک لفظ پر ایسے منطبق ہو رہے ہیں کہ ان لوگوں کے علاوہ جو خود میدان جنگ میں مشغول پیکار ہیں ہر ایک وہ انسان بھی جو جنگ کی اخبار پڑھتا یا سنتا ہے ان کی تصدیق کرنے پر آمادہ اور تیار ہو گا۔ اس لئے ہم ایسے لوگوں کی خدمت میں صرف اس قدر التماس کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ حق اور صداقت کی خاطر جنگ کے واقعات اس پیش گوئی کو سامنے رکھ کر پڑھیں اور سچے دل سے اس کی تصدیق کرتے ہوئے خدا تعالی کے اس برگزیدہ انسان کو قبول کر لیں جس کی سچائی کا خدا تعالی نے اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر مدار رکھا تھا۔......

(الفضل قادیان ۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۳-۴)

ادھر مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کہتے ہیں:

....ابھی خدا تعالی نے ایک تازہ نشان دکھایا ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ انبیاء کے کلام بھی کیسے عظیم الشان نشان ہوتے ہیں اور ان کی باتیں خواہ وہ الہام بھی نہ ہوں تو بھی جو انکی زبان اور قلم پر جاری ہو جاوے وہ خدا تعالی ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک نظم لکھی تھی اس میں نہایت دردناک طریق سے موجودہ جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ:

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی با حال زار

زار، روس کا بادشاہ تھا۔ اس کے متعلق آپ نے بتایا تھا کہ وہ ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ یہ پیش گوئی جس وقت کی گئی اسی وقت اس شعر پر کہ

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے لکھ دیا تھا کہ:

خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہو گا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو، جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو، اور جانوروں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہروں گا۔

اس عبارت میں صاف طور پر آپ نے بتلایا ہے کہ یہ وحی کے ماتحت پیش گوئی ہے اگرچہ آپ نے وہ وحی نہیں بتلائی لیکن اس کی تفصیل ان اشعار میں نہایت واضح طور پر کر دی تھی جو حرف بحرف پوری ہو رہی ہے (الفضل۔ ۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۸ مرزا محمود کا خطبہ جمعہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۷ء)

(الفضل قادیان ۲۸۔اپریل ۱۹۱۷ء، عذرات نامعقول ص ۳۔۴ پر لکھا ہے:

....مولوی ثناء اللہ جس کا دن رات کا کام ہی یہی ہے کہ اپنی پوری طاقت اور ہمت سلسلہ احمدیہ کے خلاف صرف کر دے وہ اس کے خلاف ایک کالم سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکا حالانکہ وہ ہر اخبار میں کم از کم ایک دو صفحے ضرور ہمارے متعلق لکھنے کی کوشش کرتا ہے خواہ وہ کیسے ہی نامعقولیت سے پر کیوں نہ ہوں۔ اور اس ایک کالم میں بھی جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کا لب لباب اسی کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

یہ شعر اور اس کے آگے پیچھے کے شعر صاف بتلا رہے ہیں کہ وہ وقت جس میں زار کی حالت کا

یہ نقشہ دکھایا ہے وہ زلزلہ (بھونچال) کا ہوگا جو ابھی تک نہیں آیا اور زار اپنی زاریت کے عہدہ سے ہمیشہ کے لئے برطرف ہوگیا بلکہ روس میں ہمیشہ کے لئے یہ عہدہ معدوم ہوگیا۔ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ قادیانی نبی کی پیش گوئی غلط ہوگئی کیونکہ اس (زلزلہ) کے آنے سے پہلے ہی زار معدوم ہوگیا۔

مطلب یہ کہ چونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے زلزلہ ، کے آنے کی پیش گوئی کی تھی جو ابھی تک نہیں آیا اس لئے گو: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار، والی بات پوری ہوگئی ہے تو بھی پیش گوئی غلط ہوگئی ۔ گویا اگر، زلزلہ، کا لفظ نہ ہوتا تو مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی اس کے پورا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ لیکن چونکہ زلزلہ ابھی تک آیا نہیں جو زار کی حالت زار میں ہونے سے پہلے آنا چاہیے تھا اس لئے وہ اس پیش گوئی کو درست قرار دینے کے لئے تیار نہیں ۔

اس کے متعلق اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا زلزلہ سے مراد بھونچال ہی ہوتا ہے یا کچھ اور بھی ۔ قرآن کریم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ لڑائی اور جنگ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے ۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے هنا لك ابتلى المو منو ن و زلزلوا زلزا لاً شد يداً اس جگہ مومنوں کو آزمایا گیا اور بڑی سختی کے ساتھ ہلائے گئے ۔ یہ جنگ احزاب کے متعلق ہے ۔ اب کیا کوئی شخص جو قرآن کریم کو خدا تعالی کا کلام سمجھتا ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ زلزلہ بھونچال ہی کو کہتے ہیں ۔ اور باوجود اس عظیم الشان جنگ کو دیکھنے کے کہتا ہو کہ ابھی تک وہ زلزلہ نہیں آیا، جس کی خبر، قادیانی نبی ، نے دی تھی ۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ وہ قرآن کریم کے سمجھنے سے ہی عاری ہے تو پھر کیا اس نے اسی شعر کے متعلق اسی صفحہ پر جہاں یہ شعر درج ہے حضرت مسیح موعود کا یہ نوٹ نہیں پڑھا کہ : خدا تعالی کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورہ اذا زلز لت ا لا ر ض زلزالها اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانے نے نہ دیکھی ہو اور جانوروں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے ۔،

اس عبارت کے ہوتے ہوئے زلزلہ سے مراد بھونچال لینا اگر دل اور کان اور آنکھوں پر پردہ پڑنا نہیں تو اور کیا ہے ۔ اور کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ایسا کہنے والے کے پاس سوائے ایک بے ہودہ بات پیش کر دینے کے اور کوئی ایسی وجہ نہیں ہے جس سے زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار کے پورا ہونے کا انکار کرسکے

یہ اس شخص کا حال ہے جسکا دن رات کام ہی یہی ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے خلاف عوام الناس کو دھوکہ دینے اور غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

اس کے علاوہ سراج الاخبار نے بھی یہی بات پیش کی ہے کہ اس پیش گوئی میں زلزلہ کی خبر دی ہے جو ابھی تک نہیں آیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ: موجودہ جنگ کی نسبت ان اشعار کو چسپاں کرنے سے زار روس کا حال زار بتانا گویا اتحادیوں کی کمزوری دکھانا ہے جنکے حلفاء میں سے زار روس بھی ہے حالانکہ برطانوی رعایا میں داخل ہو کر ایسا خیال کرنا حکومت وقت کی بدخواہی میں داخل ہے اور یہ تاویل کہ یہ زار روس کی شخصیت کے متعلق ہے سلطنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، ایک بے ہودہ تاویل ہے کیونکہ اس صورت میں اس کو زار کے لقب سے تعبیر کرنا جائز نہیں ہوسکتا بلکہ نکولس ثانی سے تعبیر کرنا چاہیے تھا۔ زار کا لقب ساتھ رکھ کر اس کی حالت زار بتانا گویا سلطنت روس کی کمزوری بیان کرنا ہے جو واقعات اور ہمارے خیالات کے منافی ہے۔

یہ بات جس قدر لغو اور بے ہودہ ہے اس کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں...)

چیستان مرزا کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۵ جون میں ایک مضمون بعنوان، چیستان مرزا، لکھا تھا جس کے جواب کے لئے بتفصیل ذیل انعام مقرر تھا:

لاہوری پارٹی کے سرگروہ خود لکھیں یا ان کا کوئی ماتحت لکھے جس پر وہ دستخط کر دیں تو بعد فیصلہ اس کو سو روپئہ انعام، قادیانی پارٹی کے سرگروہ خود لکھیں یا ان کا کوئی ماتحت لکھے جس پر ان کے دستخط ہوں تو بعد فیصلہ ان کو دو سو روپئہ انعام۔

اس طلاع کی میعاد پندرہ روزہ تھی۔ براہ راست تو کوئی اطلاع نہیں آئی البتہ پیغام صلح لاہور مجریہ ۲۴۔۲۷ جون میں ایک جوابی مضمون نکلا ہے مگر راقم مضمون اپنے مضمون کو خود انعامی وقعت کے لائق نہیں سمجھتا۔ اس لئے اس نے نہ منصفوں کا تقرر کیا، نہ ہم سے انصاف کا تقاضا کیا۔

ہم اس مضمون کو دیکھ کر اپنے مضمون پر اور زیادہ متیقن ہو گئے ہیں، اس لئے ہم مجیب صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مضمون کو واقعی ہمارا جواب جانتے ہیں تو ہماری پیش کردہ تجویز کے مطابق منصف مان کر فیصلہ کراویں۔ ہم اس مضمون کی عزت افزائی میں آپ کو بھی بجائے سو روپیہ کے دوسو روپیہ نذر کریں گے۔ ہمیں یہ حوصلہ اس لئے ہوا ہے کہ ہم آپ کے اس مضمون کو اپنی تائید سمجھتے ہیں نہ کہ تردید۔ کیا پیغام کمپنی راقم مضمون کو آمادہ کرے گی؟

آپ کا یہ کہنا کہ منصف کے فیصلہ کا اثر انسان کے مذہب پر نہیں ہو سکتا اگر یہ صحیح ہے تو شملہ کے فیصلہ کو جو آپ کی دونوں پارٹیوں کے مباحثہ میں شیخ محمد عمر صاحب وکیل نے کیا ہے کیوں ... بڑے زور سے شائع کر رہے ہیں۔

اگر چہ اعتقاد فریقین پر اس کا اثر نہیں ہوتا مگر ایک حد تک فریقین میں نزاع تو ختم یا بند ہو جاتی ہے۔ ورنہ آپ کی لاہوری پارٹی بمقابلہ قادیانی کے کیوں منصفوں کے تقرر پر زور دیتی ہے۔ ہاں آپ کا یہ قول عجیب ہے کہ:

> مولوی ثناء اللہ کے پاس اگر کوئی ہتھیار بطلان مسیح موعود کو ثابت کرنے کے لئے ہے، تو وہ میدان میں نکلے اور اصولی طور پر دلائل سے کام لے کر امور متنازعہ کا فیصلہ کرے۔
>
> مسئلہ حیات و وفاۃ مسیح، آمد مسیح موعود اور اس کے دلائل۔ یہ وہ باتیں ہیں جن پر ہر ایک صاحب انسان کو غور اور فکر کرنا چاہیے۔ اپنی عمر کے بیان کرنے میں اگر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کہیں غلطی بھی کی ہو جو بفضلہ تعالیٰ مولوی ثناء اللہ کے نقل کردہ بیانات میں ہرگز نہیں کی تو اس میں کیا ہرج ہے اور اس سے آپ کے اصل دعاوی کہاں غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔ یہ تخمینے تو اندازاً ہوا کرتے ہیں۔ نہ کہیں مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنی تاریخ تاریخ پیدائش لکھی، نہ الہاماً اپنی عمر کو بیان کیا۔ مولوی فاضل کا ان باتوں کے پیچھے پڑنا اپنے کذب کا خود ہی ثبوت دینا ہے۔ کیا وہ اس کا جواب دے گا؟ (پیغام صلح لاہور ۲۷ جون ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں:

کیا آج تک وفات و حیات مسیح پر مباحثہ نہیں ہوا۔ کیا رام پور میں نواب صاحب کے سامنے آپ کی جماعت کے زبدۃ الاخوان جمع نہ تھے۔ وہاں کس مسئلہ پر بحث ہوئی تھی، اور باقی مسائل میں بحث کرنے سے کون بھاگا تھا؟ کیا امرتسر میں گذشتہ سال وفات و حیات وغیرہ پر بحث نہ ہوئی تھی۔ پھر کیا ہوا تھا؟ رسالہ موجود ہے۔ اب بھی اگر آپ لوگوں کو شوق ہے تو ادھر سے بھی انکار نہیں۔ دن اور مکان وغیرہ مقرر کیجئے ہم حاضر ہیں۔ آپ اپنے مسیح موعود کی صداقت کے لئے دلائل دیجئے گا۔ ہم جس مقدمہ دلیل پر چاہیں گے بحث کر کے مطلوب کی طرف آسان راہ نکال لیں گے۔ انشاء اللہ۔

آپ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قادیانی مباحثہ میں وفات مسیح کو اگر کچھ دخل ہے تو صرف اتنا کہ ان کی دلیل کا ایک مقدمہ ہے۔ دنیا میں کوئی اہل علم نہ ہوگا جو اپنے مخاطب کو کہے کہ آ میری دلیل کے مقدمہ پر بحث کر۔

افسوس ایسے لوگ مرزائی فرقہ میں بتعلیم مرزا قادیانی بہت سے ہیں جو اپنی دلیل کے مقدمہ کو مقصد بنا کر بحث کے لئے پیش کرتے ہیں

فما لھئو لاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۲۔۲۹ رمضان ۱۳۳۵ھ۔ ۱۳۔۲۰ جولائی ۱۹۱۷ء ج ۱۴ نمبر ۳۶۔۳۷ ص ۴)

مرزائی انصاف

جناب محمد اسماعیل زرگر جہلمی لکھتے ہیں:

مرزائی بے انصافی کا ثبوت ان کی کتاب پیغام صلح کے صفحہ ۱۱ کی رو سے دکھاتا ہوں غور سے سنئے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

پس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کے لئے کافی ہوگی کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا۔ اور اگر کوئی کاذب ان کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر ہم وید کو

بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اسکے رشیوں کو بزرگ اور مقدس جانتے ہیں۔ اگر چہ ہم نے وید میں پتھر کی پرستش کا ذکر تو کہیں نہ پڑھا، لیکن بلا شبہ اگنی، وایو اور جل اور چاند، سورج وغیرہ کی پرستش سے وید بھرا ہوا ہے۔ اور کسی شرتی میں ان چیزوں کی پرستش کی ممانعت نہیں۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے کہ دوسرے تمام قدیمی فرقے ہندوؤں کے جھوٹے ہیں اور صرف نیا فرقہ آریوں کا سچا ہے۔ اور جو لوگ وید کے حوالہ سے ان چیزوں کی پرستش کا وید میں صریح ذکر دیکھتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں پختہ دلیل ہے اور یہ کہنا کہ یہ سب پرمیشور کے نام ہیں ہنوز یہ ایک دعویٰ ہے جو ابھی صفائی سے طے نہیں ہوا۔ اگر ہو جاتا تو کچھ وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ بڑے بڑے پنڈت بنارس اور دوسرے شہروں کے ہندوؤں نے آریوں کے عقیدوں کو قبول نہ کیا باوجودیکہ تیس پینتیس برس کی کوشش کے بہت ہی کم ہندوؤں نے آریہ مذہب اختیار کیا ہے۔ اور بمقابلہ سناتن دھرم اور دوسرے ہندوؤں کے فرقوں کے آریہ مذہب والے اس قدر تھوڑے ہیں کہ گویا کچھ بھی نہیں۔ اور نہ ان کا دوسرے ہندو فرقوں پر کوئی وسیع اثر ہے۔ ایسا ہی جو نیوگ کی تعلیم وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے، یہ بھی وہ امر ہے جو انسانی شرافت اس کو قبول نہیں کرتی۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ہم قبول نہیں کر سکتے کہ درحقیقت یہ وید ہی کی تعلیم ہے۔ بلکہ ہماری نیک نیتی زور سے ہمیں اس بات کی طرف مائل کرتی ہے کہ ایسی تعلیمیں کسی نفسانی غرض سے بعد میں وید کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اور چونکہ وید پر ہزار ہا برس گذر گئے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ مختلف زمانوں میں بعض وید کے بھاشکاروں نے کئی قسم کی کمی بیشی کی ہوگی۔ پس ہمارے لئے وید کی سچائی کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت کے کئی کروڑ آدمی ہزار ہا برسوں سے اس کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور ممکن نہیں کہ یہ عزت کسی ایسے کلام کو دی جائے جو کسی مفتری کا کلام ہو۔ (کتاب پیغام صلح۔ ص ۱۱)

عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب قادیانی، آریہ کے مقابلہ

میں سناتن دھرم اور دوسرے ہندو فرقوں کو اس لئے فوقیت دیتے ہیں اور وید کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور ان رشیوں کو بزرگ مقدس جانتے ہیں کہ ان کا گروہ یا انبوہ خلائق آریہ صاحبان سے بدر جہا زیادہ ہے۔اور شروع سے آریہ ورت کے کروڑ ہا آدمی ہزار ہا برس سے اس کو یعنی وید کو خدا کا کلام مانتے رہے ہیں۔قلیل عرصہ سے انہوں (آریوں) نے اپنی بھجن منڈلی علیحدہ کر لی ہے۔

اگر سچائی کی شناخت کے واسطے آپ کے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے یہی میزان تجویز کیا ہم بھی اسی ترازو کے ایک پلہ پر آپ کو ایک پلہ پر باقی تمام قدیمی فرقوں مسلمانوں کو وزن میں لاتے ہیں۔پس یہی ایک دلیل مرزا غلام احمد صاحب کے مریدوں کے سامنے باقی تمام برادران اسلام کی سچائی کے لئے کافی ہے۔کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے نہ ہو، اس کی قبولیت کروڑ ہا لوگوں کے دلوں میں اتنی مدت سے کس طرح سمائی ہوئی چلی آتی ہے۔اسی بنا پر ہم پہلے محقق مفسروں اور قرون اولی کے عامہ مسلمین اور زمانہ حال کے بزرگوں کی رائے نیک کو صائب جان کر قرآن مجید کے جو معنی شروع سے ہوتے آئے ہیں معتبر جانتے ہیں کیونکہ جس طرح سناتن دھرم وغیرہ ہندو فرقوں کے روبرو آریوں کی تعداد میں بہت کمی ہے اسی طرح بحیثیت مجموعی آپ کے مریدوں کی گنتی بھی ماش کے دانہ کی سفیدی والی مثال ہے، بلکہ اس سے بھی کم۔کیا مرزائی صاحبان مرزا صاحب کی اس تحریر پر غور کریں گے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۷ جولائی ۱۹۰۷ء۔ ۷ شوال ۱۳۲۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۸۔ص ۵)

فاروق قادیان اور آریہ گزٹ لاہور

آریہ گزٹ لکھتا ہے:

ڈیرہ غازی خان میں مسلمانوں کے قادیانی فرقہ اور مولوی ثناء اللہ کے درمیان کچھ جھڑپ ہوئی تھی جس کی رپورٹ فاروق قادیان کے ۲۱۔۲۸ جون کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے۔مولوی ثناء اللہ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ سچے نبی کی پیش گوئی انہی الفاظ میں پوری ہوا کرتی ہے جن میں نبی

فرماتے ہیں، اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بے شمار پیش گوئیاں اسی طرح پوری نہیں ہوئیں لہذا وہ سچے نبی نہیں۔

اس کے جواب میں فاروق میں لکھا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بھی کئی پیشین گوئیاں انہیں کے الفاظ میں پوری نہیں ہوئیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کون نہیں جانتا کہ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیصر وکسری کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں۔ حالانکہ کوئی چابیاں آپ کو نہ دی گئیں۔

اسی طرح آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد تم میں سے مجھے سب سے پہلے ملنے والی وہ ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے، مگر پہلے فوت ہونے والی وہ نہ تھی جس کے ہاتھ خود آنحضرت ﷺ کے سامنے ناپنے سے سب سے لمبے نکلے تھے اور قرار پایا تھا کہ وہی پہلے فوت ہوگی۔

اسی طرح اور بھی کئی پیشین گوئیوں کے متعلق لکھا ہے جو غلط ثابت ہوئیں۔

قادیانیوں نے بات پتے کی کہی ہے اور حضرت محمد (ﷺ) کی پیش گوئیوں کے غلط ہونے کی اچھی مثالیں دی ہیں۔ امید ہے کہ اب دوسری پارٹی والے سچے نبی کے لئے کوئی اور حجت نکالیں گے۔ (آریہ گزٹ ۱۹ جولائی ص ۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ آریہ گزٹ کی رپورٹ پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

مثل مشہور ہے کسی کبڑی سے کسی نے پوچھا کہ تو چاہتی ہے کہ تیرا کبڑہ پن اچھا ہو جائے یا باقی عورتیں بھی کبڑی ہوں۔

اس نے کہا میں چاہتی ہوں کہ باقی بھی کبڑی ہوں تاکہ میں بھی ان کو اسی طرح مخول کروں جیسی وہ مجھے کرتی ہیں۔

یہی حال ہماری قادیانی جماعت کا ہے۔ مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں غلط ہونے پر یہ جواب نہیں دے سکتی کہ صحیح ہوئی ہیں کیونکہ عربی کا مشہور مصرع کیسے غلط ہو:

لن یصلح العطّار ما افسد الدھر

البتہ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اور نبیوں پر بھی یہ اعتراض ہو، تاکہ مسلمان خاموش

ہو رہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ (بفرض محال) مسلمان کسی نبی کی پیش گوئی کے غلط ہونے پر خاموش ہو رہیں گے، لیکن آریہ اور دیگر مخالفین تو اور بھڑکیں گے۔ چنانچہ وہی ہوا کہ آج آریہ گزٹ کو وہی سوجھی جو اس کا حق تھا کہ اس نے نبوت محمدیہ کی تکذیب پر بغلیں بجائیں۔ اس لئے ہم آریہ گزٹ کی معرفت قادیانی پارٹی کو، یا جو بھی اس بات کا قائل ہو کہ آنحضرت ﷺ کو کوئی پیش گوئی غلط ہوئی، نوٹس دیتے ہیں کہ ایسی پیشگوئیوں کو ذرہ تفصیل سے مع صحیح حوالہ کے نقل کریں۔ اگر غلط ہوں گی تو فی پیش گوئی یک صد روپیہ ہم انعام دیں گے۔ اس کے فیصلہ کے لئے کوئی غیر مسلم مسلّمہ منصف ہوگا۔

آریہ گزٹ، اگر کوشش کر کے قادیانیوں کو اس فیصلہ پر آمادہ کرے گا تو فی سینکڑہ دس روپیہ کمیشن کا حق دار وہ بھی ہوگا۔ یعنی جتنے سو قادیانی لیں گے، اتنے ہی دہاکے آریہ گزٹ کو بطور کمیشن ملیں گے۔

چونکہ فریق ثانی مدعی ہے اسلئے ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ان پیش گوئیوں پر بحث کریں فریق مدعی نے جن کی طرف اشارہ کیا ہے ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خود ان حدیثوں میں ایسے لفظ ملیں گے جو اپنے معنی کے لحاظ سے قادیانی دعوی کی تردید کریں گے مگر چونکہ ہمارا منشاء ہے کہ قادیانی پارٹی کسی طرح میدان میں آوے اس لئے ہم ابھی ان الفاظ کو محفوظ رکھتے ہیں

آریہ گزٹ اگر اپنی کمیشن کم سمجھے تو شکایت پہنچنے پر بڑھائی بھی جا سکتی ہے۔ انشاءاللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اگست ۱۹۱۷ء۔ ۱۴ شوال ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۹ ص ۲۔۳)

مرزا صاحب کے حق میں پیش گوئیاں

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مولانا شیر اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کو تمام عمر ناراض رکھا، ان کی امت کو بھی آپ خوشی کا دن دیکھنے نہیں دیتے۔

اس (مرزا قادیانی) نے پیش گوئی کی کہ آپ اس کی پیش گوئیوں کی تحقیق کے

لئے کبھی قادیان نہ جاویں گے، تو آپ قصداً قادیان جا پہنچے تاکہ اسکی ایک یہ پیش گوئی بھی جھوٹی ہو جائے، اوراس کو میدان میں طلب کرنے لگ گئے۔

(وہ تو اچھا ہوا) کہ وہ گھر سے نہ بھاگ نکلا، ورنہ آپ خدا جانے اس کی کتنی پیش گوئیاں غلط کر دیتے۔ تنگ آ کر اس نے آپ کی موت کے لئے دعا کی، تو اس میں بھی وہ آپ کی دعا سے کامیاب نہ ہوا۔

اس کی امت بے چاری نے کب یہ دن دیکھا تھا کہ کسی پیش گوئی کے صاف صاف پورا ہونے پر خوشی کرتی۔ اس کی تو تاویلات کرتے کرتے کمر ٹوٹ گئی۔

کچھ دنوں سے جو اس معاملہ میں دونوں پارٹیوں نے سر ملا کر، زار بحالت زار، کا راگ شروع کیا تو ابھی الاپا ہی جا رہا تھا کہ آپ نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ یعنی اخبار اہل حدیث ۲۹ جون و ۶ جولائی ۱۹۱۷ء میں ان کی عید، محرم کر دی۔

کیا جس کو خدا لڑکا نہیں دیتا، وہ لڑکی کی خوشی نہیں کر لیا کرتا۔ بلکہ ایک لاولد نے تو اپنے بیل کی شادی کر کے دل کے ارمان نکال لئے تھے۔ اگر مرزائی صاحبان اپنا دل خوش کرنے کے لئے کوئی صورت پیدا کر لیں تو کیا مضائقہ ہے۔ ایسی باتوں سے مرزا صاحب کی پیغمبری ثابت ہو یا نہ ہو، آپ کا بھی کیا حرج؟

مولانا! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کی تردید کا کافی ملکہ حاصل ہے۔ اگر آپ اس فن میں ایسے ہی ماہر ہیں اور ایسے شخص کی پیش گوئیوں کو جھوٹا ثابت کر سکتے ہیں جس کا قدم اس جگہ ہے جہاں کل بلندیاں ختم ہوتی ہیں (مرزا صاحب کا دعویٰ ہے قدمی ھذہ علی منارۃ ختم علیھا کل رفعۃ۔ خطبہ الہامیہ۔ راقم مضمون کا اشارہ اسی طرف ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) (سر تو خدا جانے کہاں ہے) تو آپ مرد میدان بنیں اور ایک ایسے مسلمان کی پیش گوئیوں کی تردید کر دیں جس نے ایک فٹ نہیں، ایک انچ بھی بلندی کا دعویٰ نہیں کیا (ایسے مومن کی پیش گوئی کو کون ردّ کرے جس نے اپنے درجہ سے بلندی کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ ردّ تو اس کا ہوتا ہے جو سر بلندی کرے۔ کیا آپ نے نہیں سنا: خوشہ چوں سر برکشد تیغش زنند۔ اڈیٹر اہل حدیث) اور اگر آپ کر دیں گے تو فی پیش گوئی پانچ روپیہ انعام اس غریب سے لیں۔

مولوی ابوالحسن صاحب ساکن پنجگراں ضلع سیالکوٹ اپنی کتاب بجلی آسمانی

میں، جو پنجابی نظم میں ہے اور ۱۹۰۶ء کی مطبوعہ ہے، مرزا صاحب کے حق میں مندرجہ ذیل پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ جو بالکل صحیح نکلیں:

۱۔ مرزا صاحب حج نہ کرسکیں گے۔

۲۔ مرزا صاحب مدینہ منورہ میں نہیں پہنچیں گے۔

یہ دو پیش گوئیاں تو حرف بحرف صحیح نکلیں

عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر دنیا میں کہیں بھونچال آجاوے، زور کی بارش ہو جاوے، کوئی پادری صاحب یا مولوی صاحب فوت ہو جاویں، یا مرزا صاحب کے متخاصمین میں سے کسی کو زمین مل جاوے، یا کسی سے صرفی ونحوی غلطی ہو جاوے، یا بخار یا زکام کسی کو تکلیف دے، اور مرزائی صاحبان اس پر مرزا صاحب قادیانی کی کوئی پیش گوئی چسپاں کر کے بغلیں بجاویں، تو ہمیں ان کے حال پر رحم کھانا چاہیے کیونکہ ان کی حالت قابل رحم ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کے دعووں کو سن کر کہ

یہ بات میری زندگی میں نہ ہو تو میں جھوٹا،

وہ بات میری زندگی میں نہ ہو جائے تو میں جھوٹا

بے چارے سیدھے سادھے مسلمان ایمان تو لے آئے مگر چونکہ مرزا صاحب (مسیح موعود) قبل از وقت دنیا سے چلے گئے اور وعدے دھرے کے دھرے رہ گئے، تو ان بے چاروں کو نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ بقول شخصے کہ

سانپ کے منہ میں چھپکلی، کھائے تو کوڑھی چھوڑے تو کلنکی۔

اگر کوئی مرزائی صاحب ان پیش گوئیوں کو جو رسالہ بجلی آسمانی میں مذکور ہیں، جھوٹا ثابت کر دیں تو مستحق انعام ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اگست ۱۹۱۷ء۔ ۱۴ شوال ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۹ ء ص ۳۔۴)

زار حالت زار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۷ء میں ہم نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس پیش گوئی پر مفصل بحث کی گئی ہے جس میں ایک مصرع یہ ہے:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

بحوالہ جات مرزا صاحب قادیانی، ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ جس پیش گوئی پر زور دیا جاتا ہے اس سے مراد بھونچال ہے اور مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے سامنے آنے والا تھا۔ بلکہ بحوالہ مرزا صاحب قادیانی وہ (بھونچال) آ بھی چکا۔

اس مضمون میں ہم نے کسی قسم کے دھوکے یا فریب یا غلط بیانی سے کام نہیں لیا، بلکہ مرزا صاحب قادیانی کے اصلی الفاظ سامنے رکھے تھے جیسی ہماری عادت ہے۔ کیونکہ ہمارا خیال ہے جس کا ثبوت بھی ہم رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے کسی بیرونی دلیل نہیں ضرورت نہیں خود ان کی تحریرات ہی کافی ہیں۔

اس مضمون کا جواب قادیانی اخباروں نے کچھ نہ دیا (شائد سوچتے ہوں) (اس مضمون کے لکھنے کے بعد الفضل قادیان ۳۱ جولائی کو پہنچا جس میں جواب ہے جس کا جواب الجواب آئندہ دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) لاہوری بہادر پیغام صلح آگے آیا۔ اس نے پہلے تو حسب عادت ہم کو پانی پی پی کر کوسا۔ خیر اس میں تو ہم ان کو معذور جانتے ہیں کیونکہ جس نبی کے وہ امتی ہیں اس کی سنت یہی ہے کہ وہ مخالفوں کے جواب سے جب تنگ آتا تھا تو کوسنے لگ جاتا تھا۔ اور زبان فیض ترجمان سے اور قلم فیض رقم سے ان کے یہ نکلا کرتا تھا: اے بدذات فرقہ مولویاں (انجام آتھم۔ص ۲۱)

اس لئے کوئی امتی اپنے نبی کی سنت پر عمل کرے تو ہمیں اس پر گلہ کرنے کی کیا ضرورت ،مگر وہ یہ جان لیں

دشنام بمذہب کہ طاعت باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

الحمدللہ! پیغام صلح نے ہمارے مضمون کو بالا ختصار چار فقروں میں نقل کیا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۔ پیش گوئی میں زلزلہ عظیم کا ذکر ہے اور وہ زلزلہ عظیم وہی ہے جس کو اردو میں بھونچال کہتے ہیں یہی مرزا صاحب اوران کے الہام کنندہ کی مراد تھی۔

۲۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ زلزلہ عظیم ان کی زندگی میں آئے گا۔

۳۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ وہ پیش گوئی میری (زندگی میں) میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔

۴۔ خود حضرت مسیح موعود نے اس زلزلہ عظیم کو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء والا زلزلہ قرار دیکر اپنی پیش گوئی کے پورا ہونے کا اپنی زندگی ہی میں اعلان کر دیا۔

(پیغام صلح لاہور ۱۵ جولائی۔ص ۵ کالم ۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بے شک ہمارے مضمون کے یہی چار حصے ہیں۔ ان کے جواب میں جو پیغام صلح نے لکھا ہے، اس کے صرف دو حصے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب قادیانی نے حصر نہیں کیا تھا کہ اس پیش گوئی سے مراد صرف بھونچال ہے بلکہ ممکن ہے کچھ اور آفت بھی ہو۔

۲۔ پیش گوئی کی پوری ماہیت قبل از وقوع کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ ہر ایک نبی نے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ ہاں جب پیش گوئی وقوع پذیر ہو جائے تو وہی اس کی حقیقت ہوتی ہے۔ چنانچہ زار کی حالت زار نے پیش گوئی کی اصلیت کھول دی۔

مولانا امرتسری لکھتے ہیں: بہت خوب! ہمیں منظور اور تصدیق۔ اب ہم اسی مضمون کی تائید میں ایک حوالہ نقل کرتے ہیں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۷)

یہ ہم اپنے سابقہ مضمون میں بحوالجات مرزا صاحب صاف الفاظ میں بتلا چکے ہیں کہ اس پیش گوئی سے مراد زلزلہ ہے اور وہ زلزلہ موعودہ ۲۸ فروی ۱۹۰۶ء کی شب کو آچکا ہے۔ اب ایک طرف صاحب الہام مرزا صاحب کی شہادت ہے، دوسری طرف اڈیٹر پیغام صلح یا ان کے کسی سرگروہ کی۔ ارباب دانش فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان دونوں شہادتوں میں سے کس کی شہادت پر فیصلہ ہونا چاہیے۔

مختصر یہ کہ، زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار، والی پیش گوئی ایک زلزلہ یعنی بھونچال کے متعلق تھی جو بقول مرزا صاحب پنجاب میں آنے والا تھا، جو بقول مدعی الہام ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آچکا۔ اس کو زار کی حالت زار سے کوئی تعلق نہیں مرزا صاحب قادیانی کی شہادت کے مقابلہ میں کسی امتی کا حق نہیں کہ مخالف شہادت دے۔ دے گا تو مرزا صاحب قادیانی کی امت سے خارج ہوگا۔ بس اس بات کو سمجھ کر لب کشائی کرو:

عالم بمنت یک طرف آن شوخ تنہا یک طرف۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۱۷ء۔ ۲۱ شوال ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۰ ص ۵۔۶)

مرزائیوں سے مباحثہ

مدرسہ غزنویہ امرتسر کی طرف سے ایک وفد نکلا جس میں مولوی محمد حسین ہزاروی، مولوی عبدالکریم، مولوی صدر الدین سفیران مدرسہ مذکور تھے۔ موضع عینو آنہ ساریکا چک ۲۷۳ تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور میں پہنچے جس میں کئی لوگ مرزائی ہیں۔ ان سے مباحثہ ہوا۔ الحمدللہ حق غالب آیا۔ مندرجہ ذیل اشخاص نے مرزائیت سے توبہ کی۔: امیر الدین ولد سمارنگ۔ راجہ ولد حضر۔ شاہ محمد۔ مسماۃ جوائی والدہ امیر الدین۔ باقی مذبذبین کی بھی تسلی ہوگئی۔ عبدالرحمٰن از موضع مذکور (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۱۷ء ص ۱۳)

زار کا حال زار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے ایک زلزلہ کی بابت پیش گوئی کی ہوئی ہے جس کو ان کی امت آج کل موجودہ جنگ پر لگاتی ہے۔ اس میں

ایک مصرعہ یہ ہے:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

اس مصرعہ کو زار روس کی تخت سے معزولی پر لگایا جاتا ہے۔ اس پیش گوئی کے متعلق ہم نے کئی ایک دفعہ مفصل لکھا۔ خصوصاً ۶ جولائی ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں اس کی ایسی تفصیل دکھائی کہ مرزائی کیمپ میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی۔ جس طرح ایک ڈاکٹر یا طبیب کسی مرکب دوا کے اجزاء کو بطریق علم کیمسٹری (کیمیا) الگ الگ کر کے سب کی تاثیرات دکھا دیتا ہے، اسی طرح ہمیں خدا نے قادیانی مشن کے متعلق یہ ملکہ عطا کیا ہوا ہے کہ ہم ان کی پیش گوئیوں کے تار تار الگ کر کے دکھا دیتے ہیں۔ چنانچہ ۶ جولائی (۱۵ رمضان) کے پرچہ میں ہم نے مرزا صاحب قادیانی کی اس پیش گوئی (زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار) کے اجزا الگ الگ کر کے رکھ دیئے ہیں جن کا خلاصہ حسب ضرورتِ جواب الجواب درج ذیل ہے:

۱: یہ پیش گوئی زلزلہ کے متعلق ہے اور زلزلہ سے مراد بھونچال ہے۔

۲: یہ پیش گوئی مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں اور ان کے ملک (پنجاب) ہی میں آنے کا وعدہ تھا۔

۳: یہ پیش گوئی بصورت بھونچال مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو واقع ہو چکی ہے۔

ان تینوں اجزاء کو کھول کھول کر ہم نے بحوالہ جات مرزا غلام احمد صاحب صاف کر کے ایسا دکھا دیا تھا کہ اس مضمون سے اپنی تصدیق کی گویا آواز آتی تھی۔

دونوں مرزائی اخباروں (پیغام صلح لاہور، اور الفضل قادیان) نے مجبوراً اس پر توجہ کی اور جواب دیئے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ جواب نہ دینا، بہ نسبت دینے کو، انہیں اور قادیانی مشن کو بہت مفید ہوتا۔ جواب دے کر انہوں نے جو اپنی بے بسی دکھائی ہے وہ نہ دینے کی صورت میں مخفی رہتی۔

ہم اپنی عادت میں مجبور ہیں کہ ہم کوئی دعوی ایسا نہ کریں گے جس پر جناب مرزا صاحب قادیانی کے اقوال سے سند نہ لاویں۔ اس لئے ہم اپنے دعوے کے اجزاء ثلاثہ پر علاوہ سابقہ بحث کے آج نئے سرے سے بحث کرتے ہیں۔

اس وقت ہمارا روئے سخن الفضل مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۱۷ء کی طرف ہے جس میں ایک مضمون بقاپوری نامہ نگار کا نکلا ہے۔ پہلے ہم اس مضمون کا خلاصہ سناتے ہیں۔

بقاپوری نامہ نگار نے حسب اتباع سنت مرزا ہم پر بہت سے ذاتی حملے کر کے جو کچھ لکھا ہے اسکے اجزاء مندرجہ ذیل ہیں:

۱: مرزا صاحب کی پیش گوئی میں زلزلہ سے مراد موجودہ جنگ ہے۔

۲: ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ والے اشتہار سے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے پوری عبارت نقل نہیں کی۔

ہمارے خیال میں جو شخص ہمارے مضمون مندرجہ اہل حدیث ۶ جولائی ۱۹۱۷ء کو اور اس جواب کو یعنی دونوں کو ایک وقت میں پڑھے گا (بشرط انصاف) وہ کبھی اس مضمون کو اسکا جواب نہیں کہے گا۔ باوجود اس کے نامہ نگار مذکور کو دعوی ہے کہ اس نے مکمل جواب دے دیا ہے۔ اس لئے ہم اس کی حقیقت کھولتے ہیں۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ مرزائی مباحث کے متعلق ہمارا اصول ہے کہ ہم مرزا صاحب ہی کی اقوال سے ان کی تردید یا بالفاظ دیگر تشریح کیا کرتے ہیں، کسی بیرونی دلیل کی ہم کو حاجت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم اپنے منصب کے لحاظ سے کسی بیرونی کلام کی طرف توجہ نہ کریں تو حق بجانب ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ مرزائی یہ نہ کہیں کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور آپ مرزا قادیانی کے اقوال پیش کرتے ہیں، ہمارے قرآن کا جواب کیوں نہیں دیتے، اس لئے آج ہم ان کی قرآن دانی کا ذکر بھی قدرے کر دیں گے۔ ہم نے اپنے مضمون کے پہلے جزو (زلزلہ سے مراد بھونچال ہے) کے ثبوت میں مرزا صاحب قادیانی کا قول ان کے رسالہ الوصیت سے نقل کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

> خدا نے فرمایا، بھونچال آیا اور شدت سے آیا، زمین تہ و بالا کر دی یعنی ایک سخت زلزلہ آئے گا۔ (ص ۱۴)

اس عبارت میں مرزا صاحب قادیانی نے خدا کے فرمودہ کو بھونچال کے لفظ سے بتلایا ہے پھر اس کی تشریح زلزلہ سے کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ زلزلہ اور بھونچال ایک ہی چیز ہے اور بھونچال کا آنا ہی مراد ہے۔

حیرت انگیز چالاکی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی اس صاف اور صریح

عبارت کا تو کچھ جواب نہ دیا اور نہ دے سکتے ہیں، جو ان کو دینا چاہیے۔ برخلاف اس کے کہتے ہیں، قرآن سے ثابت ہے کہ زلزلہ سے مراد جنگ ہوتا ہے چنانچہ آیت ہے:

زلزلوا زلزالًا شدیداً، جو جنگ خندق کے متعلق ہے۔

اس آیت میں (بقول ان کے) ذکر ہے کہ مسلمان جنگ میں مبتلا ہوئے۔

حالانکہ اس میں ان کی دو غلطیاں ہیں۔

ا۔ ایک تو یہ کہ آیت میں جنگ مراد نہیں، بلکہ بے چینی اور اضطراب ہے جو تکلیف میں ہوا کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں اور کافروں کے مابین جنگی کاروائی بالکل معمولی ہوئی۔ چند روز کفار ٹھہر کر خود بخود بھاگ گئے تھے۔ قرآن مجید کو غور سے پڑھو جہاں اس واقعہ کا ذکر ہے

و ردّ الله الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا، وکفی الله المؤمنین القتال۔ وکان الله قویاً عزیزاً (الاحزاب: ۲۵)

(یعنی خدا نے کافروں کو ناکام واپس کیا اور مسلمانوں کو جنگ کی تکلیف سے بچالیا)۔

قرآن مجید تو جنگ کی نفی کرتا ہے، مگر مرزائی جماعت اس لفظ زلزلوا کے معنی ہی جنگ کرتے ہیں۔ یاللعجب

۲۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی پیش گوئی اردو میں ہے، اس لئے اردو زبان میں دیکھنا چاہیے کہ زلزلہ کبھی جنگ پر بولا جاتا ہے؟

اگر دعوی ہے تو لاؤ کوئی مثال بتلاؤ۔ کس قدر تعصب یا بے سمجھی ہے کہ اردو کے الفاظ کو عربی استعمال (وہ بھی اپنے مزعومہ) کی طرف لے جاتے ہیں حالانکہ بہت سے عربی الفاظ اردو میں خاص صورت اور معنی اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً عزیز کا لفظ ہے جس کے معنی عربی میں غالب کے ہیں، لیکن اردو میں اس کے معنی پیارے کے ہیں، یا غریب کا لفظ ہے۔ اردو میں اس کے معنی مفلس کے ہیں، حالانکہ عربی میں اس کے معنی مسافر کے ہیں۔ علی ہذا القیاس اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں۔ جب یہ فرق ہے تو مدعی کا فرض ہے کہ زلزلہ کے معنی اردو استعمال میں جنگ کے بتلاوے و دونہ خرط القتاد

مختصر یہ کہ ہم نے اپنا دعوی کہ اس پیش گوئی میں زلزلہ سے مراد بھونچال ہے اردو استعمال کے علاوہ خود مرزا صاحب کی صاف عبارت سے ثابت کر دیا ہے جس کا

جواب بقاپوری نامہ نگار نے نہیں دیا، حالانکہ ان کا فرض تھا۔

ہمارے مضمون کا دوسرا جزو یہ تھا کہ (بقول مرزا غلام احمد قادیانی) یہ پیش گوئی ان کے ملک میں اور ان کی زندگی میں آنے کا وعدہ تھا، حالانکہ موجودہ جنگ مرزا صاحب قادیانی کے بعد شروع ہوئی ہے۔ اس دعوی پر ہم نے مرزا صاحب کی تصنیف ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ کی عبارت سے دیا تھا جس کے الفاظ پھر دہرائے جاتے ہیں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سراسر کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کیلئے ظہور میں آئے گی۔

اس اقتباس سے مرزا صاحب قادیانی کی موعودہ پیش گوئی کی حقیقت عیاں ہے کہ وہ ان کی زندگی میں ان کے ملک (پنجاب) میں ظہور پذیر ہوگی۔

افسوس ہے بقاپوری نامہ نگار مذکور نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا حالانکہ ان کا فرض تھا۔

ہمارے بیان کا تیسرا جزو یہ تھا کہ یہ زلزلہ موعودہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان کے ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کے قادیانی اشتہار سے ہم نے یہ دعوی ثابت کیا تھا جس کی عبارت یہ ہے:

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی بابت خدا تعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا،

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

سوالحمد للہ والمنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔

یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ جس زلزلہ کی بابت بہاری الہام ہے یعنی یہ فقرہ، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔، ۲۸ فروری والا زلزلہ وہی تھا۔

رہا یہ امر کہ بہاری الہام کس زلزلہ کی بابت ہے، سو اس کی تحقیق کے لئے ہم نے مندرجہ ذیل عبارت مرزا صاحب قادیانی کی نقل کی تھی۔ آپ زلزلہ موعودہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ وہ میری ہی زندگی میں آئے گا۔ نیچے حاشیہ میں مندرجہ ذیل نوٹ بھی لکھتے ہیں:

خدا تعالیٰ کا الہام ایک یہ بھی ہے، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار (موجودہ جنگ موسم بہار میں شروع نہیں ہوئی بلکہ ۳۱ جولائی کو ہوئی تھی جو سخت گرمی کا موسم ہے حالانکہ موعودہ زلزلہ بہار میں آنا چاہیے تھا۔ اڈیٹر اہل حدیث) کے دن ہوں گے اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے وہ صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ۔ ج ۵۔ ص ۹۷)

اس اقتباس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ زلزلہ موعودہ بہار کے موسم میں آئے گا۔ دوم، اس کے آنے کا وقت صبح کا ہوگا۔

اس سے ساری بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ موجودہ جنگ کا سارا زمانہ دیکھیں تو کئی سال ہے۔ شروع زمانہ دیکھیں، تو اخیر جولائی ہے جو کسی طرح اور کسی ملک میں بہار کا موسم نہیں۔

ہمارے دعویٰ کے ثبوت کے لئے عبارت مرقومہ کافی ہے، مگر معترض کہتے ہیں تم نے عبارت میں خیانت کی ہے کیونکہ جس اشتہار (۲ مارچ والے) سے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں اور کچھ بھی لکھا ہے جس کو انہی کے الفاظ میں ہم اپنے ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کی مزید آگاہی کیلئے اپنی منقولہ اور ان کی نقل کردہ مع زائد حصہ کے مسلسل ایک جا اصلی شکل میں دکھا دیں۔ آپ کا جو ہم پر خیانت کا الزام ہے اس کی تحقیق بھی ہو جائے۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ا: اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا تھا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں فرمایا تھا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

چنانچہ میں نے یہ پیش گوئی رسالہ الوصیت کے صفحہ ۳، ۴، ۱۴ میں اور نیز اپنے اشتہارات اور اخبار الحکم اور بدر میں شائع کر دی تھی سو الحمد للہ و المنۃ کہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔

۲۔ لیکن آج یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو صبح کے وقت پھر خدا نے یہ وحی میرے پر نازل کی جس کے الفاظ یہ ہیں:

زلزلہ آنے کو ہے

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں بلکہ آنے کو ہے، اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیش گوئی کے مطابق پورا ہوا کیونکہ جیسا کہ میں نے رسالہ الوصیت کے صفحہ ۳۔ ۴ میں قبل از وقت لکھا تھا صرف ایک زلزلہ کی پیش گوئی نہیں بلکہ کئی زلزلوں کی نسبت خدا نے مجھے اطلاع دی تھی،۔

۳۔ سو یہ وہ زلزلہ تھا جسکا موسم بہار میں آنا خدا تعالی کی وحی کے مطابق ضروری تھا سو آ گیا اور ممکن ہے کہ موعودہ زلزلہ قیامت کا نمونہ بھی موسم بہار ہی میں آوے۔

اس عبارت میں ہم نے جو نمبر لگائے ہیں وہ اس غرض سے ہیں کہ پہلے نمبر کی عبارت ہم نے سابقہ مضمون میں نقل کی تھی، دوسرے کی نامہ نگار نے نقل کی ہے، تیسرے کی اب زیادہ ہم نے ملائی ہے، تاکہ ناظرین کو اشتہار مذکور کا مطلب بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔

یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ جس زلزلہ کی بابت مرزا صاحب قادیانی کو بہاری الہام ہوا تھا جس کی بابت ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء والی پیش گوئی ہے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ہوا تھا، وہ تو یقیناً ۲۸ فروری کو آ چکا اور جس الہام کی تاریخ یکم مارچ ۱۹۰۶ء ہے وہ آئندہ کو آنے والا ہے۔

پس اب دونوں عبارتوں کا مطلب صاف ہے۔ چنانچہ منقولہ عبارت کا نمبر سوم ہمارے مدعا کو صاف ثابت کرتا ہے کیونکہ اس میں مرزا صاحب کے یہ الفاظ صاف ہیں کہ:

جس کا موسم بہار میں آنا ضروری تھا سو آ گیا۔

باقی رہا یکم مارچ والا آئندہ زلزلہ سو جب وہ آئے گا دیکھا جائے گا کہ، کوہ کندن وکاہ برآوردن، سے زیادہ ہوتا ہے یا کم۔

مختصر یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا موعودہ زلزلہ جس کی بابت لکھا ہے: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار، یہ زلزلہ بصورت بھونچال مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں آنا تھا جو (بقول مرزا قادیانی) ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آ گیا۔ اس کو موجودہ جنگ پر لگانا، نہ صرف انصاف کے خلاف ہے بلکہ مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات اور عبارات کے بھی مخالف ہے۔

باوجود اس تشریح کے بقاپوری نامہ نگار یا کسی اور مرزائی کو مزید تحقیق کرنا منظور ہو، تو وہ ہم سے بالمشافہ بھی تقریری گفتگو کر سکتے ہیں۔ بیشک جب چاہیں دفتر اہلحدیث میں ایک روز قبل اطلاع دے کر آ سکتے ہیں۔ ہم ایک روز میں دو گھنٹے ان کی نذر کرنے کو تیار ہیں۔

بقاپوری نامہ نگار نے بطور فخر کے لکھا ہے کہ مولوی محمد عالم صاحب مدرس اسلامیہ سکول امرتسر نے اس پیش گوئی کی تصدیق کی ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے جب یہ عبارت دیکھی تو انہوں نے ہم کو ایک خط لکھا:

مجھے افسوس ہے کہ الفضل میں میری تحریر شائع کرنے میں صرف بے اعتنائی اور مطلب پرستی سے ہی کام نہیں لیا گیا، نہ ہی دور اندیشی کی گئی ہے کہ آخر اس تحریر کا اصل مدعا کیا ہوگا بلکہ غضب یہ ڈھایا ہے کہ میری پوری تحریر لفظ بلفظ نقل نہیں کی، نہ ہی اس کے سارے فقرے نقل کئے ہیں

جعلوا القرآن عضین

مطلب کے فقرے اٹھا لئے اصل فقرے پھینک دیئے

تبدوا وراء ظهورکم۔

اس الزام کی صفائی کرنا بھی نامہ نگار صاحب کا فرض ہے۔ سچ ہے:

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۷۔ اگست ۱۹۱۷ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۱۔ ص ۳۔ ۵)

لاہور میں زار کا حال زار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے زار کی بابت پیش گوئی کیا کی، قادیانی امت کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ پہلے تو وہ بڑی خوشی سے پھیلاتے تھے کہ دیکھو زار روس کی بابت جو پیش گوئی کی تھی کیسی سچی نکلی۔ مگر جب اخبار اہل حدیث امرتسر نے علم کیمسٹری (کیمیائی) سے اس پیش گوئی کے اجزاء الگ الگ کر کے سامنے رکھ دیئے تو قادیانی کیمپ پر پریشانی چھا رہی ہے۔ کوئی سراسیمہ ہو کر مشرق کو جاتا ہے، تو کوئی مغرب کو۔ بات منہ سے نکل چکی ہے اب وہ بنتی نہیں۔ بنے بھی کیسے اور کس کے سامنے؟ جس کو لوگ فاتح قادیان کہتے ہیں: زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

لاہوری اخبار پیغام صلح کا جواب اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۰۔ اگست میں دیا گیا تھا اس کے بعد قادیانی الفضل آ گے ہوا۔ اس پر بھی ایک کاری حربہ رسید ہوا، تو اتنے میں اس کا لاہوری برادر پیغام پھر آیا، تا کہ اپنے قادیانی برادر کو مدد لائے۔ خیر

ستعلم ليلى اى دين تداينت
و اى غريم فى التقاضى غريمها

گذشتہ پرچہ میں ہم نے لکھا ہے کہ ہمارے مضمون مندرجہ پرچہ ٦ جولائی کے تین حصے تھے:

۱۔ مرزائی پیش گوئی میں جو زلزلہ ہے اس سے مراد بھونچال ہے۔

۲۔ یہ بھونچال مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے ملک میں آنے والا تھا۔

۳۔ یہ بھونچال ۲۸ فروری ۱۹۰٦ء کو آ چکا۔

لاہوری بہادر (اخبار پیغام صلح) کے ساتھ ۱۰۔ اگست کے پرچہ (اہل حدیث امرتسر) میں پہلے دو نمبروں کے متعلق گفتگو ہو چکی ہے آج تیسرے کی باری ہے کہ یہ بھونچال ۲۸ فروری ۱۹۰٦ء کو آ چکا ہے۔

پیغام صلح نے اس حصہ کے متعلق بہت بڑا لمبا چوڑا مضمون لکھا ہے جو سارا ہی

مزیدار ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ مضمون ایسا دلچسپ ہے کہ اہل حدیث امرتسر کو اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اہل حدیث بھی باوجود قادر الکلامی کے ایسی ان کی بے بسی نہیں دکھا سکتا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ پیغام صلح کے مضمون سے مجھے ایک خاص لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ناظرین بھی اس لذت میں شریک ہوں۔ لہذا میں اس کو سارا نقل کر کے ناظرین سے سفارش کرتا ہوں کہ اس کو بغور پڑھیں اور لطف پائیں۔ پیغام لکھتا ہے:

چوتھا اور آخری اعتراض مولوی ثناء اللہ نے کیا وہ یہ ہے کہ جس زلزلہ کی پیش گوئی حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو کی تھی (۹۔ اپریل تاریخ نہیں، ۱۵۔ اپریل تھی۔ ناظرین یہ تاریخ ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء یاد رکھئے۔ اڈیٹر اہلحدیث) اس کے متعلق آپ خود ہی اپنی زندگی میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہی زلزلہ تھا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آیا۔ چنانچہ آپ اپنے اشتہار مجریہ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:

اے عزیزو! آپ نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں فرمایا تھا۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی سو الحمد للہ و المنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔

حضرت اقدس کے ان الفاظ سے مولوی ثناء اللہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے:

یہ پیش گوئی کوئی قابل خوف و ہراس نہیں کیونکہ یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہو چکا۔

یوں تو مولوی فاضل کے لئے جس کو خدا پر ایمان تو ایک طرف آفات ارضی وسماوی کے متعلق سنت صحیحہ ثابتہ پر بھی کوئی یقین نہ ہو، کوئی بات قابل خوف و ہراس نہیں ہو سکتے۔ لیکن جس اشتہار کے بعض الفاظ کو اہل حدیث کے مولوی فاضل اڈیٹر نے اپنے اوپر سے اس زلزلہ کا خوف ہراس اتارنے کے لئے نقل کیا ہے، اس کا باقی حصہ افسوس ہے کہ خوف وہراس اتارنا تو کجا

مکذبین آیات اللہ کو اور بھی بخار چڑھانے والا ہے۔

مولوی فاضل کو چاہیے تھا کہ اس اشتہار کو نقل کر کے اپنی ایمان داری کا ثبوت دیتا، نہ کہ الٹا اپنے ناظرین کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کرتا، کیونکہ اس اشتہار کو سارا پڑھنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس زلزلہ کی پیش گوئی حضرت مسیح موعود نے ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو کی اور جس کو قیامت کا زلزلہ بتایا، اس کے آنے کی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے امید بھی دلائی ہے اور اس ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کو اس کے لئے بطور ارہاص یا پیش خیمہ بتایا ہے، چنانچہ وہ سارا اشتہار حسب ذیل ہے:

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہو گا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی سو الحمد للہ و المنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔ لیکن آج یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو (ناظرین اس تاریخ یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو بھی یاد رکھئے۔ اور یہ بھی خیال فرمائیے کہ ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء، اور یکم مارچ ۱۹۰۶ء میں قریباً گیارہ مہینوں کا فرق ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) صبح کے وقت پھر یہ وحی میرے پر نازل کی، جس کے الفاظ یہ ہیں،

زلزلہ آنے کو ہے۔،

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی نہیں آیا بلکہ آنے کو ہے۔ اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیش گوئی کے مطابق پورا ہوا (وہ کون سی پیش گوئی ہے ۲۸ فروری کا زلزلہ جس کے مطابق وقوع پذیر ہوا۔ بس اس سوال کے جواب پر بحث کا سارا دار و مدار ہے مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ دیکھو کہ اس زلزلہ کو بہاری الہام کا مصداق بتا رہے ہیں اور بہاری الہام کی بابت ہم گذشتہ پرچہ میں بحوالہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ اسی زلزلہ کے متعلق ہے جس میں زار کی حالت زار کا ذکر ہے۔ پھر کیا شک ہے اس پیش گوئی کے ماننے میں جو واقع ہو چکی ہو۔

آہ! مرزا صاحب زندہ ہوتے تو ایسے منکروں کو خواہ قادیان میں ہوں یا لاہور میں اپنی جماعت سے اسی طرح نکال دیتے جس طرح چندہ نہ دینے پر نکال دیا کرتے تھے۔ اڈیٹر اہل حدیث)

کیونکہ جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ الوصیت میں قبل از وقت لکھا تھا صرف ایک زلزلہ کی پیش گوئی نہیں بلکہ کئی ایک زلزلوں کی نسبت خدا تعالی نے مجھے اطلاع دی ہے۔

اب ان صریح وصاف الفاظ کے ہوتے ہوئے مولوی ثناء اللہ کا جو مولوی فاضل ہونے کے علاوہ اہل حدیث اخبار کا اڈیٹر اور انجمن صادقین کا سکرٹری بھی ہے، یہ کہنا کہ:

یہ پیش گوئی قابل خوف و ہراس نہیں کیونکہ یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہو چکا جس کو مرزا صاحب نے مان لیا تھا۔

اور اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا اشتہار کا حوالہ دینا کس قدر خلاف دیانت بات ہے (اب تو آپ کا اشتہار ناظرین کے سامنے ہے جس سے آپ کی امانت دیانت بلکہ لیاقت بھی کھل گئی ہے کہ ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء اور یکم مارچ ۱۹۰۶ء کی پیش گوئیوں میں تمیز نہیں کرتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)۔ نہ صرف یہ اشتہار ہی مولوی فاضل کی تکذیب پر شاہد ہے بلکہ جیسا کہ ہم پیشتر ازیں لکھ چکے ہیں اسی ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی پیش گوئی زلزلہ کے متعلق ۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء

(ناظرین ان الہامی بزرگوں کی مدہوشی کا اندازہ لگائیں کہ ہم تو مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء سے دکھاتے ہیں کہ موعودہ زلزلہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آ چکا اور فاضل اڈیٹر پیغام ہم کو سناتے ہیں کہ ۲۷ مارچ کو مرزا صاحب نے زلزلہ موعود کے موخر ہونے کی دعا کی تھی جو قبول ہوگئی۔ اے جناب ذرہ انصاف سے کہیے کہ ۲۷ مارچ کو اسی زلزلہ کے موخر ہونے کی بابت دعا کی تھی جو ۲۸ فروری کو آ چکا تھا؟ یا وہ کسی اور کی بابت تھی۔ پس اس سوال کے جواب پر سارا مدار ہے۔ آپ ذرہ اپنے بزرگوں اور، بقول مرزا، حدیث کے پتلوں سے سے مشورہ کر کے اس سوال کا جواب دیں۔

ہائے افسوس تم لوگ حضرت مرزا صاحب کے الہاموں کو اسی طرح دیکھتے اور پڑھتے ہو جس طرح آریہ لوگ قرآن مجید کو جن کو ساری قرآن میں اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے۔

اے جناب سنیئے! مرزا صاحب کے الہامات کے معنی ہم سے پوچھا کریں:

عشق کی راہ کٹھن کوئی ہم سے پوچھے
قیس کیا جانے غریب اگلے زمانے والا

مرزا صاحب اس موعودہ زلزلہ کو جس کا الہام ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء (دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۴۰؟ اڈیٹر اہل حدیث) کو ہوا تھا، ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو وقوع پذیر بتلاتے ہیں اور یکم مارچ کو ایک نیا الہام سابقہ الہام کے علاوہ شائع کرتے ہیں۔ چنانچہ صاف الفاظ میں لکھتے ہیں جن کو خود اڈیٹر پیغام نے نقل کیا ہے کہ آج یکم مارچ کو صبح کے وقت وحی آئی، وغیرہ۔ اس وحی والا زلزلہ آئندہ کو ہوگا۔ یہ ہے مرزا صاحب کے الہامات کا مطلب جسے ان کی امت نفسانی ضد میں خراب کر کے مورد الزام بنا رہی ہے جس کا ہمیں ہی نہیں حضرت مرزا صاحب کو بھی رنج ہوگا۔ اڈیٹر اہل حدیث) کو حضرت مسیح موعود (مرزا) فرماتے ہیں:

آج زلزلہ کے وقت کے لئے توجہ کی گئی کہ کب آوے گا۔ اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے آگے آگئی اور پھر الہام ہوا

رب اخر وقت هذا

یعنی اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اسکا وقت کچھ پیچھے ٹال قاعدہ نحو کے مطابق هذا کی ضمیر هذه چاہیے، مگر هذا سے مراد هذا العذاب ہے کیونکہ اس سے غرض تو عذاب سے ہے ورنہ زلزلے تو پہلے بھی آچکے ہیں۔

پھر بعد اس کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا

رب سلطنی علی النار۔ یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے (یہ ایک اور ثبوت اس زلزلہ سے مراد جنگ ہونے کا ہے) کہ اسے یہاں آگ سے تعبیر کیا ہے اور قرآن کریم نے جنگ کو آگ بھی کہا ہے (قربان جائیں اس قرآن دانی کے ہم عرصہ سے سنتے سنتے تھک گئے ہیں اس لئے ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اے جناب یہاں جنگ کو آگ نہیں کہا بلکہ آگ کا لفظ خود (نار) موجود ہے اللہ سے ڈر کر قرآن کے الفاظ نارا للحرب کو غور سے پڑھو۔ کیا مسیحی اور مہدوی بننے کے لئے اتنی ہی قرآن دانی کافی ہے یا اس سے زیادہ کی بھی ضرورت ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) جیسا کہ فرمایا کلما اوقدوا نارا للحرب اطفأها الله۔ یعنی ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں

ہو جاوے جس کو میں عذاب دینا چاہوں وہ عذاب میں گرفتار ہو اور جس کو چھوڑنا چاہتا ہو....

(اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۱۷ء۔ ۵ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ۔ ج ۱۴ نمبر ۴۲ ص ۳۔۴۔ مضمون نامکمل ہے)

زار کا حال زار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مذہب کے ممبروں کو یہ پیش گوئی ایسے گلے کا ہار ہوئی ہے کہ چھٹائے بھی نہیں چھوٹتی۔ ہٹائے نہیں ہٹتی۔ گذشتہ پرچہ اہل حدیث میں ہم نے پیغام صلح لاہور کے جس پرچہ کا جواب دیا ہے اس سے پہلے کا پرچہ نظر سے رہ گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سلسلہ بوجہ طوالت ناظرین کے ملال خاطر کا باعث ہوگا مگر ان لوگوں کے جوابات لطیفہ کا پہنچانا بھی ضروری ہے تاکہ ان کی اندرونی کمزوری کا علم ہو سکے۔

یہ الہامی پارٹی جو دنیا بھر کے لوگوں میں سے یہ دعوی لے کر اٹھی تھی کہ ہم دنیا کو معقولیت سے مذہب سکھا دیں گے ان کی معقولیت کا یہ حال ہے جو ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ آج کا مضمون گذشتہ سب مضامین سے معقولیت میں سبقت لے جائے گا اور ناظرین کو جو سلسلہ طوالت سے ملال خاطر ہوا ہے اس کی کافی تلافی ہو جائے گی۔ انشاء اللہ

۶ جولائی ۱۹۱۷ء کے اہل حدیث امرتسر میں ہم نے جو بسیط مضمون لکھا تھا اس میں ایک حصہ یہ بھی تھا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں وہ زلزلہ جس میں زار کا حال زار ہوگا، میرے ملک میں آئے گا۔ اگر اس سے موجودہ جنگ مراد ہے تو یہ ان کے ملک پنجاب میں کہاں ہے۔

اس صاف اور سیدھے سوال کا جواب فاضل اڈیٹر پیغام صلح، ہاں معقول پسند اور معقول گر پارٹی بلکہ صلح جو پارٹی کا آرگن جواب دیتا ہے اور کس خوبی سے دیتا ہے۔ چنانچہ وہ ہمارے سوال کو پہلے خود نقل کرتا ہے:

تیسری بات جو مولوی ثناء اللہ نے بصورت اعتراض پیش کی وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے زلزلہ عظیم کی پیش گوئی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ پیش گوئی میرے ہی ملک میں میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی (۵۔اگست ۱۹۱۷ء)

اڈیٹر صاحب پیغام صلح اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہندوستان اور پنجاب میں بھی اس جنگ کا اثر پہنچا ہے کہ ہمارے ملک نے بہت سے آدمی جنگ میں دیئے۔ یہاں تک کہ کاغذ کی گرانی کی شکایت خود اہل حدیث کو بھی کرنی پڑی۔

چونکہ یہ جواب اچھا خاصہ بچوں کا دل بہلاوا تھا اس لئے اڈیٹر صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ گو ہم نے اس کو مروڑ تروڑ کر سیدھا کرلیا ہے تاہم یہ تو عموم ہی رہا، حالانکہ اہل حدیث کا دعوی ہے کہ بقول مرزا صاحب قادیانی صرف ان کے ملک میں آنا چاہیے تھا اسلئے بڑی جرأت سے لکھتا ہے

لیکن کہا جا سکتا ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) صاحب اس کے اپنے ہی ملک میں ظہور پذیر ہونے کا وعدہ دلانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ آپ کے ملک سے باہر ظہور پذیر نہ ہوگی، اس کا ثبوت معترض کے ذمہ ہے۔

بہت خوب! ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں مگر پہلے آپ کے الفاظ نقل کرلیں۔ چنانچہ اڈیٹر صاحب خود لکھتے ہیں:

اس کے خلاف ہم آپ (مرزا قادیانی) ہی کے الفاظ دکھا سکتے ہیں کہ آپ اس زلزلہ کو عالمگیر سمجھتے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عبارت میں جو آپ نے ، ہی ، لکھا ہے اس کا یہی مطلب ہے نہ کہ آپ کے الفاظ کے سوا دوسرے کسی کے الفاظ پیش نہ کریں گے۔ غالباً ہر ایک زبان دان آپ کا مطلب یہی سمجھے گا۔ پس اب لیجئے مرزا صاحب کے الفاظ جو ہم نے ۶ جولائی ۱۹۱۷ء کے اہل حدیث میں نقل کئے تھے جن کو آپ نے جلدی میں نہیں پڑھا ہوگا، اس لئے مکرر نقل ہیں۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں اور کیا صاف فرماتے ہیں:

اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے

اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سراسر غلط ہے جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں، اور میرے ہی ملک میں، اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ حصہ پنجم۔ ص ۹۷)

اللہ سے ڈر کر اس احکم الحاکمین کی حکومت کا تصور دل میں لاکر بتلایئے کہ اس عبارت کا وہی مفہوم ہے یا نہیں جو آپ طلب کرتے ہیں، یا جو آپ کی عبارت کا مطلب ہے۔

اللہ اکبر! کس زور شور سے کہا تھا کہ یہ زلزلہ ہمارے ہی ملک میں، ہماری ہی صداقت کے لئے، ہماری زندگی میں آئے گا۔ جو آج آیا، تو یہاں سے ہزارہا میل دور بے چارے بے خبر یورپ میں آیا۔ جس کا اثر مرزا صاحب قادیانی کے ملک میں یہ آیا کہ اخباروں کے لئے کاغذ گراں ہوگیا۔ لہذا مرزا صاحب کی صداقت ثابت۔ اسی مرتبہ کی وہ زبردست مثل ہے جو ہے مشہور کہ، چاول سفید ہیں لہذا زمین گول ہے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳۱۔ اگست ۱۹۱۷ء مطابق ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ جلد ۱۴ نمبر ۴۳ ص ۱۔۲)

مرزائی مشن لندن میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی مشن کی دونوں پارٹیاں آج کل انگلستان میں کام کررہی ہیں۔ خواجہ (کمال الدین لاہوری) پارٹی تو محض اسلام پیش کرتی ہے مگر قادیانی، مرزائیت بھی سکھاتی ہے۔ باوجودیکہ مرزائیت ایک ریتلی خوش نما دیوار ہے، تاہم ہر ہفتہ اس پارٹی کی طرف سے لندنی خط چھپتے ہیں کہ فلاں انگریز مسلمان (یا احمدی) بنا۔ لطف یہ ہے کہ اپنے اخباروں میں احمدی لکھتے ہیں، دوسرے اخباروں میں جو مراسلات جاتے ہیں ان میں مسلمان لکھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے نام جو لندن سے مراسلہ ان کا مورخہ ۳ جولائی آیا ہے اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ فلاں انگریز محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا قائل ہوا، مرزا

قادیانی کا کوئی ذکر نہیں۔

ہم ان لوگوں کی ہمت اور دکانداری چلانے کے ڈھب کے قائل ہیں۔ رہا کسی انگریز کا مرزائی (احمدی) ہو جانا، سواس میں اگر کوئی صداقت ہے تو ہم خوش ہیں کیونکہ مرزائی ہونے سے وہ اسلام کے اندر تو آ گیا۔ اب ہم اس کو بہ نسبت عیسائی مذہب کے جلدی سمجھا لیں گے۔ یہ مرزائیوں کا دھوکہ ہے کہ کسی غیر مسلم سے بحث کرتے وقت محض اسلام پر بحث کرتے ہیں مگر جب اس کی کیفیت لکھتے ہیں تو بجائے اسلام کی فتح کے احمدیت کی فتح اڑاتے ہیں چنانچہ ..مئی ...میں جو لکھا ہے وہ اس کا تازہ ثبوت ہے کہ کس طرح انہوں نے بمبئی میں احمدیت کی فتح، کا ذکر کیا حالانکہ احمدیت کا ذکر بھی نہ تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی خبر کو بحکم فتبینوا جانچ لینا چاہیے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱۔اگست ۱۹۱۷ء مطابق ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ جلد ۱۴ نمبر ۴۳ ص ۱۳)

انعام دینے کو تیار ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۳۔ اگست ۱۹۱۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں بحوالہ آریہ گزٹ ہم نے ایک نوٹ لکھا تھا جس میں قادیانیوں کے اس افتراء کا جواب تھا جس کی تہ میں اسلام کی سراسر تردید اور کفر کی بالکل تائید تھی۔ اس افتراء کے ثابت کرنے پر فی دعوی سو روپیہ انعام اور دس روپیہ اڈیٹر آریہ کو کمیشن دینے کا اعلان تھا۔ ہمیں خیال تھا کہ بغرض تحقیق نہیں تو بطمع کمیشن ہی اڈیٹر آریہ گزٹ قادیانیوں کو پیش کریں گے کہ اپنا دعوی ثابت کریں۔ مگر افسوس کہ وہ بھی ان قادیانیوں سے کچھ ایسے بے امید ہیں کہ ان کو پیش نہ کر سکے، بلکہ ایک مضحکہ خیز تحریر ان کی طرف سے شائع کر دی جسے دیکھ کر پرائمری کے بچے بھی ہنستے ہوں گے۔ چنانچہ بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے۔

آریہ گزٹ لکھتا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب روپیہ تیار رکھیں۔ قادیان والوں اور مسلمانوں میں

اسبات پر بحث ہوئی تھی کہ آیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اصلی نبی ہیں یا نہیں ۔مولوی ثناء اللہ کہتے تھے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کی پیشینگوئیاں لفظ بلفظ درست نکلیں اور چونکہ مرزا صاحب اس معیار پر پورے نہیں اترے لہذا وہ نبی نہیں ۔اس پر قادیان والوں نے لکھا کہ تب تو حضرت محمد صاحب (ﷺ) بھی نبی نہیں کیونکہ ان کی پیش گوئیاں بھی لفظ بلفظ درست نہیں نکلیں ۔اس اعلان کو آریہ گزٹ کے کالموں میں بھی نقل کیا گیا تھا جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہل حدیث میں قادیان والوں کو چیلنج دیا کہ آپ حضرت محمد (ﷺ) کی وہ پیش گوئیاں ظاہر کریں جو لفظ بہ لفظ ٹھیک نہیں نکلیں ۔اگر ایسی کچھ پیش گوئیاں موجود ہوں تو مولوی صاحب فی پیش گوئی یک صد روپیہ انعام دیں گے اور دس روپیہ فی پیش گوئی اڈیٹر آریہ گزٹ کو کمیشن دیں گے

ہم انتظار کر رہے تھے کہ کوئی قادیانی اسکا جواب دے ۔ہم اسی انتظار میں تھے کہ ذیل کی چٹھی ہمیں معہ ایک شائع شدہ چیلنج کے ملی ۔چٹھی حسب ذیل ہے:

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب اخبار آریہ گزٹ لاہور ۔تسلیمات :

جناب اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث امرتسر نے اپنے اخبار مورخہ ۳ ۔اگست ۱۹۱۷ء میں آپ کو دس روپیہ فی صدی یا اس سے بھی زیادہ کمیشن کا وعدہ دے کر یہ اعلان تحریر کیا ہے کہ جو آدمی آپ کی معرفت رسول اللہ حضرت محمد (ﷺ) کی پیش گوئیوں میں سے ایک بھی ایسی ثابت کر دے کہ وہ اپنے ظاہری الفاظ میں پوری نہیں ہوئی بلکہ اس پیش گوئی کی تاویل کی گئی ہے،تو اس کو مبلغ سو روپیہ انعام دیا جائے گا ۔

اب یہ خاکسار اس چیلنج کو منظور کر کے آپ کی معرفت ان کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ اگر حضرت محمد کی یہ پیش گوئی سچی ہے کہ حضرت عیسی ابن مریم ابھی تک بجسد عنصری آسمان پر زندہ ہیں اور اس دنیا میں دوبارہ تشریف لاویں گے،اور یہ پیش گوئی بغیر کسی قسم کی تاویل کے ظاہری الفاظ میں پوری

ہو گی جیسا کہ مولوی صاحب کا اعتقاد ہے، تو برائے مہربانی میرے اس چیلنج کا جواب دے کر حیات حضرت عیسی کو ثابت کر دیویں۔ جب وہ حضرت عیسی کی حیات ہی ثابت نہیں کر سکتے تو پھر حضرت محمد (ﷺ) کی یہ پیش گوئی ظاہری الفاظ میں کیسے پوری ہو سکتی ہے جب کہ حضرت عیسی بن مریم فوت ہو چکے ہیں۔

خاکسار کو انعام کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ صرف ان سے یہی خواہش ہے کہ اس چیلنج کا جواب دیویں۔ اگر وہ اسکا جواب نہ دے سکیں تو پھر وہ روپیہ انعام دیا جاوے۔ قریباً ایک سال کے عرصہ سے مولوی صاحب نے اس چیلنج کا جواب نہیں دیا۔ اگر مولوی صاحب آپ کی معرفت اس چیلنج کو منظور کر کے جواب دیں گے تو میں آپ کا بہت شکر گزار ہونگا۔ اگر مولوی صاحب واقعی شیر پنجاب ہیں تو اس چیلنج کا جواب دیویں ورنہ یاد رکھیں

مکرر آنکہ ہماری اس بحث کا فیصلہ سکرٹری آریہ سماج علی گڈھ کرنے کو تیار ہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے تحریر کیا ہے کہ فیصلہ کرنے والا ایک غیر مسلم ہونا چاہیے۔ شمس الدین از علی گڈھ (آریہ گزٹ ۲۳۔ اگست ۱۹۱۷ء ص ۱۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

لوگ کہا کرتے ہیں کہ پہلوانوں کی کشتی میں گرنے والا نظر آ سکتا ہے مگر علمی مباحثہ میں گرا ہوا نظر نہیں آ سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے ہمارے ان دونوں مخاطبوں (شمس الدین اور آریہ گزٹ) کی اس تجویز کو بغور پڑھیں۔ دعوی تو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں بھی درست نہیں نکلیں جس کا ثبوت دینے کے لئے انعام تجویز ہوا۔ جواب دیتے ہیں کہ حضرت عیسی کی حیات ثابت نہیں اس لئے پیش گوئی غلط۔

چہ خوش! کوئی اس بھلے آدمی سے پوچھے تم مدعی اس بات کے ہو۔ ذرہ آریہ گزٹ کے مندرجہ بالا الفاظ پھر بغور پڑھو اور خدا سے ڈر کر بتلاؤ کہ تمہارا فرض کیا ہے۔ خود بخود نہ ہو سکے تو سنو ہم بتلاتے ہیں کہ تمہارا فرض ہے کہ پہلے محمدی پیش گوئی کے الفاظ نقل کرو، پھر ان کی تکذیب کرو۔ اور یہ صاف لفظوں میں دعوی کرو کہ یہ پیش گوئی صحیح نہیں ہوئی۔ پھر اس اصول کے مطابق نامہ نگار کا فرض ہے کہ وہ پہلے وہ الفاظ

بحوالہ صحیح نقل کرے جو اس نے دعوی کئے ہم ان الفاظ کے سننے کے منتظر ہیں۔

حیرت ہے کہ سب سے پہلے مضمون میں مرزائیوں نے یہ دعوی کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیصر وکسری کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں (ملاحظہ ہو اہل حدیث ۳۔ اگست اور آریہ گزٹ ۱۹۔ جولائی ۱۹۱۷ء) جب ہم نے ان الفاظ کا تقاضا کیا تو اب حضرت مسیح کی پیش گوئی کی طرف چلے گئے۔

تعجب ہے ان لوگوں کو وفات مسیح کے مسئلہ کے کتنے خواب آتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی یہ استدعا بھی بغرض تحقیق حق نہیں، بلکہ جس طرح جنگ کے موقع پر ہوشیار افسر فوج اپنے ملک کو زد سے بچانے کے لئے دوسرے ملک میں جا کر میدان جنگ بناتا ہے تاکہ اپنا اصلی ملک نقصان سے محفوظ رہے، اسی طرح یہ چاہتے ہیں کہ ہماری جنگ بھی اصل قلعہ (مرزا کی ذات خاص) جنگ کے اثرات سے محفوظ رہے۔ مخاطب کا وقت اسی بے فائدہ کام میں لگ جائے۔ اتنے میں اگر جلسہ منتشر نہ ہوا تو ہم طرح دے کر ادھر اودھر ہو جائیں گے۔ ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا فریق مسئلہ حیات مسیح میں کسی طرح ان سے دبیل نہیں۔ اڈیٹر صاحب آریہ گزٹ کی تسلی کے لئے ایک واقعہ مع ثبوت کے پیش کیا جاتا ہے۔

نواب رام پور نے ہمارا اور مرزائیوں کا مباحثہ کرایا۔ یہ واقعہ حکیم نورالدین کی خلافت کے زمانہ کا ہے جن کے حکم سے تمام جرنیل میدان جنگ میں پہنچے۔ مولوی محمد احسن، خواجہ کمال الدین، مولوی مبارک علی، حافظ روشن علی، منشی قاسم علی، شیخ رحمت اللہ، مولوی سرور شاہ وغیرہ وغیرہ جملہ زبدۃ الاخوان بسر کردگی خواجہ صاحب مولوی محمد احسن (احسن المناظرین) بغرض مناظرہ ہمارے سامنے پیش ہوئے۔ مباحثہ تین روز صرف وفات وحیات مسیح پر ہوا۔ تین روز کے بعد حضور نواب صاحب نے فرمایا، اب مرزا صاحب کے دعاوی پر بحث ہوگی۔ انہوں نے بحث سے انکار کیا۔ ہر چند نواب صاحب نے اصرار کیا مگر ادھر سے انکار ہی رہا۔ چوتھے روز ہم سب لوگ مع علمائے کرام اور عمائد ریاست مقام مناظرہ (قلعہ معلّٰی) میں منتظر بیٹھے تھے کہ حضور نواب صاحب کے مصاحب حافظ احمد علی خان ہاتھ میں ایک کاغذ لئے خراماں خراماں آرہے ہیں۔ کہا حضور نے آپ لوگوں کو مبارک باد فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ فریق ثانی مباحثہ کرنے

سے انکاری ہے اور یہ ان کی چھٹی ہے۔

یہ تو ہیں واقعات زبانی اب ان سب کی تصدیق سنئے۔نواب صاحب نے اس مباحثہ کے متعلق مجھے ایک سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا جو ان سب واقعات کا ثبوت ہے ۔فرمایا:

رام پور میں قادیانی صاحبوں کے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں۔اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی، اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ ومسرور ہوئے۔ محمد حامد علی خان

کیا حیات و وفاۃ کا مسئلہ ابھی باقی ہے۔

اچھا اس کے بعد امرتسر میں بماہ اپریل ۱۹۱۶ء مباحثہ ہوا جو رسالہ کی صورت میں موسومہ، فتح ربانی درمباحثہ قادیانی، چھپ کر شائع شدہ ہے۔اس میں بھی حیات مسیح کا مسئلہ داخل ہے۔

اسکے علاوہ میں نے اپنی تفسیر ثنائی جلد دوم میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہوئی ہے۔ ہماری جماعت کے ایک معزز رکن مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اس مسئلہ کے متعلق اک مستقل رسالہ لکھا ہوا ہے۔علی ہذا القیاس اور علماء نے بھی کئی ایک رسالے لکھے ہیں۔ باوجود اس کے یہ لوگ حیات و وفات مسیح کو بار بار پیش کرتے ہیں جس کی معقول وجہ وہی ہے جو ہم نے بتلائی ہے، جو واقعی دانشمندی کی بات ہے تاکہ مرزائی قلعہ دشمن کی زد سے محفوظ رہے:

خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے ترا سبو بھی نہیں رہے گا

قابل توجہ آریہ گزٹ:

اس چیلنج کو جسے آریہ گزٹ نے بڑے زور شور سے درج کیا ہے اسی چیلنج کے متعلق لاہور کا اخبار پیغام صلح رائے لکھتا ہے جو آریہ گزٹ کے قابل ملاحظہ ہے:

مولوی ثناء اللہ کے چیلنج کی منظوری:

کچھ دن ہوئے ڈیرہ غازی خان میں مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعود

(مرزا قادیانی) کی پیش گوئیوں پر کچھ جرح کی تھی اور ان کے ظاہر الفاظ میں پورا نہ ہونے پر اعتراض کیا تھا۔ جس پر جواباً آنحضرت ﷺ کی بعض ان پیش گوئیوں کو پیش کیا گیا جو وہ بھی ظاہر الفاظ میں پوری نہیں ہوئیں، باوجودیکہ ان کی تفہیم ظاہر الفاظ کے مطابق ہی سمجھی گئی۔ مثلاً اطولکن یداً والی پیش گوئی۔ آریہ گزٹ نے ازراہ عناد اس کو اس رنگ میں لکھا کہ گویا اس جواب میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے غلط ہونے کا اقرار کیا گیا ہے، بے جا طور پر تمسخر کیا۔ مولوی ثناء اللہ نے بجائے اس مغالطہ کو دور کرنے کے الٹا اس کی تائید کی اور ایسا ثابت کرنے چیلنج دیتے ہوئے اس پر انعام وغیرہ مقرر کیا۔ اس چیلنج کے جواب میں ہمارے مکرم دوست بابو شمس الدین صاحب علی گڈھ نے ایک کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ کے نام لکھی ہے۔ بابو صاحب موصوف کی اس چٹھی میں مولوی ثناء اللہ کے اس مغالطہ کا صراحت سے ذکر نہیں کیا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ نے چیلنج کو اسی رنگ میں قبول کیا ہے جس طرز مولوی ثناء اللہ نے اسے پیش کیا ہے۔ یعنی یہ ثابت کرنا آپ کا کام نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی، نہ ہی کسی مسلمان کا یہ کام ہے کہ وہ ایسا کہے۔ آپ نے یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی بھی بعض پیش گوئیاں ظاہر الفاظ اور ظاہر تفہیم کے مطابق پوری نہیں ہوئیں بلکہ جیسا کہ پیش گوئیوں کا قاعدہ ہے کسی اور تاویلی رنگ میں پوری ہوئیں اس لئے بابو صاحب موصوف کی اس کھلی چٹھی کو پڑھتے وقت اس صراحت کو مدنظر رکھنا چاہیے

(پیغام صلح لاہور ۱۹۔ اگست ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس تشریح نے مطلب صاف کر دیا کہ ہمارے اور مرزائیوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ ہمارا دعوی صاف اور کھلا ہے کہ مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط بلکہ جھوٹی ثابت ہوئیں۔ مرزائیوں کا دعوی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوئیں مگر بعض بعض ظاہری معنی سے نہیں ہوئیں۔

اس نوٹ کو آریہ گزٹ بغور پڑھ کر اپنے چیلنج باز کو نوٹس دے کہ وہ جس محمدی پیش گوئی کو مرزائی پیش گوئی کی طرح سمجھتا ہو، اسے پیش کرے اور دونوں کو یکساں ثابت کر دے تو ہم سے انعام لے۔

اڈیٹر صاحب آریہ گزٹ کے لئے ہم مکرر اعلان کرتے ہیں کہ فی سینکڑہ دس روپیہ کمیشن ہم ان کو بھی دیں گے۔ کیا مرزائی اس میدان میں نکلیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۹ ذی قعد۔ ۱۳۳۵ھ۔ ج ۱۴ نمبر ۴۴ ص ۳۔۵)

مولوی ظفر علی خان کی شکایت بے جا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

مولوی ظفر علی خان صاحب اڈیٹر ستارہ صبح نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں شکایت کی ہے کہ خلیفہ قادیان نے میری بابت پیش گوئی کی تھی کہ میں قید سے آزاد نہ ہونگا۔ حالانکہ میں آزاد ہو گیا۔

ہم نے وہ الفاظ خلیفہ قادیان کے نہیں دیکھے۔ اگر واقع میں ہیں تو کوئی شکایت نہیں کیونکہ خلیفہ قادیان تو ابھی چھوٹے بھائی ہیں، بڑے میاں (مرزا آنجہانی) نے جس جس کی بابت کچھ کہا اس کا انجام کیا ہوا؟ اصل یہ ہے کہ ہر ایک صاحب فضل و کمال کی ایک اصطلاح ہوتی ہے جب تک اس کی اصطلاح سے واقفی نہ ہو اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے قادیانی ارباب فضل کی اصطلاح وہی ہے جو عرب کے مشہور شاعر متنبّی نے بتائی ہوئی ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

جس کا مطلب کسی اردو شاعر نے یوں ادا کیا ہے:

کبھی پورا ہوا اب تک نہ پورا ہو تیرا وعدہ
یوں ہی انکار کا پہلو ترے اقرار میں دیکھا

پس آپ جب تک ان کی اصطلاح سے واقف نہ ہوں اعتراض بے محل اور

شکایت بے جا۔

سر مستان منطق الطیر ست جامی لب بہند
جز سلیمانے نہ شاید فہم ایں گفتار را

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ستمبر۱۹۱۷ء مطابق ۱۹ ذی قعد۔۱۳۳۵ھ۔ج ۱۴ نمبر۴۴ص ۵)

زار کی نوحہ خوانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کو ابتداء سے حضرت عیسیٰؑ کی موت سے ایسا کچھ شغف تھا کہ خواب میں ان کا جنازہ ہی دیکھتے تھے اب کچھ دنوں سے خدا خدا کر کے ادھر سے خیال ہٹا ہے تو زار روس کی نوحہ خوانی شروع کر دی ہے۔

کہتے ہیں کہ زار روس کی معزولی ہمارے مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے۔ اس پیش گوئی کا ذکر مرات کرات ہم کر چکے ہیں۔ جس کا جواب قادیانی مشن کے دونوں اخباروں سے نکلتا ہے، مگر نہ نکلنے سے کچھ اچھا نہیں ہوتا۔ ان سب جوابات کے جواب گذشتہ پرچوں میں دیئے جا چکے ہیں۔ آج ہماری نگاہ میں قادیان کا اخبار الفضل مورخہ یکم ستمبر ہے جس میں ہمارا جواب درج ہے۔

اس مضمون میں راقم مضمون نے جو کچھ لکھا ہے وہ درجہ اہمال میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ مضمون نگار کے سوا کوئی دوسرا شاید ہی سمجھا ہو۔ اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ کوئی شخص دوضرب دو، پانچ کا دعوی ثابت کرنا چاہے، تو اسے کتنی محنت اور وقت درکار ہوگا، باوجود محنت اور وقت کے وہ اپنے مخاطب کو کیا سمجھائے گا۔

یہی حال اس مضمون نگار کا ہے۔ نہ سر کی خبر نہ پیر کی۔ سارا مضمون ماشاءاللہ ہی کا مصداق ہے۔

مرزا صاحب کی پیش گوئی کو موجودہ جنگ کے متعلق بتا کر زار روس کی معزولی پر چسپاں کیا جاتا ہے۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

اس پیش گوئی کے اجزاء الگ الگ کر کے ہم کئی دفعہ دکھا چکے ہیں آج ہم اس مضمون

میں سے صرف ایک جزو پر بحث کرتے ہیں جس میں سارا مضمون آ جائے گا۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیمہ آیا تو اس پر شادمانی کر کے اوراسکو اپنی تائید بتا کر ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی کی جس میں زلزلہ کی بابت ذکر تھا۔ اس کے بعد ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو آپ نے اشتہار دیا جس میں اس زلزلہ کا واقعہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو ہوا، اظہار کیا۔ اس اشتہار کے الفاظ ہم نے پہلے بارہا نقل کئے ہیں اورآج بھی بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں جو یہ ہیں:

اے عزیزو! آپ نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔(قادیانی اشتہار ۲ مارچ ۱۹۰۶ء)

اس حوالہ کے مطابق ہمارا دعوی ہے کہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء والا مرزا کا الہام (بقول مرزا) پورا ہو چکا، اب اس کا انتظار کرنا یا موجودہ جنگ پر اس کو منطبق کرنا خلاف منشاء مرزا صاحب کے ہے۔ بس اس ایک ہی فقرے پر تمام بحث کا مدار ہے اس کے متعلق ہم ثبوت دے چکے ہیں اور مزید دینے کو تیار ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۶ ذی قعد ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۵ ص ۲)

مرزا صاحب کی مخزیات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں میں عجیب گفتگو ہو رہی ہے۔ دراصل وہ ایک اصولی گفتگو ہے۔ اگر وہ معقول صورت میں ہوئی تو کسی حد تک مفید ہوگی۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک الہام ہے:

لا نبقی لك من المخز یا ت شیئاً

(یعنی خدا فرماتا ہے) ہم کوئی ایسی بات نہیں چھوڑیں گے جو تیرے حق میں ذلیل اور شرمندہ کرنے والی ہو (مرزا صاحب کے حق میں بعد موت)

لاہوری پارٹی کے امام مولوی محمد احسن امروہی لکھتے ہیں:

قادیانی پارٹی جو مرزا صاحب کو نبی کہتی ہے یہ ان کے حق میں مخزی (موجب ذلت) ہے۔ کیونکہ دعوی نبوت عرف شرع اور اصطلاح اہل اسلام میں بہت برا (موجب ذلت) ہے۔ قادیانی پارٹی جواب دیتی ہے، نبوت رحمت الٰہی ہے۔ اس کو مخزی کہنے سے تمام انبیاء پر اعتراض آتا ہے۔

ہمارے خیال میں لاہوری امام کا دعوی اصطلاح مناظرہ میں ٹھیک نہیں، بلکہ مصادرہ علی الطلوب ہے کیونکہ دونوں فریقوں میں یہ امر ہنوز متنازعہ ہے۔ متنازعہ کو دلیل بنانا اہل علم کی اصطلاح میں مصادرہ علی المطلوب کہلاتا ہے۔ اس لئے اس دعوی میں کوئی ایسی مثال پیش کرنی چاہیے جو فریقین کے نزدیک مخزی (موجب ذلت) ہو۔

فریقین کی خاطر ہم اس خدمت کو اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ پس سنئیے! (مخزیات کی) مثال ہم سناتے ہیں جو واقعی مخزی (موجب ذلت) ہے جس کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود بھی مخزیات سے مانتے ہیں جس کی بابت رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ کام نہ ہو تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اسی کی بابت رسالہ مذکورہ میں لکھتے ہیں کہ:

خود جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہوا ہے کہ وہ کام ضرور ہوگا۔

(ضمیمہ انجام آتھم، ص۵۳)

جس کی بابت تمام عمر وعدہ مواعید ہی میں گذرے اسی کی بابت مسلمانوں کو خاص کر منتظر رہنے کا حکم دیا تھا۔ بے سمجھوں کے سمجھانے کے لئے ہم بتلا دیں جس کا نام آسمانی نکاح تھا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی کی بابت مرزا صاحب کو الہام تھا کہ وہ میرے نکاح میں آئے گی باکرہ ہو کر آوے یا بیوہ ہو کر۔ جس کی بابت حضرت ممدوح آخر وقت بھی یہ شعر پڑھتے رہے:

پوچھے اگر وہ قاصد کہدیجئے یہ صاف
سینے میں دم ہے، آنکھ ہے در پر لگی ہوئی

آہ! ہم دیکھتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب قادیانی اس حسرت میں دنیا سے تشریف لے گئے اور گوہر مقصود ان کے ہاتھ نہ آیا اور وہ یہ کہتے ہوئے چل بسے:

پڑھی نماز جنازہ میری غیروں نے
مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے

یہ ہے دراصل مخزیات میں سے ایک مخزی جس نے مرزا صاحب کو نہ صرف اسلامی پبلک میں ذلیل کیا، بلکہ تمام ملک میں اس کا چرچا ہے۔ امید ہے قادیانی مشن کے دونوں اخبار اس مخزی کے دور کرنے میں کوشش کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۶ ذی قعد ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۵ ص ۲۔۳)

اسمہ احمد

جناب مولوی محمد عطاء اللہ عفی عنہ ساکن دریاپور سونگڈھ ضلع کٹک لکھتے ہیں:

امابعد واضح ہو کہ قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۱۵، ۱۹ مئی ۱۹۱۷ء میں مرزا بشیر احمد صاحب بالقابہ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں قرآن شریف کی آیت

اذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدیّ من التوراۃ و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

میں احمد کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی کو بنایا ہے اخبار کے چند کالم صرف اسی تقریر سے پر ہیں۔ کاش مضمون نگار نے کسی معتبر تفسیر یا خاص اسی آیت شریف اور اسکے بعد کی آیتوں میں غور فرمایا ہوتا تو اس طول طویل تحریر و تاویلات بعید از کار کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ جاننا چاہیے کہ ابتداء ظہور اسلام سے آج تک سب اہل اسلام کا یہ عقیدہ مسلّمہ ہے کہ قرآن شریف میں مسیح کی اس بشارت کے مصداق جناب سید المرسلین محمد ﷺ ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتبعوا السواد الاعظم من شذ شذ فی النار۔ اور فرمایا ہے آپ نے انا دعوۃ ابراھیم و بشارۃ عیسی (اوکما قال)

اللہ تعالی نے قرآن میں اس آیت بشارت کے بعد اس کا مصداق اور اس کا ظہور واضح طور سے بیان فرمایا ہے جو کسی ذی علم و فہم کو تردد و فکر کی ضرورت نہیں اور مرزا صاحب کی بعض تصنیفات سے بھی ثابت ہے کہ کہ رسول اکرم ﷺ احمد بھی ہیں اور محمد

بھی ۔ پس باوجود ان تصریحات کے مضمون نگار صاحب کو اتنی تاویلات کی کیا ضرورت تھی ۔ خاص آیت شریف میں غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول اللہ الیکم مصدقاً لّما بین یدیّ من التّوراۃ و مبشّراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد

یعنی جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں طرف تمہاری تصدیق کرنے والا ہوں اس کا جو میرے سامنے ہے تورات سے اور بشارت دینے والا ایک رسول کی جو آوے گا میرے بعد نام اس کا احمد ہے ۔

یہ تو بشارت اور پیشین گوئی ہے عیسیٰ کی اور اب اس کا پورا ہونا اسی آیت کے بعد اللہ فرماتا ہے

فلما جاء ھم بالبینات قالواھذا سحر مبین (او ساحر مبین) علی اختلاف القرأۃ ۔ (یعنی جب آیا ان کے پاس (احمد) ساتھ دلیلوں کے کہنے لگے کہ یہ کھلا جادو ہے (جادوگر ہے)

اب خیال فرمائیے کہ جاء فعل ماضی اور اس کا فاعل احمد ہے کما فی جلالین ۔
جاء احمد ، الکفار بالبینات الآیات و العلامات ۔
پس ظاہر ہے کہ وہ بشارت و پیشین گوئی مسیح کی حسب ارشاد باری پوری ہو چکی ہے و من اصدق من اللہ قیلاً ۔

اب سحر مبین میں غور کیا جائے تو تمام شکوک و تاویلات مضمون نگار صاحب کا خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ کفار مکہ وغیرہ کا اطلاق سحرا معاذ اللہ قرآن مجید پر و ساحر کا ذات اقدس ﷺ پر کرنا قرآن سے ثابت ہے ۔ بخلاف مرزا صاحب کے کہ ابتداء دعاوی باطلہ سے تادم مرگ کسی نے ان کو ساحر کہا ، نہ ان کی تصنیفات کو سحر ۔ پس ان کو مصداق بشارت قرار دینا صریح خلاف مضمون آیت قرآنی ہے ۔

اب دوسری آیتوں پر جو ما بعد ان آیتوں کے ہے نظر فرمائیے تو ظاہر ہے کہ بجز رسول کریم ﷺ دوسرا کوئی مصداق اس بشارت کا ہو ہی نہیں سکتا کما قال اللہ تعالیٰ

و من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعی الی

الاسلام و الله لا یهدی القو م الظا لمین یر یدو ن لیطفئوا نور ا لله با فوا ههم و الله متم نوره و لو کره الکا فرو ن هو الذی ارسل رسو له با لهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لو کره المشر کو ن ۔

جاننا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ سے جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں احمد بھی ایک اسم اسماء صفات میں سے ہے ۔ بلحاظ مفہوم دوسرے شخص میں گو اسکا نام احمد ہی کیوں نہ ہو اس ڈفت کا پایا جانا محال ہے چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں اسمہ احمد مذکور ہے

ا لا لف فیه البا لغة و له و جها ن ا حد هما انه مبا لغه فی الفاعل ای ا لا نبیاء لهم حا مدو ن لله عز و جل و هو اکثر حمد الله من غیره و الثا نی انه مبا لغة فی المفعو ل ای ا لا نبیاء کلهم محمو دو ن لما فیهم من الخصا ئل الحمیدة و هو اکثر مناقبا و ا جمع للفضا ئل و المحا سن التی یحمدیها ۔ انتهی ۔

مضمون نگار صاحب کا یہ دعوی کہ تاریخ واحادیث صحیحہ (وضعات کو الگ رکھ کر) شاہد ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا رسالت سے پہلے کبھی احمد نام سے تعلق ثابت نہیں ہو سکتا۔ دعوی بے دلیل اور عوام الناس کو دھوکہ دینا ہے کیونکہ حدیث صحیح متفق علیہ سے آپ کا نام محمد و احمد وغیرہ ہونا ثابت ہے، قبل رسالت چہ معنی کل اہل اسلام کا عقیدہ مسلمہ ہے کہ تمام اسماء حضور ﷺ روز ازل سے آپ کی ذات اقدس کے متعلق ہیں

قد جا ء فی المشکوة فی با ب فضا ئل سید المر سلین ﷺ فی الفصل الثا نی عن العر با ض بن سا ر یه عن رسو ل الله ﷺ قا ل انی عند الله مکتو ب خا تم النبیین و ان آ د م لمنجد ل فی طینه و سا خبر کم باول امری دعوة ابرا هیم و بشارة عیسی و رؤ یا امّی التی حین و ضعتنی و قد خر ج بها نور ا ضا ء لها منه قصور الشا م رواه فی شر ح السنه

و روا ه ا حمد عن ابی امامة من قو له ساخبر کم۔۔ الی آخره

و ایضاً فیه فی با ب اسما ء النبی ﷺ و صفا ته فی الفصل الاول عن جبیر بن مطعم قا ل سمعت النبی ﷺ یقول ان لی اسما ء انا محمد و انا ا حمد و انا المطعم الذی یمحوا بی الکفر و انا الحا شر الذی یحشر الناس علی قد می و انا العا قب و العا قب الذی لیس بعدہ نبی متفق علیه۔

وعن ابی موسی ا لا شعری قال کا ن رسو ل الله ﷺ یسمی لنا نفسه اسما ء فقال انا محمد و ا حمد والمقفی و الحا شر و نبی التو بة و نبی الر حمة ۔ رواہ مسلم

یہ احادیث موضوع نہیں، جن کو الگ رکھا جائے اور اعتبار نہ کیا جائے۔ اول حدیث سے تو ظاہر ہے کہ آپ خاتم النبیین دعوۃ ابراہیم و بشارت عیسیٰ ہیں۔ کیا مجال کہ کسی غیر کو مصداق بشارت ٹھہرایا جاوے۔

اور دوسری حدیث سے علاوہ آپ کا اسم مبارک احمد ہونے کے مرزا صاحب آنجہانی کے دعویٰ نبوت باطل ٹھہرتی ہے، چہ جائے کہ ان کو مصداق بشارت مسیح قرار دیا جائے کیونکہ رسول اکرم ﷺ اپنے اسم مبارک عاقب کے تفسیر خود فرماتے ہیں و العاقب الذی لیس بعدہ نبی یعنی عاقب وہ ہے کہ اسکے بعد اور کوئی نبی نہ آنے والا نہیں۔ پس اب وہی نبی مزعومی باقی ہے جو حدیث شریف میں مذکور ہے

و انه سیکون فی امّتی کذا بو ن ثلا ثون کلّهم یز عم انّه نبی الله و انا خا تم النبیین و لا نبی بعدی ۔ (ابو دا ؤ۔ تر مذی)۔

اب بشارت مسیح پر غور فرمایئے کہ فرماتے ہیں

مبشراًبرسو ل یأ تی من بعدی اسمه ا حمد۔

یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے

اور ظاہر ہے کہ بعد مسیح کے بجز رسول اکرم ﷺ کوئی دوسرا نبی مبعوث نہیں ہوا اور تمام کمالات ونعماء ظاہری و باطنی روحانی وجسمانی حتی کہ سلسلہ نبوت ووحی ورسالت آپ کی ذات والا صفات پر اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا چنانچہ فرماتا ہے

الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و ر ضیت لکم

الاسلا م دیناً

اور یہ عقیدہ عموماً تمام اہل اسلام اور خصوصاً مرزا صاحب کا ہے چنانچہ فرمایا ہے

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بروشد اختتام

اور براہین احمدیہ صفحہ۲۶۳ کے حاشیہ میں واضح طور پر تحریر فرمایا ہے۔

مضمون نگار صاحب کا یہ فرمانا کہ بعد مسیح دوہی شخص مدعی رسالت ہوئے، صریح مغالطہ یا غلط فہمی ہے کیونکہ بعد مسیح، و بعثت رسول اکرم بہت سے مدعیان رسالت ونبوت گذرے ہیں جن کے زمروں میں مرزا صاحب قادیانی آنجہانی بھی شمار کئے جاتے ہیں اوران مدعیان کذاب کے مرید ومعتقد اطراف واکناف عالم میں فی زماننا موجود ہیں۔مگران مدعیان کذاب میں سے کوئی بھی بشارت مسیح کے مصداق کا مدعی نہ ہوا، نہ آپ کے مبایعین اون کو مصداق بنانے میں کوشش کی۔کیا بخلاف مضمون نگار صاحب اوران کے ہم خیالوں کے کہ غلام احمد کو احمد بنا کر مصداق بشارت قرار دیتے ہیں

تکاد السماوات یتفطّرن و تنشقّ الارض و تخرّ الجبال ھداً

اعاذنا للہ من ھذہ العقیدہ الفاسدۃ

ہرگاہ قرآن وحدیث وعقاید اہل سنت وجماعت سے ثابت ہے کہ مصداق بشارت مسیح، جناب رسول کریم ﷺ ہیں نامہ نگار صاحب کا خودساختہ پرداختہ دلائل و تاویلات اس قابل نہیں کہ اس کے جواب میں تضیع اوقات کی جاوے فقط:

اڈیٹر اہل حدیث لکھتے ہیں: قادیانی مذہب کی دونوں پارٹیاں اس مسئلہ میں بہت کچھ لکھ چکی ہیں۔ایک آپ کے ہم خیال ہے دوسری برخلاف۔مرزا صاحب کے اقوال کا صحیح مطلب قادیانی پارٹی کی طرف ہے۔(یادرہے کہ مرزا بشیر احمد قادیانی کے جس مضمون کا جواب دیا گیا ہے اسے جلد ہذا میں سابقاً نقل کیا جاچکا ہے۔بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۶ ذی قعد ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۵ ص ۴۔۵)

مولوی ظفر علی خان اور دار الافتاء قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ستارہ صبح کے اڈیٹر مولوی ظفر علی خان بھی عجیب دل و دماغ کے شخص ہیں۔ قادیانی قلعہ سے ٹکر مارتے ہیں، منہ کی کھاتے ہیں اور پھر اکڑتے ہیں۔ حالانکہ سیدھی بات ہے کہ قادیان کا فاتح صرف ایک ہی ہے، دوسرا نہیں۔

ستارہ صبح میں ایک آیت غلط لکھی گئی تھی۔ یعنی ان بعض الظن اثم کو یوں لکھا تھا: ان بعد الظن اثم ۔ اس پر قادیان سے نمک مرچ لگا ہوا اعتراض ہوا تو ستارہ صبح نے اس کی تصحیح یوں کی:

ان بعض الظن لِاثم ۔

اس پر قادیان سے فتوی جاری ہوا کہ یہ تو مسٹر ہے مولوی نہیں۔

تیسری دفعہ کی تصحیح بھی غلط۔ اب لام بڑھا دیا ہے۔

اس پر مولوی ظفر علی خان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور ستارہ صبح مورخہ ۱۱ ستمبر میں ان غلطیوں میں سے بعض کا ذمہ دار ایک مرزائی مولوی کو بنا کر کھلے لفظوں میں اقرار کیا کہ واقعی آیت لکھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی، جس پر بے ساختہ شاباش کے مستحق ٹھہرے۔

مگر ہمارے خیال میں قادیانی خوردہ گیروں کو ابھی چین نہ آئے گا جب تک فاتح قادیان کی طرف سے ان کو ان کی تحریروں سے اس کی مثال نہ بتلائی جائے گی۔

بس غور سے سنیئے: قادیان کے آسمانی صحیفہ ریویو میں ایک آیت یوں لکھی ہے

یا ایھا الذین آمنوا انا خلقناکم من ذکرٍ و انثی و جعلنا کم شعو باً و قبا ئل لتعا ر فوا (حجرات۔ ع۲)

کس دلیری سے آیت کا حوالہ بھی سورۃ حجرات کے دوسرے رکوع کا دیا ہے۔ اس پر مزید لطف یہ کہ اس غلط آیت کا ترجمہ بھی ایسا کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ قادیان کے قرآن میں یہ آیت ایسی ہی لکھی ہے، فرماتے ہیں:

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔، (ریویو آف ریلی جنز۔ ج ۱۰ ص ۶۴)،

حالانکہ نہ قرآن مجید میں اس موقع پر یا ایھا الذین آمنوا ہے، نہ یہ ترجمہ اس موقع کا ہے۔ بلکہ صحیح آیت یوں ہے یاایھا الناس انا خلقناکم .. الخ

ان دونوں غلطیوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ مولوی ظفر علی خان نے تو ایک ذرہ سا فقرہ لکھا جس کا حوالہ بھی نہیں لکھا اور نہ ترجمہ کیا۔ برخلاف اس کے مرزائی صحیفہ میں آیت کا حوالہ بھی لکھا ہے، اور ساتھ ہی اس کے کمال یہ ہے کہ ترجمہ بھی اس کے مطابق کر کے اظہار کمال دکھایا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحیفہ قادیان کے لکھنے والے نے علی وجہ البصیرت قرآن مجید دیکھ کر یا حافظ قرآن سے پوچھ کر آیت لکھی ہے، حالانکہ غلط ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس قرآن میں ہو جس میں مکہ مدینہ اور قادیان کا ذکر ہے (ازالہ اوہام) (الفضل ۱۵ ستمبر، مولوی ظفر علی کی غلطی کو خدا کے مقابلہ کی سزا کہتا ہے دیکھیں ریویو کی اس غلطی کو کیا کہتا ہے؟ اڈیٹر اہل حدیث)

اس قسم کی غلطیاں خود بڑے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تحریروں اور خواجہ کمال الدین کی تقریروں میں بکثرت ہوتی ہیں۔ ان کی اصلاح تو بہت ضروری ہے لیکن خوردہ گیری معیوب ہے، اس لئے ہم نے آج تک اس قبیح بلکہ اقبح غلطی کا کبھی ذکر نہیں کیا۔ لیکن مولوی ظفر علی خان کو کیا کہیں کہ اس نے ہم سے ہمارے خلاف منشاء کام کرایا ہے۔ سچ ہے:

میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ ستمبر ۱۹۱۷ء ص ۶۔۷)

ایک بڑے مبلغ مرزائی کی توبہ

سید وجاہت حسین صاحب سورج گڈھ ضلع منگیر سے اطلاع دیتے ہیں کہ مولوی محمد سعید الحق مختار جو بڑے پکے قادیانی مبلغ تھے مولانا محمد علی کے سامنے قادیانی مذہب سے تائب ہو گئے۔ ان سے پہلے ڈاکٹر حسن طالب کریم اور شرافت خیاط وغیرہ بھی تائب ہو چکے ہیں۔ اب قصبہ ہذا میں مرزائیت کا زور ٹوٹ گیا (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ ستمبر ۱۹۱۷ء ص ۹)

وہی زار کا رونا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں میں سے خاص کر اس پیش گوئی کے متعلق جسکے الفاظ یہ ہیں: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار۔ ہم نے بہت زیادہ بحث کیوں کی؟ اس لئے کہ قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں نے اس کو رنگ آمیزی کے بوجہ موجودہ جنگ اس کو ایک ذریعہ اشاعت ضلالت بنایا۔ بفضلہٖ تعالی یوں تو ہم مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے فلسفہ سے خوب واقف ہیں لیکن اس پیش گوئی پر تو ہمیں اتنی بصیرت ہے کہ بلا مبالغہ خواب میں اس کی بابت مفصل تقریر کر سکتے ہیں۔ نہیں معلوم قادیانی اخبار ہماری اس واقفی سے کیوں رنجیدہ ہیں۔ ان کو خوش ہونا چاہیے کہ گو ہم اپنے مذہب اور لٹریچر سے پورے واقف نہیں، تاہم کوئی اللہ کا بندہ واقف ہے جو ہمارے پیر و مرشد بلکہ نبی اور رسول کے ملفوظات دنیا میں پہنچاتا ہے۔ اسی حسد کے مارے وہ اہل حدیث کو کبھی بے سمجھ اور کبھی کم عقل، کبھی کچھ، کبھی کچھ، لکھتے رہتے ہیں اہل حدیث ان کی ان باتوں سے ذرہ کبیدہ خاطر نہیں ہوتا، نہ ان کا جواب دیتا ہے۔ بلکہ صرف اتنا کہتا ہے

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں تو ہم ان کو بتادیں گے

ہم نے اس پیش گوئی کے متعلق ۶ جولائی ۱۹۱۷ء سے آج تک کافی بحث کر دی ہے مگر قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے، اہل حدیث کی کم عقلی،

بحکم، سالیکہ نکوست از بہارش پیداست، یہ عنوان ہی اظہار کر رہا ہے کہ میرے بعد جو ہوگا وہ کم عقلی ہی کا اظہار ہوگا

ہماری ساری کوشش اس پر رہی کہ یہ ساری بحث ایک مرکز پر آجاوے مقام شکر ہے کہ راقم مضمون، الفضل، ہم سے اس اصول پر متفق ہوگئے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے متعلق ہے اور وہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ سے مرزا صاحب قادیانی پوری کر چکے ہیں۔

اسکا ثبوت مکرر سہ کرر ہم دے چکے ہیں مگر الفضل کا قابل نامہ نگار لکھتا ہے کہ اہل حدیث موٹی عقل والا وہابی ہے، اسلئے اس کو سمجھ نہیں آتا کہ:

۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی نظم میں جس زلزلہ کی نسبت پیش گوئی ہے اس کے پورا ہونے کا ذکر ۲ مارچ کے اشتہار میں نہیں بلکہ اس میں تو یہ لکھا ہے کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں بلکہ آنے کو ہے۔ ہاں ایک الہام جو حضرت صاحب کو ہوا.. پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی، اس کی نسبت آپ (مرزا قادیانی) کو خیال آیا (مرزا صاحب قادیانی کا خیال آپ کے خیال سے تو بہرحال مقدم ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کہ اس میں اسی زلزلہ نمونہ قیامت کا وقت بتایا گیا ہے مگر خدا کی وحی (زلزلہ آنے کو ہے) نے بتا دیا کہ پھر بہار آئی، کا الہام جدا تھا جو ۲۸ فروری کے زلزلہ سے پورا ہوا اور جس کی خبر الوصیت میں دی گئی تھی۔،

بحمد اللہ ہمارا اور الفضل قادیان کا اس پر اتفاق ہوا کہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی شب کو جو زلزلہ آیا تھا اسی سے وہ پیش گوئی پوری ہوگئی جس کے متعلق یہ الفاظ تھے، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی،۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بہاری الہام جناب مرزا صاحب قادیانی نے کس زلزلہ کے متعلق لگایا ہوا ہے۔ اس کے متعلق ہمیں زیادہ دلائل دینے کی حاجت نہیں، مرزا صاحب کا صاف اور صریح کلام موجود ہے جو ہمارے دعویٰ کا ثبوت قطعی ہے۔ ناظرین اور نامہ نگار الفضل بغور پڑھیں۔ مرزا صاحب قادیانی اسی زلزلہ کی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ضرور ہے یہ حادثہ (زلزلہ) میری زندگی میں آجائے خدا تعالیٰ کا ایک الہام یہ بھی ہے کہ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں۔ (براہین احمدیہ۔ پنجم۔ ص ۹۷)

یہ عبارت دو باتوں کا ثبوت دیتی ہے ایک یہ کہ یہ زلزلہ ضرور مرزا صاحب کی زندگی میں آئے گا، دوم بہاری الہام کا مصداق یہی ہوگا۔ یہ تو الفضل مان چکا ہے کہ بہاری الہام والا زلزلہ ۲۸ فروری کو آچکا ہے، بس اب اس کے ماننے میں اسے انکار نہیں ہونا چاہیے کہ زلزلہ عظیمہ موعودہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو پورا ہو چکا کیونکہ مرزا صاحب صاف اور صریح لکھ چکے ہیں کہ یہ زلزلہ ضرور میری زندگی میں آئے گا۔ اب اگر یہ نہ مانیں بلکہ اس پیش گوئی کو موجودہ جنگ کے متعلق بناویں تو بڑی خرابی یہ لازم آئے گی کہ مرزا صاحب کی زندگی میں یہ جنگ نہیں ہوئی۔

لطیفہ مشہور ہے کہ ملا دو پیازہ نے بادشاہ سے عہد کیا تھا کہ میں حضور کا حق نمک ادا کرنے کو مرا ہوا بھی حضور کو ہنسا دوں گا۔ مرتے ہوئے دو ٹانگیں طاق پر رکھ دیں اور مر کر اکڑ گیا۔ بادشاہ مرنے پر آئے۔ ملا جی کی ٹانگیں نیچے کریں تو سر اوپر ہو جائے، سر نیچے کو کریں تو ٹانگیں اوپر ہو جائیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر بادشاہ ہنس پڑا۔

ہمارے مرزائی دوست خواہ مخواہ اس پیش گوئی کو ملا دو پیازے کی میت بناتے ہیں۔ ہم تو اس کو صاف کرتے ہیں کہ (بقول مرزا صاحب قادیانی) یہ پیش گوئی ان کی زندگی میں ۲۸ فروری کے معمولی جھٹکے سے پوری ہوگئی مگر مرزا صاحب کی امت خواہ مخواہ اسکو ان کی موت کے بعد نکال کر ان کے فرمان کی تکذیب کرتے ہیں جو بڑی تاکید سے فرما گئے ہیں:

ضرور ہے کہ یہ میری زندگی میں پوری ہوگی۔

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۸ ستمبر ۱۹۰۷ء مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ۔ ج ۱۴ نمبر ۴۷ ص ۲-۳)

قادیانیوں کی دونوں پارٹیوں میں مقابلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری پارٹیوں میں اس امر پر چرچا ہو رہا ہے کہ

قادیانی پارٹی کے سرگروہ میاں محمود احمد نے دعوی کیا کہ ہم تفسیر لکھیں گے ہمارے مقابلہ میں فریق ثانی کے سرگروہ بھی لکھیں۔ جس کی تفسیر میں نکات اور معارف اچھے ہوں گے اس کا دعوی برحق ہوگا۔

فریق ثانی کی طرف سے مولوی محمد احسن امروہی نے اعلان کیا ہے کہ ہم اس مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر چند شرائط کے ساتھ۔ علم صرف ونحو، علم بلاغت کے اصول کی پابندی بحوالہ کتب، الفاظ قرآنی کے مشہور ومعروف معانی لئے جاویں گے، قرآنی لغات میں کتاب مفردات راغب کا اعتبار ہوگا، تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف معتبر نہ ہوگی وغیرہ۔ (پیغام صلح لاہور ۱۹ ستمبر)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جو شرائط مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے صحت تفسیر کے لئے مقرر کی ہیں، انصاف ہے کہ سب اہل علم میں سلفاً وخلفاً مسلّم چلی آئی ہیں۔ یہ اصول جیسے صحت تفسیر کے لئے ہیں، شرح حدیث میں بھی مسلّم اور مقرر ہیں۔ فرق کچھ ہے تو صرف اتنا کہ قرآن مجید کی لغت بتلانے کے لئے مولوی محمد احسن صاحب موصوف نے مفردات راغب کا نام لیا۔ حدیث شریف کی لغت کے لئے نہایہ ابن کثیر معتبر ہے۔ اور اتفاق یہ ہے کہ مصر والوں نے ان دونوں کتابوں کو نیچے اوپر ایک ہی کتاب میں چھاپا ہے۔

پس اس اصول ضروریہ کی بنا پر ایک دو حدیثوں کی شرح ہم بھی مولوی محمد احسن صاحب موصوف سے پوچھتے ہیں۔ امید ہے تکلیف گوارا کر کے اور اپنے حسن خاتمہ کو مدنظر رکھ کر ان کی تشریح فرماویں گے۔ لفظی ترجمہ ان کا ہم کئے دیتے ہیں:

پہلی حدیث یہ ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لایقبله احد حتّی تکون السجدة واحد؟ خیراً من الدنیا و ما فیها ثم یقول ابو هریرة فاقرئوا ان شئتم :و ان من اهل الکتاب الا

لیو منن ّ به قبل مو ته.. ا لآ یه

حضرت ابو ہریرہؓ، آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، قریب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم تم میں منصف حاکم ہوکر آویں گے۔ پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرا دیں گے۔ اور جزیہ اٹھا دیں گے اور مال اتنا دیں گے کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ عبادت کا ایک سجدہ ساری دنیا کے مال واسباب سے اچھا ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو ان من اھل الکتاب .. الخ

دوسری حدیث شریف یہ ہے:

قا ل رسو ل الله ﷺ ینزل عیسی بن مر یم الی ا لار ض فیتز وّ ج و یو لد له و یمکث خمساً و ار بعین سنة ثمّ یمو ت فید فن معی فی قبری فا قو م انا و عیسی ابن مر یم فی قبر واحدٍ بین ابی بکر و عمر (مشکوۃ باب نزول عیسی ابن مریم)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا عیسی بن مریم زمین کی طرف اتریں گے۔ پھر وہ نکاح کریں گے اور ان کو اولاد ہوگی۔ اور وہ ۴۵ برس دنیا میں رہیں گے۔ پھر مر جائیں گے اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ پھر میں اور عیسی بن مریم ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔

سردست یہی دو حدیثیں پیش خدمت ہیں۔ امید ہے کہ ان حدیثوں کی شرح بپابندی شروط مذکورہ ایسی عالمانہ فرماویں گے کہ باید وشاید (باقی آئندہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۷ ذی الحج ۱۳۳۵ھ۔ ج ۱۴ نمبر ۴۸ ص ۲۔۳)

پیغام صلح اور آریہ گزٹ

مرزائیوں کی گفتگو میں لاہور کے آریہ گزٹ نے بھی خواہ مخواہ دخل دے کر یہ لکھا تھا کہ مرزائی کہتے ہیں اگر مرزا غلام احمد کی پیش گوئیاں ظاہری معنی سے غلط نکلی ہیں، تو حضرت محمد (ﷺ) کی بھی غلط ہوئی تھیں۔ اس کو آریہ گزٹ نے اپنے مفید

مطلب پا کر خوب بغلیں بجائی تھیں۔ جس پر ہم نے ۳۔ اگست ۱۹۱۷ء کے اہل حدیث میں انعامی اعلان کیا تھا کہ جو پیش گوئی بھی آنحضرت ﷺ کی غلط ثابت کر دیں، فی پیش گوئی ۱۰۰ روپیہ ہم سے انعام لیں اور دس روپیہ فی سینکڑہ اڈیٹر آریہ کو بھی بطور کمیشن دیا جائے گا۔ آریہ گزٹ کو چاہیے تھا کہ ثالث بالخیر بن کر حق دلالی ادا کرتا اور فریق ثانی کو اپنے دعوی کا ثبوت دینے پر آمادہ کرتا۔ مگر افسوس کہ اس نے ایسا نہ کیا بلکہ قبل از وقت ہی وہ مرزائیوں کی حمایت پر تل بیٹھا۔ لکھتا ہے کہ اہل حدیث امرتسر نے ۷ ستمبر کی اشاعت میں آریہ گزٹ کو صلوتیں سنا کر دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ ہم ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ۷ ستمبر ۱۹۱۷ء کا اخبار اہل حدیث صفحہ ۳ سے ۵ تک ضرور ملاحظہ کریں تاکہ آریہ گزٹ کی رنجش کی تصدیق یا تکذیب کر سکیں۔

ہاں ہم تو کچھ نہیں کہتے البتہ ان لوگوں نے جن کی حمایت پر آریہ گزٹ کمر بستہ ہوا تھا، جو کچھ آریہ گزٹ کی نسبت لکھا ہے، نقل کرتے ہیں:

لاہور کا مرزائی اخبار ہم عصر پیغام صلح لکھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی۔ کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے مولوی ثناء اللہ امرتسریؒ کے اس چیلنج کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں اس نے جماعت احمدیہ سے اس بات کا ثبوت چاہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی پیش گوئی غلط ہوئی، یہ بتلایا تھا کہ ہم آنحضرت ﷺ کی کسی پیش گوئی کو بھی غلط نہیں سمجھتے، آپ کی سب پیش گوئیاں صحیح تھیں جو لفظ بلفظ پوری ہوئیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ظاہری معنوں میں نہیں، بلکہ تاویلی رنگ میں پوری ہوئیں۔ اور اسی رنگ میں حضرت مسیح موعود کی بھی اکثر پیش گوئیاں پوری ہوئی ہیں۔ لیکن اس کو غلط ہونا نہیں کہتے۔ پیش گوئی تو بہر حال پوری ہو گئی اور لفظ بلفظ پوری ہو گئی، خواہ ان الفاظ کے معنی کچھ اور ہی کیوں نہ ہوئے ہوں۔ مگر ہم حیران ہیں کہ معاصر آریہ گزٹ باوجود اس تصریح کے ہماری اور جناب شمس الدین صاحب کی طرف جنھوں نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج کو منظور کیا تھا یہی دعوی منسوب کیے چلا جاتا ہے کہ گویا ہم آنحضرت ﷺ کی کسی پیش گوئی کو غلط سمجھتے ہیں۔ یہ ایک صریح بطلان ہے اور

ہم معاصر موصوف سے یہ مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے کسی بھی لفظ سے اس بات کو ثابت کرے، ورنہ اپنے الفاظ کو جن میں اس نے آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کو غلط سمجھنا ہماری طرف منسوب کیا ہے، واپس لے۔

یہ الگ امر ہے کہ تاویلی رنگ میں کسی پیش گوئی کے پورا ہونے کو بھی ہمارا معاصر اس کا غلط ہونا ہی قرار دے، اور صرف ظاہر الفاظ میں ہی کسی پیش گوئی کا پورا ہونا اس کے نزدیک اس کی صداقت پر دال ہو۔ لیکن اس فرضی اور قیاسی خیال میں دوسرے کو بھی اپنا ہی ہم خیال سمجھ لینا اور اسے اپنا ہم آواز بتانا کس قدر خلاف انصاف بات ہے۔ آج ہی کے بہرہ مراسلات میں ہم جناب شمس الدین صاحب کے اس جواب الجواب کو بھی شائع کرتے جو انہوں نے مولوی ثناء اللہ کے جواب میں لکھا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ معاصر آریہ گزٹ اور اہل حدیث ہر دو اپنی آئندہ اشاعتوں میں ہماری تصریحات کو بالضرور ملحوظ رکھیں گے۔

(پیغام صلح لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پیغام صلح اپنے صاف لفظوں میں آریہ گزٹ کے بیان کی تکذیب کرتا ہے اور ان کے واپس لینے کی اس کو فہمائش کرتا ہے۔ چونکہ آریہ گزٹ نے حق کمیشن اچھی طرح ادا نہیں کیا، نیز اب وہ اس خدمت سے سبکدوش بھی ہو گیا یا مرزائیوں کی طرف سے سبکدوش کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اس کو اب تکلیف نہیں دیتے۔

ہاں پیغام صلح لاہور سے ایک بات دریافت کر کے سلسلہ گفتگو آگے چلائیں گے انشاء اللہ۔ وہ یہ ہے۔

اس میں تو ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی پیش گوئی جھوٹ یا غلط نہیں ہوئی البتہ آپ یہ لکھتے ہیں:

بعض اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ تاویلی رنگ میں پوری ہوئیں۔

اس لئے ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ جو تاویلی رنگ میں ہوئی، وہ تاویل

زبان عربی کے قواعد (لٹریچر) کے ماتحت ہے یا باہر۔ایک دو مثالیں بطور تشریح سنئے :

زبان کا قاعدہ ہے جہاں حقیقی لغوی معنی محال ہوں، وہاں قرینہ سے مجازی معنی لئے جاتے ہیں۔مگر وہی مجازی معنی لئے جا سکتے ہیں جو عرف عام میں اس لفظ سے سمجھے جائیں۔مثلاً شیر کا لفظ ہے جس کے معنی معروف درندہ کے ہیں۔ جہاں اس لفظ کے یہ معنی نہ ہو سکیں اس جگہ بقرائن لفظیہ شیر سے مراد بہادر تو لیا جائے گا،مگر بے وقوف نہ لیا جائے گا۔ ہاں جہاں گدھے کے معنی اصلی نہ ہو سکیں وہاں بقرینہ مقام بیوقوف تو مراد لیا جائے گا مگر بہادر نہ ہوگا۔غرض علماء عربی نے تاویل کے لئے قواعد مقرر کر رکھے ہیں جو تاویل ان کے موافق ہوگی وہ تو صحیح ہوگی جو ان کے برخلاف ہوگی وہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہوگی۔اس کی تصدیق اپنے احسن المناظرین مولوی محمد احسن امروہی سے کرا سکتے ہیں۔بس اب مرکزی نقطہ صرف یہ ہے کہ آنخضرت ﷺ کی جو پیش گوئی ظاہری معنی سے پوری نہیں ہوئی بلکہ تاویلی معنی سے ہوئی ہے،وہ تاویل قواعد زبان کے ماتحت ہے یا باہر۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیاں جن کی ہم تکذیب کرتے ہیں قاعدہ زبان کی تاویل سے باہر ہیں،اس لئے وہ غلط ہیں۔

ہمارے سوال کا جواب آنے پر مقابلہ کی گفتگو کی آگے چلے گی۔کیا پیغام صلح اس کا جواب دے گا؟

(ہفت روزہ اہل حدیث ۵۔اکتوبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۷ ذی الحج ۱۳۳۵ھ۔ج ۱۴ نمبر ۴۸ ص ۳۔۴)

اہل حدیث کی نسبت ستارہ صبح کی رائے

کسی دوسری جگہ فاضل معاصر اہل حدیث کا ایک دل آویز اقتباس، قادیانی مشن، کے عنوان سے درج ہے جس میں مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب نے جن سے بڑھ کر قادیان کے گھر کا بھیدی اور کوئی کم ہوگا، لنکا ڈھاتے ہوئے اپنی چابک دستی کا تازہ ترین کمال دکھایا ہے۔

مولانا (ثناء اللہ) بعض دفعہ ایسی پتے کی باتیں کر جاتے ہیں اور آپ کی تحریرات قادیان کے ارسطوؤں اصولیوں وغیرہ..؟ کے لئے اس درجہ صبر آزما ہوتی

ہیں کہ ان حضرات کی جان مبتلا ایک نئے مخمصے میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔"

اخبار اہلحدیث امرتسر کا جب کوئی تازہ نمبر قادیان شریف میں پہنچتا ہے، تو اس مقدس آسمان کے فرشتے ایک دوسرے سے پوچھنے لگتے ہیں کہ یہ ثناء اللہ اخبار کا اڈیٹر کاہے کو ہے، اچھا خاصا پنساری ہے جو پسی ہوئی فلفل سرخ کی پڑیہ ہر ہفتے ہمارے پاس بھیج دیتا ہے، اور اس کے دام ہم سے مناظرہ اور مباہلہ کے بازار میں وصول کر لیتا ہے۔"

(ہفت روزہ اہل حدیث ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۷ ذی الحج ۱۳۳۵ھ۔ ج ۱۴ نمبر ۴۸ ص ۴)

مولوی ظفر علی خان سے دفع بلا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ بلا کوئی پولیٹکل نہیں بلکہ ایک ادبی (لٹریری) غلطی تھی جو مولوی ظفر علی صاحب اڈیٹر ستارہ صبح سے ہوئی تھی۔ یعنی مولوی صاحب نے ستارہ صبح میں کہیں آیت قرآنی انّ بعض الظّن اثم کو غلطی سے لِاثم لکھ دیا اس پر قادیان سے لعن طعن کے علاوہ معجزات کا ظہور ہونے لگا۔ اس پر اہل حدیث نے بحکم حدیث رسول انصر اخاك ظالماً او مظلوماً مولوی ظفر علی خان کی طرف سے بطور معذرت کے بحوالہ قادیانی رسالہ ریویو (جس میں آیت مع ترجمہ غلط درج ہے) لکھا کہ اس قسم کی غلطیاں قادیانی علماء سے بھی ہوتی رہی ہیں۔ قادیانی اخبار الفضل نے جب دیکھا کہ واقعی ہماری غلطی ستارہ صبح کی غلطی سے بہت بڑی ہے تو اس نے پہلو بدل کر یوں لکھا:

ہمارا ظفر علی پر اعتراض ان کی نحو دانی پر تھا۔ (۲۵ ستمبر ص ۴)

کیونکہ مولوی ظفر علی خان نے لِاثم کی لام کو تعریفی لکھ دیا تھا۔

انصاف یہ ہے کہ ہم بھی اس میں مولوی ظفر علی خان کی غلطی کے قائل ہیں مگر ہم مجبور ہیں کہ انصاف سے یہ بھی کہیں کہ اس مقابلہ میں بھی قادیانی اعلی حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) بمقابلہ مولوی ظفر علی خان کے زیادہ غلط نویس تھے۔ ہمارے پاس اس کی بہت مثالیں ہیں، مگر اس جگہ ہم طوالت نہیں دینا چاہتے۔ صرف ایک دو مثالیں

لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے رسالہ اعجاز احمدی میں ایک قصیدہ اعجازی لکھا ہے جس کا پہلا شعر یوں ہے

ایا ارض مدّ قد دفاك مدمّر
و ارداك ضلّيل و اغراك موغر

اس شعر سے قصیدہ کا قافیہ اور ردی معلوم ہوتا ہے کہ حرف ر مضموم ہے اس کے بعد ایک شعر یوں ہے

أ آخيث ذئباً عا يثاً او ابا الوفاء
او افيت مدا او رئيت امرتسر

اس میں امرتسر کو رئیت کا مفعول بہ بنا کر اس پر رفع دیا ہے حالانکہ مفعول بہ منصوب ہوتا ہے

پھر اسی قصیدے میں ایک شعر یوں لکھتا ہے:

فقلت لك الويلات يا ارض جو لرا
لعنت بملعون و انت تدمر

اس شعر میں صرفی غلطی ہے کہ ارض گولڑہ کو بصیغہ مونث مخاطب کر کے تدمر صیغہ مذکر مخاطب لائے ہیں

پھر ایک شعر یوں ہے:

ا تزعم ان رسولنا سيد الورى
على زعم شا نئه توفى ابتر

اس میں ابتر کا لفظ حال ہے، چنانچہ مصنف نے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے:

کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہمارے رسول نے بے اولاد ہونے کی حالت میں وفات پائی جیسا کہ دشمن کا خیال تھا۔

حالانکہ حال کا منصوب ہونا ضروری ہے

یہ اعجازی قصیدہ کا سرسری نمونہ ہے اگر اس قصیدہ کو بغور دیکھا جائے تو ماشاء اللہ ہی کا مصداق ہے۔

ہم نے تو صرفی نحوی حیثیت سے اس پر نظر کی ہے۔ شاعری حیثیت سے اس پر نظر کرنا مولوی ظفر علی خان کا کام ہے جو خود بھی شاعر ہیں: ولی را ولی مے شناسد

ہم نے حوالہ قادیانی رسالہ ریویو کا دیا تھا کہ اس میں آیت یاایھا الناس کو یاایھا الذین آمنوا معہ ترجمہ لکھا ہے اس کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل نے ہمارے پیش کردہ حوالہ کی تکذیب نہیں کی۔ الحمد للہ۔ ہاں کہا ہے کہ

اہل حدیث کے ایک پرچہ میں اللھم صل علی محمد میں صل کا لفظ نہیں ہے۔

ظفر علی کے ف کا نقطہ نہیں۔

۴ ذی الحجہ کی بجائے ۲۶ ذی قعد لکھا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ یہ سب حوالہ جات صحیح ہیں۔ ۴ ذی الحجہ کی بجائے ۲۶ ذی قعد صرف ایک صفحہ پر ہے باقی تمام صفحات ٹھیک ہیں۔ لیکن ہمارا کمال بلکہ کرامت دیکھئے کہ ہماری طرف سے الفضل قادیان نے خود ہی اصولاً جواب دے دیا۔ لطف یہ کہ اسی پرچہ بلکہ اسی صفحہ پر دیا جس پر اعتراض کیا تھا۔ لکھتا ہے:

یہ ساری کی ساری کتابت کی غلطیاں ہیں جن سے بچنے کا دعویٰ کرنا آج کل کسی کی طاقت اور ہمت میں نہیں (الفضل قادیان ۲۵ ستمبر ۱۹۱۷ء ص ۴)

مگر یا ایّھا النّاس کی جگہ یاایھا الذین آمنوا لکھنا پھر اس کا ترجمہ بھی یہی لکھنا کہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، کاتب کی غلطی نہیں۔

معذرت: مولوی ظفر علی خان ہمیں معاف رکھیں۔ ہم نے بے ساختہ منصف بن کر ان کی غلطیوں کا اعتراف کر کے ان پر ڈگری کرادی ہے۔ کیوں؟

خطا ثابت کریں ہم کسی کی اور چھیڑیں گے
سنا ہے ان کو غصے میں لپٹ جانے کی عادت ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۷ ذی الحج ۱۳۳۵ھ۔ ج ۱۴ نمبر ۴۸ ص ۹۔۱۰)

مرزا قادیانی کی آنحضرت ﷺ پر فضیلت

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

کہتے ہیں ہاتھی بڑا ہوشیار جانور ہے، کسی نمناک جگہ یا دلدل سے گذرتا ہے تو اگلے پیر پر آہستہ آہستہ زور دیتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ وہ زمین میں نہیں دھنستا اور قائم ہو گیا، تو پچھلا پیر اٹھاتا ہے اور اسی طرح آگے بڑھتا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی نے بھی اپنی منازل اسی طرح طے کیں۔ جوں جوں حسن ظن سے کام لینے والے آپ کے مراتب تسلیم کرتے گئے، آپ کے الہاموں کا قدم آگے بڑھتا گیا۔ کل انبیاء اور اولیاء پر جب آپ اپنی فضیلت بیان کر چکے اور خاص کر حضرت عیسیٰؑ روح اللہ کے حال پر پوری مہربانی فرما چکے، اور مریدین آمنا وصدقنا کہہ چکے، تو آپ کی توجہ آنحضرت ﷺ کی طرف مبذول ہوئی۔ اور کیوں نہ ہوتی، جس کے پیٹ میں دہلی اور پیلی بھیت کے چاولوں کے پلاؤ موجزن ہوں اس کی نظر میں ایک خالی پیٹ والے یا جو کی روٹی کھانے والے کی حقیقت ہی کیا تھی۔ مگر کھلے طور پر آنحضرت ﷺ پر اپنی فضیلت ظاہر کرنے کا آپ کو حوصلہ نہ ہوا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مسلمان مرید راہ فرار اختیار کرتے اور فوائد ہاتھ سے جاتے رہتے۔ اس لئے آپ کو یہاں ایک پولیٹکل چال چلنی پڑی کہ پلاؤ بھی ہاتھ سے نہ جاوے اور آنحضرت ﷺ پر اپنی فضیلت بھی ایسی ثابت ہو جاوے جس کا حق ہے۔ پس آپ نے آنحضرت ﷺ کی مدح میں شعر بازی کر کے بڑی لمبی چوڑی تعریف کی۔ کہاں کہ میں آپ کا غلام ہوں۔ کہیں کہا کہ میں آپ کا عاشق زار ہوں۔ کہیں کہا کہ اگر میری ایک لاکھ جانیں بھی ہوں، تو آپ پر قربان کر دوں۔ میں نے جو کچھ پایا آپ سے پایا۔ اور مرید یہ اشعار سن کر مست ہو گئے اور اب تک درثمین جیبوں میں ڈالے پھرتے ہیں، اور مسلمانوں کو دکھلا کر کہتے ہیں تم برا کہتے ہو اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ مگر یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ شعر لکھ دینے میں کون سے پیسے ٹکے خرچ ہوتے ہیں۔ فرضی معشوق کا قد سرو سے اونچا باندھو، اور دہن غنچہ کا سا، بلکہ ندارد لکھ دو،

کمر بال سے زیادہ باریک باندھ دو، ناک تلوار جیسی پتلی کہہ دو، اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ اسے ایمان سے کچھ تعلق ہے۔ اور باقی مختلف طریقوں اور پیرائیوں سے جو کچھ آپ نے آنحضرت ﷺ کی عزت نگاہ رکھی ہے، اسے میں ان کے اقوال سے بیان کئے دیتا ہوں اور ناظرین کے ایمان و انصاف پر چھوڑتا ہوں ۔ یہاں میں وہ اقوال یا الہام بیان نہیں کرتا جو مرزا صاحب قادیانی کو آنحضرت ﷺ کے برابر بناتے ہیں کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جو آیات ان کی تعریف میں اتریں، وہ مرزا صاحب قادیانی اپنے حق میں اتار چکے ہیں، بلکہ اسی قدر بیان کرونگا جس سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی فضیلت آنحضرت ﷺ پر ظاہر فرمائی ہے۔

اب ذرہ گوش ہوش سے سنئے !

۱۔ عام طور پر مسلمان آنحضرت ﷺ کی عظمت اسوجہ سے سمجھتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالی نے معراج نصیب کیا ہے، اور شق القمر جیسا معجزہ آپ کے ہاتھوں پر دکھایا ہے۔ اب سنئیے جناب مرزا صاحب قادیانی ان کے غلام بھلا کیا فرماتے ہیں :

الف ۔ معراج اس جسم کثیف سے نہ تھا بلکہ وہ ایک کشف تھا جس میں یہ عاجز مؤلف ماہر ہے

ماہر کے معنی غیاث اللغات میں، استاد، لکھے ہیں ۔ مگر ہم مشاق کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جسے انگریزی میں پرفیکٹ کہتے ہیں۔ کیا معنی کہ آنحضرت ﷺ آسمان پر نہیں گئے، چار پائی پر پڑے پڑے ان میں ایک کشف ہوا، اور مجھے ایسے کشف اکثر ہوتے رہتے ہیں۔

ب ۔ آنحضرت ﷺ کی گواہی چاند نے دی، اور میری چاند اور سورج دونوں نے ۔ بلکہ ان دونوں نے مجھے سجدہ کیا۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کے معجزے تین ہزار تھے ۔ میرے سوا تین لاکھ۔

گویا آنحضرت ﷺ سے آپ کا درجہ سوا سو گنا زیادہ ہے۔

۳۔ مجھے لو لاک لما خلقت الافلاک کا الہام ہوا، (اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا کو پیدا نہ کرتا)۔ آنحضرت ﷺ کی نسبت تو یہ فرمان خداوندی صحیح نہ ہوا، نہ کسی حدیث کی کتاب میں ملتا ہے، مگر مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا اور ان کا الہام مستند ہے ۔ اب جائے

غور ہے کہ اگر یہ مرزا صاحب کا الہام ہے تو آنحضرت ﷺ کا وجود مرزا صاحب کی وجہ سے ہوا، نہ کہ مرزا صاحب، آنحضرت ﷺ کے طفیل اور ظل ہوئے۔ خدارا انصاف

۵۔ مرزا صاحب قادیانی کو خدا نے کن فیکون کے اختیارات دیدیئے گویا اللہ تعالی نے اپنی صفت خالقیت میں آپ کو شریک کرلیا۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ وہی مخلوق کے مخلوق اور خدا کے بندے عبدہ و رسولہ

۶۔ مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ میں نے تجھے وہ کچھ دے دیا ہے جو کسی کو نہیں دیا۔

۷۔ فرماتے ہیں، لیکن پھر بھی دو نام دو نبیوں سے کچھ خصوصیت رکھتے ہیں یعنی مہدی کا نام ہمارے نبی ﷺ کے لئے خاص ہے اور مسیح یعنی موید بروح اللہ کا نام حضرت عیسی سے کچھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور نبیوں کی پیش گوئیوں میں یہ بھی تھا کہ امام آخرالزمان میں یہ دونوں صفتیں اکٹھی ہو جائیں گی (اربعین نمبر۲ ص ۱۳)

یعنی موید بروح القدس کی صفت، آنحضرت ﷺ میں نہ تھی اور مجھ میں ہے۔

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ان لاہوری پارٹی سے ایک سوال ہے کہ وہ مرزا محمود کو جو اپنے باپ کے نقش قدم پر چل رہا ہے، کافر کیوں کہتے ہیں۔ کیا وہ الولد سر لابیہ کو نہیں مانتے۔ اگر اس ابن مریم کو ابن مریم نہیں مانتے تو جاویں، ابن مریم کو آسمان سے یا زمین سے لے آویں۔ ورنہ جب وہ دعوی کر رہا ہے اور اور کسی نے دعوی اس وقت نہیں کیا، تو وہ سچا ہے۔ ان کے پاس کوئی دلیل ہے کہ باپ کو سچا مان کر بیٹے کو جھوٹا کہیں۔ یا بیٹے کو جھوٹا کہہ کر باپ کو سچا کہیں

یہ خاندان مرزائیہ عجب خاندان ہے جس نے دہلی (شائد مرزا حیرت کی طرف اشارہ ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) اور قادیان میں الہام کی مشین رکھ دی۔ اللہ اسلام کا حافظ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء ص ۳۔۴)

لاہوری پارٹی کا خلیفہ قادیانی پر ناحق حملہ

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنی تقریر میں کہیں کہہ دیا کہ میری بابت کل انبیاء نے اور مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے پیش گوئیاں کی تھیں اس لئے میرا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے (الفضل قادیان ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء)

لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح میں اس پر وہ اعلان جنگ ہوا کہ الامان و الحفیظ۔ حالانکہ انصاف یہ تھا کہ صاحبزادہ سے پوچھتے کہ میاں! کس کس کتاب میں سابقہ انبیاء کرام نے آپ کی بابت پیش گوئی کی ہے۔ اگر وہ دکھادیتے تو خیر ورنہ ان پر دروغ گوئی کا الزام لگاتے۔ مگر چونکہ ان لوگوں کو اس قسم کی تحقیق کی عادت نہیں، عادت ہوتی تو پہلے جب بڑے میاں (مرزا صاحب آنجہانی) نے یہی دعوی کیا تھا کہ میں وہ ہوں کہ تمام کتب سابقہ میں میری بابت پیش گوئیاں ہیں، میں وہ ہوں کہ قرآن میں حدیث میں میری بابت پیش گوئیاں ہیں، میں وہ مہدی ہوں جس کی بابت ابن سیرین سے پوچھا گیا کیا وہ ابوبکرؓ سے افضل ہے، تو انہوں نے کہا ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہے (معیار الاخیار۔ص ۱۱)

اگر بڑے میاں (مرزا غلام احمد) سے اس قسم کی تحقیق کر لی ہوتی تو آج یہ دقت کیوں پیش آتی۔ کر چکے ہیں تو بھلا بتلاویں تو سہی کہ کتب سابقہ اور قرآن و حدیث میں مرزا قادیانی کی بابت کہاں کوئی ذکر ہے۔

ہمارے خیال میں چونکہ بحکم الولد سر لابیه بیٹا باپ کا جانشین ہوتا ہے اس لئے میاں محمود احمد اپنے باپ کی روش پر چلنے کا حق رکھتے ہیں جس طرح وہ آہستہ آہستہ سب کچھ بنے تھے یہ بھی بنیں گے۔ ہمارے نزدیک نہ ان کے دعووں کا ثبوت تھا نہ ان کا۔ لیکن لاہوری پارٹی جب تک مرزا صاحب کو اپنا پیشوا مانتی ہے اسکا حق نہیں کہ میاں محمود احمد کی ترقی پر معترض ہوں۔ ابھی کیا ہے:

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء ص ۵)

(پیغام صلح ۲۳ دسمبر ۱۹۱۷ء ص ۳ ۔ میاں صاحب کی تقریر شملہ پر ایک نظر ۔سید محمد احسن امروہی

آپ فرماتے ہیں کہ: میرا انکار انبیاء بنی اسرائیل کا انکار ہے میرا انکار رسول اللہ کا انکار ہے۔ وغیرہ

اس معراج میں تمام امت محمدیہ کو جو کروڑوں انسان ہیں کافر حقیقی خارج از اسلام ہو گئے

فا نا لله و انا اليه را جعو ن

اس کا اصل الاصول آپ فرماتے ہیں کہ:

جن رجال فارس کی نسبت پیش گوئی تھی ان میں سے وہ ہمارے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا اور وہ حضرت مسیح کی اولاد کے سوا کون ہے ۔ اور ایمان لانے والی جماعت کے ایک حصہ سے بھی ایمان اٹھ رہا ہے۔

معارف اور حقائق و دقائق تو اس معراج میں اور بہت سے منکشف ہوئے ہیں مگر اصل الاصول ان تمام مکاشفات کا حدیث رجال فارس کی ہی ہے۔ اسلئے اولاً وہ حدیث ناظرین کے روبرو پیش کروں گا اور پھر کچھ عرض کرونگا ،۔ مگر اس سے پہلے ایک دوسرا مکاشفہ بھی آپ کا ناظرین یادرکھیں و هی هذه

ہاں میں ابھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا میں مصلح موعود ہوں کیونکہ مجھے خدا نے اسکی خبر نہیں دی

معراج محمودی میں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اقوال متناقضہ اور متعاف؟؟؟؟؟ کا جمع ہونا بھی زمانہ خلافت محمودیہ میں جائز اور درست ہے ...قرآن مجید کا یہ مضمون مندرجہ آیت

لو کا ن من عند غير الله لو جدوا فيه اختلا فاً كثيرا نعوذ باللہ غلط ہو گیا

اور اگر یہ مضمون آیت کا صحیح ہے تو .... یہ معراج محمودی بالکل غلط ہے۔ پھر کوئی انسان صحیح العقل باوجود ان کے اس خلل دماغ کے ایسے متناقضات امور پر ایمان لا کر کیونکر خود دیوانہ اور مجنون ہوسکتا ہے۔ پھر وہ بھی خلاف کتاب وسنت کے۔ اندریں صورت و ان اطعتمو هم انكم لمشر کو ن ۔مبائعین مشرکین ہوئے جاتے ہیں ۔اللہ تعالی بڑی تاکید سے فرماتا ہے اور اگر اس نہی و لا تکو نوا کا لتی نقضت غزلها من بعد قوة انكا ثا (النحل :۹۲)

سے میاں محمود صاحب مستثنی ہیں کیونکہ بہ سبب خلل دماغ کے مرفوع القلم ہیں تو پھر بھی العجب کہ جو کچھ وہ فرماویں سب کو اس پر ایمان لانا فرض اور واجب ہے ورنہ تکذیب رسول اللہ ﷺ

کی لازم آ جاوے گی نعو ذ با لله من هذه الخرا فا ت۔

اور میاں صا حب کیا اس آ یت کے حکم سے بھی مستثنی ہیں کہ مایلفظ من قو ل ا لا لد یه رقیب عتید (ق:۱۸) جو چا ہیں سو کہیں ۔ اس تناقض کے با رہ میں ہم کچھ نہیں کہتے۔ ناظرین خود سمجھ لیں

گہ چنیں بنما ید و گہ ضد ایں ۔ ایں چہ حیرا نی است در دین متین

وا ضح ہو کہ یہ حدیث فا رسی کی حضرت ابو ہریرۃؓ سے بدو طریق صحیح مسلم میں آ ئی ہے:

قا ل قا ل رسو ل الله لو کا ن الدین عند الثر یا لذ هب به ر جل من فا رس او قا ل من ابناء فا رس حتی یتناوله (صحیح مسلم حدیث نمبر ۶۴۹۷)

ایضاً : فو ضع النبی ﷺ یده علی سلما ن ثم قا ل لو کا ن ا لا یما ن عند الثر یا لنا له ر جا ل من هؤلا ء (صحیح مسلم حدیث نمبر ۶۴۹۸)

پھر اب دیکھو کہ حضرت مرزا صا حب کو بھی اپنے فا رسی الاصل ہو نے میں چند الہا م ہو ئے :

ان الذین کفروا و سدّوا عن سبیل ...

ان دونوں الہا موں میں ر جل صیغہ مفر د کا ہے... جو حدیث میں آ یا ہے اس سے مراد حضرت مرزا صا حب نے اس وقت میں صرف اپنے ہی تئیں رکھا ہے لا غیر۔ جمع کا صیغہ حضرت نے اپنی تعظیم کے لئے قرار دیا ہے دیکھو ازالہ او ہا م ۔ سو ہم کو... ہے گو ان دونوں حدیثو ں کے مصداق پہلے محد ثین بھی ہو چکے ہیں ... کیونکہ صیغہ جمع کا جو حدیث میں آ یا ہے مرزا صا حب نے اس کو وا سطے تعظیم کے قرار دے کر مراد اس سے خود اپنی ذا ت ہی کو لکھا ہے میاں محمود و غیرہ تو مضمون حدیث کی رو سے بھی اور الہا م کے رو سے بھی ہر گز ہر گز اس میں آ ہی نہیں سکتے کیونکہ انہوں نے سوائے تکفیر تمام اہل اسلام غیر احمد یاں اور نبوت حقیقی مرزا صا حب اور تفسیر:

مبشرا برسو ل یأتی من بعدی اسمه ا حمد

کے جو محض مخا لف مذ ہب مرزا صا حب کے ہے کوئی ایسا کا رنا مہ دین اسلام کا نہیں کیا جس کیلئے بعثت مسیح موعود کی تھی (پیغام صلح ۲۳ دسمبر ۱۹۱۷ء ص ۳)

خلیفہ قادیانی کی کرامت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الفضل قادیان اپنے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی شملہ سے واپسی کی روداد لکھتا ہوا خلیفہ کی دو بڑی کرامتیں لکھتا ہے۔

۱: اس سفر شملہ میں (ریل) اکثر لوگوں کو قئے آ جایا کرتی ہے مگر حضرت اقدس (محمود) اور اہل بیت اللہ کے فضل سے آرام اور خیریت سے رہے (ہم نے بھی شملہ کے سفر کئے ہیں نہ ہمیں قئے آئی، نہ کسی کو قئے کرتے دیکھا نہ سنا۔ مولوی ظفر علی خان بہت دفعہ آئے گئے۔ کیا وہ تصدیق کریں گے؟ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

۲: چونکہ آج آج ہر دوار پینجر پر مملکت روحانیت کا سلطان سوار ہونے والا تھا اسلئے گاڑی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ گنگا میں اشنان کر کے آئے۔ اس لئے چند منٹ دیر کا عذر کرتی ہوئی پہنچی۔ (الفضل قادیان ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی ظفر علی خان اڈیٹر ستارہ صبح سے تو امید نہیں کہ ایسی کرامتوں پر ایمان لاویں۔ وہ تو سو حجتیں نکالیں گے۔ خطرہ ہے کہ سب سے بڑی حجت وہ یہ کریں گے کہ بقول اعلیٰ حضرت مرزا قادیانی ریل جو دجال کا گدھا ہے، کیا اب یہ گنگا سے اشنان کر کے خلیفۃ المسیح کا مطیع ہو گیا۔

اسی طرح لاہوری پارٹی کے آرگن پیغام صلح سے بھی بہت کچھ خطرات ہیں۔ مگر ہم ان مخالفوں کو بتلاتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت (مرزا آنجہانی) کی کرامات بھی اسی قسم کی ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت درد گردہ میں مبتلا ہوئے۔ مئی کا مہینہ تھا۔ غیر معمولی بوندیں برسیں۔ بادل گرجا۔ ہوا خوش گوار تھی۔ تو جناب حکیم نور الدین کے مشورہ سے ماؤف مقام پر کپڑا باندھ کر باہر تشریف لائے تو فرمایا دستور ہے بادشاہ جب آتے ہیں تو آتش بازی کی جاتی ہے، سڑکوں پر چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ آج ہم (ذات شاہانہ) چونکہ باہر آئے ہیں ہماری خاطر آسمان پر آتش بازی ہوئی زمین پر چھڑکاؤ ہوا۔

اس واقعہ کا ایک بڑا لمبا اشتہار مولوی عبدالکریم سیالکوٹی قادیانی نے دیا جس کا عنوان تھا، احمدی قوم کو راحت افزاء بشارت ۔،

بعض قادیانی نامہ نگار کہا کرتے ہیں کہ اہل حدیث امرتسر ہمارے مشن سے مسخری اور استہزاء کرتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں بتلاتے کہ ایسی استہزاء کی باتیں کون کرتا ہے جن سے سیف الدولہ کا دربار یاد آجائے۔

سیف الدولہ ایک معمولی ریاست کا والی تھا، مگر متنبّی جیسے لائق شاعروں کی بدولت آج اس کا دربار مامون الرشید کے دربار سے زیادہ شاندار معلوم ہوتا ہے۔ یہی حال قادیانی دربار کا ہے کہ چند درباریوں کے طفیل آسمان پر آتش بازی ہوتی ہے اور ریل بھی اشنان گنگا کر کے آتی ہے۔ کیا سچے نبیوں اور ان کے جانشینوں کی یہی باتیں ہوتی ہیں۔

آؤ ہم تم کو سچوں کی باتیں سنائیں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں سورج کو گرہن ہوا۔ انہی دنوں صاحبزادہ ابراہیم ولد آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تھا ۔بعض لوگوں نے فرط عقیدت سے کہا کہ ابراہیم کے مرنے کا سورج نے ماتم کیا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر آنحضرت ﷺ تک پہنچی ۔موقع تھا کہ ہمارے قادیانی نبی کی طرح آسمان سے خبر لاتے اور نعرہ جل جلالہ سنتے۔ مگر سچوں اور غیر سچوں میں تمیز کا موقع نہ رہتا اس لئے آپ ﷺ فرمایا:

> لوگو! سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں یہ کسی کے جینے مرنے سے متاثر نہیں ہوتے ۔ان کا گرہن قدرتی قانون کے ماتحت ہے۔ بس ایسا خیال مت کرنا جو تم نے کیا۔

سبحان اللہ ! کیا نشان راست ہے۔

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اکتوبر ۱۹۱۷ء مطابق ۹ محرم ۱۳۳۶ھ ج ۱۴ نمبر ۵۱ ص ۴)

قادیانی تحریک اپنے اصلی رنگ میں

اسلام کے منور چہرہ پر داغ لگانے والی ہے

سید عبدالسلام دہلوی (آف مطبع فاروقی) لکھتے ہیں:

۲۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کے ہمدم میں شیخ مشیر حسین قدوائی مقیم انگلستان نے قادیانی جماعت کے معتقدات اور گفتار و کردار کو دیکھ کر مسلمانوں کو یوں آگاہ اور متنبہ کیا ہے:

کوئی شخص اسلام کو اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتا کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے۔ اور کسی انسان کو جس کی کمزوریاں عیاں تھیں رسول کریم کے مقابلہ پر لانا رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو نبی آخرالزمان خاتم الانبیاء نہ سمجھنا معاذ اللہ رسول اکرم ﷺ کو جھوٹا کہنا، اور قرآن کا بطلان کرنا ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کریں اسلام سے بالکل خارج سمجھیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا تو یہ اولین فرض ہے۔،

قدوائی صاحب نے ان الفاظ نے مجھے یہ چند سطور لکھنے پر آمادہ کیا ہے۔

مشیر حسین قدوائی صاحب نے مسلمان اخبارات کی جو اپنی نیک نیتی کی وجہ سے قادیانیوں کے خطوں اور اشتہاروں کو خوشی خوشی شائع کیا کرتے ہیں یہ لکھ کر آنکھیں کھول دی ہیں کہ قادیانی جماعت یہاں (انگلستان میں) اشاعت اسلام کی راہ میں نہایت تکلیف دہ رکاوٹ ڈالتی ہے اور جو لوگ مشرف باسلام ہو چکے ہیں الٹا ان کو جادہ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی وقعت گھٹاتے اور اسلام کے منور چہرہ پر داغ لگاتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس جماعت کے خیالات کا اور اس کی دل چسپی کا مرکز صرف غلام احمد کی ذات اور نبوت ہے جو مسلمان مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہ کرے، یہ لوگ

اعلانیہ کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ چنانچہ میاں محمود احمد فرزند مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے والد کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳۔۱۶۴ کے مضمون کی بنا پر یہ قطعی فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ ایک شخص مرزا صاحب قادیانی کو جھوٹا بھی نہیں کہتا منکر بھی نہیں۔ دل سے سچا بھی جانتا ہے اگر بیعت نہیں کرتا تو وہ بھی کافر ہے۔

جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کو سچا نہیں جانتے ان لوگوں کی بابت تو ظاہر ہے کہ وہ کیسے سخت اور شدید کافر ہیں۔

اب اس سے بڑھ کر اسلام کا دشمن اور کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے ماننے والوں کے قلوب سے حقیقی اسلام کا اثر اس قدر محو اور کالعدم کر دیا ہو۔ اہل اسلام کو دو طرح کے دشمنوں سے سابقہ پڑا۔ اندرونی اور بیرونی۔ قرآن مجید میں دونوں کا بیان اور دونوں سے کیا معاملہ کیا جائے اسکا مذکور ہے۔ تاریخ اسلام ان دونوں طرح کے دشمنوں کی نقصان رسانی اور اس کی مقدار کا اندازہ بتاتی ہے۔ لیکن اگر اس جماعت کو قوت اور اقتدار میسر ہو جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی مقدار کم ہوگی زیادہ نہ ہوگی؟ ابھی نہ قوت ہے نہ اقتدار کہ زیادہ تر مسلمانوں کی فیاضی کا سہارا ہے اس پر تو یہ حال ہے اور اس قدر زہر میں بجھا ہوا تیر آتا ہے کہ دوسرے کو ایسی ہمت مشکل سے ہی ہو سکتی ہے۔

لوگوں کو عام طور پر فرصت کہاں کہ اس جماعت کا گہرا مطالعہ کریں اور صرفِ وقت اور محنت گوارا کریں لیکن قدوائی صاحب کا تجربہ اور مشاہدہ ہم سب کے لئے تازیانہ غفلت ہو جانا چاہیے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو اب کچھ کام کرنا چاہیے تاکہ بے چارے عوام ان لوگوں کے مغالطہ سے محفوظ رہ سکیں۔

اس تحریک قادیانی کی بنیاد ہی اسلام سے روگردانی ہے۔ پنجابی نبی کی نبوت اور حقیقی اسلام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص بذریعہ نجات یعنی اقرار توحید و رسالت کو علیحدہ کر کے اپنی ذات کو تمام جہان کے لئے مدار نجات ٹھہراتا ہے اور اس سے کم پر راضی نہیں ہوتا کہ ہر شخص اس کو اپنی جان و مال کا مالک و مختار بنا دے۔ اور جو تعلق مدینہ سے رکھتا ہے اسی قسم کا تعلق قادیان سے رکھے ایسے شخص کو اسلام کا حامی سمجھنا پرلے درجہ کی ناواقفیت اور حماقت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

جس زمانہ میں عیسائی مشنریوں کا مسلمانوں پر سخت نرغہ تھا اور ایک سخت مقابلے کے بعد اسلام کے بعض خاموش خادموں نے ان کی صفیں پراگندہ کردی تھیں اور عام طور پر ردّ نصاریٰ کی کتابوں کی مانگ تھی مرزا صاحب اٹھے اور موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے شربت کے پیالوں میں زہر ملا کر انہوں نے فروخت کرنا شروع کیا۔انہوں نے ردّ نصاری اور اسکے بعد ردّ آریہ میں موٹی موٹی کتابیں لکھ لکھ کر جو اچھے دلائل کی بجائے خالی لفظوں سے بھری ہوئی تھیں ،عوام کو خوش کر دیا، اور سطحی مذاق کا ایک اچھا خاصہ گروہ ان کی طرف جھک پڑا۔ اور خدمت اسلام کی یہ حیثیت اختیار کر کے پردہ ہی پردہ میں انہوں نے اپنی نبوت کا دارالامان اور اپنی مسیحیت کا منارہ بنا دیا۔سمجھے کہ اب نبی ہوگیا لیکن پیغمبر صادق ﷺ سے جن لوگوں نے سنا ہے کہ کتنے دعویدار نبوت امت میں پیدا ہوں گے وہ تعجب کیوں کرتے ۔ان کا تو ایمان تازہ ہوا اور خواہ مرزا صاحب نہ سمجھے ہوں مگر وہ سمجھ گئے کہ انجام کیا ہونا ہے۔آخر مرزا صاحب کو اپنی قبر کی طرف اپنے قدموں سے جانا پڑا۔اگر چہ نہیں جانتے تھے کہ تقدیر کہاں لئے جاتی ہے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ءکو انہوں نے اپنے اعلان میں لکھا:

اے خدا مجھ میں اور میرے سخت مخالف ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا لے۔

اس اعلان کے آخر میں لکھا، اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

یعنی اب فریقین کے اقرار وانکار ردّ وقبول کی کچھ گنجائش نہیں ،معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا کہ اب جو چاہے فیصلہ کردے ۔صرف اس کے فیصلہ کا انتظار ہے۔اور کوئی کاغذ مرزا صاحب کا اس قطعی تحریر کے بعد اس مسل میں داخل نہیں ہوسکتا۔

خدا نے فیصلہ کر دیا ہے جیسا کہ اس سے چاہا گیا مرزا صاحب قادیانی مدت ہوئی دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کا وہ مخالف اب تک اپنے کام میں مشغول اور سرگرم ہے۔کیا کسی نبی نے کبھی اپنے اور اپنے مخالف کی زندگی اور موت کو اس طرح صدق وکذب کا معیار ٹھہرایا ہے ،اور اس طرح خدا سے فیصلہ کا خواستگار ہوا ہے ۔اور پھر یہ نتیجہ ہوا ہے؟ ہرگز نہیں

یہ مدعی نبوت کا انجام ہے جس نے بارگاہ رسالت سے علانیہ انحراف کیا

۔جس نے انبیاء کرام کو گالیاں دیں۔ جس نے سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کے واقعہ شہادت کو جو بلا شبہ تاریخ عالم میں واقعہ شہادت عظمیٰ ہے یہ لکھا کہ معاذ اللہ وہ نامرادی کی موت تھا (اعجاز احمدی۔ص ۸۱) اور کھلم کھلا دعویٰ کیا کہ میں ان سے افضل ہوں ۔نقل کفر کفر نباشد۔ وہ کشتہ یزید تھے میں کشتہ خدا ہوں (عیاذا باللہ) بے شک ہم مانتے ہیں کہ خدا کی تیغ ہر ایک کو ہلاک کرتی ہے اور ہر شخص کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ مرزا صاحب جب ہی ہلاک ہوئے جب کہ خدا نے انہیں ہلاک کیا

خواہ ہزار تو جیہیں کی جائیں مرزا صاحب کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر مرزا صاحب نے دہلی میں واقعہ انکار شہادت کے بعد اس غرض سے کہ لوگوں کو ان کی طرف توجہ ہو جائے، حضرت امام علیہ السلام کی تعریف میں ایک اشتہار لکھ دیا تو اس سے داغ دور نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے؟ کہ کسی شخص کے دل میں ذرہ برابر حضرت امام کی محبت نہ ہو اور وہ آپ کی شان میں ایسی بے ادبی کی جرأت کرے، جس بے ادبی بلکہ ظلم صریح کا مرزا صاحب نے بقائمی ہوش وحواس ارتکاب کیا ان الفاظ کے ساتھ مسلمانان ہند کو اس بارہ میں ان کا فرض یاد دلانے کے لئے میں بھی جناب قدوائی کی ہم نوائی کرتا ہوں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اکتوبر ۱۹۱۷ء۔ ۹ محرم ۱۳۳۶ھ ج ۱۴ نمبر ۵۱ ص ۴۔۶)

(اعجاز احمدی صفحہ ۸۱ سے مرزا صاحب قادیانی کے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ بہاء

ظلبتم فلاحاً من قتیل بخیّة
فخیّبکم ربّ غیور ّمتبّر
و و اللہ لیست فیه منیّ زیادة
و عندی شهادات من الله فانظروا
و انّی قتیل الحبّ لکن حسینکم
قتیل العداء فالفرق اجلی و اظهر

اور تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی کی جو نومیدی سے مرگیا۔ پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نومید کیا۔ وہ خدا جو ہلاک کرنے والا ہے۔

اور بخدا اسے مجھ سے کچھ زیادت نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں۔ پس تم دیکھ لو۔

اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے)

مرزائی پارٹیاں

مولوی محمد عطاء اللہ دریاپوری، کٹک سے لکھتے ہیں:

مولانا السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔

بہت ممنون ومشکور ہونگا، میرا یہ ناقص مضمون اپنے اخبار در شار میں درج فرماویں کچھ شک نہیں کہ لاہوری پارٹی جو مرزا صاحب کو نبی ومصداق بشارت مسیح تو نہیں کہتے ہیں لیکن مسیح موعود ضرور جانتے ہیں۔ یہ پارٹی بہ نسبت قادیانی پارٹی کے مسلمانوں کے لئے بہت ضرر رسان ہے۔ وہ تو تمام مسلمانوں کے خلاف اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتی ہے بجز اپنے مبایعین کے تمام مسلمانان روئے زمین کو کافر قرار دیتے ہیں۔ بخلاف اس پارٹی کے کہ مسلمانوں میں ملے ہوئے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا عقیدہ تبلیغ اسلام کے ضمناً مسلمانوں میں اشاعت کرتے ہیں۔ (خدا نکند) اگر یہ عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہو گیا تو اس وقت نبوت کو تسلیم کرنے میں کیا عذر ہو گا کیونکہ مسیح موعود کا نبی ہونا احادیث نبوی سے ظاہر ہے۔ اور یہی پالیسی مرزا صاحب نے اختیار کی تھی کہ انہوں نے براہین احمدیہ بمقابلہ مخالفین اسلام لکھ کر تمام علماء اسلام کو اپنا گرویدہ وثنا خوان بنالیا۔ کاش اسی طریق پر قائم رہتے مگر:

وہم باطل نے کیا ان کو خراب
ورنہ مرزا آدمی تھے کام کے

انہوں نے حاشیہ در حاشیہ چڑھائے ضمناً دعاوی باطلہ کا اظہار کرنے لگے۔ جب کوئی معترض ہوتا تو اس کو حاسد قرار دیا اور صلواتیں سنانے لگے۔ آخر نوبت بایں جارسید کہ بجز اپنے چند مبایعین کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا، اور بجائے تائید اسلام وتنبیہ مخالفین اسلام، اسلام واہل اسلام پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور الگ اپنی ایک جماعت بنالی جو ان کو نبی ومصداق بشارت مسیح جانتے تھے۔ اس وقت پر

کہ تمام علماء اسلام مرزائی بحث ومباحثہ کو فضول جان کر سکوت فرمایا اگر اخبار اہل حدیث جو ہفتہ وار شائع ہوتا ہے اور خاص ایک کالم بسرخی قادیانی مشن معین ہے،

نہ ہوتا، یہ ہر دو فریق بہت کچھ کر گزرتے۔ مگر یہ اخبار ان کے تمام عقاید باطلہ کی بیخ کنی میں ہمیشہ مصروف و سرگرم ہے۔ خصوصاً اس ملک اوڑیسہ کے لئے کہ یہاں وجود علماء مثل عنقا ہے، ایک بے نظیر واعظ و ہادی کا کام دیتا ہے۔ ورنہ بعض مرزائی یہاں پر دام تزویر بچھائے تھے۔ بہت سے لاعلم اردو خوانوں کو شکار کر لئے ہوتے۔ بسبب اسی اخبار کے ان کے تمام منصوبے ملیا میٹ ہو جاتے ہیں اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے اس اخبار اور اڈیٹر اخبار کو باصحت و عافیت جمیع آفات و مانعات ارضی و سماوی سے تادیر مامون و محفوظ رکھے۔ آمین۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء۔ ۹ محرم ۱۳۳۶ھ ج ۱۴ نمبر ۵۱ ص ۶)

صوفیاء کی حمایت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کبھی امر حق کی حمایت کرنا اور ناحق کی تردید کرنا ہمیشہ محمود سمجھا گیا ہے مگر اس حمایت کو بھی جو شخص کسی خودغرضی سے کرے تو ایسے شخص کے حق میں کہا جاتا ہے:

لا لحبّ عليّ بل لبغض معاوية۔

یعنی یہ کام اس نے فلاں کی محبت میں نہیں کیا بلکہ فلاں کی مخالفت میں کیا ہے جو ایک طرح سے معیوب ہے۔

یہی حال مرزائی (احمدی) جماعت کا ہے جس میں ان کی دونوں پارٹیاں شریک ہیں

مولوی ظفر علی خان اڈیٹر ستارہ صبح نے صوفیاو جو دیہ خصوصاً سید الطائفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے متعلق مخالفانہ مضامین لکھے (ہم ان مضامین میں ستارہ صبح کی تائید نہیں کر سکتے) ان کے جواب میں صوفیا کے آرگن خطیب دہلی نے مضمون لکھا، ہم اس پر بھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اتنا کہتے ہیں کہ خطیب نے اپنا فرض ادا کیا۔ مگر مرزائیوں کو چونکہ مولوی ظفر علی خان سے بہت پرانا رنج نقاشی کے زمانہ سے چلا آرہا ہے (جن دنوں مولوی ظفر علی خان حیدر آباد دکن میں تھے، جو مضمون لکھا کرتے تھے اس پر اپنا نام نقاش لکھتے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی کے متعلق بھی اہل حدیث وغیرہ میں اس نام کے مضامین نکلتے

رہے۔ یہ راز بہت دنوں تک مخفی رہا۔ آخر لاہور کی ایک مجلس میں خان صاحب سے خود ہی اسکا اظہار ہو گیا۔ نقاشی کے زمانہ سے مراد وہی زمانہ قیام حیدر آباد ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) اس لئے انہوں نے صوفیاء وجودیہ خصوصاً شیخ ابن العربی کی حمایت پر کمر باندھ کر خان صاحب کو بدنام کرنا چاہا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ صوفیاء کے دو گروہ ہیں ایک وجودیہ اور دوسرے شہودیہ۔ وجودیہ جن کو ہمہ اوست بھی کہا جاتا ہے، ان کا قول ہے:

ہمسایہ و ہم نشین و ہمرہ ہمہ اوست
در دلق گدا وَ در اطلس شاہ ہمہ اوست
از انجمن فرق و نہاں خانہ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

عام لوگوں میں غلط فہمی ہے کہ وہ ہمہ اوست کا خیال تمام صوفیاء کا مذہب سمجھتے ہیں حالانکہ سید الطائفہ حضرت سید جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی حضرت جنید شبلی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے اس مسئلہ کی بابت کوئی روایت نہیں آئی بلکہ بعض سے مخالفت ثابت ہوتی ہے۔ (مکتوبات مجددی ملاحظہ ہوں)

ہمیں مسئلہ وحدت الوجود کی تائید یا تردید کرنی اس جگہ مقصود نہیں اس لئے اس سے درگذر کرتے ہیں۔ البتہ اس مسئلہ کی تحقیق کے شائقین کو ایک مختصر سا حوالہ سنا دیتے ہیں کہ وہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم پانی پتی کا ایک مکتوب مطالعہ کریں جو کتاب ،کلمات طیبات ، کے ساتھ ملحق ہے۔ اس مکتوب سے مسئلہ وحدۃ الوجود کی تصویر سمجھ میں آ سکتی ہے۔

چونکہ ہمارے اس مضمون میں صرف یہ دکھانا ہے کہ مرزائی حضرات نے جو بمقابلہ مولوی ظفر علی خان صوفیاء خصوصاً شیخ اکبر ابن العربی کی حمایت میں لکھا ہے، یہ ان کی محض دکھاوے اور خود غرضی کی بات ہے۔ ورنہ دراصل خان صاحب سے زیادہ برا کہنے والے مرزائی جماعت کے ہیرو، پیر، مرشد نبی اور رسول جناب مرزا صاحب قادیانی ہیں۔ ہم سے اس کا ثبوت لو۔

مولوی ظفر علی خان اڈیٹر ستارہ صبح نے تو اخبار اہل حدیث امرتسر کو قادیانی ادویہ کا پنساری بنایا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اہلحدیث کو حافظ احادیث مرزائیہ کہا

جائے تو بجا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے مرزائی واعظوں اور لیڈروں کو دیکھا کہ وہ بھی امتحان مقابلہ میں ہمارے سامنے فیل ہو گئے ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ پس سنیئے مرزا صاحب قادیانی ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

دیکھنا چاہیے کہ انسان سے کیسے کیسے برے اور ناپاک کلام صادر ہوتے ہیں۔ پس کیا عقل کسی عاقل کی تجویز کرستی ہے کہ یہ سب ناپاکیاں خدا کی روح کرسکتی ہے؟ پھر علاوہ اس کے مخلوق کے وجود سے انکار کرنا دوسرے لفظوں میں اس بات کا دعوی ہے کہ خدا تعالی قادر مطلق نہیں کیونکہ اگر اس کو قادر مطلق مان لیا جائے تو پھر اس کی قدرت تامہ کا اسی بات پر ثبوت موقوف ہے کہ جو چاہے پیدا کرے، نہ یہ کہ ہندوؤں کے اوتاروں کی طرح ہر جگہ برے بھلے کا کرنے کے لئے آپ ہی جنم لیتا رہے۔ سو خدا کی ذات سے سلب قدرت کرنا اور اس کو طرح طرح کے گناہوں اور پاپوں اور بے ایمانیوں کا مورد ٹھہرانا اور انواع واقسام کی جہالتوں کو اس پر روا رکھنا اسی توحید وجودی کا نتیجہ ہے۔ جس کو وجودی لوگ نہیں سمجھتے عقلمند انسان کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ایسا دعوی ہرگز نہیں کرتا جس دعوی کا ثبوت اس کے پاس موجود نہیں ہوتا۔ پس اگر یہ لوگ عاقل ہوتے تو ایسا دعویکرنے سے باز آتے۔ زیادہ تر خرابی ان میں یہ ہے کہ ان کے فعل ... پر نفسانیت غالب ہو رہی ہے ذرہ خیال نہیں کرتے کہ ہم کو نفس امارہ نے کہاں تک پہنچا رکھا ہے اور کس قسم کی ظلمت ہمارے دلوں پر طاری ہو رہی ہے اور کیونکر ہم دن رات جیفہ دنیا میں غرق ہو رہے ہیں اگر یہ لوگ ایسا کرتے اور انسانی ترقیات کو حال کے ذریعہ سے دیکھتے نہ صرف قال کے ذریعہ سے، تو یہ تمام اوہام ان کے خود بخود اٹھ جاتے

(خط مطبوعہ بر وحدۃ الوجود صفحہ ۳۱ مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۸۳ء)

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

وجودیوں سے جب بحث کا اتفاق ہو تو اول ان سے خدا کی تعریف پوچھنی چاہیے کہ خدا کسے کہتے ہیں اور اس میں کیا صفات ہیں۔ وہ مقرر کر کے پھر

ان سے کہنا چاہیے کہ اب ان سب باتوں کا تم اپنے اندر ثبوت دو۔
ایک دفعہ ایک وجودی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں خدا ہوں۔ میں نے اس کے ہاتھ پر زور سے چٹکی کاٹی تھی کہ اس کی چیخ نکل گئی تو میں نے کہا کہ خدا کو درد ہوا کرتی ہے اور چیخ بھی نکلا کرتی ہے۔ یہ ایک ملحد قوم ہے۔ تقوی طہارت پابندی احکام میں ان میں بالکل نہیں۔ (اخبار بدر ۶ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۱)

اور سنئے جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کے فیض سے مستفیض ہوئے ہیں ان سب کا اعلیٰ نمونہ دیکھنا ہو تو جناب مولوی نور الدین صاحب حکیم کو دیکھنا چاہیے جو بالاتفاق جماعت مرزائیہ واقعی نمونہ تھے۔ حکیم صاحب موصوف بھی صوفیاء وجودیہ کی نسبت یوں گویا ہیں:

وجودی کہتا ہے ہر ذرہ خدا ہے (نور الدین در اخبار بدر ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء)

ان پیر و مرید (مرزا اور حکیم) صاحبان کی رائے صوفیاء وجودیہ کے حق میں کیسی بری ہے الامان والحفیظ....

یہ تو ظاہر ہے کہ صوفیا وجودیہ کے اول امام بلکہ اس مسئلہ کو سب سے اول ظاہر کرنے والے شیخ اکبر ابن العربی ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی) (حضرت ابن العربی کو مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی بھی شیخ اکبر لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو معیار الحق۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) اس لئے جو خرابی (بقول مرزا صاحب قادیانی) وجودیہ میں ہوگی اس سب کے مستحق بلکہ مستحق تر ابن العربی ہوں گے

تلك امة قد خلت لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت

(رسالہ) نظام المشائخ۔ (رسالہ) خطیب اور دیگر رسائل تصوف کا فرض ہے کہ اس مرزائی الزام کا مفصل اور صحیح جواب دیں۔

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۱۷ء۔ ۲۳ محرم ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ا ص ۲۔۳)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مرزا قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں مرزا صاحب قادیان اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی قبولیت پر بحث کی گئی تھی۔ کسی خاص وجہ سے ہم اس کا جواب آج تک نہ دے سکے۔ آج دیتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو جو صاحب نہ جانتے ہوں ان کی اطلاع کے لئے مختصر عرض ہے کہ آپ ریاست پٹیالہ (پنجاب) میں اسسٹنٹ سرجن درجہ اول ہیں۔ بیس سال تک آپ مرزا صاحب کے مرید رہے۔ اوس سے بعد آپ تائب ہو کر ان کے مقابل الہامات شائع کرنے لگے۔ چنانچہ ایک الہام آپ کا مرزا صاحب قادیانی کی موت کے متعلق بھی تھا جس میں (بقول ان کے) زیر زبر کی ذرہ سی غلطی ہو گئی تھی جس پر مرزائیوں نے ناحق شور مچایا۔ مگر محافظ حقیقی نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کو یوں محفوظ رکھا کہ ان کے الہامی الفاظ کو مرزا صاحب نے خود شائع کیا یعنی (بقول ڈاکٹر صاحب) اور اخباروں میں تو غلطی ہوئی مگر مرزا صاحب کی اشاعت صحیح رہی جس کی تفصیل یہ ہے:

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں مجھے الہام ہوا کہ مرزا صاحب ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائیں گے۔ مگر میں نے جو اخبارات میں اس کی نقل بھیجی تو اس میں ناقل کی غلطی سے یوں لکھا گیا: ۴۔ اگست کو مریں گے۔

حالانکہ مرزا صاحب کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو دو مہینے چند یوم پہلے ہوا۔ اس پر الفضل قادیان کے نامہ نگار (مولوی غلام رسول) ڈاکٹر عبدالحکیم خان پر بڑے خفا اور بہت برافروختہ ہیں۔ بقول ان کے ڈاکٹر موصوف کا کذب اس سے ظاہر ہو گیا۔ یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی نے جو ان کے حق میں ایک پیش گوئی کی تھی کہ خدایا! سچے جھوٹے میں فیصلہ کر، بس وہ پیش گوئی بھی سچی ہو گئی۔

اس لئے ہم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو جناب مرزا صاحب کے اپنے الفاظ سامنے رکھ دیتے ہیں۔ ناظرین انہیں بغور پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ ان

دونوں (ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی) میں سے کون سچا ثابت ہوا اور کون جھوٹا ۔مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہوکر ہلاک ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعوی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعوی کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے پہلے اس نے بیعت کی اور برابر بیس برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا۔ پھر ایک نصیحت کی وجہ سے جو میں نے محض للہ اس کو کی تھی مرتد ہوگیا۔ نصیحت یہ تھی کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا تھا کہ بغیر قبول اسلام اور پیروی آنحضرت ﷺ کے نجات ہوسکتی ہے، گو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے وجود کی خبر بھی رکھتا ہو، چونکہ یہ دعوی باطل تھا اور عقیدہ جمہور کے بھی برخلاف، اس لئے میں نے منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر میں نے اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ تب اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤنگا۔ مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلا شبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا (چشمہ معرفت۔ص ۳۲۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ عبارت اپنا مدعا صاف بتلا رہی ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مرزا صاحب قادیان دونوں کی پیش گوئیاں ایک دوسرے کے بالمقابل تھیں، اور یہ بھی صاف بتلا رہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی ۴۔ اگست تک تھی، ۴۔ اگست کو نہ تھی۔ برخلاف

اس کے مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی یہ تھی کہ خدا ڈاکٹر عبدالحکیم کو ہلاک کرے گا اور میں محفوظ رہونگا۔ اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ان دونوں مذہبی اور الہامی پہلوانوں میں سے کس نے کس کو پچھاڑا اور کس نے کس کو گرایا۔ ہمارے اس میں دخل دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۱۷ء۔ ۲۳ محرم ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱ ص ۳۔۴)

مولوی محمد احسن کو جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۵۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ہم نے لکھا تھا کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی (مرید مرزا قادیانی) نے جو خلیفہ قادیان کے مقابل تفسیر لکھنے کی شرائط لکھی ہیں وہ بہت صحیح ہیں اور مسلّمہ علماء سلف تا خلف ہیں جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر میں علوم عربیہ اور اصولیہ کی پابندی ضروری اور لازمی ہے۔

ہم نے لکھا تھا کہ یہی شرائط شرح حدیث میں بھی ضروری ہیں۔ ان شرائط کو ملحوظ رکھ کر مولوی محمد احسن صاحب امروہی ہم کو حدیث نزول مسیح کی شرح سنا دیں تو ہم سنیں گے۔ پھر ہم نے دو حدیثیں بطور مثال لکھی تھیں کہ بپابندی علوم مذکورہ ان حدیثوں کی شرح فرما دیجئے۔

اس کے جواب میں مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے ایک مضمون پیغام صلح لاہور میں شائع ہوا ہے جس سے ہماری مراد مبدل بیاس نہیں ہوئی بلکہ مبدل بیقین ہوگئی کہ جس طرح مولوی صاحب قادیان سے نکل کر لاہور میں قیام پذیر ہوئے ہیں تھوڑی دیر ہے کہ لاہور کی احمدیہ بلڈنگ سے نکل کر مسجد چینیاں (جامع مسجد اہل حدیث) میں رونق افروز ہوں گے۔ انشاءاللہ۔ ہاں آپ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک علوم مذکورہ شرح حدیث میں بھی ضروری معتبر ہیں مگر حدیث سے قرآن مقدم ہے اور قرآن میں وفات مسیح کا مسئلہ آتا ہے اسلئے سب سے مقدم وفات مسیح پر بحث کر لیجئے۔ پھر حدیثوں کی شرح دیکھیں گے۔

ہمارے خیال میں جناب مولوی صاحب کو تھوڑی سی غلط فہمی ہوئی ہے کہ وہ ہماری تحریر کو بحث مباحثہ کی شکل میں لے گئے حالانکہ یہ ہمارا عندیہ نہ تھا۔

مباحثات تو روز ہوتے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا ریاست رام پور میں بصدارت نواب صاحب رام پور آپ سے اسی مسئلہ حیات و وفات مسیح پر بحث ہوئی تھی جہاں پر احمدی امت کے کل زبدۃ الاخوان شریک تھے۔ پھر اس کا نتیجہ جو ہوا وہ بھی پبلک کو معلوم ہے۔ مگر میری غرض اس تحریر سے بحث مباحثہ نہیں ہے، بلکہ یہ غرض ہے کہ پبلک کو معلوم ہو کہ آپ جن قواعد اور اصول کو صحیح جان کر خلیفہ قادیان کے سامنے پیش کرتے ہیں خود بھی ان کے پابند ہیں یا نہیں۔

پس سنئے! آپ کے ان قواعد کا خلاصہ جو تمام علماء اور عقلاء کے نزدیک مسلّمہ ہیں، یہ ہے کہ جس لفظ کی حقیقت محال ہو، اس کی جگہ مجاز مناسب مراد ہوگی، اور جس کی حقیقت ممکن ہو، وہ کسی طرح متروک نہ ہوگی۔

یہاں تک کہ ایک ہی مرکب لفظ میں اگر مضاف کی حقیقت محال ہے، تو اس کی جگہ مجاز مراد لیں گے، مگر مضاف میں مضاف الیہ میں مجاز کے قائل نہ ہوں گے۔

مثال کے طور پر سنئیے: لفظ يد الله (اللہ کا ہاتھ) ہے۔ ید (ہاتھ) مضاف ہے اس کی وہ حقیقت جو انسان وغیرہ حیوانات میں پائی جاتی ہے اللہ کے لئے محال ہے۔ تو فقط اسی لفظ کے معنی میں تاویل کریں گے مضاف الیہ (اللہ) کی تاویل نہ کریں گے کیونکہ اس کی حقیقت محال نہیں

پس يد الله کے معنی خدا کا قبضہ یا خدائی نعمت جو چاہیں کرلیں، جس میں سارا زور اور تصرف مضاف پر ہوگا، مضاف الیہ پر نہیں۔ پس اس قاعدہ کے مطابق حدیث شریف کے چند الفاظ آپ کے سامنے رکھ کر آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے جس جس لفظ کی حقیقت آپ کے نزدیک محال ہے اس میں تو آپ مجاز لے سکتے ہیں لیکن جن کی حقیقت ممکن ہے ان میں مجاز لینے کے لئے جو قاعدہ آپ کے پاس ہو اس سے اطلاع دیں

سابقہ پیش کردہ حدیثوں میں سے آخری حدیث جو چھوٹی سی ہے اس کے چند الفاظ بغرض استحضار ناظرین پیش کرتا ہوں

فیکمث (المسیح) خمساً و ار بعین سنۃً ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم اناو عیسی بن مر یم فی قبر وا حد بین ابی و عمر (مشکوۃ باب نزو ل المسیح)

اسکا تر جمہ تو بالکل صاف ہے کہ حضور ﷺ فر ماتے ہیں مسیح موعود دنیا میں ۴۵ سال زندہ رہیں گے پھر فوت ہو کر میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن ہونگے پھر میں (رسول اللہ) اور مسیح موعود ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے اس وقت ہم دونوں ابو بکر اور عمر کے درمیان ہونگے ۔

ان لفظوں میں سے جس کی حقیقت آپ کے نزدیک محال ہو اسکی وجہ بیان کریں اور جو محال نہ ہو، اس کی حقیقت اختیار کر کے شرح حدیث سے اطلاع دیں ۔ اس میں بحث مباحثہ کی ضرورت ہی کیا۔ صرف بپابندی قواعد شرح حدیث مطلوب ہے ۔ والسلام ۔

نوٹ : مضمون چاہے آپ (یعنی مولوی محمد احسن) یا (آپ کا) صاحبزادہ یا کوئی اور لکھے۔لیکن آپ کے دستخط کم سے کم بطور مصحح کے ہونے ضروری ہیں ورنہ کالعدم تصور ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۱۷ء ۔۲۳ محرم ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ا ص ۴ ۔۵)

مرزا صاحب کامیاب گئے یا ناکام

قادیانی اخبار الفضل میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے :

حضرت مسیح موعود (مرزا) کی کامیابی ۔،

اس میں لکھا ہے مرزا صاحب کو چاہے نہ مانیں لیکن اتنا تو مانتے ہیں کہ آپ کامیاب ہو کر گئے ۔ چنانچہ اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں :

دیکھو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے خلاف کس قدر زور لگا یا گیا ۔پھر باوجود مخالفت کے دشمن کو ماننا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کو کامیابی ہوئی ۔ابتداء میں حضرت صاحب کی کامیابی کے کوئی سامان نہیں تھے،مگر آخر دشمن

کواقرار کرنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کامیاب گئے ہیں۔

(الفضل قادیان ۳۰۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۷ کالم ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بغیر بتلانے اصول کامیابی کے کسی کو کامیاب یا ناکام کہنا ایک اصولی غلطی ہے۔ مناسب ہے کہ اصول کامیابی بتلاکر ہم سوال کریں کہ مرزا صاحب قادیانی کامیاب گئے یا ناکام۔

جو شخص اپنی مہم کا کچھ پروگرام بناتا ہے، اس کو اگر پورا کرتا ہے تو کامیاب ورنہ ناکام۔ مثلاً کوئی سپہ سالار جب فوج کو لے جاتا ہے اس کا پروگرام اگر دشمن کی محض مدافعت ہو، تو صرف مدافعت پر کامیاب کہلا سکتا ہے۔ اور اگر دشمن کا ملک فتح کرنا مقصود ہو تو فتح پر کامیاب ہوگا، بغیر اس کے نہیں۔

چھوٹے درجے کی مثال، سکول کا ایک لڑکا اپنی تعلیم کی حیثیت سے سالانہ امتحان میں پاس ہونا مقصود قرار دیتا ہے۔ نتیجہ امتحان پر اسکو کامیاب یا ناکام کہہ سکتے ہیں اس کے بغیر نہیں۔ کیونکہ کامیاب ایک مرکب لفظ ہے جو کام اور یاب سے ملا ہوا ہے۔ کام کے معنی مقصود اور یاب کے معنی پانے والا ہے۔ پس کامیاب کے معنی مقصود پالینے والا اور ناکام لے معنی نامراد۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی دنیا میں کیا مقصد لے کر آئے تھے۔

مرزا صاحب اپنا مقصد آپ خود بتلاتے ہیں۔

ہندؤوں کا وہ پہلا طریق ہمیں بہت مایوس کردینے والا تھا جو اپنے دلوں میں وہ لوگ اس طرز کو زیادہ پسند کے لائق سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی بات چیت نہیں کرنی چاہیے اور ہاں میں ہاں ملا کر گذارہ کر لینا چاہیے لیکن اب وہ مقابلہ پر آکر اور میدان میں کھڑے ہوکر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آپڑے ہیں اور اس صید قریب کی طرح ہو گئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہوسکتا ہے۔ ان کی آہوانہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہیے دشمن نہیں ہیں وہ تو ہمارے شکار ہیں۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھوں لکھوں مین

سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا۔ سو تم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نو میدمت ہو۔ کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آ پہنچے ہیں

(ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۳۲۔ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۱۹)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عبارت کی تشریح مرزا صاحب قادیانی کی دوسری عبارت میں کافی ملتی ہے جہاں آپ فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی، یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہونچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے

هو الذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدین کلّه

یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کردے۔ یعنی ایک عالم گیر غلبہ اسکو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالم گیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ

میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو، اسلئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۹۰۔۹۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ ایک وقت تمام دنیا میں اسلامی قومیت ہوگی اور وہ قومیت مسیح موعود (مرزا) کے ذریعہ سے ہوگی کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کا پروگرام یہی تھا کہ تمام دنیا کی اصلاح میرے سپرد کی گئی ہے۔

(فرماتے ہیں:

یادر ہے کہ جب کہ مجھ کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے، اس وجہ سے کہ ہمارا آقا اور مخدوم تمام دنیا کے لئے آیا تھا تو اس کی عظیم الشان خدمت کے لحاظ سے مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں جو اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے ضروری تھیں۔

(حقیقت الوحی۔ص ۱۵۱۔ روحانی خزائن ص ۱۵۵)

ان سب عبارات پر غور کرنے سے نتیجہ صاف پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا مقصد تمام دنیا میں اسلام قائم کر کے ایک مسلمان قوم بنانے کا تھا۔ لہذا اب سوال ہے کیا مرزا صاحب کا پروگرام پورا ہوگیا۔ کیا ان کا مقصد حل ہوگیا۔ کیا تمام دنیا کی اصلاح ہوگئی۔ کیا تمام دنیا نے اسلام قبول کرلیا۔ کیا تمام دنیا میں اتحاد قومی ہوگیا۔ کیا دنیا کے تمام مذاہب پر اسلام کا غلبہ ہوگیا۔ کیا دنیا میں کوئی گرجا نہیں رہا۔ کیا تمام دنیا کی آریہ سماجیں ٹھاکر دوارے اور گرودوارے مساجد بن گئے۔

ان سوالوں کے جواب اگر مثبت ہیں، تو بڑی خوشی ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں تمام ادیان کی نفی ہوگئی۔ اور اگر ان کا جواب نفی میں ہے جو یقیناً نفی ہے، تو مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدوں کی کامیابی مندرجہ ذیل شعر کی مصداق ہے:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب است
گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۱۷ء ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ۔ جلد ۱۵ نمبر ۲ ص ۲ و ۱۱)

وفات مسیح پر انعامی اشتہار اور اسکا جواب

منشی عبدالکریم لاہوری لکھتے ہیں:

ان دنوں ایک رسالہ وفات مسیح مصنفہ میاں بشیر احمد ولد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں نے دیکھا۔اس رسالہ میں حیات وفات مسیح پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی نے بیس ہزار روپیہ اس مسئلہ کے منکروں کے لئے انعام رکھا تھا جو وہ نہ لے سکے۔

مجھے اس کے دیکھنے سے سخت حیرت ہوئی کہ مرزا صاحب کے سب سے بڑے مخالف شیر پنجاب امرتسری نے بھی انعام کیوں وصول نہ کیا، حالانکہ مرزا جی کے مرید منشی قاسم علی سے تھوڑی سی رقم بھی وصول کرلی۔

آخر دل میں آیا کہ علماء نے وہ اشتہار دیکھا نہ ہوگا ورنہ ممکن نہیں کہ علماء اس انعام کو وصول نہ کرتے۔ خیر اس کا جواب تو مولانا شیر پنجاب دیں گے۔ مجھے تو صرف یہ کہنا ہے کہ مرزا صاحب کے اشتہار کے بموجب ان کے جانشین رقم انعامی کسی امین کے پاس امانت رکھیں اور مجھ سے حیات مسیح کا ثبوت لیں۔اور اگر انعامی رقم جمع کرانے میں کچھ تامل ہو تو معقول وجہ معلوم ہونے پر معافی بھی ہوسکتی ہے، محض فی سبیل اللہ بھی اس خدمت کو تیار ہوں۔ جلسہ مناظرہ لاہور یا امرتسر میں ہوگا۔صرف چار گھنٹے تقریری گفتگو ہوگی۔ پس اب بغیر حیل وحجت کے سامنے آویں۔

بندہ اس خدمت کو حاضر ہے۔ امید ہے میاں بشیر الدین صاحب وغیرہ اسی طرح پہلو تہی نہ کریں گے جس طرح مرزا صاحب آنجہانی نے برمکان خواجہ کمال الدین صاحب میرے جواب سے پہلو تہی فرمائی تھی جس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی گھبرا کر مجھے فرمایا تھا کہ خاموش ہوجاؤ ورنہ پولیس کے حوالے کئے جاؤ گے۔اللہ اکبر: عارف کہ برنجد آب ست ہنوز

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ ۔جلد ۱۵ نمبر ۲ ص ۱۲)

قادیان میں انجمن اسلامیہ کا جلسہ

جناب قاضی عنایت اللہ سکرٹری انجمن اسلامیہ قادیان ضلع گورداسپور کی جانب سے اشتہار ذیل شائع ہوا:

عام طور پر یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ موضع قادیان کے محمدی مسلمانوں نے بھی غیرت دینی کے جوش میں آ کر اعلان کیا ہے کہ ۲۴، ۲۵ نومبر (۱۹۱۷ء) کو ایک عام جلسہ ہوگا جس میں دور دور سے علماء کرام تشریف لاکر شریک ہوں گے جن کی فہرست درج ذیل ہے

مولوی عبدالعزیز صاحب۔ مولوی محمد عظیم صاحب۔ مولوی خیر شاہ صاحب۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی نواب الدین صاحب۔ مولوی عبدالغنی صاحب۔ بابو پیر بخش صاحب سکرٹری انجمن تائید الاسلام لاہور۔ مولوی حیدر علی صاحب۔ سید ظہور شاہ صاحب بٹالوی۔ مولوی نور احمد صاحب امرتسری۔ مولوی احمد علی شاہ صاحب پروفیسر۔ مولوی اصغر علی صاحب پروفیسر۔ مولوی محمد یعقوب صاحب رام پوری، مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ منشی غلام احمد صاحب اخگر امرتسری

باہر سے تشریف لانے والے حضرات اسٹیشن بٹالہ پر اتریں گے، جہاں انجمن کی طرف سے ان کا استقبال کیا جائے گا۔ اپنا بسترہ ہمراہ لاویں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۱۷ء ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ۔ جلد ۱۵ نمبر ۲ ص ۱۳)

اصلاح بدتر از گناہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ اکتوبر میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں مرزا صاحب غلام احمد قادیانی آنجہانی کی اعجازی نظم میں صرفی نحوی غلطیاں دکھائی تھیں

جیسا کہ ایک شعر یہ ہے

أ آخيث ذئباً عائثاً او ابا الوفاء

اوافيت مدا او رئيت امرتسر

لکھا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس شعر میں امرتسر کو مرفوع لکھا ہے حالانکہ وہ ... کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں اخبار الفضل کے ایک نامہ نگار مولوی صاحب بقاپوری (نزیل امرتسر) کا مضمون نکلا ہے جو ایسے سوالات پر اتنے خفا ہیں کہ ایسے سوالات کرنا آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے کے برابر قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت محمد رسول اللہ کی ذات بابرکات پر جو شبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں مگر چونکہ وہ عام طور پر اس کا اظہار لوگوں کی ناراضگی کی وجہ سے نہیں کر سکتے اسلئے جب کبھی کوئی اعتراض کرتے ہیں تو حضرت مسیح موعود (قادیانی) کی آڑ لے کر کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اعتراض نبی ﷺ پر ہوتا ہے اور یہ ایسی باریک پالیسی ہے جس پر ہم لوگ واقفیت رکھتے ہیں (الفضل ۷ نومبر ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

غنیمت ہے جس امر پر لوگ واقفیت نہیں رکھتے آپ تو واقف ہو گئے مگر یہ باریک بات آپ ہی کو نہیں سوجھی بلکہ آپ کے بڑے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو بھی ایسی ہی سوجھا کرتی تھی جو فرمایا کرتے تھے کہ میرا انکار کرنا گویا آنحضرت ﷺ کا انکار کرنا ہے۔

آخر ایسی ویسی باتیں بنا کر لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم جلد اول میں رسول اللہ ﷺ کے روبرو ایک صحابی یوں شعر پڑھتا ہے

اتجعل نهبي و نهب العبيد

بين عيينة و الاقرع

کہتے ہیں، اس سے صاف معلوم کہ اس شعر کا قافیہ اور ردیف مکسورہ ہے۔

مگر تیسرا شعر یوں ہے

و ما کنت دون امری منہا
و من تخفض الیوم لا یرفع

یہاں یرفع مضارع ہے جس کو کسرہ دیا ہے حالانکہ مضارع مرفوع ہوتا ہے

(الفضل قادیان ۱۰ نومبر ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اے کاش یہ لوگ اہل علم کہلا کر اپنے علم کی قدر کریں اور ایسی باتیں کرنے سے اپنے پیرو مرشد کی پردہ داری نہ کرایا کریں۔ کیا اتنا کہنا ان کو کافی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ان کی جگہ ہم آئے۔ بس قادیانی مشن سچا، اور باتوں میں دخل دینے کی ان کو حاجت کیا۔

سنئے! یہ شعر آپ کو کسی طرح مفید نہیں جس مضارع کو آپ مرفوع سمجھے ہیں وہ مرفوع نہیں بلکہ مجزوم ہے مگر آپ علم نحو کے مأۃ عامل بھی بھول گئے، غور سے سنو

من وما مہما و ایّ ہیثما اذ ما متی
اینما انّی نہ اسم جا ز مند مر فعل را

اس شعر میں اسماء جازمہ کو جمع کیا گیا ہے ان میں سب سے اول من ہے۔ اس من کی تشریح شرح مأۃ عامل میں یوں کی گئی ہے کہ جہاں یہ شرطیہ ہو اور شرط اور جزا دونوں فعل مضارع ہوں تو دونوں کو جزم دیتا ہے قرآن مجید میں اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ ایک دو مثالیں جو حسب حال بھی ہیں درج ذیل ہیں:

من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ۔و من یعمل مثقا ل ذرۃ شراً یرہ ۔ (الزلزلۃ : ۷۔۸)

من یعمل سوء یجز بہ (النساء : ۱۲۳)

خطرہ ہے کہ ہمارے مخاطب کہیں یہ اعتراض نہ کر بیٹھیں کہ ان تینوں مثالوں میں مضارع جو جزاء کے موقع پر وارد ہے یعنی ، یر ، اور یجز، مجزوم نہیں بلکہ منصوب ہے جیسے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے مرزائیوں کے ایک مباحثہ میں کسی اسم کی بابت کہا تھا تو ایک مرزائی فاضل نہیں کہا تھا عطف بیان ہے تو حرف عطف کہاں ہے خیر چونکہ یہ مضارع آپ کے پیش کردہ شعر میں بوجہ عمل ، من ، کے مجزوم (ساکن ہے،

اس لئے حسب قاعدہ الساکن اذا حرك حرك بالکسر ۔اس مضارع کو کسرہ دیا گیا اور بعد کسرے کے وہ اپنے سابقہ ابیات کے مثل مکسور ہو گیا۔ فاندفع ما توھم

یہی مولوی (مجیب بقاپوری) صاحب اپنی معمولی تعلیٰ میں فرماتے ہیں:

ہم علی الاعلان مولوی (ثناء اللہ) صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ میں کچھ مادہ سمجھنے کا ہے تو آئیں اور خاکسار سے بذریعہ خط و کتابت ہی فیصلہ کرلیں

ناظرین! اس شیریں کلامی کو بغور سنیں۔ پھر ان پاک اور بے عیب لوگوں کی اس شکایت پر غور فرماویں جو اپنے مخالفوں کی طرف سے سخت کلامی کی بابت کیا کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کسی کے تلخ جواب کی شکایت کرنے کا حق ہے؟

آپ ہی اپنے ذرہ جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں تو شکایت ہوگی

دوسری مثال۔آپ (مجیب صاحب) مرزا صاحب کی بریت ثابت کرنے کے لئے وہ حدیث لائے ہیں جو صحیح بخاری میں ہے:

نساء قریش خیر نساء رکبن الابل احناہ علی طفل۔

اس عبارت میں احناہ بجائے جمع مونث کے واحد مذکر غائب ہے۔

اے جناب! اول تو یہ حدیث مرزا صاحب قادیانی کے کلام کی مثال نہیں کیونکہ وہاں اعراب کا اعتراض ہے یہاں ضمیر کا ذکر ہے۔ پھر یہ اس سے کیونکر متفق ہو۔ دوم یہ ضمیر نساء کی طرف نہیں ہے بلکہ صنف نساء کی طرف ہے (دیکھو شروح حدیث) اس کی مثال اردو میں سننا چاہیں تو سنیں:

موت نے کر دیا لاچار وگرنہ انسان
ہے وہ کافر کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

اس شعر میں انسان سے مراد مفرد نہیں بلکہ نوع انسانی ہے ۔ اسی طرح حدیث مذکور کی ضمیر مجرور سے صنف نساء مراد ہے۔ نساء بصیغہ جمع مراد نہیں۔ پھر آپ اس سے کیا مطلب لے سکتے ہیں بجز اس کے کہ مرزا صاحب قادیانی پر جو اعتراض ہوں ان کو پختہ کریں۔

آگے چل کر بقاپوری مجیب صاحب نے ایک بڑا دل خوش کن اصول ہم کو

بتلایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اب ہم آئندہ پہلے یہ دیکھا کریں گے کہ جو اعتراض آپ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) یا کسی بزرگ کا نام لے کر کرتے ہیں وہی اعتراض بعینہ حضرت محمد رسول اللہ یا آیت قرآنی پر تو وارد نہیں ہوتا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بہت خوب! لیجئے ادبی (لٹریری) سوال تو سردست یہی پیش ہے۔ نا مورانہ سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے میری بابت فیصلہ شائع کیا تھا کہ اگر میں ان کی زندگی میں نہ مروں، تو آپ جھوٹے۔ مگر میں نہ مرا بلکہ وہ مر گئے۔

بتلایئے! اس کی نظیر آنحضرت ﷺ میں خصوصاً اور کسی نبی میں عموماً پائی جاتی ہے۔ اس کی نظیر بتلانا آپ کا فرض بلکہ اولین فرض ہے۔

کیا آپ اس فرض کو ادا کریں؟

بقا پوری نامہ نگار صاحب نے ہم سے درخواست کی ہے کہ ہم بذریعہ خط و کتابت ان سے یہ معاملہ طے کریں۔ جس کے جواب میں عرض ہے کہ خط و کتابت کی ضرورت کیا ہے۔ آپ آج کل امرتسر میں ہیں، بجائے خط و کتابت کے تشریف لا کر زبانی گفتگو کر سکتے ہیں۔ یہاں تو دستور عام ہے:

در درویش را درباں نہ بائید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۱۷ء۔ ۷ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳ ص ۱۔۳)

مرزا صاحب کے کلمات طیبات

جناب منشی عبدالحی صاحب کو ہاٹی لکھتے ہیں:

بنمائے بصاحب نظرے جوہر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

ایک شخص کہتا ہے کہ:

ہر ایک بد سے بد تر ہے وہ جو بد زبان ہے
جس دل میں یہ نجاست ہے بیت الخلاء وہی ہے

پھر وہ دعوی کرتا ہے کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے چہرہ سے پردہ اٹھا کر، مجھے کہتا ہے، کہ تو میرے بیٹے کی جگہ ہے، میں تجھ سے ہوں تو مجھ سے ہے۔ زمین وآسمان بنانے کا دعوی کرتا ہے ، اور کہتا ہے میرے باپ کے مرنے پر خدا نے عزا پرسی کی (غنیمت ہے کہ شخص کے بیٹے نے یہ نہیں کہا کہ میرے باپ کے مرنے پر اللہ میاں نے تین دن تک کھانا نہیں کھایا) اس مذہب کے عالم اور بزرگ جس مذہب میں اس نے جنم لیا تھا، بعد آزمائش اس کی نسبت حکم دیتے ہیں کہ یہ شخص کاذب اور کافر ہے اس لئے ہمارے مذہب سے خارج ہے۔ اس پر بجائے اس کے کہ وہ اپنی صداقت ثابت کرنے کے واسطے گھر سے باہر آوے کھسیانہ ہو کر ان کو گالیاں دینی شروع کرتا ہے اور ان بزرگان دین متین کے حق میں کلمات ذیل لکھتا اور چھاپتا ہے:

مختصراً از صفحات ۱۴۴ تا ۱۴۷ عصائے موسیٰ بقید حروف تہجی

اے بد ذات فرقہ مولویاں تمنے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کا الانعام کو بھی پلایا؛ اندھیرے کے کیڑو؛ ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا؛ اندھے؛ نیم دہریہ؛ ابولہب؛ اسلام کے دشمن؛ اسلام کی عار مولویو؛ اے جنگل کے وحشی؛ اے نابکار؛ ایمانی روشنی مسلوب ہوئے؛ احمق مخالف؛ اے پلید دجال؛ اسلام کے بدنام کرنے والے؛ اے بد بخت مفتریو؛ اعمی؛ اشرار؛ اول الکافرین؛ اوباش؛ اے بد ذات خبیث دشمن اللہ اور رسول کے؛ ان بے وقوفوں کے بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

بے ایمان اندھے مولوی؛ بلید طبع؛ بد ذات جھوٹا؛ بدگوہری ظاہر نہ کرتے؛ بیحیائی سے بات بڑھانا؛ بد دیانت بے حیا انسان؛ بد ذات فتنہ انگیز؛ بد قسمت منکر؛ بدچلن؛ بخیل؛ بد اندیش؛ بدظن؛ بد بخت قوم؛ بدگفتار؛ بد باطن نکتہ چیں؛ باطنی جذام؛ بخل کی سرشت والے؛ بیوقوف جاہل؛ بیہودہ تمام دنیا سے بدتر؛ تنگ ظرف؛ ترک حیا؛ تقوی و دیانت کے طریق کو

بکلی چھوڑ دیا؛ ترک تقوی کی شامت سے ذلت پہنچ گئی ؛تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

ثعلب (لومڑی جیسے) ایّھا الشّیخ الضّال و الدّجال البطال۔

جھوٹ کی نجاست کھائی ؛ جھوٹ کو گونہہ کھایا؛ جاہل وحشی؛ جادہ صدق و ثواب سے منحرف و دور؛ جعل ساز ؛ جیتے ہی مرجاتا۔

چوہڑے؛ چمار۔

حمار؛ حمقاء؛ حق وراستی سے منحرف؛ حق پوش۔

خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں؛ خنزیر سے زیادہ پلید ؛ خطا کی ذلت انہی کے منہ پر؛ خالی گدھے؛ خائن ؛ خباثت پیشہ؛ خاسرین خالیۃ من نور الرحمٰن؛ خام خیال؛ خفاش؛ خوش شدہ آید کہ حق ودین را باطل کنید۔

دل کے مجذوم۔ دھوکہ دہ۔ دیانت امانت راستی سے خالی۔ دجال۔ دروغ گو۔ ڈوموں کی طرح مسخرہ۔ دشمن سچائی۔ دشمن قرآن۔ دلی تاریکی۔

دروغ شما تا کنارہائے بغداد منتشر خواہد شد

ذلت کی موت۔ ذلت کے ساتھ پردہ دری۔ ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کردیں گے۔

رئیس الدجالین۔ ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔ روسیاہ۔ روباہ باز۔ رئیس المتصلفین۔ راس المعتدین۔ راس الغاوین۔

زہرناک مادے والے۔ زندیق۔

سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برسی۔ سفلی ملا بے بصر۔ سیاہ دل منکر۔ سخت بے حیا ہوگا جو اس فوق العادت سلسلہ سے انکار کرے۔ سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے۔ سادہ لوح، ساہنسی، سفلہ، سفہاء، سلطان المتکبّرین الّذی اضاع دینہ بالکبر والتّوہین ۔ سگ بچگان۔

شرم و حیا سے دور۔ شرارت و خباثت ۔ شیطانی کاروائی والے ۔ شریف از سفاہتمی ترسد بلکہ ازسفلگی او مے ترسد۔ شریر مکار۔ شیخی سے بھرا ہوا۔ شیخ نجدی۔

صم عمی ۔ صدر القناۃ نیوش صدرک ضربہ ۔ و یریک رمانی بحار دماء۔

ضال ۔ ضررهم اکثرمن ابلیس اللّعین

طالع منحوس۔ طبتم نفسا بالغاء الحقّ و الدّ ین

ظالم ۔ظلمانی حالت۔

علماء السوء۔ عداوت اسلام، عجیب دیندار، عدوالعقل و النهی ،عقارب ،عقب الکلب

غو ل ا لا غوی ۔ غدارسرشت ۔ غالی ۔ غافل

فیمت یا عبد الشّیطا ن الموسوم بہ۔ فریبی ۔ فن عربی سے بے بہرہ، فرعونی رنگ

قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے۔ قست قلو بهم کما هی عا دة النوکی ۔ قد سبق الکلّ فی الکذب و المین۔

کتے ۔ کینہ ور۔ کمینہ۔ کہماء (ما درزا داندھے) ۔ کج دل قوم ۔ کوتاہ نظر۔ کھوپڑی میں کیڑا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جاویں گے۔

گدھا۔ گندے اور پلید فتوی والے ۔ گندی کاروائی والے ۔ گندی عادت ۔ گندے اخلاق ۔ گندہ دہانی ۔ گندے خیال والے ذلت سے غرق ہو جاتا۔ گندی روحو۔

لاف و گذاف والے ۔ لعنت کی موت ۔

مولویت کو بدنام کرنے والو۔ مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے ۔ منافق ۔ مفتری ۔ مورد غضب ۔ مفسد ۔ مرے ہوئے کیڑے ۔ مخذول ۔ مہجور۔ مجنون درندہ ۔ مغرور۔ منکر۔ محجوب مولوی ۔ مگس طینت مولوی کی بک بک ۔ مردار خور مولویو۔

نجاست نہ کھاؤ۔ نا اہل مولوی ۔ ناک کٹ جائے گی ۔ ناپاک طبع لوگوں

نے ۔ نابینا علماء ۔ نمک حرام ۔ مفسانی ۔ ناپاک نفس ۔ نابکار قوم ابھی تک حیا وشرم کی طرف رخ نہیں کرتی ۔ نفرتی وناپاک شیوہ ۔ نادان متعصب ۔ نالائق ۔ نفس امارہ کے قبضہ میں ۔ نااہل حریف ۔ نجاست سے بھرے ہوئے ۔ نادانی میں ڈوبے ہوئے ۔ نجاست خوری کا شوق ۔

وحشی طبع ۔ وحشیانہ عقاید والے ۔

ہامان ۔ ہالکین ۔ ہندوزادہ ۔

یک چشم مولوی ۔ یہودیانہ تحریف ۔ یہودی سیرت ۔ یا ایّھا الشّیخ الضّال والمفتری البطّال ۔ یہود کے علماء ۔ یہودی صفت (عصائے موسیٰ)

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ آپ کو کسی نے مکہ مارا تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی تجھے مکہ مار سکتا ہوں مگر نہیں مارتا، میں حاکم سے تجھے سزا دلوا سکتا ہوں، نہیں دلواتا، میں اللہ سے فریاد کر سکتا ہوں نہیں کرتا۔

یہاں یہ بیان کرنا ناموزوں نہ ہوگا جس شخص کے اقوال شریفہ میں نے نقل کئے ہیں اس کو ماسواء اور دعاوی کے خلق عظیم کا دعوی بھی ہے یعنی میرے جیسا خلیق کوئی نہیں ۔ ... میں نے حال بتلادیا ہے اب نہایت ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ براہ مہربانی اہل ہنود فرماویں کہ کیا وہ ایسے شخص کو کرشن مہاراج مانیں گے عیسوی صاحب فرماویں کہ وہ اسکو مسیح مانیں گے؟ اگر نہیں تو مسلمانوں کا مذہب ہی موم کی ناک کیوں بنے کہ جس طرف چاہا پھرایا جھٹ پھر گیا ۔ مسلمانوں صراط مستقیم ایک ہی ہے، ایسی پکڈنڈیاں قیامت تک بہت سی بن کر مٹتی رہیں گی

مثل مشہور ہے کہ جو گرجتا ہے وہ برستا نہیں بادل کی نسبت خواہ یہ صحیح نہ بھی ہو لیکن مذہبی بزرگوں کی بابت تو بالکل ہی صحیح ہے، وہ کیا کہ جو برستا ہے گرجتا نہیں ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۱۷ء ۔ ۱۴ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴ ص ۵)

کیا یہ جواب ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں یہ بتلایا تھا کہ مولوی ظفر علی خان کے مقابلہ میں مرزائی اخبارات جو صوفیاء کی حمایت کرنے پر تل بیٹھے ہیں یہ دراصل حمایت نہیں بلکہ نمائش ہے کیونکہ ان کے پیرو مرشد بلکہ نبی مرسل مرزا صاحب قادیانی نے انہی صوفیاء کے حق میں ایسی ایسی بے نقط سنائی ہوئی ہیں کہ کوئی ایسی نہ سنا سکے چنانچہ وہ الفاظ نقل کر کے دکھائے گئے۔

اس کے جواب میں چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے پیش کردہ حوالہ کی تردید کی جاتی یا ان کی صحیح تشریح بتلائی جاتی۔ بجائے اس کے جواب کیا ملتا ہے کہ تم خود بھی مسئلہ وحدت الوجود میں صوفیاء کے مخالف ہو پھر تم کیوں مرزا کی مخالفت پر اڑتے ہو چنانچہ اخبار الفضل (پیغام صلح میں بھی ایک نوٹ اسی مضمون کا نکلا ہے اس پر ہم کچھ اور بھی لکھیں گے انشاء اللہ۔ اڈیٹر) کے ایک مکمل بلکہ اکمل نامہ نگار کے الفاظ درج ذیل ہیں لکھتے ہیں:

جناب ابوالوفا! ہمارے قدیمی مہربان آپ کو کسی نے پوچھا یا بلایا نہیں مگر اشتیاق جنگ میں خواہ مخواہ درمیان آکودے۔ مسئلہ وحدت الوجود پر خیر سے آپ کو خود بھی ایمان نہیں اور اسے عین ضلالت سمجھتے ہیں لیکن صوفیاء کے جذبات بھڑکانے کیلئے حضرت (مرزا قادیانی) کی ڈائری کا کچھ خلاصہ اپنے اخبار اہل حدیث میں چھاپ دیا ہے جس میں حضور نے وحدۃ الوجودیوں پر اتمام حجت کیا ہے، اور اس سے استدلال فرماتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود نہ مانتے ہوئے حضرت ابن عربی وغیرہ صوفیاء سے کیونکر اخلاص ہوسکتا ہے

ہمارا سوال یہ ہے کہ جناب مولوی صاحب مہربانی فرما کر پہلے یہ بتائیں کہ آیا آپ وحدۃ الوجودیوں کو حق پر سمجھتے ہیں، اور ان کی تشریح کے مطابق اس مسئلہ کو مانتے ہیں۔ جب نہیں مانتے تو لامحالہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شیخ اکبر امثالہ کو حق سے برگشتہ سمجھیں پھر آپ کس منہ سے صوفیاء کے

ساتھ ہو کر حق سے لڑنے آئے ہیں حالانکہ آپ بھی اس مسئلہ میں ہمارے مسیح موعود کے فیصلہ کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۱۷ نومبر ۱۹۱۷ء ص ۱۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کیا یہ تردید ہے یا تائید؟

سنئے! وحدۃ الوجود کے دو معنی ہیں۔ ایک صحیح دوسرے غلط۔ صحیح کے تو ہم بھی قائل ہیں، غلط کے ہم منکر۔ مگر تمہارے پیر و مرشد کی طرح بد گو نہیں اگر ہماری نسبت بھی تمہارا یہ دعوی ہے کہ ہم تمہارے مسیح کے فیصلہ کو جزو ایمان جانتے ہیں تو ہمارے اقوال نقل کر کے دکھاؤ،

علاوہ اس کے ہمارے اصل سوال کا جواب کیا ہوا۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ جن صوفیاء کی حمایت کو تم لوگ اٹھے ہو ان کے حق میں تمہارا رویہ خود ایسا برا ہے کہ کسی کا نہ ہوگا۔ اسکا جواب کیا دیا؟ صرف یہ کہ ہم سے دریافت کر لیا کہ ہم بھی مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں یا نہیں؟ چہ خوش! یہ ہیں قادیانی مکمل نامہ نگار جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی مضمون کے لکھنے سے پہلے یہ سوچنا بھی ہمارا فرض ہے یا نہیں کہ ہم کیا لکھتے ہیں اور کیا کہتے ہیں۔ سچ ہے:

ایں چنیں رقاص را باید اصول ایں چنیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۴ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴ ص ۵)

قادیان میں اسلامی جلسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان میں اسلامی جلسہ کی خبر سن کر بہت سے لوگوں نے اس کو دل لگی سمجھا تھا۔ یہاں تک کہ قادیانی اخبار الفضل نے بھی کمال جسارت سے لکھا تھا کہ اس قسم کے لوگ یہاں تو دیکھے سنے نہیں جاتے جو جلسہ کریں پھر بڑے غرور اور نخوت سے لکھا تھا:

اچھا سب علماء جمع ہو کر مرزا کی عمارت گرانے پر زور لگا لیں وغیرہ۔

آہ! ۲۴، ۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء دو دنوں میں جو کچھ انہوں نے قادیان میں رونق

دیکھی ہوگی اس کی نسبت عالم بالا سے ان کو خطاب ہوتا ہوگا

افسحر ھذا ام انتم لا تبصرو ن ؛

جس کے جواب میں وہ کہتے ہوں گے:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

قادیان کے جلسہ میں اتنے علماء جمع تھے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں بھی شاید نہ ہوتے ہوں۔ تقریروں کی یہ بھرمار تھی کہ اوقات منٹوں میں بٹتے تھے۔ جن جن لوگوں نے تقریریں کیں ان کے نام یہ ہیں:

مولوی نور احمد امرتسری، مولوی محمد یعقوب رام پوری۔ منشی غلام احمد امرتسری سابق اڈیٹر اہل فقہ۔ مولوی احمد علی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔ مولوی میر محمد واعظ بھامبڑی۔ مولوی نواب الدین۔ مولوی عبدالغنی، مولوی عبدالعزیز (گورداسپور)۔ بابو پیر بخش پنشنر لاہور۔ عزیز الرحمٰن ولد مولوی محمد علی امرتسری۔ خاکسار ابوالوفا امرتسری

مقررین کے علاوہ غیر مقررین علما بھی بہت سے تھے۔ تقریریں عموماً عام پسند تھیں۔ خصوصاً فتح قادیان کا حصہ بہت دلچسپی سے سنا گیا۔ شائقین نے ہر چند چاہا کہ سوال وجواب کے لئے بھی وقت دیا جائے مگر پولیس نے نہ مانا چنانچہ صدر جلسہ (حاجی نظام الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ امرتسر) نے اس بات کا اعلان بھی کر دیا

مرزائی ڈیلیگیٹ (ممبران) ہر وقت شریک جلسہ رہتے اور نوٹ لکھتے تھے۔ سب سے زیادہ... منشی قاسم علی صاحب ہماری نگاہ میں آتے تھے۔ کیوں:

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

جلسہ کا انتظام خصوصاً پولیس کی طرف سے معقول بلکہ ضرورت سے بھی زیادہ تھا۔ انسپکٹر پولیس حافظ غلام کبریا صاحب مع تھانہ دار صاحب بڑی دلسوزی اور محنت سے انتظام کرتے تھے۔ جزاہم اللہ۔

آخری روز میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے ایک دو ورقہ اشتہار دیا جس میں قادیان کے مسلمانوں پر آپ نے خاندانی احسانات جتلا کر اون کے اس فعل (جلسہ) کو فعل بد قرار دے کر دھمکایا کہ اب تم لوگ اس کے بد نتائج بھگتنے کو تیار رہو۔

ہم نے تو اس اشتہار کو دیکھ کر یقین کر لیا کہ میاں محمود احمد اپنے باپ کے نقش قدم پر پورے چل رہے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح محض لفظوں سے ڈرایا کرتے تھے یہ بھی ڈراتے ہیں۔ مگر لوگ ایسے کچھ عادی ہو گئے ہیں کہ بجائے ڈرنے کے الٹے گھورتے ہیں۔ چنانچہ دہلی کے رسالہ نظام المشائخ میں دہلی کے مشہور صوفی خواجہ حسن نظامی صاحب نے میاں محمود احمد قادیانی کو چیلنج دیا ہے کہ اجمیر شریف میں خواجہ (معین الدین) صاحب کے مزار میں میرے سامنے ایک گھنٹہ بیٹھ کر مقابلہ میں دعا کریں تو مزہ چکھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ

> آؤ تو اپنی والدہ سے دودھ بخشوا کر آنا۔ اور ریلوے کمپنی سے ایک گاڑی کا بند و بست کرا لینا جس میں تمہاری لاش قادیان روانہ ہو سکے۔ نیز اپنی اہلیہ صاحبہ سے مہر بھی معاف کرا لینا۔ اور قادیان کو والد ماجد کی قبر سمیت ذرہ غور سے دیکھ کر آنا کہ پھر تم کو زندگی میں وہ در و دیوار نصیب نہ ہوں۔

(نظام المشائخ۔ بابت محرم ۱۳۳۶ھ۔ ص ۵۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری رائے میں میاں محمود احمد قادیانی کو ایسی گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنا نہ چاہیے۔ فوراً سے پیشتر اس چیلنج کو قبول کر لینا چاہیے۔ ایک تو یہ کہ موت وحیات کا وقت مقرر ہے۔ دوم وہ ایسے باپ کے بیٹے اور ایسے مسیح کے قائم مقام ہیں جن کا قول ہے

الا انني في كل حرب غالب۔

(سنو لوگو میں ہر ایک جنگ میں غالب ہوں۔ (اعجاز احمدی)

نیز اون کا قول ہے:

میرے مقابل کسی قدم کو قرار نہیں۔ (تریاق القلوب)

ہاں یہ ترمیم کرنیکا میاں (محمود احمد) صاحب کو حق ہے کہ اجمیر کی خصوصیت نہیں۔ سب سے بہتر مقام لاہور ہے۔ اگر دونوں کو وسط کا خیال ہو، تو لودہانہ بہت موزوں ہے۔ ہاں یہ ترمیم بھی کر سکتے ہیں کہ دعا میں مخاطب سوائے خدا کے دوسرا کوئی نہ ہو۔ بہر حال یہ دو ترمیمیں کر کے نظامی چیلنج منظور کر لینا چاہیے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ قادیانی مشن کو بہت صدمہ پہنچے گا۔

نتیجہ جلسہ اسلامیہ قادیان :

جلسہ کا نتیجہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا کہ کس مزے اور حیرت سے قادیان اور قادیان کی اردگرد کی آبادی علماء کے بیانات سنتی تھی ظاہری طور پر پانچ چھ اشخاص نے مرزائی خیالات سے توبہ بھی کی جس سے آئندہ کے لئے توبہ کا دروازہ کھل گیا

قادیانی جلسہ میں اہل حدیث کانفرنس کا حصہ :

یہ عجیب بات ہے کہ ہماری کانفرنس ایسے کاموں میں بھی دخیل ہوجاتی ہے خاکسار کے علاوہ کانفرنس کے دوواعظ بھی جلسہ میں شریک تھے۔ ایک مولوی عبدالغنی صاحب۔ دوم مولوی محمد امین صاحب۔ مولوی عبدالغنی صاحب تو جمعہ ہی کو پہنچے اور آپ نے جاتے ہی شکار مارا۔ جمعہ میں کچھ بیان کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سرحدی پٹھان جو طالب علم قادیان میں عربی مدرسہ میں پڑھتا تھا مولوی صاحب کا بیان سن کر اوسی وقت تائب ہوا۔ آخر علماء کے ساتھ ہی وہ امرتسر سے چلا آیا۔

قادیانیوں کی طرف سے جلسہ پر اظہار مسرت :

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ مضر چیز کو دفع کرنے میں ساعی ہوتی ہے۔ اس لئے قادیانیوں نے بھی مقدور بھر کوشش کی کہ جلسہ نہ ہونے پاوے۔ لیکن جب اون کی کوشش ناکام رہی اور جلسہ منعقد ہوگیا تو اب اونہوں نے بظاہر اس پر یوں اظہار مسرت کرنا شروع کیا کہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کو پہلے ہی الہام ہو چکا تھا:

یأتون من کل فج عمیق ۔ دور دور سے لوگ آویں گے

اس جلسہ سے یہ الہام سچا ہوگیا کہ یہ لوگ یوں تو قادیان کی سرزمین پر نہ آتے جلسہ کے بہانہ آ گئے۔ بہرحال آتو گئے۔

چونکہ اس جلسہ سے مسلمانوں کو بھی خوشی ہوئی اور مرزا صاحب کا الہام سچا ہونے سے مرزائی احباب بھی اظہار خوشی کرتے تھے اس لئے ہماری دعا ہے کہ ہمارے دوست محمدی اور احمدی سب اس پر آمین کہیں کہ یہ جلسہ ہمیشہ ہوا کرے۔ دن بدن پھلے پھولے

آمین بر حتمك یاارحم الرا حمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۵ ص ۱۔۲)

(خواجہ حسن نظامی کا مذکورہ بالا اشتہار پیغام صلح لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۱۷ء ص ۶ پر ان کے ادارتی نوٹ کے ساتھ بایں الفاظ شائع ہوا تھا۔ بہا

خواجہ حسن نظامی نے میاں صاحب کو مباہلہ کا ایک نہایت خطرناک چیلنج دیا ہے جو اس قابل ہے کہ اسے یہاں نقل کیا جائے اور میاں (محمود احمد) صاحب کو جو ان مباہلوں کے ہمیشہ شائق رہتے ہیں، اپنی اس مراد کے برآنے پر مبارک باد دی جائے۔ خواجہ حسن نظامی کو جناب خلافت مآب (مرزا محمود احمد) یوں تو ٹال سکتے ہی نہیں کہ تم کسی جماعت کے امام نہیں اس لئے تم سے مباہلہ ہماری شان کے خلاف ہے، کیونکہ خواجہ صاحب کے مریدین کا حلقہ جس قدر وسیع ہے وہ شاید خلافت مآب نے خواب میں نہ دیکھا ہو۔ تو ایسی حالت میں ہم امید کریں کہ میاں صاحب (مرزا محمود) میدان میں آئیں گے۔ دیدہ بائد۔ بہرحال خواجہ حسن نظامی صاحب کا چیلنج حسب ذیل ہے

اجمیر شریف میں بلاوا:

میں تمہارے امیر المومنین میرزا محمود احمد کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اجمیر شریف میں آئیں۔ میں بھی دہلی سے وہاں حاضر ہو جاؤنگا۔ آستانہ خواجہ غریب نواز کی مسجد میں میرزا (محمود) صاحب میرے ساتھ کھڑے ہوں اور اپنی باطنی قوت کے تمام حربے مجھ پر آزمائیں۔ اور جب وہ اپنی ساری کرامت آزما چکیں، تو مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں صرف یہ کہوں

اے خدا! بطفیل اس صاحب مزار کی حقانیت کے اپنی صداقت کو ظاہر کر اور ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو اس کو اسی وقت اور اسی لمحہ میں ہلاک کر دے۔

اور اس کے بعد میرزا محمود کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنے الفاظ میں جو چاہیں کریں۔ میعاد صرف ایک گھنٹہ کی مقرر کی جائے۔ یعنی دونوں آدمیوں میں سے ایک پر ایک گھنٹہ کے اندر اس دعا کا اثر ہونا چاہیے۔

میرزا (محمود احمد) صاحب دیکھ لیں گے کہ قدرت کیا تماشا دکھاتی ہے۔ کون مرتا ہے اور کون زندہ رہتا ہے۔

کب تک کاغذ کی ناؤ چلاؤ گے۔ کب تک برسوں کی پیش گوئیوں سے خلقت کو ڈراتے رہو گے مردانگی ہے صداقت ہے تو آؤ اس آزمائش گاہ کی سیر کرو جہاں ایک گھنٹہ کے اندر سب کچھ نظر آجائے گا۔

ڈرومت۔ میرے پاس اڑنے والا زہریا گیس نہ ہوگی۔نہ میں تم کو دیکھوں گا جس سے تم کو اندیشہ ہو کہ مسمریزم یا ہپناٹزم کے ذریعہ مار ڈالا۔ میں تم سے دس قدم کے فاصلے پر تمہاری طرف سے منہ پھیر کر گنبد خواجہ کی جانب رخ کر کے کھڑا ہوں گا۔

اگرتم کو یہ مباہلہ منظور ہو تو ربیع الاول ۱۳۳۶ ہجری کی چھٹی تاریخ کو اپنے حواریوں کو لے کر اجمیر شریف آجاؤ اور مسجد میں پوری جماعت کے ساتھ آؤ اور میں بالکل اکیلا ہوں گا۔مسجد میں بھی میرے پاس کسی دوسرے کو کھڑے ہونے کی اجازت نہ ہوگی تاکہ تم کو یہ اندیشہ نہ ہو کہ میرے آدمی تم پر حملہ کر کے مار ڈالیں گے۔

گورنمنٹ سے اجازت لینا اور انتظام کرنا یہ سب تمہارے ذمہ ہوگا۔ اور تم کو باضابطہ ایک تحریر دینی پڑے گی کہ اگر میں آج مر گیا تو میرے وارث حسن نظامی پر خون کا دعوی نہ کریں گے۔نہ سرکار کو اس میں دخل دینے کا اختیار ہوگا۔ایسی ہی تحریر میں بھی اپنے وارثوں سے سرکار میں داخل کر دوں گا

دیکھو بہت آسان بحث ہے۔ بہت جلدی ہندوستان کی ایک مصیبت ختم ہو جائے گی جو تمہارے وجود سے پیدا ہوگئی ہے۔اس میں دریغ نہ کرو۔ ایسا موقع تو قسمت ہی سے آیا کرتا ہے۔ دیر نہ کرو اور فوراً دعوت کو قبول کر لو۔

جب تم اس ارادہ سے اجمیر شریف آؤ تو اپنی والدہ صاحبہ سے دودھ بخشوا کر آنا اور ریلوے کمپنی سے ایک گاڑی کا بندوبست کرا لینا جس میں تمہاری لاش قادیان روانہ ہو سکے۔اور نیز اپنی اہلیہ صاحبہ سے مہر بھی معاف کرا لینا۔اور قادیان کو والد ماجد کی قبر سمیت ذرا غور سے دیکھ کر آنا کہ پھر تم کو زندگی میں وہ در و دیوار دیکھنے نصیب نہ ہوں گے۔

اور ضرورت ہے کہ وصیت نامہ مکمل کر دینا اور جانشین کے مسئلہ کو بھی طے کر کے آنا۔

یہ میں اس واسطے کہتا ہوں کہ مجھے اپنے برحق ہونے اور تمہارے مرنے کا پورا یقین ہے۔اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ خواجہ اجمیر کہ (تاثیر) باطنی نافرمان مدعیوں، کے واسطے بھی ایسی ہی شمشیر دودم ہے جیسے ان کے مزار میں طلب گاروں کی مراد بخشی کا اثر ہوتا ہے۔اوس کے علاوہ کچھ اور وجوہات بھی ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور میرا قبول کرنے والا....

اس پیام جنگ کا جلدی چاہنے والا: حسن نظامی)

میں نے قادیان میں کیا دیکھا

منشی عبدالکریم انارکلی لاہور سے لکھتے ہیں:

۲۴ ـ ۲۵ نومبر کو قادیان میں انجمن محمدیہ کا جلسہ تھا جسکی ساری کیفیت کا لکھنا میرا مقصود نہیں بلکہ خاص واقعات لکھتا ہوں جو میری آنکھوں کے سامنے ہوئے جن سے میں نے بہت بڑی مسرت حاصل کی ـ امید ہے ناظرین بھی اون سے مسرت پاویں گے

فاتح قادیان مولانا شیر پنجاب ۲۴ نومبر کو امرتسر سے سوار ہوئے ـ اتفاق سے اسی گاڑی پر میں لاہور سے آرہا تھا، اس لئے میرا بھی ساتھ ہوگیا۔ چونکہ قادیان میں بوجہ رشتہ داری میں آیا جایا کرتا ہوں اس لئے مرزائی جماعت سے مجھے بخوبی واقفی ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے مجھے امرتسر ہی میں فرمایا تھا کہ آپ جماعت مرزائیہ کے لئے میرا پیغام لے جائیو کہ میں سب ارکان مرزائیہ سے ایک جا ملنا چاہا ہوں، اگر وہ پسند کریں تو مجھے وقت بتلادیں ـ

چنانچہ میں نے پہلے شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر الحکم کو ملا۔ وہ مجھے لے کر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے پاس پہنچے اور بتایا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کا منشاء ملاقات کا ہے۔ میاں محمود صاحب نے منظور کیا۔ چنانچہ ۲۵ نومبر کو صبح قریب ۷ بجے کے مولانا ثناء اللہ صاحب اون کے مدرسہ میں پہنچے جہاں عموماً احمدی علماء اور ارکان جمع تھے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مع احباب کے کرسیوں پر بیٹھ گئے اور آپ کے دوست منشی قاسم علی صاحب نے تعارف کرانے کی خدمت سرانجام دی۔ بعد تعارف مولانا ثناء اللہ صاحب اٹھے۔ آپ نے فرمایا:

میں آپ صاحبان کا اس مہربانی پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مناظرانہ گفتگو کرتے کرتے تو آج تیس سال کا عرصہ ہونے کو ہے، اس لئے میں تجویز کرتا ہوں کہ ہم سب اپنے مالک کے سامنے نہایت اخلاص اور عاجزی سے دعا کریں۔ دعا بھی انہی الفاظ میں جو اس نے خود سکھائے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے نہایت ہی الحاح

سے دعا کی

اهد نا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیهم۔ غیر المغضوب علیهم و لا الضالین۔

اس کو بار بار بڑے موثر لہجے میں پڑھا۔اور سب حاضرین مرزائی غیرمرزائی آمین کہتے رہے۔

خاتمہ دعا کے بعد شیخ یعقوب علی اور منشی قاسم علی صاحبان نے بہت زور سے درخواست کی کہ ایک وقت کی دعوت ہماری قبول ہو۔مولانا ثناءاللہ صاحب نے فرمایا جن کے ہم مہمان اور مدعو ہیں اون کی اجازت کے بغیر ہم قبول نہیں کر سکتے۔

خیر یہ مجلس تو بڑے لطف سے برخواست ہوئی اور مولانا ثناءاللہ صاحب مع اپنے ساتھیوں کے تشریف لے گئے۔ اتفاقیہ میں اس مجلس میں ایک بڑے رکن قادیانی کے پاس کھڑا تھا جن کا نام نامی مولوی شیرعلی صاحب ہے۔آپ صدرانجمن احمدیہ کے سکرٹری ہیں۔ ان صاحب سے گو میرا مذہبی اختلاف ہے مگر بعد مولوی نورالدین صاحب کے ان کی نسبت مجھے بہت حسن ظن تھا۔میں آپ کو ایک بااخلاق شخص جانتا تھا۔مگر افسوس ہے کہ اس ملاقات کے نتیجہ سے میرے حسن ظن کو بہت صدمہ ہوا۔کیونکہ مولوی شیرعلی صاحب مذکور کے منہ سے میں نے ایک نہایت ہی مکروہ فقرہ سنا جس سے میرے دل کو بہت صدمہ ہوا۔مولانا ثناءاللہ صاحب جب دعا سے فارغ ہوکر سب سے مل کر چلے گئے ،تو خدا جانے مولوی شیرعلی کو کیا صدمہ ہوا۔آپ نے بے ساختہ کہدیا کہ یہ مولوی کیسا مکار ہے اس نے بڑا مکر کیا ہے۔

میں یہ فقرہ سنکر آپے سے باہر ہوگیا اور یہ کہا کہ مولوی شیرعلی کے منہ سے یہ فقرہ؟ کس قدر غضب کی بات ہے کہ ایک شخص باوجود شدید مخالف ہونے کے آپ کے مکان پر ملنے کو آتا ہے، اور نہایت الحاح سے سب کے لئے دعا کرتا ہے۔آپ اوس کو مکار کہتے ہیں۔ افسوس ہے جب آپ کو مایلفظ من قول الا لد یه رقیب عتید کے مطابق اس فقرہ کا جواب خدا کے پاس دینا پڑے گا،تو آپ کیا جواب دیں گے۔

میں نے کہا اگر کوئی لونڈا یہ کہتا تو افسوس نہ تھا،مگر مولوی شیرعلی صاحب بڑے ذمہ دار بزرگ کے منہ سے یہ فقرہ نکلنا بہت افسوس ناک ہے۔ اس پر منشی قاسم علی

صاحب نے کہا چونکہ ایسے بڑے بزرگ کے منہ سے نکلا ہے، اسلئے یہ فقرہ موزوں ہے۔ یہ سن کر میں نے مزید افسوس کیا۔

اس افسوسناک واقعہ کے علاوہ دوسرا واقعہ میں نے یہ دیکھا کہ مولانا صاحب تو ساری مخالفت اور مخاصمت کو الگ کر کے اون کے مکان پر باضابطہ ملنے کو گئے، مگر خلیفہ قادیان اپنے گھر سے بھی باہر نہ نکلے۔ اوران کے چھوٹے بھائی میاں بشیرالدین احمد مکان ملاقات کے باہر ٹہلتے رہے لیکن اندر نہ آئے۔ باوجودیکہ عندالاجازت خلیفہ صاحب کا ہونا بھی مراد تھا۔ انہوں نے انکار بھی نہ کیا تھا بلکہ کہا تھا کہ ملنے میں حرج نہیں۔ اس واقعہ کا ذکر میں نے قادیان کے بڑے بزرگ مولوی عبیداللہ صاحب بسمل سے اس طرح کیا کہ مولوی نورالدین صاحب کے بعد آپ کی جماعت سے اخلاق بالکل اٹھ گئے۔ مولانا صاحب تو آپ کے مکان پر آویں اور آپ کے خلیفہ صاحب اور اون کے برادران اون سے چھپ رہیں۔ افسوس

میں نے جب مولانا ثناءاللہ صاحب کے سامنے یہ افسوس ظاہر کیا تو اونہوں نے یہ کہہ کر میرے رنج کو دور کر دیا کہ آپ کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔ عرصہ پندرہ سال کا ہوا جب میں حسب دعوت مرزا صاحب آنجہانی قادیان میں آیا تھا تو مرزا صاحب بھی مکان میں چھپ رہے تھے اور باہر نہ آئے تھے۔ بیٹا اگر باپ کی روش پر چلے تو آپ کو کیوں ملال ہے۔ یہ سن کر میرا غصہ سرد ہو گیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۵ ص ۲۔۳)

مناظرہ کا اعلان

منشی عبدالکریم نارکلی لاہور سے لکھتے ہیں کہ دوران قیام قادیان:

میں مرزائیوں کی مجلس میں گیا تو مولوی غلام رسول صاحب راجیکی والے تقریر کر رہے تھے۔ آپ نے ایک حدیث پڑھی جس سے مرزا صاحب کا دعوی ثابت کرنا چاہا۔ مگر کمال یہ کیا کہ اس کا ایک ضروری فقرہ کھا گئے جو ان کے دعوی کی تردید کرتا تھا۔ اس کی شکایت میں نے ارکان مرزائیہ سے کی، تو انہوں نے مجھے اجازت

دی کہ مولوی غلام رسول موصوف کو مباحثہ کا اعلان دوں ۔ میں نے کہا مجھے منظور ہے جب وہ لاہور آویں تو مجھے اپنے آنے کی اطلاع دیں، میں ان کے ساتھ مرزا صاحب کے متعلق از روئے قرآن و حدیث بحث کرنے کو تیار ہونگا۔لیکن انہوں نے مجھے بھی مجبور کیا کہ میں بھی مولوی صاحب مذکور کو لکھوں اسلئے بذریعہ اخباران کو چیلنج دیتا ہوں کہ آپ بمقام لاہور مجھ سے جس طرح چاہیں اکیلے اکیلے یا مجلس میں مباحثہ کر لیں ضروری شرط یہ ہوگی کہ قرآن و حدیث سے ادھرادھر نہ جائیں گے ۔اڈیٹر الفضل ان کو مطلع کر دے۔

پہلے بھی اہل حدیث مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۱۷ء میں خاکسار نے مسئلہ حیات و وفات مسیح کے متعلق مباحثہ کا چیلنج دیا تھا جس کی منظوری کا آج تک انتظار ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۵ ص ۳۔۴)

میں نے قادیان میں کیا دیکھا

مولوی عزیز الرحمان ولد مولوی محمد علی صاحب میر واعظ پنجاب کا مضمون، جو جلسہ قادیان میں اس نے خود پڑھا، ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

حضرات عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوا کہ یہ خاکسار لاہور سے قادیان میں ایک طالب علم کی حیثیت سے وارد ہوا تھا۔ خدائی انعامات کو کون روک سکتا ہے۔ یہاں آتے ہی مہاجر کے بے بہا لقب سے ملقب ہوا اور بیعت کی بیش قیمت خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ مگر یہ سرفرازی کچھ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی مجھے پھر یہاں سے منتقل ہونا پڑا اور میں صراط مستقیم کی بلندی کو پا کر خداوند کریم کی رحمت سے اس قعر ضلالت سے ابھرا اور فاتح باب لا یعنی علامہ ابوالوفا امرتسری کی شان توجہ سے معراج عزت پر پہنچ گیا۔

حضرات! داناؤں نے کہا ہے کہ گھر کے بھیدی سے پناہ مانگنی چاہیے۔ چونکہ میں اس گھر کا بھیدی ہوں اور بقولے کہ (پھرتے ہیں گھر کے بھیدی گردن میں ڈھول ڈالے) اس لئے میرا آج کا مضمون ہے کہ: میں نے قادیان میں کیا دیکھا

اس کے جواب بہت سے تھے۔ مثلاً یہاں کے مہا جروں انصاروں اور حواریوں کو دیکھا۔ان کے اخلاق وغیرہ دیکھے۔ علی ھذا القیاس ۔ ان کی مساجد مبارک واقصی دونوں دیکھیں۔سکول اور بورڈنگ دیکھا جو ظاہر داری کے لحاظ سے بہت خوبصورت ہیں علاوہ اسکے مقبرہ بہشتی دیکھا۔وغیرہ

حضرات جواب تو کافی تھے،مگر خدا جانے کیوں مجھے ان کے اخلاق نے اپنی طرف کھینچا۔اور سچ ہے مجھے ان کے طرز عمل کی طرف متوجہ بھی کیوں نہ ہونا پڑتا جب کہ سرور دو جہان کی بدتر از قرین وقیاس مجلسوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا کہ ان کے اخلاق حمیدہ کو دیکھ کر بہت سی مخلوق ہدایت پا گئی تھی۔ اس پر جب میری نگاہ نے قادیانی اصحاب کا طرز عمل دیکھا تو میں حیرت میں آ گیا۔کیونکہ ان کی بزم عقیدت جب گرم ہوتی ہے تو سوائے مخالفوں کو کوسنے اور برا بھلا کہنے کے اور کوئی کام نہیں ہوتا ۔ یہ لوگ مخالفین کو ایسے ایسے برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں ان کے لئے بد دعائیں کرتے ہیں کہ جسے سن کر دشمن بھی چیخ اٹھیں۔ ایوان خلافت میں جب ارکان دولت عالیہ جمع ہوتے ہیں تو پھر بڑی دل جمعی اور غیظ وغضب سے ان کی تباہی کے لئے ہاتھ سوئے آسمان اٹھائے جاتے ہیں۔انہیں برے سے برے طریق سے کوسا جاتا ہے۔ بے نقط سنائی جاتی ہیں اور جب گھروں کو واپس لوٹتے ہیں تو بڑے خوش خوش جاتے ہیں۔گویا کسی بڑے سورما کو مار کر آئے ہیں۔حضرات جس طریق سے یہ مخالفین سے اندر بیٹھ کر بدلہ لے لیتے ہیں ہم اسے سمجھانے کے لئے ذرا اور کھلے الفاظ میں پیش کرتے ہیں، سنئے:

ایک مالکہ اپنی ملازمہ سے ترش روئی پیش آتی تھی اتفاقیہ ملازمہ سے کچھ نقصان ہو گیا مالکہ نے نصیحت کے طور پر اسے ڈانٹا اور برا بھلا کہا ملازمہ جب دوسرے دن اپنی سہیلی سے ملی تو بڑے افسوس سے اس بات کا اظہار کیا کہ میری مالکہ بڑی سخت ہے جان کھا جاتی ہے۔ابھی کل کی بات ہے کہ ذرا سے نقصان پر مجھے اس قدر گالیاں دیں کہ میرا ہی دل جانتا ہے۔مگر خیر وہ بھی کیا یاد کرے گی میں نے بھی اپنا بدلہ لے ہی کیا۔

سہیلی: وہ کس طرح

ملازمہ: شب کو چراغ گل کر کے اندھیرے میں اسے خوب کوستی رہی اور دانت چڑاتی رہی

چشم بد دور۔ کیا کہنے ہیں اس انتقام کے۔ حضرات! بس یہی نقشہ ان قادیانی اصحاب کا ہے میں اسے اور بھی واضح طور پر سمجھائے دیتا ہوں

حضرات وہ قوم ہے جسے مسیح کے حواری ہونے کا دعوی ہے جو قوم کہتی ہے کہ ہم میں اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں کچھ فرق نہیں۔ جس کا دعوی ہے کہ جس منعم علیہ قوم کا ذکر خود خدا نے فرقان حمید میں کیا ہے وہ ہم ہی ہیں۔

مگر آہ! جب ہم ان کے طرز عمل اور اخلاق حمیدہ پر نظر کرتے ہیں تو یہ دیکھ کر افسوس اور استعجاب کی صحیح تصویر بن جاتے ہیں کہ یہ بزرگ حد سے زیادہ غیبت و بدگوئی کے مشاق ہیں۔ صاحبان میں نے تو بتا دیا کہ قادیانی اصحاب اپنی اخلاقی حالت کے کہاں تک نگران ہیں۔ آگے خود غور فرمالیجئے کہ ایک نبی کی پیرو امت کس حالت میں ہوتی ہے

رونق ہے ہر ایک بزم کی اب غیبت میں
بد گوئی خلق ہے ہر اک صحبت میں
اوروں کی برائی ہی پہ ہے فخر وہاں
خوبی کوئی باقی نہیں جس امت میں

پس جب میں نے ان کی حالت عام لوگوں سے کچھ اچھی نہ دیکھی، تو آہ کس حیرت سے یہ کہتے ہوئے یہاں سے سوار ہو لیا کہ:

برخاستہ دلوں کی کہیں دل لگی نہیں
بیگانہ وار بزم میں آئے چلے گئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۵ ص ۴)

(جلسہ اسلامیہ قادیان پر قادیانی اخبار میں تبصرے ہوئے اور بعض مقررین کی تقریروں سے اقتباسات درج کئے گئے۔ مثلاً لکھا ہے:

میاں غلام احمد صاحب اخگر اڈیٹر اہل فقہ کھڑے ہوئے اور باتباع مولوی ثناء اللہ حضرت

مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی پیش گوئیوں کو غلط پیرایہ میں پیش کر کے اشتعال انگیز حملے کرنے لگے۔ یہ کوئی نئے حملے نہ تھے، وہی پرانے اور بوسیدہ تھے جن کا آج سے بہت عرصہ پہلے جواب دیا جا چکا ہے۔آپ نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر سامعین کو ایک نصیحت کی .... کہ دیکھو احمدیوں کو ہماری کتابیں اور رسالے پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی ہے، چنانچہ وہ ہماری کوئی کتاب نہیں پڑھتے۔لیکن اگر تم ان کی کتابیں پڑھو اوران کی باتیں سنو، تو کس قدر افسوس اور رنج کا مقام ہے۔تم خوب یاد رکھو کہ اگر تم نے ایسا کیا تو ضرور ان کا شکار ہو جاؤ گے..

مولوی نور احمد صاحب.. نے ایک نہایت بے ہودہ بات پیش کر کے کہا کہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے سامنے ایک ایسی بات پیش کرتا ہوں کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو ایک دن میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔اور وہ یہ کہ انبیاء کے متعلق آیا ہے کہ ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔اب مرزا صاحب (قادیانی) کی قبر کو اکھیڑ کر دیکھا جائے کہ اگر ان کا جسم صحیح وسلامت ہوا، تو ہم ان کو مان لیں گے اور اگر نہ ہوا تو ان کے ماننے والوں کو چاہیے کہ توبہ کر لیں۔

ہمیں اس بیان سے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی قبر اکھیڑنے کے متعلق تھا جس قدر تکلیف ہوئی وہ ہمارے دل ہی جانتے ہیں، یا خدا تعالی کو علم ہے جو دلوں کے حالات جاننے والا ہے... ہمارے تعجب اور حیرانی کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ کیوں انہوں نے ایسی بے ہودہ بات اپنے منہ سے نکالی ہے۔اور کس طرح اس کو انبیاء کی صداقت کی علامت قرار دے دیا ہے جب کہ خود انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ احد کے شہیدوں کی لاشیں جب اکھیڑی گئیں تو صحیح وسلامت نکلی تھیں۔کیا ان کے نزدیک احد کے شہید بھی نبی تھے کہ ان کی لاشوں کو مٹی نے نہیں کھایا تھا۔ اگر نہیں تو پھر وہ خود سوچتے کہ یہ علامت ایک نبی کی صداقت کی دلیل کس طرح ہو سکتی ہے۔ پھر کیا وہ اس کی کوئی نظیر بتا سکتے ہیں کہ کسی نبی کی قبر کو اکھیڑنے کے ذریعہ اس کی لاش کو دیکھ کر فیصلہ کیا گیا ہو۔اگر نہیں تو انہیں یہ بات پیش کرتے ہوئے شرم کرنی چاہیے تھی....

پھر کیا اگر کوئی غیر مذہب کا شخص اس حدیث کی صداقت پرکھنے کے لئے جو مولوی صاحب نے انبیاء کے جسموں کے صحیح وسلامت ہونے کے متعلق پیش کی تھی، مولوی صاحب سے رسول کریم ﷺ یا کسی اور نبی کی قبر اکھیڑنے کا مطالبہ کرے تو وہ نبیوں کی قبروں کو اکھیڑنے پر تیار ہو جائیں گے۔اگر نہیں تو ہمارے سامنے انہوں نے کیوں یہ بات پیش کی...

اشتعال انگیز تقریر: ان کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب (امرتسری) کھڑے ہوئے۔ اور اپنا رٹا رٹایا لیکچر پیش گوئیوں کے متعلق شروع کر کے ذمہ دار افسروں کی موجودگی میں ہماری اس قدر دل آزاری کی کہ جس کی کوئی حد نہ رہی۔ حضرت مسیح موعود کی شان میں جو ہمیں اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز ہے، نہایت گندے اور بازاری الفاظ استعمال کئے۔ تمسخر و استہزاء کو روا رکھا۔ ہنسی اور مخول کیا۔ لیکن اس پر بھی ہم نے صبر کیا...

اس دن بھی ہماری طرف سے رات کو مسجد اقصیٰ میں جلسہ کیا گیا جس میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور جناب میر محمد اسحاق صاحب مولوی فاضل نے نہایت پر زور تقریریں کیں اور خاتمہ پر سوال کرنے کا اعلان کیا مگر کوئی مولوی سامنے نہ آیا حالانکہ سوال کرنے کا اعلان پہلے ہی سے کر دیا گیا تھا....

ہماری طرف سے تمام مولویوں کو دعوت دی گئی تھی اور جس وقت مولوی ثناء اللہ ہمارے بعض علماء سے ملنے آئے تو کہا گیا کہ ہم آپ کے ذریعہ تمام ان مولوی صاحبان کو جو یہاں آئے ہیں تحقیق حق کے لئے ٹھہرنے کی دعوت دیتے ہیں اور آپ لوگوں کے قیام و طعام کا انتظام ہم کریں گے۔ مولوی صاحب نے کہا میں مشورہ کر کے جواب دوں گا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ کاش ان لوگوں کو احقاق حق منظور ہوتا تو ہماری دعوت کو منظور کرتے اور ٹھہر جاتے۔ لیکن یہ تو کھیل تماشہ کے لئے آئے تھے جو کر کے چلے گئے۔

(الفضل قادیان ۲۷ نومبر یکم دسمبر ۱۹۱۷ء)

وحدة الوجود اور اسلام

ستارہ صبح اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بعض حقائق اپنی ذات میں کچھ ہی ہوں، مگر مخالفوں کی تعبیرات اور بعض دفعہ موافقوں کی تعبیرات سے بھی بدنامی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ مثال کے طور اسلام ہی کو لیجئے کہ کیسی پاکیزہ تعلیمات کا مجموعہ ہے مگر یورپ کے متعصب پادریوں کی اس کی صورت کیسی ڈراؤنی بنا رکھی ہے اور اب وہی صورت تمام یورپ کو دکھا کر یقین کرا

دیا ہے کہ اسلام ایک بہت خونخوار اور ظالمانہ مذہب ہے قرآن وحدیث کے سارے مجموعہ تعلیمات کس کس جرأت اور دلیری سے خلاصہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کا لب لباب اور نچوڑ یہی ہے کہ کسی کافر کو مارو اور جنت میں چلے جاؤ۔

اس کی دوسری مثال مذہب اہل حدیث ہے جو بالکل ٹھیٹھ اسلام کا مرادف ہے جس کا صحیح خلاصہ یہ ہے

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلّم داشتن

جس کا دوسرے لفظوں میں یوں اختصار کیا گیا ہے

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

جس کی مختصر تفسیر یہ ہے کہ جو کچھ اس ذات ستودہ صفات سید الکائنات فخر موجودات ﷺ نے فرمایا، یا کیا، وہ کرنا اور اس کے سوا ادھر ادھر کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھنا جس کی وجدانی کیفیت کا اظہار ان لفظوں میں کیا جاسکتا ہے

گر مدینے سے پھروں میں تو نوشتہ لے لو
دل بیتاب سے چاہو تو قبالہ لے لو

ایسے ایک صاف اور بے لاگ مذہب کو کیا کچھ نہیں بنا دیا اور بتایا جاتا۔ آہ! کس بے دردی سے مذہب اہل حدیث کا خلاصہ بتایا جاتا ہے کہ انبیاء کرام کی توہین کرنا ایمان ہے، آئمہ کرام کو برا کہنا عمل ہے۔ انا للہ۔ سچ ہے

و اذا اتتك مذمتي من ناقص
فهي الشهادة لي بانّي كامل

یہی کیفیت مسئلہ وحدۃ الوجود کی ہے جو اپنی ذات میں اسلامی تعلیم کی سچی اور صحیح تفسیر ہے مگر سب سے پہلے اس کے موافقوں نے اور موافقوں کو دیکھ کر مخالفوں نے اس کی پاکیزہ صورت کو نہایت ہی ڈراونی اور مکروہ شکل میں نمودار کر کے اس کے متلاشیوں کو اس سے متنفر کیا لیکن اس کے چاہنے والے بھی کہیں نہ کہیں اس کی کھوج لگا ہی لیتے ہیں۔

مسئلہ وحدۃ الوجود کی تفسیر ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ علماء اسلام کے الفاظ میں سناتے ہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ مرحوم پانی پتی نے ایک مکتوب مسئلہ وحدۃ الوجود کی تشریح میں لکھا ہے جو بالاختصار درج ذیل ہے:

مخدوما مقرر عقلاست ممکن فی نفسه لیس و له من علة ایس پس ممکن را تا نسبتے باعلت او کہ فی نفسہ اورا ایس وو جود ثابت باشد و صاحب الوجود بود متحقق نباشد موجود نبود تا موجود نباشد ہیچ چیز را بروی حمل نتواں کرد۔ کہ برائے عمل ایجابی وجود موضوع شرطست ودر حالت عدم سلب شیء از نفس او صحیح است و زید از زید نتواں گفت پس ممکن را علت او از ذات او اقرب ست قال اللہ تعالی: نحن اقرب الیه من حبل الورید

میان ممکن و واجب نسبتے ست معلوم الانیۃ مجہول الکیفیۃ کہ مثل ندارد پس تشبیہ و تمثیل او چہ گفتہ شود

لیس کمثله شیء لا فی الذات و لا فی الصفات و لا فی النسب و لا فی الاعتبارات و لا فی شیء من الاشیاء

چگویم با تو از مرغے نشانہ
کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامی پیش مردم
تو مرغ من بود آن نام ہم گم

وحق آنست کہ ممکن در بقا ہم محتاج ست بہ علے موجدہ خود کہ بقا عبارت ست از وجود سر زمان ثانی و چون ممکن وجود را در زمان اول مقتضی نیست و در زمان ثانی چگونہ مقتضی باشد کہ اقتضائے حقیقت باختلاف از منہ مختلف نشود غرض کہ ممکن در زمان ثانی ہم وجود را تقاضا نمی کند چہ اگر تقاضائے وجود کند ممکن ممکن نباشد واجب شود و قلب ماہیت لازم آید

پس حال ممکن مثل حال امینی ست کہ بمقابلہ آفتاب روشن شدہ تا وقتیکہ مقابلہ باقی است و چوں غباری یا ابری بمیان آید و مقابلہ نماند از نور و روشنی ہیچ اثر نماند

او چو جان ست و جہاں چوں کالبد
کالبد از وے پذیرد آلبد

پس بایں معنی ممکن را ظل واجب میگویند چنانچہ آفتاب را کہ برروئے زمین ست ظل آفتاب میگویند نہ بایں معنی کہ ممکن را با واجب مماثلت ومشابہت ست۔ چنانچہ ظل را با صل کہ ہیچ مماثلتی ومشابہتی نیست بلکہ بایں معنی کہ چنانچہ ظل را ہیچ تحققی وتاصلی نیست وجود او ہماں وجود اصل است ہم چناں ممکن را وجودے متاصل نیست وجود او ہماں اصلاست۔ پس وجود ممکن بمعنی ما بہ الوجودیہ نیست مگر ذات واجب تعالی وتقدس یا صفتے از صفات او۔

پس ممکن را جز درخزینہ وہم تحققی وثبوتی نیست ووجود ایں کثرت وہمی ما بہ الموجودیۃ واحد حقیقی ست کہ ازیں کثرت درآں وحدت حقیقی ظلی نیامدہ و گردے بدامان تنزہ اونرسیدہ چنانچہ زید کہ درآئینہ خانہ رود صورتہائے متعدد پدیدار شود ہماں زید یک زید است چنانچہ بود

و هم الآن كما كان و اعيان العالم ما شمته من رائحة الوجود

لا آدم فی الكون و لا ابليس
لا ملك سليمان و لا بلقيس
فالكل عبارة و انت المعنى
يا من هو للقلوب مقناطيس

(شیخ ابن العربی)

وچوں منشاء این وہم ووجود ایں کثرت ذات واجب تعالی شانہ یا صفتے از صفات اوست نہ فرض فارضان ونہ اعتبار معتبران ایں وہم وہم متیقن است کہ بنفی معتبران منتفی نشود

ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانك فقنا عذاب النار

مخدوما! چوں نسبت بین الممکن والواجب چنیں متحقق شدہ کہ وجود از ہماں ذاتست تعالت وتقدس است پس صوفیا وجودیہ درغلبات سکر ایں کثرت و

ہمی را عین واجب گفتند وعدم ذاتی اورا درنظر نیاوردند وقائل بہمہ اوست شد ندوگفتند

همسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست
در دلق گدا و در اطلس شہ ہمہ اوست

لیکن مرتبہ تنزیہہ را علیحدہ ثابت میکنند ومیگویند

در انجمنِ فرق و نہانخانہ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

نہانخانہ جمع عبارت از مرتبہ تنزیہہ است واگرکسی مرتبہ تنزیہ رانفی کردہ وجود را مانند کلی طبعی منحصر دریں کثرت داردملحد باشد وصوفیہ شہودیہ کہ صحود افاقت بہم رسانیدہ داند بشہود وحدت حقیقی درکثرت وہمی حکم کردہ ہمہ از وست میگویند۔ وچوں تعمق نظر کردہ شود ہمہ نیستند موجود اوست ظاہر میشود۔

و قوله تعالى كل شيء هالك الا وجهه

قوله عليه السلام ان اصدق القول قول اللبيد الا كل شيء ما خلا الله باطل

دلیل است بریں مدعا چرا کہ ہالک وباطل بمعنی آنکہ

كان هالكا او سيكون باطلاً

گفتن مجاز است وتکلف ومعنی حقیقی متبادر آنست کہ ہالک وباطل فی الحال بل علی الدوام (منقولہ کتاب کلمات طیبات)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حال میں ایک کتاب مسئلہ وحدۃ الوجود کی تائید میں حیدرآباد سے نکلی ہے جس کا نام ہے حجة الله الودود على منكر وحدة الوجود ۔مکتوب مذکور کا خلاصہ مطلب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ کتاب مذکور کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ مصنف کتاب مذکور لکھتے ہیں:

یہی سروحدۃ الوجود ہے یعنی جیسا کہ قبل ازظہور کے ایک ہی وجود سے تمام اشیاء کے حقائق ثابت فی العلم تھے خارجاً بھی تمام اشیاء اسی ایک وجود سے

موجود ظاہر ہوگئیں بان اللہ ھو الحق و انما ید عو ن من دو نہ ھو الباطل (ص ۱۷۲)

حضرت مجدد الف ثانی ہی کے مکتوبات جلد ۲ میں پہلا مکتوب وحدۃ الوجود کی تصویر کا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ کا ایک مفصل مکتوب موسومہ مکتوب مدنی عربی میں ہے جو صاحب اس مسئلہ کو بخوبی دیکھنا چاہیں وہ ان مکتوبات کو بھی ملاحظہ کریں۔

یہ ہے اصل تصویر مسئلہ وحدۃ الوجود کی مگر اس کے موافقوں نے اس کی اصلی تصویر کی بجائے اس کی نقل لوگوں کو دکھائی تو ان کی وہی حالت ہوئی جو ہونی چاہیے کہ چوں ندانند حقیقتِ افسانہ زدند۔ اس کے بعض موافقین نے اس کی صورت جو بگاڑی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بجائے وحدۃ الوجود کے انہوں نے وحدۃ الموجود کہہ دیا۔ ان کی تفسیر کا خلاصہ ایک پنجابی شعر میں یوں ہے

سنڑ جتّی سنڑ کپڑا ٹوپی سنڑیں خدا
جس نوں ایہ نشہ نہیں اوہنوں بہی سدا

یعنی آدمی اپنی جوتی کپڑے ٹوپی وغیرہ کے ساتھ مل کر خدا ہے۔ جو اس بات پر یقین نہ کرے وہ سودائی ہے۔

اس تفسیر کا اثر جو ہونا تھا زیادہ ہوا کہ غیر جانبداروں کو بھی اس مسئلہ وحدۃ الوجود سے مفت نفرت ہوئی جس میں وہ حق بجانب ہیں انہی نفرت کنندگان میں ہمارا معزز معاصر ستارہ صبح لاہور بھی ہے جس نے متعدد مضامین مسئلہ صوفیا وجودیہ کے برخلاف لکھے جس کے لکھنے سے ملک میں ایک عجیب ہلچل مچ گئی۔

یہاں تک کہ صوفیانہ حلقہ میں مخالفانہ گفت وشنید ہونے لگی چنانچہ اس کا ظاہری اثر یہ ہوا کہ بعض صوفیوں (حافظ جماعت علی علی پوری مع اتباع) نے غصہ اور جذبہ انتقام میں اپنے مشرب کے برخلاف، ستارہ صبح، کی بابت مقاطعہ (بائی کاٹ) کا حکم دے دیا۔

کسی مضر چیز کو نہ لینا ہر ایک انسان کا حق ہے۔ اگر ہم نے جو اس صوفیوں کے اس فتوی کو ان کے مشرب کے خلاف کیا، سو اسکا ثبوت ہمارے پاس ایک اعلی درجہ کا متصوفانہ شعر ہے جو یہ حضرات ہمیشہ بطور اپنے طغرا (ماٹو) کے پیش کیا کرتے ہیں

جو یہ ہے:

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ
عارف کہ بر نجد تنک آب است ہنوز

پھر لطف یہ ہے کہ جن صوفیوں نے ستارہ صبح کو مقاطعہ کیا، وحدۃ الوجود کے وہ خود قائل نہیں

ان کے دوسرے پہلو پر قادیان کی بستی ہے جس کے پیرؤوں نے ایڈیٹر ستارہ صبح سے بدلہ لینے کا اچھا موقع پایا انہوں نے وہ شور اٹھایا کہ حلقہ صوفیا سے بھی نہ اٹھا تھا۔

صرف یہ کہہ کر لوگوں کو بدظن کرنا چاہا کہ اڈیٹر ستارہ صبح صوفیا وجودیہ کو برا کہتا ہے مسلمان کا فرض ہے کہ ہمیشہ حق کی ضمانت اور مظلوم کی مدد کرے۔ اس اصول سے ہم نے لکھا کہ مرزائی اخبارات کی آواز محض نمائشی ہے ورنہ دراصل ان کے پیر ومرشد، مرزا صاحب قادیانی نے صوفیاء وجودیہ کے حق میں اس سے بھی زیادہ برے الفاظ استعمال کئے ہیں چنانچہ وہ الفاظ ہم نے اہل حدیث مورخہ ۹۔ نومبر ۱۹۱۷ء میں پورے نقل کر دیئے۔ جن کے جواب میں مرزائی اخباروں نے وہی کیا جو ان کے شایان شان تھا۔ یعنی سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ دونوں پارٹیوں کے اخبار خاکسار کو بطور الزام کہتے ہیں کہ تم خود بھی وحدۃ الوجود کے منکر ہو۔ پھر تم ان کی طرف سے چڑ کر مرزا صاحب پر کیوں حملہ کرتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک شخص کی غلطی کا اظہار کریں چونکہ تم لوگ صوفیا کی دل میں برائی رکھ کر مولوی ظفر علی خان کو ناحق کوستے ہو اس لئے امر حق اظہار کرنے کی ضرورت ہو۔

مختصر یہ کہ وحدۃ الوجود کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ تمام کائنات کا وجود یعنی مابہ الموجود جس کے سبب سے کائنات ہے وہ ایک ہی ہستی ہے جل شانہ و عز مجدہ۔ دوسرے معنی میں وحدت الموجودات عنی تمام کائنات معہ ذات باری ایک ہیں۔ یہ معنی نہ ہمارے پسندیدہ ہیں نہ صحیح ہیں

لطیفہ: حضرت سید الطائفہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ کا تو قول ہے

الممکنات ما شئمت رائحۃ الوجود۔

یعنی مخلوقات نے وجود حقیقی کی بو بھی نہیں سونگھی، جس کا مطلب یہ ہے:

او چو جان است و جہان چوں کالبد

یعنی تمام کائنات بے جان ہے اور خدا مثل جان کے ہے۔ یہی معنی ہیں آیت کریمہ کے هو الحی لا اله الّا هو۔ مگر ہمارے آج کل کے صوفی اخبار بجائے بسم الله ، هو الکل لکھا کرتے ہیں جو ہم جیسے ظاہر بینوں کی سمجھ ناقص سے بعید الفہم ہے۔ ہم تو یہی جانتے ہیں کہ مخلوق اور خالق کو ملا کر کل بنانا ایک شاعرانہ تخیل سے زیادہ نہیں پس ہمارا ایمان وہی ہے جو قرآن مجید کی آیت الکرسی میں سکھایا گیا ہے

الله لا اله الّا هو الحی القیوم لا تأ خذه سنة و لانو م له ما فی السّماوا ت و الا ر ض ۔

جس کا مطلب مولانا روم نے اس شعر میں ادا کیا ہے

اے برون از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرقِ من و تمثیل من

ممکن ہے ہمارے اہل حدیث برادر ہم پر خفا ہوں کہ ہم نے وحدۃ الوجود کی حمایت کی ہے کیونکہ ان کے خیال میں غلط تصوف اور وحدۃ الوجود ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں، پھر اس کی تفسیر اور تشریح کر کے ان کو صحیح کیوں بنایا جاتا ہے

ایسے احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ میری اور آپ کی مثال بالکل اس واقعہ سے ملتی ہے جس کا بیان ایک شعر میں ہے جو یہ ہے:

شخصے بمسجد آمد گفتا خدا دویست
لعنت بر آن کس ست کہ گفتا خدا یکست

یہ شعر سن کر ایک فریق نے تو اس شاعر پر لعنت کی، دوسرے نے کہا ذرا غور تو کرو، تو ان دونوں نے جو اس شعر کی تشریحات کیں دو باتیں ایک دوسرے سے الگ تھیں، ایک اسلام دوسرے کفر

ایک فریق نے کہا کہ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر کہا خدا دو ہیں جو خدا کو ایک کہے اس پر لعنت۔

اس تفسیر کے مطابق اس کا قائل کافر ہوتا ہے دوسرے فریق نے کہا کسی کو کفر

میں داخل کرنے کی بجائے اسلام میں داخل کرنے میں کوشش کرنی چاہیے اس نے کہا میرے خیال میں اس شعر کی ترکیب یوں ہے کہ گفتا پر پہلا فقرہ ختم ہے دوسرا فقرہ الگ ،معنی شعر کے یہ ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اس نے کہا خدا دو ہیں ۔خدا کی لعنت ہو اس پر جس نے یہ کہا کہ خدا دو ہیں ،خدا تو ایک ہے۔اس تفسیر سے شعر کا قائل مسلمان ہے ۔ یہ مثال ہے وحدۃ الوجود کی ، ہمارے دوست اس مسئلہ پر جو خفا ہیں وہ اوس تفسیر کے مطابق خفا ہیں جو ہمارے پسندیدہ نہیں اور جو ہم نے صوفیا سے اس کی تفسیر نقل کی ہے اسکے مطابق خفگی کی کوئی وجہ نہیں سچ ہے

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

وحدۃ الوجود کا فائدہ اہل حدیث کے حق میں :

ہم کہتے ہیں کہ مذہب اہل حدیث کوئی جدید مذہب نہیں بلکہ ٹھیٹھ اسلام ہے جو رسول خدا ﷺ نے دنیا کو سکھایا تھا اسی لئے اس مذہب میں کسی دوسرے امام یا ولی کی طرف اپنی نسبت کرنا بھی پسند نہیں کیا جاتا بلکہ بقول :

جس کے بندے ہیں اوسی سے ہے سروکار اپنا

صرف ایک طرف لگاؤ ہے کیونکہ

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (الاحزاب :٤)

اس لئے مذہب اہل حدیث کا اصلی مقصد اشاعت توحید ہے توحید کے نشہ میں مولانا اسماعیل شہید دہلوی نے کیا نہیں کہا۔مولانا کا مشہور فقرہ

سب مخلوق چھوٹی یا بڑی خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے

کیا کچھ رنگ نہیں لایا۔مگر وحدۃ الوجود کا مضمون اتنا کہنے کی بھی حاجت نہیں چھوڑتا کیونکہ وہ تو اس سے بڑھ کر کہتا ہے لا موجود الّا اللہ ۔خدا کے سوا کوئی چیز موجود نہیں دنیا میں شرک کی غرض قضا حاجات ہے یعنی مشرک سمجھتے ہیں کہ ہمارے معبود ہماری حاجات پوری کر دیتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک قضا حاجت میں ایجاد ضرور ہوتی ہے مثلاً کسی بیمار کو شفا کی ضرورت ہے تو شفا بھی ایجاد میں موقوف ہے ۔شفا کیا چیز ہے ؟ بیمار میں صحت کا پیدا کر دینا ۔اسی طرح دیگر حاجات کا حال ہے کہ سب میں

ایجاد داخل ہے۔ اور یہ تو بالکل بدیہی اور کھلی صداقت ہے کہ ایجاد فرع وجود کی ہے جس میں وجود نہیں وہ ایجاد کیا کرے گا۔ مسئلہ وحدۃ الوجود چونکہ بتلاتا ہے کہ دنیا میں کسی چیز کا حقیقی وجود نہیں وجود صرف اس ذات کا ہے جس کی شان ہے

لا الہ الّا اللہ

اس لئے اصل صوفی خصوصاً وجودی کبھی کسی مخلوق سے حاجت طلبی نہیں کرسکتا اسی لئے مشہور صوفی شیخ عطار مرحوم فرما گئے ہیں:

غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر
کیست در دنیا از و گمراہ تر

مولانا محمد اسماعیل شہید نے تو مخلوق کو خدا کی شان کے مقابلے میں چمار کی مثال دی مگر وجودی کہتے ہیں کہ یہ مثال بہت گھٹیا ہے کیونکہ چمار بھی ایک انسان ہے جو بادشاہ کی نوع سے ہے اسی طرح اس کی ہستی ہے اسی طرح چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے، حالانکہ مخلوقات خدا کے سامنے یہ نسبت نہیں رکھتی بلکہ وہاں تو صفت یہ ہے جو نظامی گنجوی مرحوم کہہ گئے ہیں:

پناہِ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

پس وحدۃ الوجود کا قائل مولانا شہید کی مثال کو بہت کم درجہ سمجھے گا اور اپنا اعتقاد مولانا روم مرحوم کے الفاظ میں ہوں ظاہر کرے گا

تیغ لا بر فرقِ غیر خود براند
در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الّا اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق وحدت سوز رفت

(مکتوب امام ربانی)

یعنی کلمہ شریف لا الہ الّا اللہ میں لا کی تلوار نے سب غیر حق کو فنا کر دیا اس سے بعد تو خود دیکھ لے کہ کیا رہا۔ صرف اللہ رہ گیا۔

یہ ہے وہ توحید جو وحدۃ الوجود سکھاتا ہے جس کے نشہ میں ...مخلوق کو بڑی

بڑی عزت دے سکتا ہے تو یہ کہ اس کے ذریعے سے خدا کو پہچانے اس لئے وہ اپنے نشہ میں سرشار یہ کہتا ہوا اپنے محبوب حقیقی کو مخاطب کرتا ہے

تو یقینی و جہاں جملہ گمان من بر یقین
مدتے شد کہ یقین را بگماں می بینم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۸ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۶ ص ۱۔۴)

مہدی اور مسیح دو ہیں

اخبار الفضل قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی یہ ہے کہ: مہدی اور مسیح دو وجود نہیں، ۔اس دعوی کا ثبوت دینے میں راقم مضمون نے بہت ہی کمال کیا ہے۔

دراصل وہ کمال اس کا اپنا نہیں بلکہ مرزا صاحب آنجہانی کا ہے۔مرزا صاحب میں یہ کمال تھا کہ مخالف کی دلیل پر خود قبضہ کر لیتے تھے۔یعنی کوشش کیا کرتے تھے کہ مخالف کی دلیل ہماری بن جائے ۔یہی حال مضمون نگار کا ہے۔اس دعوی پر اور دلائل تو جو لایا ہے وہ الگ ہیں کمال یہ کیا ہے کہ جو حدیث مخالف کی دلیل ہوسکتی ہے اس پر بھی خود ہی قبضہ کرلیا، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

مشکوۃ شریف میں ایک حدیث ہے جس کا یہ ترجمہ ہے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ وہ امت کس طرح ہلاک ہوگی جس کے ابتداء میں، میں ہوں، درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح ۔

اب مسیح کے اترنے کے زمانہ میں کسی الگ مہدی نے آنا ہوتا، تو حضرت نبی کریم ﷺ اس کا ذکر بھی فرماتے ۔اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوا کہ مسیح اور مہدی دو نہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

کیف تھلك امة انا اولھا و المھدی وسطھا و المسیح آ خر ھا (

مشکوۃ) (یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا وہ امت کس طرح تباہ ہوگی جس کے اول میں میں ہوں اور امام مہدی درمیان میں اور مسیح موعود آخر میں ہوگا)

ہم نہیں سمجھ سکتے کن لفظوں میں ہم اس حدیث کی تشریح کریں کیونکہ یہ حدیث خود مشرح ہے۔ ہاں مثال کے طور پر ہم بتلاتے ہیں کہ قادیانی پارٹی کے پیغمبر مرزا صاحب اول ہیں، مولوی نور الدین اوسط ہیں، میاں محمود احمد موجودہ خلیفہ (یعنی ۱۹۱۷ء میں) آخر میں ہیں۔ تو کیا وسط اور آخر والے مولوی نور الدین اور میاں محمود احمد ایک ہیں یا دو۔ صرف اسی کے جواب پر فیصلہ ہے

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

لطیفہ: جن دنوں ہم جلسہ قادیان میں تھے، مولوی عبد الکریم صاحب لاہوری بھی شریک جلسہ تھے۔ وہ ایک دن بڑے جوش میں آئے کہ دیکھئے آج مولوی غلام رسول (راجے کے) والے نے ایک حدیث میں صریح خیانت کی کہ حدیث کے دو فقرے پڑھے تیسرا کھا گئے

ان اولھا و المسیح آخرھا مگر المھدی وسطھا نہ پڑھا۔

بہت غصے میں لال پیلے ہو رہے ہے اور ہاتھ میں جو عصا موسی رکھتے ہیں اس کو حرکت دے رہے تھے۔ اب تو ان کا غصہ بھی سرد ہو گیا ہوگا۔ الفضل کے نامہ نگار نے اس حدیث کے سارے الفاظ نقل کر دیئے مگر حق یہ ہے کہ مولوی غلام رسول نے اگر اس کا ایک فقرہ ہضم کیا تو اتنا برا نہیں کیا جتنا کہ الفضل نے مطلب بگاڑ کر برا کیا۔ سچ ہے

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۸ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۶ ص ۴۔۵)

مقدس کذب بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیاوی نزاعات میں لوگ جھوٹ بولتے ہیں، برا کرتے ہیں کیونکہ شریعت

نے جھوٹ سے منع کیا ہے۔ مگر دینی معاملہ اور مذہبی نزاع میں جھوٹ بولنا بہت ہی برا ہے۔ لیکن قادیانی اصطلاح اس سے الگ ہے۔ ان کے نزدیک جھوٹ کوئی چیز نہیں۔ جس طرح بھی ہو سکے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈال دینا اوس کا فرض منصبی ہے۔

قادیان کے جلسہ کی روداد ناظرین گذشتہ پرچہ میں پڑھ چکے ہیں۔ قادیانی اخبار الفضل بھی اوسی جلسہ کی روداد لکھتا ہے۔ ناظرین کو اس کے صدق بیان کا نمونہ دکھانے کو ایک حوالہ سناتے ہیں جس سے پہلے اصل واقعہ سنانا مناسب ہے۔

قادیان سے بٹالہ بالکل قریب (۱۱) میل کے فاصلہ پر ہے، اس لئے اس جلسہ میں جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شرکت بہ نسبت دیگر علماء کے بہت زیادہ مناسب تھی۔ چنانچہ انہوں نے باوجود پیرانہ سالی کے دینی جوش سے نہ صرف شرکت پسند کی، بلکہ مضمون سنانا بھی منظور فرمایا۔ مگر سڑک کی خرابی یا گھوڑے کی کمزوری کی وجہ سے مولوی صاحب موصوف وقت پر نہ پہنچ سکے۔ اس لئے انہوں نے پہنچ کر اپنا مضمون کسی دوست کو دے کر فرمایا کہ وقت ملے، تو پڑھ دینا اور آپ واپس شریف لے گئے۔ اس پر قادیان کا اخبار صادق القول ریمارک کرتا ہے:

سنا گیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی یہاں آئے تھے۔ لیکن انہیں صاف جواب دے دیا گیا کہ آپ کے لیکچر کا وقت گذر چکا ہے اسلئے آپ کو بولنے کا موقع نہیں دیا جا سکتا۔ یہ سن کر وہ بے چارے اسی وقت واپس چلے گئے۔ معلوم ہوتا ہے ان کے حال پر جو نوازش کی گئی ہے اس کا موجب مولوی ثناء اللہ صاحب ہوئے ہیں جنہیں ان سے مدت سے خاص پرخاش ہے۔

واپس چلے گئے۔ معلوم ہوتا ہے انکے حال پر جو نوازش کی گئی ہے اس کا موجب مولوی ثناء اللہ صاحب ہوئے ہیں جنہیں ان سے مدت سے پرخاش ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس کذب بیانی کا اندازہ وہی لوگ بخوبی کر سکتے ہیں جو شریک جلسہ تھے جس کی اصلیت یہ ہے کہ ابھی ہمارا قافلہ قادیان سے ورے ہی تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب واپس آتے ہوئے ہمیں ملے جن کو سب لوگوں نے (جو میرے ساتھ تھے) دیکھا

بلکہ بعض لوگوں نے مولوی صاحب موصوف سے واپسی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے یہی کہا کہ میں اپنے وقت سے دیر کر کے پہنچا، اس لئے میں اپنا مضمون ایک شخص کو دے آیا ہوں کہ وقت ملے تو پڑھ دینا۔

اس میں نہ کسی کی سازش نہ شرارت ہے یا کہ محض قادیان کی اصطلاحی صداقت ہے جس کا کوئی افسوس نہیں۔

الفضل میری تقریر کھسیانے کو جتلاتا ہے کہ بموجودگی افسران پولیس ہمارے حضرات پر بہتان لگائے، تمسخر اڑائے، استہزاء کئے۔

جو لوگ میری تقریروں کو سنے ہوئے ہیں ان کو تو جواب کی ضرورت نہیں، مگر الفضل کے ناظرین غالباً بہت سے ایسے ہوں گے جن کو میری تقریر سننے کا موقع نہ ملا ہو گا اس لئے وہ مفت دھوکہ کھائیں گے اور سمجھیں گے کہ واقعی ہم ایسے ہی ہیں۔ لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ علاوہ اپنی عادت صالح کے پولیس کا انتظام ایسا سخت تھا کہ کسی طرح واعظ حد اعتدال سے متجاوز نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ سب قادیانی صدق بیانی ہے اور کچھ نہیں۔

ہاں یاد آیا کہ میں نے ایک تقریر میں مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کا کلام نقل کیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ مرزا صاحب کے آسمانی نکاح پر اعتراض فضول ہے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ

> مرزا کا لڑکا مرزا کا قائم مقام ہے۔ اس منکوحہ آسمانی کی لڑکی اوس کے قائم مقام ہے۔ اسلئے اولاد میں سے بھی کسی کا نکاح ہوگیا تو پیش گوئی پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اس بیان کو میں نے... یوں ادا کیا تھا کہ مرزا کا لڑکا درلڑکا در لڑکا درلڑکا، عورت کی لڑکی درلڑکی درلڑکی درلڑکی، ان دونوں سلسلوں میں سے کسی کا رشتہ بھی ہوگیا تو بس پیش گوئی سچی ہوگئی۔

اس بیان کو حاضرین نے بہت مسرت اور شادمانی سے سنا جس کو الفضل استہزاء کہتا ہے۔ مگر بغور دیکھا جائے تو یہ استہزاء اوس کی طرف سے ہے جس نے یہ بات کہی نہ کہ اس کے ناقل کی طرف سے جس نے نقل کی۔

ناقل پر فرض صرف یہ ہے کہ وہ نقل صحیح بتلائے۔ چنانچہ اس وقت کتاب ہاتھ

میں لے کر عبارت بھی سنائی تھی۔ اب بھی جسے دیکھنی منظور ہو وہ رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان جلد ۷ صفحہ ۲۷۹ ملاحظہ کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۸ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۶ ص ۵۔۶)

فیروز پور میں مرزائی جلسہ کی حقیقت اور محمدیوں کی فتح

جناب دین محمد امرتسری مقیم فیروز پور لکھتے ہیں:

مورخہ ۲۴، ۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء کو شہر فیروز پور کی مرزائی جماعت نے جلسہ کے لئے اشتہار شائع کیا جس میں ان کے تین لیکچراروں کے نام مثلاً حافظ روشن علی، مولوی سرور شاہ اور شیخ محمد یوسف کے نام درج تھے۔ اس جلسہ کی وجہ یہ ہوئی کہ ۶ نومبر کو مرزائی لائبریری میں بہ تحریک بابو حبیب اللہ صاحب مرزائی، جناب مولوی محمد علی صاحب لکھوی کا مباحثہ بابو فرزند علی سکرٹری مجلس مرزائیہ کے ساتھ ہوا۔ مولوی صاحب مذکور نے بابو صاحب کو عربی صرف ونحو سے ایسا لاجواب کیا کہ بابو فرزند علی کو یہ کہنا پڑا کہ دراصل مجھے اس مضمون سے اچھی طرح واقفیت نہیں، میں قادیان سے اپنے علماء کو بلا کر آپ کی تسلی کر دوں گا۔

یہ جواب سن کر بابو حبیب اللہ نے مرزائی بیعت کو تو اسی جگہ سلام کیا اور مولوی محمد علی کے ہمراہ ان کے ڈیرے پر آن کر مرزا کے متعلق اور سوال وغیرہ کئے اور اپنی اچھی طرح تسلی کر کے علانیہ تائب ہو گیا۔

یہ دیکھ کر مرزائی جماعت کے سکرٹری کو خیال آیا کہ ایک تو میں بحث میں ناکام رہا اور بدنام ہوا دوسرے آدمیوں میں سے ایک ہونہار چلا گیا، سوانہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو رجسٹری شدہ خط لکھا کہ ہمارے علماء فیروز پور آئیں گے اس لئے آپ بھی آن کر اپنے شک پیش کر کے تسلی کر سکتے ہیں۔

مولوی محمد علی لکھوی صاحب تو بوجہ کام کے ۲۴ نومبر کو فیروز پور نہ پہنچ سکے، ان کی جگہ مولوی شیر نواب خان صاحب قصوری نے لی اور مرزائی عقاید پر اعتراض کئے جس کا جواب جماعت مرزائیہ کے لیکچراروں سے کچھ نہ بن پڑا حالانکہ بجائے ایک

کے کئی ایک جواب دیتے تھے۔مولوی صاحب نے یہ دیکھ کر کہ جواب کچھ نہیں ملتا پبلک کو توجہ دلا کر بیٹھ گئے۔انکے بعد میں نے حافظ روشن علی صاحب کے مضمون بیان کردہ پر اعتراض کئے جو کہ درج ذیل ہیں

حافظ مذکور نے دوران تقریر میں بیان کیا تھا کہ ایمان اور تکبر ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکتے۔جس پر میرا اعتراض تھا کہ اگر یہ بات سچی ہے تو مرزا صاحب میں تکبر کیوں تھا کیونکہ اس نے علماء اسلام کو بہت برے برے القا سے یاد کیا ہے۔اس کا جواب حافظ روشن علی نے یہ دیا کہ یہ اظہار واقع ہے مرزا صاحب نے ان علماء کو مخاطب کیا ہے جنہوں نے ان پر فتوی لگایا تھا۔یہ ان کا حیلہ تھا انہیں اس سے توجہ دلائی گئی اور جواب طلب کیا، تو حافظ صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں نے جواب دے دیا ہے اب اور اعتراض کرو۔

میں نے کہا کہ آپ نے بیان کیا ہے کہ مفتری کی سزا دنیا کے اندر خدا کا غضب ہے اور ذلت ہوتی ہے۔اس پر میرا اعتراض ہے کہ چونکہ مرزا صاحب مفتری اور کاذب تھے اس لئے وہ دنیا کے سامنے ذلیل ہوئے، جیسا کہ ان کے اشد ترین دشمن مثلاً شیر پنجاب فاتح قادیان اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان باوجود مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے ابھی تک ان کی جماعت کے حقوق ادا کر رہے ہیں اور مرزا صاحب چل بسے۔اور اپنی زندگی میں اور بعد میں اب تک ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔وہ ہر دو خدا کے فضل سے اب تک زندہ ہیں اور مرزا صاحب اس دنیا میں زندہ نظر نہیں آتے۔

اس کے جواب میں مرزائی مناظروں نے وہی جواب دیا جو عموماً یہ لوگ تنگ آکر دیا کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے یہ فیصلہ مانا نہ تھا۔یہ تھا، وہ تھا۔ان سب باتوں کا جواب کافی دیا گیا۔

۲۵ تاریخ کو مولوی محمد علی صاحب بھی آگئے۔مناظرہ کا وقت مانگا تو جواب ملا کہ مباحثہ ۲۴ نومبر کو تھا۔مولوی صاحب اور شائقین نے ہر چند زور لگایا کہ وقت ملے۔مگر مرزائی جماعت نے وقت نہ دیا، تو ہم لوگوں نے علیحدہ جلسہ کر کے مرزا صاحب کے حالات و واقعات کی خوب قلعی کھولی الحمد للہ۔(الفضل قادیان میں جو فیروز پوری جلسہ کی رپورٹ چھپی ہے اس میں مولوی محمد علی کا مباحثہ بھی لکھا ہے۔اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۸ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۶ ص ۶۔۷)

گوجرانوالہ میں مرزائیوں کو شکست

انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کے جلسہ پر تھوڑا سا وقت مرزائیوں اور چکڑالویوں سے گفتگو بھی ہوئی تھی جس کا اثر حاضرین کو خصوصاً اور اہل شہر پر عموماً بہت اچھا ہوا۔ مگر لاہوری پیغام صلح میں اسی مرزائی مباحث نے اپنی فتح کی ڈھینگ ماری۔ اس لئے خدا نے انہی کے برادران سے اظہار حق کرایا چنانچہ الفضل قادیان کا مرزائی نامہ نگار گوجرانوالہ سے لکھتا ہے

چند دن ہوئے گوجرانوالہ میں اہل حدیث فرقہ کے لوگوں نے جلسہ کیا تھا جس میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسی کو غیر مبائعین نے اپنی طرف سے وفات مسیح کے مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ اگرچہ یہ مسئلہ ہر ایک اس شخص کے کیلئے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہے ایک معمولی مسئلہ ہے لیکن مرہم عیسی صاحب کو اپنی شامت اعمال کی وجہ سے وہاں سخت نادم اور شرمندہ ہونا پڑا۔ اور اس کی وجہ سے احمدیہ سلسلہ کے متعلق عوام الناس میں ایک قسم کی غلط فہمی ہوگئی۔ (الفضل قادیان ۲۷ نومبر ۱۹۱۷ء)

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں کہ کیا اس شہادت کے ہوتے ہوئے بھی کسی مزید شہادت کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۸ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۶ ص ۷)

(گوجرانوالہ کے ایک جلسہ کے متعلق قادیانی حضرات کی دونوں پارٹیوں کے اخباروں میں مراسلات شائع ہوئے جن سے ان کے مقررین کی صلاحیت وقابلیت پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ پیغام صلح لاہور ۲۱ نومبر ۱۹۱۷ء کے ص ۶۔ پر

مولوی غلام رسول کی کذب بیانی

کے عنوان سے لکھا ہے:

مورخہ ۴؟ نومبر ۱۹۱۷ء کو قادیانی پارٹی کی طرف سے یہاں گوجرانوالہ میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا تھا، اور بذریعہ اعلان پبلک کو آگاہ کیا گیا تھا کہ مولوی غلام رسول صاحب آف راجیکی کا لیکچر وفات مسیح پر ہوگا۔ اور لیکچر کے بعد سوال و جواب کے لئے دس دس منٹ دیئے جائیں گے ... چونکہ مولوی غلام رسول صاحب کی طرز کلام اور نیز کرخت لہجہ اور نیز صریح جھوٹ نے حاضرین جلسہ کو عموماً اور مسیحی اور آریہ سامعین کو خصوصاً احمدیہ سلسلہ پر بہت ہی بدظن کر دیا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ بذریعہ پیغام صلح پبلک کو واضح کر دیا جائے کہ کسی شخص کی عملی حالت کا خراب ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ جس قوم سے معہود فی الدین کا تعلق ہے اس قوم کا بانی بھی اچھا چال چلن نہ رکھتا تھا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مولوی غلام رسول نے دو جھوٹ ایسے وضاحت سے بولے ہیں جو گوجرانوالہ پبلک کے دلوں سے ان غلط بیانیوں کے اثر کو ہم دور نہیں کر سکتے لیکن اس بات کو کہے بغیر بھی ہم نہیں رہ سکتے کہ مولوی غلام رسول کی بداخلاقی کا ذمہ وار سلسلہ احمدیہ نہیں ہے بلکہ خود مولوی غلام رسول کی اپنی ذات ذمہ وار ہے ...

....

دوسری طرف قادیانیوں کے اخبار الفضل میں شائع ہوا:

گوجرانوالہ میں احمدیت کے خلاف کس نے بدظنی پھیلائی

چند دن ہوئے گوجرانوالہ میں اہل حدیث فرقہ کے لوگوں نے جلسہ کیا تھا جس میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسی کو غیر مبائعین نے اپنی طرف سے وفات مسیح کے مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ اگرچہ یہ مسئلہ ہر اس شخص کے لئے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہے، ایک معمولی مسئلہ ہے لیکن مرہم عیسی صاحب کو اپنی شامت اعمال کی وجہ سے وہاں سخت نادم اور شرمندہ ہونا پڑا اور اسکی وجہ سے احمدیہ سلسلہ کے متعلق عوام الناس میں ایک قسم کی غلط فہمی پیدا ہوگئی۔ جس کے ازالہ کے لئے جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو وہاں بھیجا گیا۔ اور انہوں نے کامیابی کے ساتھ لیکچر دیئے۔

اس کے لئے غیر مبائعین کو مولوی (غلام رسول) صاحب موصوف کا ممنون ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کو اپنے ایک مبلغ کی ناقابلیت کی وجہ سے جو شرمندگی اٹھانی پڑی تھی اس کو دور کرنے کے لئے لیکچر دیئے گئے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ان لوگوں (لاہوری مرزائیوں) کی فطرت

کچھ ایسی مسخ ہوگئی ہے کہ اپنے محسن کا احسان ماننا تو الگ رہا، محسن کشی کے ارتکاب سے بھی باز نہیں رہتے۔ چنانچہ ۲۱ نومبر ۱۹۱۷ء کے پیام صلح میں ایک نا معلوم الاسم غیر مبائع کی طرف سے مولوی غلام رسول صاحب کے متعلق شائع ہوا ہے کہ انہوں نے مسیحی اور آریہ سامعین کو خصوصاً احمدیہ سلسلہ پر بہت بدظن کر دیا ہے۔

اگر یہ لکھنے والے میں کچھ بھی عقل اور سمجھ ہوتی، تو وہ اس غلط بیانی کا کبھی مرتکب نہ ہوتا۔ اور پھر اگر وہ اس کا مرتکب ہوگیا تھا تو اڈیٹر صاحب پیام (پیغام صلح لاہور) کو اس کے شائع کرنے کے وقت ہوش وحواس کو بالائے طاق نہیں رکھنا چاہیے تھا کیونکہ گوجرانوالہ میں ان کا مبلغ جو کچھ کر آیا تھا اس سے وہ ناواقف نہ تھے۔ لیکن محض اس لئے کہ مولوی غلام رسول صاحب کا تعلق مبائعین سے ہے، اس غلط بیانی کو شائع کر دیا اور اس بات کی بھی پرواہ نہ کی کہ مولوی صاحب موصوف انہیں کی پیدا کی ہوئی غلط فہمی اور بدظنی کو دور کرنے کے لئے گئے تھے۔

گوجرانوالہ میں ان کے مبلغ صاحب کی نا قابلیت کی وجہ سے جو کچھ ظہور پذیر ہوا تھا اس کی رپورٹ ہمارے پاس بھی برائے اشاعت پہنچی تھی لیکن ہم نے صرف اس خیال سے کہ غیر مبائعین (لاہوری پارٹی) کو جو اپنے ایک نا اہل کی وجہ سے نادم ہونا پڑا ہے، اس کی اشاعت کر کے غیر احمدیوں کو مدد دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ خواہ ہمیں کچھ ہی کہیں پھر بھی ہم سے قریب کا تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اب چونکہ ان کی طرف سے ہمارے متعلق غلط فہمی پھیلائی گئی ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ گوجرانوالہ میں ان کی وجہ سے جو کچھ ہوا اور اسے جس نظر سے انہوں نے دیکھا اور جو ان کے دل سے نکل کر زبان قلم پر بھی آ گیا شائع کر دیں اس سے معلوم ہو جائے گا کہ احمدیت کے خلاف کس نے بدظنی پھیلائی۔

میاں عزیز الدین صاحب غیر مبائع اپنے ایک غیر مبائع دوست کو کہ وہ بھی گوجرانوالہ میں ہی رہتے ہیں لکھتے ہیں:

مکرمی جناب منشی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کئی دن سے مجھے جناب کو ملنے کا خیال تھا، مگر حالات کچھ ایسے ہیں کہ ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ شرم جو ہمیں جلسہ اہل حدیث میں اٹھانی پڑی، میں جانتا ہوں آپ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔ اور مجھے یقین ہے اس کے دفعیہ کا انتظام جناب نے سوچ لیا ہوگا۔ اور کسی جلسہ کے قیام کا بندوبست کر لیا ہوگا۔ اور اگر ابھی تک نہیں ہوسکا، تو اس کی فکر میں ہوں گے۔ آپ جانتے ہیں احمدیت

کے لئے اس دن کس قدر ہتک کا مقام تھا۔ واپسی اطلاع دیں کہ جناب نے کیا انتظام کیا ہے، یا کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ لاہور سے کوئی انتظام نہیں ہوسکتا یا آپ کی نظر میں وہاں سے کوئی ایسے مقابلے پر آنے کا اہل نہیں تو مجھے جناب واپسی اطلاع دیں تا کہ میں قادیان سے کسی فاضل کو منگوا لینے کا انتظام کروں ...آپ جانتے ہیں کہ اس غلط فہمی کا بہت جلدی تدارک کرنا ضروری ہے جواب سے حامل رقعہ ہذا کی معرفت مطلع کریئے گا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا: کہ برادرم مکرم السلام علیکم میرا ارادہ اتوار کو لاہور جا کر ان امور کا فیصلہ کرنے کا ہے مجھے سخت فکر ہے اور میرا آپ سے اتفاق ہے۔ باقی امور عند الملاقات۔

صبر چاہیے اللہ رحم کریں گے۔ خاکسار محبوب عالم

اس خط و کتابت سے سمجھ لینا چاہیے کہ گوجرانوالہ میں احمدیت کے خلاف بدظنی پھیلانے کا کون مرتکب ہوا ہے۔ (الفضل قادیان ۲۷ نومبر۔ یکم دسمبر ۱۹۱۷ء ص ۲۳)

مرزا قادیانی کو تنکے کا سہارا

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

کسی شخص کے صدق و کذب معلوم کرنے کے لئے عقلاء کے واسطے تھوڑا سا امتحان اور ثبوت بھی کافی ہوتا ہے جیسے دیگ سے ایک دانہ اور جاہل کے واسطے پہاڑ بھی کچھ نہیں۔

دنیا میں جتنے سچے اور باخدا لوگ گذرے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو خدا کا عاجز بندہ کہا۔ کیا زبان سے اور کیا دل سے۔ اور جتنے جھوٹے اور خودغرض گزرے ہیں ان کا معاملہ برعکس پایا گیا ہے۔ مثلاً منم فلاں وفلاں ومنم فلاں وفلاں منم فناں و فلانیکہ اوفلاں باشد۔ یہ قاعدہ ایسا بے استثنا ہے کہ اس معاملہ میں گویا کسوٹی ہے۔

مگر مرزا صاحب قادیانی نے تو سب کے سر پر خاک ڈال دی اور کوئی بڑائی کی جگہ کسے مرے جیتے کے واسطے نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ خدائی کا درجہ بھی ان سے نہ بچ سکا اور ثبوت ان کے دعاوی کا ان کا اپنا الہام۔

جب کہ دنیا کے نیک بندوں نے کہا کہ ہمیں الہام ہوتے ہیں کہ مرزا

صاحب کاذب ہیں تو چونکہ آپ براہین احمدیہ میں فرما چکے تھے کہ وہ دین سچا نہیں ہے جس میں الہام نہ ہوں، ان کے الہاموں سے انکار تو نہ کر سکے، مگر یوں رقم طراز ہوئے کہ ان کے الہامات جب تک میرے الہاموں کے ماتحت نہ ہوں سچے نہیں۔ اور جب اپنے الہاموں کا ثبوت اور ان کا دوسرے لوگوں کے واسطے سند اور حجت ہونا بدلائل شرعی بیان کرنے میں عاجز ہوئے، تو قواعد جمل سے، جو فرقہ باطنیہ کا ایجاد کردہ ہے، کام لیا۔ اور فرمایا میں تیرھویں صدی کا مجدد اور امام ہوں الزمان ہوں کیونکہ غلام احمد قادیانی کے اعداد ۱۳۰۰ ہیں۔

کسی بھلے مانس نے پوچھا کہ حضرت قادیانی میں (دال) کیسا ہے۔ تو فرمایا کہ جاؤ ڈاک خانہ کی مہر دیکھ لو۔ حال یہ ہے کہ اس گاؤں کا اصلی نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا۔ (۱۸۵۷ء) میں صرف قاضی ماجھی رہ گیا اور رفتہ رفتہ قاضیاں ہو گیا۔

حضرت عیسی کے دمشق میں نازل ہونے کی حدیث کو مرزا صاحب نہیں مانتے، اس لئے کہ وہ صحیح مسلم میں ہے صحیح بخاری میں نہیں۔ اور اپنے مطلب کے واسطے قاضیان کو قادیان کہتے ہیں اور ثبوت میں ڈاک خانہ کی مہر کا حوالہ دیتے ہیں۔ گویا اللہ تعالی نے آپ کو ڈاک خانہ کی مہر کے حساب سے پیدا کیا۔

مخفی نہ رہے کہ اس نام کو عربی تصور کیا جائے جیسا کہ یہ واقعی ہے، تو غلام احمد قاضیانی کے اعداد ۲۰۹۶ بنتے ہیں۔

اور اگر پنجابی تلفظ کا خیال کیا جائے تو کادیانی کہا جائے تو ۱۲۲۰ بنتے ہیں۔

یہ دوسرا معاملہ ملا دو پیازے کی میت کا ہے کہ عربی لحاظ سے اعداد ۷۹۶ بڑھ جاتے ہیں اور پنجابی تلفظ کے لحاظ سے ۸۰ کم ہو جاتے ہیں۔

ایسے امام الزمان پر بھلا کیونکر ایمان لایا جائے جس کا یہ ایمان ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث، اگر اپنے مطلب کے خلاف ہے، تو مردود اور ڈاکخانہ کی مہر سے اگر کچھ امداد ملتی ہے تو وہ سند۔ واللہ مجدد ہوں اور امام زمان ہوں تو ایسے ہی ہوں۔

دل صاحب انصاف سے انصاف طلب ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۷ء ص ۸)

مولوی محمد احسن امروہی اور علوم عربیہ کی پابندی

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، بمبئی سے لکھتے ہیں:

مولوی محمد احسن صاحب امروہی (مرید مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) جو آج کل خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد سے الگ ہوکر لاہوری پارٹی میں شامل ہیں، انہوں نے خلیفہ قادیان کے مقابلے میں تفسیر لکھنے کی جو شرائط لکھی تھیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر میں علوم عربیہ کی پابندی لازمی ہے۔ اس پر فاتح قادیان مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری نے لکھا تھا کہ یہی شرائط حدیث نبوی کی شرح میں بھی ضروری ہیں۔ لہذا ان شرائط کو ملحوظ رکھ کر مولوی محمد احسن صاحب ہم کو حدیث نزول مسیح علیہ السلام کی شرح بتائیں۔ پھر مولانا امرتسری نے دو حدیثیں بطور مثال لکھی تھیں کہ بپابندی علوم عربیہ ان حدیثوں کی شرح فرما دیجئے۔

اس کے جواب میں مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے ایک مضمون پیغام صلح لاہور میں شائع ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک علوم مذکورہ کی پابندی شرح حدیث میں بھی ضروری ہے، مگر حدیث سے قرآن مقدم ہے۔ اور قرآن میں وفات مسیح کا مسئلہ آتا ہے، اس لئے سب سے مقدم وفات مسیح پر بحث کر لیجئے۔ پھر حدیثوں کی شرح دیکھیں گے۔

اس کا جواب ناظرین ۹ نومبر ۱۹۱۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

ہم فاضل امروہی کی اس فرمائش کو بہت خوشی سے قبول کرتے ہیں کیونکہ ہمیں شروع سے تمنا رہی ہے کہ کوئی صاحب ان آیتوں کو جن میں حضرت مسیح کے رفع اور حیات سماوی کا ذکر ہے، یا بقول حضرات قادیانیہ موت قبل النزول کا بیان ہے، بپابندی علوم عربیہ سمجھے سمجھائے۔ لیکن افسوس ہماری یہ آرزو آج تک پوری نہیں ہوئی اور کسی عالم قادیانی نے ان امور کی پابندی کے اہتمام کے ساتھ ہماری آواز کو قبول نہیں فرمایا۔ ان میں سے جن سے گفتگو ہوئی وہ کم علم اور کم استعداد تھے، اور جو عالم ہیں

جب ان سے گفتگو کا سلسلہ ہلایا تو ایسے اسباب واقع ہو گئے کہ موقعہ جاتا رہا۔ مثلاً شہر سیالکوٹ میں جب مرزا صاحب آنجہانی دعویٰ مسیحیت کے بعد دوسری مرتبہ تشریف لائے تو وہاں اسی خیال سے کہ قادیانی جماعت میں جناب فاضل امروہی صاحب ایک ممتاز عالم ہیں، ان سے خط و کتابت شروع کی۔ اور ایک نسخہ اپنی کتاب شہادۃ القرآن کا مولوی صاحب امروہی کی خدمت میں بھیجا کہ اسے مطالعہ فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں۔ لیکن مولوی صاحب کو بخار ہو گیا اور آپ قادیان پہنچ کر لکھنے کا وعدہ کر کے سیالکوٹ سے ایسے ہی رخصت ہو گئے۔

پھر لاہور میں مرزا غلام احمد صاحب کی وفات سے ایک روز قبل خاکسار نے ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب کی معرفت ایک خط لکھا۔ لیکن دوسرے روز مرزا صاحب قادیانی کی موت قبل از وقت واقع ہو گئی (کیونکہ ابھی ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب زندہ تھے جنہوں نے مرزا صاحب کی زندگی میں مرنا تھا) اور ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔

اس کے بعد ریاست رام پور میں حضور نواب صاحب رام پور بالقابہ کے سامنے قادیانی جماعت کی طرف سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی مناظر ہوئے اور اہل سنت کی طرف سے جناب مولانا ثناء اللہ فاضل امرتسری صاحب۔ لیکن مولوی محمد احسن صاحب پہلے ہی دن ایک ہی تقریر میں رہ گئے۔ اور دوسرے دن قادیانی جماعت کو اپنا مناظر بدلنا پڑا۔

اس مباحثہ کا نتیجہ جو کچھ رہا ناظرین کو خوب معلوم ہے۔

لیکن سچی بات ہے ہماری پیاس پھر بھی نہ بجھی کیونکہ مولوی محمد احسن صاحب قائم رہتے تو ہم اصالۃً ان کی زبانی کچھ علمی باتیں تو سنتے سمجھتے۔ خیر اگر گذشتہ زمانے میں ہر بار کسی نہ کسی طرح ہم سے موقع جاتا رہا تو شائد آئندہ کوئی صورت نکل آئے جس سے ہماری آرزو پوری ہو جائے۔ خدا بھلا کرے مولوی صاحب امروہی کا جنہوں نے ہمارے پرانے خیال کو پھر تازہ کیا۔ طبیعت میں ایک ولولہ ہے کہ خدا کرے یہ بات پوری ہو جائے۔ کیا مولوی صاحب ممدوح ہماری تمنا کو پورا کریں گے؟

بہتر ہے کہ اس گفتگو کے لئے ایک حد تک پیغام صلح لاہور اور اہل حدیث امرتسر کے صفحات وقف رہیں۔ طرفین کی تحریریں ان ہر دو میں شائع ہوتی رہیں اور

ناظرین لطف اٹھاتے رہیں۔

پھر یاد رہے کہ رفع وحیات وممات حضرت مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ہوگا۔ قرآن کریم سے استدلال ہوگا۔ جس میں علوم عربیہ کی پابندی ضروری ہوگی۔ اور اس امر کی رعایت بالخصوص ملحوظ ہوگی کہ کوئی استخراج آنحضرت ﷺ کی حدیث صحیح کے خلاف نہ ہو، کیونکہ یہ بھی علوم عربیہ میں داخل ہے اور یہ رعایت خود قواعد علوم عربیہ میں درج ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خاکسار اڈیٹر اہل حدیث کی رائے بہت دنوں سے یہ ہے کہ مسئلہ حیات و وفات مسیح کو قادیانی مشن سے تعلق نہیں۔ اگر ہے تو بہت کم، اس لئے اہل حدیث کے کالموں میں اس بحث کو چنداں دخل نہیں دیا، مگر مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی تجویز مرقومہ سے انکار بھی نہیں ہوسکتا، اس لئے منظور کیا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ کا مضمون ایک دفعہ درج ہوسکے گا۔ امید ہے فریقین اس کا خیال رکھ کر صرف ایک ایک دلیل پر بحث کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۷ء ص ۷۔۸)

مرزا صاحب کی دعا قبول

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج تک تو ہم یہ سمجھتے رہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے جو میرے ساتھ آخری فیصلہ کا اشتہار دیا تھا اور اس میں جو دعا کی تھی مرزائی جماعت اس دعا کو قبول شدہ نہیں جانتی، مگر اخبار الفضل مورخہ ۴ دسمبر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مرزائی دوست، مرزا صاحب کی اس دعا کو قبول شدہ مانتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

کوئی احمدی یہ نہیں کہتا کہ حضرت (مرزا) صاحب کی دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی دعا ضرور قبول ہوئی جو کہ صدق اور کذب میں فیصلہ کے متعلق تھی۔ خدا تعالیٰ کے سامنے مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ

مولوی ثناء اللہ مجھے دکھ دیتا ہے، اس میں اور مجھ میں فیصلہ فرما۔ مولوی صاحب نے جواب دعوی میں کہا کہ مدعی جس طرح کہتا ہے وہ طریق مجھے منظور نہیں۔ ہاں اگر اس طرح فیصلہ ہو جس طرح کہ پہلے ہوتا رہا ہے کہ... سچے مر گئے اور جھوٹے زندہ رہے،تو یہ فیصلہ درست ہوگا۔

چنانچہ خدا نے مولوی صاحب کے مسلّمہ اصل کے مطابق حضرت مرزا صاحب کو تو فوت کر دیا اور مولوی (ثناء اللہ) صاحب کو زندہ رکھا جس سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب (قادیانی) سچے اور مولوی صاحب جھوٹے ہیں۔ پس چونکہ صدق اور کذب کا ظاہر ہونا ہی مرزا صاحب کی دعا کا مقصد تھا، نہ صرف موت وحیات، اس لئے جس طرح حضرت مرزا صاحب کا صدق اور مولوی ثناء اللہ کا کذب ظاہر ہو سکتا تھا خدا نے اسی طرح کر دیا۔ اگر اس طرح نہ کیا جاتا تو مولوی ثناء اللہ کے طرفدار کہہ دیتے کہ وہ تو پہلے ہی اس معیار کو سچا نہیں تسلیم کرتا تھا (۴ دسمبر ۱۹۱۷ء۔ الفضل قادیان)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بس اب فیصلہ بالکل آسان ہے۔ ہم دونوں فریقوں کا بحمد اللہ اس پر اتفاق ہے یا ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دعا کیا تھی؟ ہم اپنی طرف سے کوئی لفظ کیوں تجویز کریں، مرزا صاحب قادیانی کی دعا کے الفاظ ہی کیوں نقل نہ کر دیں جو ہمارے سامنے مطبوعہ موجود ہیں۔ پس ناظرین انہیں کو سنیں جو یہ ہیں:

اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے! میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا لے۔

قادیانی اور لاہوری پارٹی کے ممبرو! خدا کو حاظر و ناظر جان کر بتلاؤ۔ یہ دعا اگر قبول ہے، جیسا کہ الفضل کی منقولہ عبارت سے ثابت ہے، تو باوجود مرزا صاحب کے انتقال کے ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ) میں سے خدا کے نزدیک کون سچا ہے

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور! منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۱۷ء۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ص ۴)

ایک عجیب اصلاح

مقولہ مشہور ہے عذر گناہ بدتر از گناہ۔ مگر قادیانی اصطلاح ہے اصلاح بدتر از فساد۔ جس کی تفصیل یوں ہے

۳۰، اکتوبر ۱۹۱۷ء کے الفضل قادیان میں ایک نوٹ نکلا تھا جو ہم نے اہل حدیث ۱۶۔ نومبر میں بعنوان مقدس کذب بیانی نقل کر کے سوال کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

قادیان کا اخبار الفضل لکھتا ہے:

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری امرتسری لکھتے ہیں کہ ایک غیر احمدی نے میرے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے درمیان وفات مسیح پر گفتگو سننا چاہی میں اس کے ساتھ قرآن شریف لے کر مسجد میں آ گیا لیکن مولوی صاحب نہ آئے اس شخص پر اس بات کا یہ اثر ہوا کہ جب حضرت خلیفہ ثانی شملہ سے واپس آتے ہوئے امرتسر اسٹیشن پر اترے تو بمعہ زوجہ احمدی ہو گیا۔

(الفضل قادیان ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء ص ۱ کالم ۲)

ناظرین بغور اس عبارت کو پڑھیں گے تو اس کا مضمون صاف پاویں گے کہ میں نے کسی شخص سے حاضری کا وعدہ کیا تھا، باوجود وعدے میں نہ پہنچا تو اس شخص پر میرے تخلف کا یہ اثر ہوا کہ وہ مرزائی ہو گیا۔ لیکن جب میں نے اس واقعہ سے انکار کیا اور ثبوت مانگا تو الفضل کا راست باز نامہ نگار اور مسیح موعود کا حواری اڈیٹر اس مضمون کی تفسیر یا تحریف یوں کرتا ہے جو قابل دید ہے

۸۔ دسمبر ۱۹۱۷ء کے الفضل میں لکھا ہے:

۳۰۔ اکتوبر کے الفضل میں جو خبر ایک نو احمدی کے عنوان سے شائع ہوئی تھی اس کے متعلق یہ اضافہ ضروری ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس روز امرتسر

میں نہیں تھے۔ ان کے کسی آدمی نے کہا تھا کہ مولوی صاحب بڑے آدمی ہیں وہ بغیر انتظام پولیس اور کسی بڑے مولوی کے مقابل آنے کے نہیں تشریف لا سکتے۔ مگر پیغام رسان نے اپنی ندامت مٹانے کے لئے یہ کہہ دیا کہ مولوی ثناء اللہ ایسا ایسا کہتے ہیں (چنانچہ اس کی تحریر ہمارے پاس موجود ہے) پس مولوی محمد ابراہیم صاحب کے نام سے جو خبر چھپی تھی وہ اپنے طور پر سچی تھی اور نہ آنے کا سبب جو بعد میں کھلا وہ بیان کر دیا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین! اس پاک جماعت، ہاں حواریان مسیح، ہاں اصحاب رسول، ہاں مریدان مہدی کے اخلاق ملاحظہ فرمائیں کہ کہاں وہ عبارت اور کہاں یہ۔ اللہ اکبر! بولیں آسمان اور تفسیر کریں زمین۔ انا للہ

اچھا ابھی ہمارا سوال باقی ہے۔ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ شخص جس نے میری بابت یہ فقرہ کہا کہ وہ بڑے آدمی ہیں، کون ہے اس کا نام اور پتہ بتا دیں۔ میں نے اپنے دفتر کے آدمیوں سے پوچھا وہ کہتے ہیں یہاں نہ کوئی آیا، نہ ہم نے کسی کو کہا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس پیغام رساں کو ندامت کیوں ہوئی؟ اگر وہ احمدی تھا تو میری عدم موجودگی سے اسے کیوں ندامت ہوئی۔ اور اگر وہ محمدی تھا، تو پھر بھی ندامت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس کا عذر معقول تھا کہ چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسر میں نہیں اس لئے میں ان کو نہیں لا سکا۔ کیا الفضل کا راست باز اڈیٹر اور راست گو نامہ نگار ہمارے سوالات کے جواب دے کر اپنی راست بازی کا ثبوت دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۱۷ء۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ص ۴۔۵)

جلسہ قادیان اور مرزائیوں کا غلط بیان

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مولانا غلام احمد سابق اڈیٹر اہل فقہ امرتسر لکھتے ہیں:

انجمن اسلامیہ قادیان کا جلسہ جس کامیابی سے ہوا، اسکا اندازہ وہی لوگ کر

سکتے ہیں جنہوں نے اس جلسہ کو بچشم خود دیکھا۔ لیکن مرزا صاحب کی جماعت آخر مرزا صاحب کی متبع ہے، اپنے مقتداء کے طرز عمل کو اختیار کرنا ان کا فرض منصبی ہے۔ اس فرض کو ادا کرتے ہوئے اخبار الفضل کے اڈیٹر نے اصلیت کو چھپانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، اور اپنی جماعت کو خوش کرنے کے لئے دل کھول کر غلط بیانی کر دی ہے جلسہ میں تائب ہونے والے مرزائیوں کی بابت لکھا ہے کہ فرضی احمدی تھے۔ تین نومسلموں کی نسبت تو وہ جو کچھ کہیں کہہ سکتے ہیں اور اپنی جماعت کو خوش کر سکتے ہیں مگر تعجب تو یہ ہے کہ ایک لڑکا جو ان کے بورڈنگ میں تھا اور مرزائی بنا کر اسے داخل کیا گیا تھا، اس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ احمدی نہیں تھا اور کرزن فیشن تھا بعینہٖ وہی بات ہے جو حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ کے مسلمان ہونے پر یہودیوں سے سرزد ہوئی۔ مسلمان ہونے سے پہلے یہی لڑکا بورڈنگ میں رہے، اس کی خاطر مدارات ہو، تواتر (یہ ایک خاص بات ہے جو الفضل کے ادیٹر اور اس کے لڑکے کے سوا قادیان میں کوئی نہیں جانتا) کے معنی بنانے میں بھی وہ برا نہ بنے، لیکن جب وہ مرزائیت کو چھوڑتا ہے تو اس کا نام کرزن فیشن رکھا جاتا ہے۔ جب وہ انہی کے قبضے میں تھا اس وقت کوشش کرنی چاہیے تھی کہ وہ کرزن فیشن نہ رہے۔ اگر وہ کرزن فیشن ہے تو وہ مرزائیوں کا قصور ہے۔ اب امرتسر میں آکر دیکھ لینا کہ انشاء اللہ تعالی وہ کرزن فیشن نہیں ہوگا بلکہ محمدی فیشن ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں اپنے سکول کے تین طالب علموں کی نسبت ظاہر کیا ہے کہ وہ پہلے احمدی نہ تھے اس جلسہ کی بدولت احمدی ہو گئے۔ سبحان اللہ کس قدر صداقت ہے۔

اس جلسہ کی تقریروں اور وعظوں کے مضامین پر اخبار الفضل ۲۶ نومبر و یکم دسمبر میں خاص طور پر توجہ کی گئی اور واعظین اور لیکچراروں کے بعض بعض الفاظ پر خاص طور پر نوٹس لیا گیا۔ اس میں میری تقریر کی نسبت بھی کچھ ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کا جواب دوں تاکہ اصلیت کھل جائے۔

قبل اس کے کہ میں اپنی تقریر کا خلاصہ لکھ کر دکھا دوں، یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ میری تقریر اسوجہ سے ممتاز تقریر ہے کہ مرزائیوں نے رات کو اپنی مسجد میں جلسہ کیا اور سنا گیا کہ ہمارے واعظین کی تقریروں کا بخیال خود جواب دیا۔ اگرچہ یہ جواب درحقیقت جواب نہ تھا، یہ صرف اپنی جماعت کو تسلی دینے کی غرض سے فضول باتیں کی

گئی تھیں۔ مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقریر یہ تھی کہ مرزا صاحب اپنی تاریخ بعثت سے بھی واقف نہ تھے۔ ۱۲۷۴ھ، ۱۲۹۰ھ اور پورے ۱۳۰۰ھ ان کی کلام سے ظاہر ہیں چنانچہ حوالجات پڑھ کر سنا دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن شریف کی آیت

لو کا ن من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلا فاً کثیراً

پڑھ کر لوگوں کو سمجھا دیا کہ خدا کے کلام کی یہی پہچان ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ہوتا اس کے جواب میں مرزائیوں نے کیا کہا؟ کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا مرزا صاحب کی بعثت کی تاریخ کے اختلاف کو ظاہر کر کے یہ کہنا کہ خدا کی طرف سے نہیں، غلط ہے۔ جس آیت سے انہوں نے استدلال کیا ہے اس میں اختلاف کثیر کی نفی ہے، تھوڑے اختلاف کی نفی نہیں۔ تھوڑے تھوڑے اختلافات تو قرآن کریم میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی نسبت ایک جگہ چالیس راتوں کا ذکر ہے اور ایک جگہ تیس کا۔ تو ایسا ہی اختلاف مرزا صاحب کی تاریخ بعثت میں ہے، اور یہ اختلاف کثیر نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا کلام خدا کا کلام ہے۔

مرزائی ضرور خوش ہوئے ہوں گے اور بغلیں بجاتے ہوں گے کہ مولوی ثناء اللہ نے جس اعتراض پر کامل ایک گھنٹہ خرچ کر دیا تھا اس کا دفعیہ چند منٹوں میں ہو گیا مگر جلسہ میں عقل مندوں کا فیصلہ یہ نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جہاں حضرت موسیٰؑ کے متعلق تیس راتوں کا ذکر ہے اسی آیت میں بھی چالیس کی تعداد پوری کر دی گئی ہے اور قرآن کریم میں کوئی اختلاف نہیں۔

یہ جواب جواب ہو یا نہ ہو، مگر جماعت مرزائیہ نے اس پر نوٹس لیا مگر میری تقریر کا جواب نہ تو اس جلسہ میں مرزائیوں نے دیا اور نہ ہی اب اخبار میں اس تقریر پر نوٹس لیا اگر لکھا تو یہ لکھا:

> میاں غلام احمد صاحب اخگرا ڈیٹر اہل فقہ کھڑے ہوئے اور باتباع مولوی ثناء اللہ حضرت مسیح موعود کی پیش گوئیوں کو غلط پیرایئے میں پیش کر کے اشتعال انگیز حملے کر دیئے گئے۔ یہ کوئی نئے حملے نہ تھے، وہی پرانے بوسیدہ تھے جن کا جواب آج سے بہت عرصہ پہلے جواب دیا جا چکا ہے۔

سب سے پہلے میں جماعت مرزائیہ کو چیلنج دیتا ہوں کہ جوبات میں نے مرزا

صاحب کی پیش گوئیوں کی نسبت پیش کی وہ ثابت کریں کہ اس سے پہلے کسی بزرگ نے عموماً اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے خصوصاً پیش کی ہو۔ میرا دعوی ہے کہ یہ بات کسی نے آج تک پیش نہیں کی۔ جب یہ بات پیش ہی نہیں ہوئی تو جواب کیسا اور کب دیا جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزائیوں کے پاس میری تقریر کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے جو کچھ کہا تھا ان کی نسبت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اپنے علماء کا کوئی قول پیش نہیں کرونگا اور نہ مرزا صاحب کے کسی مخالف مولوی ثناءاللہ وغیرہ کا کوئی قول پیش کروں گا اور نہ اپنی طرف سے کوئی بات کہوں گا۔ بلکہ جو کچھ کہوں گا وہ مرزائیوں کی مستند کتابوں سے کہوں گا۔ میری تقریر غالباً روداد جلسہ قادیان میں شائع ہوجائے گی لیکن میں یہاں اپنی تقریر کا خلاصہ لکھ کر ہندوستان بھر کے تمام مرزائیوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہ میرے حوالہ جات کو غلط یا جو مفہوم میں نے بیان کیا ہے اس کو غلط ثابت کر دیں تو میں مبلغ ایک سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں۔ اگر مرزائیوں میں کچھ بھی صداقت ہے اور اگر الفضل کی مندرجہ بالا تحریر سچی ہے تو مرد میدان بنیں اور میرے پیش کردہ حوالوں کو غلط ثابت کر کے دکھائیں۔

میرے مضمون کا موضوع اور عنوان تھا: مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کی تنقید، میری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ ایک وہ پیش گوئیاں جو قحط، وبا، زلزلہ اور جنگ کے متعلق ہیں۔ دوسری وہ پیش گوئیاں جو کسی کی ذات کے متعلق ہیں۔

پہلی پیش گوئیوں کے متعلق میں نے مولوی حکیم نورالدین صاحب کی کتاب فصل الخطاب بمقدمة اهل الكتاب جلد ۲ صفحہ ۹۲ کی عبارت پڑھ کر سنائی جس میں حکیم صاحب نے حضرت مسیح کی پیشگوئیوں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان کی پیشگوئیاں یہی تھیں کہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھے گی، کال اور وبائیں پڑیں گی اور زلزلے واقع ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی صفحہ سے حکیم صاحب کا فتوی ایسی پیش گوئیوں پر سنایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ ایسی پیش گوئیاں قانون قدرت کے استمراری واقعات سے مستنبط ہونے کی

شہادت دیتی ہیں، کیونکہ قحط زلزلے وبائیں قوم پر قوم کا چڑھنا، نیچر کی ایسی بات ہے کہ اس کی نسبت کسی ایک کو بلا تعیین وقت اور گول مول پیشین گوئی کرنا کبھی بھی غلط نہیں جانا جاسکتا۔

اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی کی ایسی پیش گوئیاں حکیم نور الدین صاحب کے فتوی کے مطابق درحقیقت پیش گوئیاں نہیں۔

دوسری شہادت میں نے مرزا صاحب قادیانی کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۴ کے حاشیہ سے پیش کی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یسوع مسیح کی پیش گوئیاں یہ تھیں کہ قحط پڑیں گے، زلزلے آئیں گے، وغیرہ وغیرہ۔ پھر عیسائیوں کو دس پانچ گالیاں دے کر لکھا ہے: زلزلے ہمیشہ آتے ہیں، قحط ہمیشہ پڑتے ہیں۔

وہ پیش گوئیاں جو قحط یا زلزلہ اور جنگ کے متعلق ہیں درحقیقت پیشین گوئیاں نہیں

دوسری کے متعلق میں نے پہلے آتھم کی پیش گوئی پر مختصر بحث کی میں یہ دکھایا کہ میاں محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے آتھم کی پیش گوئی کے غلط نکلنے پر مرزا صاحب کو اور حکیم صاحب کو دو خطوط لکھے تھے جو میں نے شائع کر دیئے تھے۔ ثابت ہوتا ہے کہ پیش گوئی واقعی غلط نکلی مگر میاں (محمد علی) صاحب کی استدعا تھی کی اس زخم کیلئے کوئی مرہم تجویز کیا جائے چنانچہ وہ مرہم یہ تجویز ہوا کہ آتھم دل میں مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد نکاح آسمانی والی پیش گوئی کا ذکر کیا۔ واقعات کو بیان کرنے کے بعد میں نے کہا کہ جواب یہ دیا جاتا ہے کہ منکوحہ آسمانی اور اس کا شوہر زمینی تائب ہو گئے اسلئے عذاب ٹل گیا، مگر یہ جواب بالکل غلط ہے اور مرزا صاحب کی اپنی تحریر اس جواب کی غلطی پر شاہد ہے۔ چنانچہ میں نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۳، ۵۴ میں سے عبارت پڑھ کر سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد (منکوحہ آسمانی کا شوہر) اس لئے میعاد کے اندر نہیں مرا کہ اس نے توبہ کی اور توبہ کا الہام ۱۸۸۶ء میں مجھے ہو چکا تھا مگر باوجود توبہ کے پھر بھی یہ پیش گوئی ضرور پوری ہوگی۔ اس پر مرزا صاحب قادیانی نے بڑا زور دیا ہوا ہے۔ ناظرین کتاب نکال کر دیکھ لیں۔

اس کے بعد میں نے اسی صفحہ ۵۳ کے حاشیہ کی طرف ناظرین کی توجہ دلائی اور عبارت پڑھ کر سنائی جسکا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے فرمایا ہے کہ مسیح

موعود نکاح کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ محض نکاح اور اولاد کا ہونا کوئی خوبی نہیں بلکہ یہ ایسی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے کہ نکاح اور اولاد بطور نشان ہوں گی۔

اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی توبہ کو باعث تاخیر عذاب قرار دیتے ہیں اور وقوع عذاب پر پھر بڑے زور سے دعوی کرتے ہیں کہ پس توبہ کا عذر غلط عذر ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کا نہ یہ الہامی نکاح ہوا، نہ الہامی اولاد ہوئی۔

کہیے کون سا غلط پیرا یہ اختیار کیا گیا۔ حکیم نور الدین صاحب کی اور مرزا صاحب قادیانی کی کتابیں موجود ہیں۔ اگر ان میں یہ مضمون نہیں تو مرد میدان بنو سو روپئہ انعام لو۔

اور مرزا صاحب قادیانی کی تہذیب اور شائستگی کا نمونہ بھی کتاب انجام آتھم سے دکھا دیا تھا، جہاں علماء کرام کو گالیاں دی گئیں ہیں۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب کی گالیاں تو بتقاضائے شرافت ہوں اور ہماری نرم کلامی بھی تلخ سمجھی جاوے۔

آخر میں مضمون نگار نے میری تقریر کے آخری الفاظ کو ظاہر کیا مگر اس میں اپنے مقتداء کی اتباع کو نہیں چھوڑا اور اصل الفاظ کا نام نہیں لیا، خود جو چاہا لکھ دیا۔ میں نے اپنی تقریر میں وضاحت کر دی کہ سب لوگ نہ تو مضامین قرآن سے واقف اور نہ مضامین احادیث سے۔ مرزائی لوگ قرآن اور حدیث کے معانی کو بالکل غلط پیرائیے میں اپنے مفید مطلب بنا کر دکھاتے ہیں اس لئے وہ مسلمان جو خود قرآن و حدیث کو نہیں جانتے ان کی بات نہ سنیں اور اگر سنیں تو اپنے علماء سے تحقیق کر لیا کریں کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے صحیح ہے یا غلط۔ اس سے یہ نتیجہ کس طرح نکل سکتا ہے کہ تمام لوگوں کو منع کر دیا۔

رہا یہ امر کہ مرزائیوں کو یہ حکم ہے یا نہیں کہ وہ مسلمانوں کی مجلس میں نہ جاویں اور ان کی تحریریں نہ پڑھیں، مضمون نگار اس سے انکار کرتا ہے لیکن ہمارے تجربہ میں بارہا یہ آچکا ہے کہ جب کسی مرزائی کو کسی مجلس وعظ میں بلایا جاتا ہے یا کوئی تحریر دی جاتی ہے تو وہ شامل ہونے اور پڑھنے سے انکار کرتا ہے اور یہی وجہ بتاتا ہے کہ ہم کو مخالفوں کی باتیں سننے اور ان کی تحریریں پڑھنے سے سخت ممانعت ہے۔

اب آئندہ اگر کوئی مرزائی ایسا عذر پیش کرے گا تو اسکو مجبور کریں گے کہ

یا تو پڑھو اور سمجھو، یا لکھ دو کہ مجھے ممانعت ہے۔

مضمون نگار بڑی بے باکی سے اس ممانعت کا منکر ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ مرزائی لٹریچر میں اسکا ثبوت موجود ہے بشرط ضرورت ہم پیش کر سکتے ہیں

اگر کوئی مرزائی اخبار اس کا جواب لکھے، تو براہ عنایت وہ جواب مجھ تک پہنچادیوے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۸ ص ۵۔۷)

مولوی ثناء اللہ کی زندگی اور مرزا قادیانی کی موت

مولوی محفوظ الحق علمی نائب مدیر رسالہ شمس العلوم بدایون لکھتے ہیں:

بدایون آنے کیلئے اسٹیشن بریلی پر ٹرین کے انتظار میں اسٹیشن کے بینچ پر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک اور شخص بھی میرے پاس بیٹھے ہیں جو اپنی جیب سے چھوٹی سی کتاب نکال کر اپنے زانو پر رکھ لیتے ہیں اور اس طرح کہ دیکھنے والا نام بآسانی پڑھ سکے، میں اسکو ان سے لیکر دیکھتا ہوں ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں مرزا قادیانی نے اپنی مسیحیت کو بزعم خود ثابت کیا ہے۔ میں نے ان صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ یہ کتاب کیوں رکھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے، میں نے کہا آخر جی چاہنے کی وجہ؟ وہ کہتا ہے میں احمدی ہوں، آپ بھی ذرا غور کریں گے تو سچائی معلوم ہو جائے گی۔ میں بھی آپ کے سے خیالات رکھتا تھا اور مرزا صاحب کی کتابوں کو چھونا بھی گناہ سمجھتا تھا مگر خدا نے مجھے ہدایت دی۔

میں نے کہا اور تو دقیق ابحاث ہیں اس وقت صرف ایک مختصر سی بات کہتا ہوں، فیصلہ کیلئے وہی کافی ہے اگر آپ انصاف کریں۔ اس نے کہا فرمائیے ۔ میں نے کہا کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اگر میں سچا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب میری زندگی میں ہلاک ہو جائیں گے، اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں میں ہلاک ہو جاؤں گا۔

بس آپ دیکھ لیجئے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ موجود ہیں مرزا صاحب مر

گئے اور مرزائیت کا کام تمام ہوا حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا۔

اس نے کہا یہ بالکل افتراء ہے۔ مرزا صاحب نے کہیں ایسا نہیں لکھا، میں نے کہا اس کا فیصلہ بہت آسان ہے آپ کو اخبار الحکم میں یہ مضمون دکھا دوں گا۔

اس نے کہا اگر ایسا ہے تو میں احمدیت سے توبہ کرونگا۔ بالآخر یہ صاحب بدایون آئے اور دوسرے قادیانی کے یہاں آکر ٹھہرے میں اور دو تین طلبا ان کے مکان پر گئے بریلوی مرزائی ندارد تھے۔ اس شخص نے جسکے مکان پر ہم گئے تھے الحکم کے متعلق کہا کہ وہ میرے پاس بالکل نہیں فقطع دابر القوم الذین ظلموا

چیلنج: مولوی ثناء اللہ کی زندگی اور مرزا قادیانی کی موت تمام مرزائیت کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس مضمون کے ثابت کرنے کے لئے تیار رہوں کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ ثابت ہو جانے پر ہمارا مرزائی مخاطب صدق دل سے اپنے وعدے کے موافق مرزائیت سے توبہ کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۱۷ء۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۸ ص ۷)

قادیانی مثلث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مثلث کا ایک زاویہ قادیان میں دوسرا دہلی میں تیسرا لاہور میں ہے

تفصیل اسکی یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اور ان کے خلیفہ ثانی (میاں محمود احمد) کی زیادتیاں سن سن کر خواجہ حسن نظامی صاحب نے ایک اعلان کیا کہ میں خلیفہ قادیان سے اجمیر میں مزار شیخ معین الدین چشتی مباہلہ کرنا چاہتا ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میاں محمود مر کر قادیان جائے گا، وغیرہ۔ اسکے جواب میں خلیفہ قادیان نے ایک مضمون بہت لمبا چوڑا اپنے اخبار الفضل میں شائع کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں آپ سے مباہلہ کرنے کو طیار ہوں بشرائط ذیل

ا: کم از کم ایک ایک ہزار آدمی ہر فریق کے ساتھ ہوں

۲۔ ہر فریق اپنے ہزار آدمی کی فہرست دوسرے کو دیدے

۳۔مباہلہ لاہور میں ہو

۴۔مباہلہ سے پہلے ہر فریق اپنے مذہب کو معہ دلائل مجلس میں بیان کرے

۵۔اشخاص مقررہ کے سوا کوئی اور شخص مجلس مباہلہ میں نہ جائے

۶۔ہر فریق پانچ پانچ ہزار روپیہ بغرض تاوان پہلے کسی امین کے پاس جمع کردے جو اس کے نہ آنے کی صورت میں فریق حاضر کو ملے۔

۷۔مکان مباہلہ محفوظ ہو۔

۸۔مکان مباہلہ کے اخراجات برابر ہوں گے۔

۹۔مباہلہ کے لئے پولیس سے اجازت لی جاوے۔

۱۰۔بعد مباہلہ عذاب آسمانی ہو انسانی ہاتھوں سے نہ ہو۔

۱۱۔ایک سال تک عذاب کی میعاد ہو۔

۱۲۔سرگروہان مباہلہ اپنی اولاد کو ساتھ لاویں۔

۱۳۔وقت مباہلہ ایک گھنٹہ ہو۔

ان شرائط کے علاوہ ایک بڑی بات قابل توجہ یہ لکھی ہے کہ

آج تک امت اسلامیہ کے کسی امام نے بھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ مباہلہ کا اثر فوراً ہونا چاہیے بلکہ جیسا کہ ثابت ہے ایک سال کی شرط سب تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ (الفضل قادیان ۱۸۔دسمبر ۱۹۱۷ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اب ہماری نظر اس بحث میں صرف اس حیثیت سے ہونی چاہیے کہ یہ جملہ شرائط خاص کر یہ پچھلی تحریر سنت نبویہ اور طریقہ مرزائیہ کے موافق ہیں یا نہیں۔

سب سے پہلے ہم اس آخری فقرہ پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ خلیفۃ المسیح المہدی ہو کر معلومات میں اتنی کمی کہ معمولی تفاسیر پر بھی نظر نہیں۔سنئیے ان کو کسی دور دراز مقام پر لے جانا نہیں چاہیے بلکہ روز مرہ کی متداول تفسیر معالم کا مطالعہ کراتے ہیں، جہاں لکھا ہے

قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ ان العذاب قد تدلی علی اھل نجرا ن ولو لا عنا لمسخوا قردة وخنا زیر ولاضطر

م علیهم الوادی ناراً و لا ستا صل الله نجران وا هله حتی الطیر علیالشجر ولماحال الحول علی النصا ری کلهم حتی هلکوا ۔(معالم التنز یل جلداول ص۱۶۴)۔(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے خدا کی قسم عذاب الٰہی اہل نجران (عیسائی مباہلہ کنندگان) پر جھک پڑا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو فوراً ہی بندر اور سور بنا دیئے جاتے اور وہی جنگل ان پر آگ کا جنگل بن جاتا اور اللہ تعالیٰ اہل نجران اور اوران کے متعلقین کا سیاناس کر دیتا یہاں تک کہ اس جنگل کے درختوں پر جانور بھی مر جاتے اور باقی عیسائی بھی (جو اس مباہلہ میں شریک نہ ہوتے) سارے کے سارے ایک سال میں مر جاتے)۔

خلیفہ صاحب کو تو کسی امام کا قول معلوم نہیں یا ملا نہیں یہاں اماموں کے سردار کا ارشاد موجود ہے یہ حوالہ اپنا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ مباہلین پر تو عذاب فوراً نازل ہوتا اور ایک سال تک کل عیسائی مر جاتے۔

علماء قادیان سے تعجب ہے کہ وہ بھی اپنے خلیفہ صاحب کو اس قسم کی غلطیوں سے محفوظ نہیں رکھتے۔اس سے تو ہمیں ان بدگمانوں کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ قادیانی علماء میں سے دراصل مرزائی ایک بھی نہیں ورنہ دوحال سے خالی نہیں۔یا تو علماء قادیان کی نظر ایسی محدود ہے کہ معالم التنز یل جیسی متداول تفسیر کو بھی نہیں دیکھتے یا خلیفہ صاحب سے ان کو اس قدر حسن ظن ہے کہ اپنے علم کو ان کے سامنے معدوم کر کے بزبان حال کہتے ہیں

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نقطہ عشق کا
کہ کتاب علم کی طاق پر جاں دھری تھی واں ہی دھری رہی

مختصر یہ ہے کہ اس بارے میں خواجہ حسن نظامی صاحب کا قول صحیح ہے واقعی عذاب اسی وقت نازل ہونا چاہیے۔

رہی باقی شرائط سو یہ بھی خلیفہ قادیانی کی طرف سے ایک بہانہ ہے کیونکہ ان کے والد مرزا صاحب آنجہانی کا مباہلہ مولوی عبدالحق غزنوی سے ہوا۔جو شرط انہوں نے نہیں لگائی بحیثیت خلیفہ ہونے کے ان کا حق نہیں اسے ایجاد یا ایزاد کریں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے نہ ہزار آدمی کی شرط لگائی تھی، نہ پانچ کی، نہ

پولیس سے اجازت کی، نہ پانچ ہزار روپیہ کی نہ کسی قسم کی تقریر کی، نہ تحریر کی۔ بلکہ عیدگاہ امرتسر میں فریقین جمع ہوئے۔ انکے سوا عوام ناظرین سامعین بھی آئے تھے جنہوں نے دیکھا تھا کہ دونوں صاحب بالمقابل دعا کر رہے ہیں اور بس۔

ہم نہیں سمجھتے کہ اتنی طول طویل شرائط لگانے سے خلیفہ صاحب کا بجز اسکے کیا مدعا ہے کہ: نہ نومن تیل ہو، نہ رادھا ناچے

چونکہ سابقہ مرزائی مباہلہ سے تجربہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مدمقابل مولوی عبدالحق غزنوی مرحوم پر جب باوجود سال ہا سال گذرنے کے عذاب نہ آیا تو مرزا صاحب قادیانی نے ان پر عذاب کا یہ پتہ دیا کہ مباہلہ کے بعد میرے ہاں اتنی اولاد ہوئی اور عبدالحق غزنوی کے ہاں ایک چوہیا بھی پیدا نہیں ہوئی۔ حاشیہ نشینوں نے جل جلالہ نعرے لگائے۔ اس لئے خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان سب باتوں کا جھگڑا ہی چکانے کو صاف کہہ دیا کہ بس مباہلہ کا اثر یہی ہوگا کہ تم فوراً مر جاؤ گے، جو بہت ٹھیک ہے۔

تیسرا زاویہ اس مثلث کا جولاہور میں وہ ستارہ صبح کا دفتر ہے۔ ہمارے دوست مولوی ظفر علی خان بھی خواجہ حسن نظامی کو لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے بھی بددعا کریں تو جانیں۔ اسی کو کہتے ہیں: آ بیل مجھ کو مار

ہمارے دوست کو دعا سننے کا شوق ہے، تو ہم ہی ان کے حق میں کر دیتے ہیں پس وہ سنیں

اہل حدیث کو وہ تصوف کا حامی اور نیم یا پورا صوفی کہتے ہیں اس لئے اس دعا کو بھی کلیجہ پر ہاتھ نہیں، پتھر رکھ کر سنیں

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۱۸ء ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۹ ص ۱۔۲)

ان کی خواہش لاہور میں ہے

خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں:

جناب مرزا محمود احمد صاحب قادیانی نے اجمیر شریف کا مباہلہ قبول نہیں کیا۔ وہاں ان کو میرے ہم خیالوں کی کثرت کا اندیشہ ہے۔ ان کی خواہش لاہور میں مباہلہ کرنے کی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے اخبار الفضل میں ایک طول طویل مضمون خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور تیرہ شرطوں پر لاہور میں مباہلہ کی تجویز کی ہے۔

میں نے لکھ دیا کہ مجھے اجمیر شریف کے لئے کچھ اصرار اور ضد نہیں ہے جہاں مرزا محمود احمد صاحب کو اطمینان ہو، وہیں میں حاضر ہوں۔

مرزا صاحب اس کو بھی منظور نہیں کرتے کہ مباہلہ کا نتیجہ ایک گھنٹہ میں ظاہر ہو۔ وہ ایک سال کی میعاد مقرر کرنی چاہتے ہیں، میں اسکو بھی قبول کرتا ہوں۔

اصل میں، میں نے مباہلہ کی حیثیت سے ان کو چیلنج نہیں دیا تھا، نہ مباہلہ کا نام اس مضمون میں شامل تھا جو اس مسئلہ پر نظام المشائخ محرم نمبر میں شائع ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے ایک گھنٹہ کا وقت نتیجہ کے واسطے مقرر کر دیا تھا کیونکہ اس بلاوے کی حیثیت مباہلہ سے بالکل جداگانہ تھی۔ تاہم میں نے ان کی تیرہ کی تیرہ شرطیں قبول کر لیں اور کسی شرط کے ماننے سے انکار نہیں کیا۔ صرف پانچ ہزار روپیہ نقود جمع کرنے یہ ترمیم چاہی ہے کہ اس کو جوئے بازی کے پہلو سے الگ کر دیا جائے۔ یعنی میں تو ایک تحریر اس مضمون کی دے دوں گا کہ اگر میں لاہور میں وقت مقررہ پر نہ گیا تو مرزا (محمود) صاحب کے سفر لاہور کا ہرجانہ ادا کروں گا، مگر مرزا (محمود) صاحب سے اس کی تحریر نہ مانگوں گا۔ وہ اگر نہ آئیں تو ان پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

میری صرف ایک شرط اس جواب میں بڑھائی گئی ہے کہ مرزا (محمود) صاحب کو ایک تحریر دینی ہوگی جس پر ان کی جماعت کے کل اڈیٹران اخبار اور بڑے بڑے سرگروہوں کے دستخط ہوں گے اور اس کا مضمون یہ ہوگا

مرزا محمود احمد صاحب قادیانی حسن نظامی دہلوی کے مباہلہ میں میعاد مقررہ کے اندر فوت ہو گئے تو ہم سب قائم مقام جماعت قادیانیہ یقین کر لیں گے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نہ تھے نہ مہدی تھے اور ان کے تمام دعوے غلط تھے آسمانی فیصلہ دیکھ کر ہم خود بھی ان عقاید سے توبہ کرتے ہیں اور جماعت کو بھی توبہ کی نصیحت کرتے ہیں۔

ایسی ایک تحریر میں لکھ کر دوں گا جس پر میرے ان نائبین کے دستخط ہوں گے جو ہزاروں آدمیوں کے سرگروہ ہیں جن میں مولوی عمر دراز نظامی، درگاہی شاہ نائب سی پی، مولوی حاجی علی میاں نظامی، قربتی شاہ نائب گجرات وکاٹھیاواڑ، سید محمد اشرف نظامی ۔ کشفی شاہ نائب برہما، مولوی محمد نذیر نظامی، کملی شاہ نائب دکن کے نام لکھ دیئے ہیں ۔تحریر کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر حسن نظامی، مرزا (محمود احمد) صاحب کے مباہلہ کے اندر مر گیا، تو ہم سب معہ اپنے مریدین ومتوسلین کے جماعت قادیانی میں بیعت کر لیں گے۔

یہ شرط میں نے اس واسطے بڑھائی ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب نے جناب مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے آخری فیصلہ بذریعہ موت کاذب کے کیا تھا جس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب مر گئے اور مولانا صاحب اب تک زندہ ہیں مگر قادیانیوں پر ان کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ لہذا سب سرغنہ لوگوں کو پہلے دستخط دینے ضروری ہیں تاکہ اس تمام دردسری کا کچھ نتیجہ تو ظاہر ہو۔ ورنہ وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ میں نے اس شرط کے اضافہ میں کوئی ایسا مطالبہ نہیں کیا جو دشوار ہو بلکہ یہ ایسی شرط ہے کہ ہر معقول مزاج آدمی دل سے پسند کرے گا۔

اب مجھ کو وقت مقرر کرنے اور میرزا صاحب کے جواب آنے کا انتظار ہے
راقم : حسن نظامی از دہلی ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۱۸ء مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۹ ص ۲،۳)

میں لاہوری پارٹی کے جلسہ میں کیوں نہ گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی مذہب کی لاہوری پارٹی نے اپنے سالانہ جلسہ میں ایک مضمون وفات مسیح کا بھی رکھا تھا۔ سوال و جواب کے لئے ایک گھنٹہ مقرر تھا جس کے لئے اخباروں میں خاص طور پر اعلان کر دیا کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ اور مولوی ابراہیم کو مباحثہ کی دعوت دی ہے میرے دوست اسکے نتیجہ سننے کے منتظر ہوں گے اسلئے میں اصل حال سناتا ہوں۔

کچھ شک نہیں کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور کی چٹھی مندرجہ ذیل آئی۔

مکرمی مولوی صاحب۔

اس چٹھی کے ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کا پروگرام ارسال خدمت ہے جس کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۷ء کو نزول ابن مریم اور وفات مسیح پر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے دو لیکچر ہوں گے جن کے بعد سوالات و جوابات کے لئے بھی وقت رکھا گیا ہے۔ اس لئے آپ کو میں اسوقت کے لئے دعوت دیتا ہوں کہ آپ آئیں اور آکر لیکچروں کے متعلق اگر کوئی سوال ہوں تو کریں جن کا جواب اسی وقت دیا جائے گا۔

امید کہ آپ بواپسی ڈاک جواب باصواب سے مطلع کریں گے

والسلام خاکسار مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اس کا جواب فوراً دیا گیا جو درج ذیل ہے

ڈاکٹر صاحب، آپ کا دعوتی خط پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ میں آپ کے حسب دعوت وفات مسیح پر سوال کرنے کو تیار ہوں، بشرطیکہ آپ اس کے

بعد صداقت مرزا پر بھی کافی وقت تک گفتگو کرنے کا وعدہ کریں جو اصل ما بہ النزاع اور ما بہ الافتراق ہے۔ میرے خیال میں دونوں کام ۱۱ بجے شب تک بآسانی ہو سکتے ہیں۔ جلسہ پر اسکا موقع نہ ملا تو پھر کب ملے گا۔

ابو الوفا ثناء اللہ

اس شرط کی قبولیت نہ آئی، اس لئے میں نہ گیا۔ تعجب تو یہ ہے کہ آریوں کو دعوت ان لفظوں میں دیتے ہیں کہ جس مضمون پر آپ چاہیں گفتگو کریں۔ پیغام صلح ۲۳ دسمبر ۱۹۱۷ء، مگر ہم ایک مسئلہ پیش کرتے ہیں جو واقعہ میں ہمارا اور ان کا وجہ افتراق ہے اس کو قبول نہیں کیا جاتا تو کیا دانا نہیں سمجھیں گے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۱۸ء ص ۳۔۴)

جلسہ اسلامیہ قادیان کا اثر قادیان کے قرب و جوار میں

حکیم عبدالعزیز قریشی سٹھیالوی ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

میں ایک نظارہ تو حیدابھی ان دنوں میں دیکھ کر آیا ہوں جو کہ درج ذیل ہے۔ برائے شفقت ان چند سطور کو اپنے اخبار گوہر بار میں جگہ دے کر ممنون فرماویں۔

میں گذشتہ ہفتہ اتفاقیہ ضلع گورداسپور گیا اور موضع راجووال، موضع گھمن خورد، موضع سروالی، موضع سٹھیالی، موضع بھانبڑی میں جو کہ قادیان کے قرب و جوار میں ہیں، پہنچا۔

موضع راجووال میں چوہدری گوہر علی نمبر دار، چوہدری فتح دین، کرم دین وغیرہم بڑی جماعت نے بیان کیا کہ ہمارا عقیدہ مذبذب مدت سے ہو رہا تھا۔ کبھی ہم قادیان کی طرف برائے بیعت مرزا صاحب قدم اٹھاتے کبھی پھر رک جاتے، نہایت تشویش میں گھبرا رہے تھے اچانک کان میں آواز آئی کہ محمدی جلسہ قادیان میں عنقریب ہو گیا لہذا ہم نے سوچا کہ اب جملہ عقدہ کشائی ہو جائے گی

الغرض ہم سب کے سب ۶۰ ۔ آدمی جلسہ مذکور پر پہنچے ۔علماء کی تقریریں خصوصاً مولانا فاتح قادیان کی تقریر نے ہمارے دلوں کو مستقل کر کے ہمارے دماغوں میں نقشہ توحید ورسالت مضبوط کھینچ دیا۔لہذا ہم نہایت خلوص دلی سے شکرگذار اور دعا گو ہیں کہ خداوند کریم اس جلسہ کے پودے کو ہرا بھرسر سبز پھل دار ہمیشہ رکھے اور اس کے جملہ معاونین کو جملہ مصائب سے محفوظ رکھے

اسکے بعد خاکسار موضع گھمن خورد میں گیا،تو حکیم محمد حسین صاحب ،مولوی عطا محمد صاحب ،میاں علم دین صاحب، چوہدری ملنگ وغیرہ سے بھی بیان مندرجہ بالا ہی سنا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ خوشی سنا رہے تھے اور دعا گو تھے۔ کہتے تھے کہ ہمیں بھی اس جلسہ کی برکت سے استقلال حاصل ہوا۔

اس کے بعد موضع سروالی میں خاکسار پہنچا تو مولوی عبدالرحیم صاحب نے حلفی بیان کیا میں بمعہ اپنے سٹاف کے مرزا محمود کی بیعت کرنے کو تیار ہورہا تھا مگر بعض اوقات متردد ہوجاتا تھا۔اس جلسہ کی برکت سے ہمارے دلوں کے تمام شکوک دور ہوگئے اور ہم تہ دل سے مشکور اور دعا گو ہیں کہ خداوند کریم حامیان جلسہ کو شاد آباد رکھے۔

بعدش موضع سٹھیالی خاکسار پہنچا تو وہاں کی حالت بھی عجیب نظر آئی اور یہ دن آخری دن جلسہ مرزائیوں کا تھا (یعنی ۲۹ دسمبر) چوہدری غلام محمد صاحب چیف نمبر دار موضع مذکور جلسہ پر گئے ہوئے تھے۔ واپسی کے وقت اپنے موضع مذکور کی ہدایت کیلئے ایک (مرزائی) مولوی ابراہیم بقا پوری اور چوہدری نذیر احمد صاحب تحصیل دار بنک اور چوہدری اللہ صاحب بھابڑہ کو اپنے ہمراہ لائے اور شام کو تمام گاؤں میں بذریعہ دف ڈھنڈورا پٹوادیا کہ وعظ ہمارے مکان پر ہوگا سب لوگ آکر فائدہ اٹھائیں ۔مگر لوگ وعظ سننے سے متنفر نظر آئے اور میری دعوت چوہدری عظیم بخش احمدی کے گھر تھی ۔نفرت کا سبب پوچھا کہ لوگ کیوں وعظ سننے نہیں جاتے،تو چوہدری امام دین صاحب و چوہدری اللہ دتا صاحب و چوہدری منصب دار صاحب و چوہدری جان محمد صاحب وغیرہ نے بیان کیا کہ ہمارا نمبر دار عرصہ سے احمدی ہوگیا ہوا ہے اور خواندہ آدمی ہے۔ ہمیں بہت ترغیب دلاتا رہا کہ اگر احمدی نہ ہوگے تو کافر مروگے دوزخی ہوجاؤ گے۔ ہم بے علم لوگ ڈر کر گھبرا رہے تھے بلکہ بیعت کرنے کو مستعد تھے کہ ایک اشتہار آن پہنچا جس میں

تحریر تھا کہ محمدی جلسہ قادیان میں ہوگا۔ لہذا ہم سب آدمی جلسہ پر گئے تو رنگ رنگ کی وعظیں تردیدیں اور خصوصاً مولانا فاتح قادیان کی تقریریں زبردست سن کر ہمارے دلوں سے تمام فاسدہ شکوک جاتے رہے ۔ مولانا صاحب کی تقریریں ہم بے علم لوگوں کے دماغوں میں نقشہ جمائے ہوئے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ فاتح قادیان نے برسر اجلاس فرمایا کہ لوگو! مرزا صاحب کے تمام الہام شروع سے اخیر تک جھوٹے ہیں ۔ ایک بھی سچا نہیں اور ہاتھ کے اشارات سے حاضرین کو سمجھایا اور اعلان کیا کہ اگر کوئی احمدی ثبوت دیوے تو مبلغ تین سو روپیہ انعامی واپس دینے کو ہم تیار ہیں۔

مولانا صاحب کی مضبوط اور زبردست تقریر نے ہمارے دلوں میں فوراً ایک مستقل اثر بفضلہٖ تعالیٰ بخش دیا اور ہم سب لوگ اس خیال سابقہ سے نادم ہوکر تائب ہوئے اور خداوند کریم کا کمال شکر کیا۔ اب وہ ہمارا نمبردار ہمیں وعظیں سنوانا چاہتا ہے لہذا ہم متنفر ہیں۔

خاکسار کا وعظ لوگوں نے جمعہ میں بڑی خوشی سے سنا اور سابقہ چند احمدی جو تھے وہ بھی ہمراہ جماعت نماز پڑھتے رہے ۔ بلکہ بوقت روانگی جب خاکسار گھوڑی پر سوار ہوا تو چوہدری عظیم بخش چوہدری اللہ دتا نے بآواز بلند کہا کہ ہم اب احمدی نہیں رہے ہم کو اب احمدی نہ شمار کیا جاوے۔

اس کے بعد خاکسار موضع بھانبڑی پہنچا تو وہاں بھی توحید کے نعرے اور سب بچے بوڑھے جلسہ محمدی قادیان کے گیت گا رہے تھے اور نہایت خلوص دلی سے دعا گو تھے کہ جلسہ محمدی کا درخت ہمیشہ پھل دیا کرے اور اس کے حامیان کو خداوند کریم جملہ مصائب ارضی وسماوی سے محفوظ رکھ کر اس کی تکمیل کرے

مرقومہ بالا بیان میرے معلومات سے بہت کم ہے جو کہ میں اس علاقہ میں دیکھ اور سن آیا ہوں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے لوگ نظر آئے جو مرزائی خیالات سے سخت متنفر ہو گئے ہیں اور جلسہ کی آواز سننے کو ہمہ تن کوشش میں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جنوری ۱۹۱۸ء ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۰)

جلسہ مسلمانان لاہور بمقابلہ جلسہ مرزائیان

لاہوری پارٹی کے مرزائیوں نے اپنے جلسہ پر مناظرہ کا وقت حسب دلخواہ مخالفین نہ دیا، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ جلسہ الگ کر کے ان کے جوابات دیئے جائیں۔ اس لئے یکم جنوری ۱۹۱۸ء کو لاہور میں ایک عام جلسہ ہوا جس میں سب سے پہلے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ختم نبوت اور حالات مرزا پر تقریر فرمائی اور آپ کے بعد بصدارت مولانا ثناء اللہ فاتح قادیان بابو پیر بخش سکرٹری انجمن تائید الاسلام لاہور نے ایک مفصل تقریر کی جو مرزائی اور تاریخی حوالوں سے پر تھی۔

بعد نماز ظہر حافظ محمد حسین صاحب نائب امام مسجد چینیانوالی نے تھوڑی سے تقریر کی۔ زاں بعد فاتح قادیان نے عصر تک پر زور تقریر فرمائی۔ اس تقریر کی بابت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ فاتح قادیان کی فاتحانہ تقریر تھی۔ بعد عصر مناظرہ کا وقت تھا۔ ہجوم بھی بہت زیادہ تھا۔ باوجود للکارنے اور ابھارنے کے کوئی مرزائی سامنے نہ آیا، حالانکہ دونوں پارٹیاں موجود تھیں۔ آخرکار مولانا نے کہا تمام احمدیوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ خواہ وہ لاہوری پارٹی سے ہوں حکیم محمد حسین صاحب قادیانی میری کی ہوئی تقریر پر سوال کرلیں دو منٹ تک انتظار کر کے میں پھر تقریر شروع کردوں گا

دو منٹ کے بعد مولانا کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی تو حکیم محمد حسین مرہم عیسی مبلغ اور دوست محمد اڈیٹر پیغام صلح آئے اور آواز دی کہ یہ وقت مباحثہ کا ہے ہم آئے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے تقریر بند کر دی مگر دوست محمد صاحب نے بجائے گفتگو کرنے کے یہ اعلان دینا شروع کیا کہ جتنے اعتراض کئے گئے ہیں ان کا جواب ہماری طرف سے ایک جلسہ میں دیا جائے گا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا جلسہ کا اشتہار دینے آئے ہو، یا مناظرہ کرنے؟ ادھر سے حاضرین نے بیک آواز کہا مناظرہ کرنا ہے تو کرو، ورنہ جاؤ۔ آخر تنگ آکر مرہم عیسی صاحب سامنے آئے۔

مولوی ثناء اللہ نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ مرزا صاحب نے میرے حق میں دعا کی تھی کہ میں ان کی زندگی میں مرجاؤں گا۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں ان کی زندگی

میں نہ مروں، بلکہ وہ مجھ سے پہلے مر جائیں تو وہ جھوٹے اور میں سچا۔ اس بیان کی تائید میں کہا تھا کہ یہ ایک دعا ہے۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اس کے قبول کرنے کا خدا نے وعدہ کیا ہے۔ مرزائی مناظر مرحوم عیسی صاحب نے کہا کیا کسی ولی کی ساری دعائیں قبول ہونی ضروری ہیں؟ مولوی صاحب نے کہا کسی ولی کیا، نبی کی بھی ساری دعائیں قبول ہونی ضروری نہیں، مگر جو ولی کسی خاص دعا کے لیئے اظہار کرے کہ خدا نے اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے اس کا قبول معہ ظہور ہونا ضروری ہے۔

اس پر مرحوم عیسی صاحب یہی کہتے رہے کہ یہ دعا الہام سے نہیں۔ مولوی صاحب بطریق اصول حدیث سمجھاتے رہے کہ یہ دعا ابتداء گو الہام سے نہیں مگر بعد دعا اس کی قبولیت کا الہام (بقول مرزا صاحب) ہو چکا تھا پس اس کے مطابق یہ دعا قبول ہوئی کہ ہم دونوں میں جو جو خدا کے نزدیک جھوٹا تھا وہ سچے کی زندگی میں مر گیا نتیجہ یہ نکلا کہ

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جنوری ۱۹۱۸ء ص ٦)

اصولی بحث منظور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہوری پارٹی نے مجھ کو اپنے جلسہ میں بلایا مگر میں نہ گیا کیوں۔ اسکی وجہ مورخہ ۴ جنوری کے اہل حدیث میں بتلائی گئی ہے کہ میں نے ان کو لکھا تھا کہ مسئلہ حیات و وفات مسیح کے بعد صداقت مرزا پر بحث ہونی چاہیے جو انہوں نے منظور نہ کی۔ پیغام صلح، میری چٹھی نقل کر کے لکھتا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب کا منشاء صداقت مرزا پر گفتگو کرنے سے جو کچھ تھا وہ ہمیں خوب معلوم ہے۔ لیکن ان کی نیت ومنشاء کو چھوڑ کر بھی جب ہم اسپر غور کرتے ہیں کہ، صداقت مرزا صاحب، پر گفتگو ہونے سے پہلے اصولاً کن مراتب کا طے کرنا ضروری ہے، تو ان کی یہ درخواست ایک حد تک موزوں

معلوم نہیں ہوتی۔ وفات مسیح کے علاوہ اصولاً ہمیں یہ بھی طے کرانا ضروری ہے کہ نزول ابن مریم کا جو وعدہ احادیث میں دیا گیا ہے اس کی جو جو علامات بتلائی گئی ہیں اس سے کیا مراد ہو سکتی ہے۔ آیا بفرض محال عیسیٰ کو زندہ بھی مان لیا جائے تو اس وعدہ کے موافق اسی عیسیٰ کا آنا مراد ہو سکتا ہے یا اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

سوال یہ ہے کہ آیا مولوی صاحب یہ جائز سمجھتے ہیں کہ وہی مسیح ناصری علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں اور یوں خاتم النبیین کی دیواروں کو پھاند کر اسلام کا تختہ ہی الٹ دیں، کیونکہ جب کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایک اور نبی آ گیا تو اس کے صاف اور سیدھے معنی یہ ہیں کہ اب آنحضرت ﷺ کا زمانہ نہیں رہا۔ اب عیسیٰ نبی اللہ کا زمانہ ہے۔ اب رسول اللہ ﷺ کی قوت قدسی کسی کام نہیں آ سکتی، بلکہ آپ ایک نئے اسرائیلی نبی کے محتاج ہو چکے ہیں اور اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول میں اب آنحضرت ﷺ مراد نہیں بلکہ الرسول سے وہی آخری رسول عیسیٰ بن مریم ہی مراد ہوں گے (حضرت عیسیٰ جب خود احکام محمدی تعلیم کریں گے تو کیوں ایسا ہوگا، اڈیٹر اہل حدیث) اگر یہ نہیں اور ہرگز نہیں تو مولوی صاحب کو چاہیے کہ پہلے اس کا اعلان کریں اور بتائیں کہ وہ نزول ابن مریم سے کیا مراد لیتے ہیں اور اس نزول کی علامات کا وہ مطلب کیا سمجھتے ہیں جب تک اصولی طور پر یہ طے نہ ہو جائے صداقت مرزا پر بحث ....

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

افسوس قابل اڈیٹر کو ہمارا مطلب سمجھنے میں کتنی الجھن ہوئی۔ حالانکہ مضمون صاف تھا۔ پس سنئے صداقت مرزا پر بحث کرنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب اپنے اقوال اپنے مواعید میں صادق تھے یا کیا، اور یہ تو ہمارا تمہارا مسلمہ اصول ہے کہ کاذب خدائی خطاب اور منصب نبوت یا درجہ مجددیت نہیں پا سکتا۔ پس منطقی طور پر ہم اور آپ کبری میں شریک ہیں۔ گفتگو صغری میں ہے اس لئے ہماری درخواست کہ صداقت مرزا پر بحث ہونی چاہیے جو ہر ایک طور سے معقول ہے اور آپ کا اور ان کا

انکار غیر معقول تعجب بلکہ تاسف ہے کہ یہ لوگ کس قدر زور شور سے مناظرات اورمباحثات کی دعوتیں دیتے ہیں اور کس قلم سے لکھتے ہیں :

ہمارا ایمان ان دلائل بینہ پر ہے جو اسلام اور حضرت مسیح موعود (مرزا) کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں (پیغام صلح)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

بس وہی دلائل بینہ ہم سننا چاہتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہواور وہی دلائل سنانا چاہتے ہیں جن سے اس کی نسبت ہمارا دعوی ثابت ہو۔ کیا کوئی احمدی دوست (پیغامی یا محمودی) ہمارے سامنے آنے کا حوصلہ کرسکتا ہے۔

ہم وہ نہیں کہ دور سے دعوی کیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دون کی لیا کریں
اپنا تو ہے یہ قول کہ آئے ہیں آیئے
دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھا یئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۱ ص ۲۔۳)

قادیانی کے ابن مریم ہونیکا قرآن سے ثبوت

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے یوں تو کوئی دعوی اچھوتا نہیں چھوڑا، اوراس سے بڑھ کر بخیال داشتہ آید بکار بہت سے پیغمبروں کے نام بذریعہ الہام محفوظ کرلئے۔ یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نام بھی جن سے آپ کو کسی قسم کی نسبت نہ تھی، جب ایک مقدمہ میں آپ کو قید ہوجانے کا خوف دامن گیر ہوا تو مریدین کی تسلی کے لئے زیر الہام انك لأ نت یوسف اتارلیا۔مگر سارا زور آپ کا اس پر تھا کہ میں ابن مریم ہوں۔فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں چونکہ میں کسی سلسلہ میں بیعت نہیں ہوا، تو ابن مریم میں نہیں تو اور کون ہے۔گو یا میرا کوئی روحانی باپ نہیں اوراس کی تائید میں مولوی محمد احسن صاحب فرماتے ہیں۔

لفظ ابن مریم کی نسبت یہ عرض ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مسافر کو ابن السبیل بطور استعارہ کے فرمایا ہے۔ اب دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا مسافر راہ کا بیٹا ہوتا ہے حقیقۃً، یا چاند کو ابن اللیل کہتے ہیں کیا چاند رات کا بیٹا حقیقی ہوتا ہے۔ اگر کنیت بلفظ ابن کتب حدیث میں وغیرہ میں تفحص کی جاوے تو بہت کثرت سے ایسی نکلیں گے جو صرف بطور استعارہ کے کسی مناسبت کی وجہ سے وہاں ابن کا لفظ لگا دیا ہوگا، نہ یہ کہ بیٹا حقیقی وہاں مراد ہو۔ اگر مرزا صاحب نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا ہو جو بلا واسطہ آیا ہو مشائخ زمان کے اس علوم لدنیہ حاصل ہوئے ہوں اور بغیر داخل ہونے کے کسی سلسلہ میں سلاسل اولیاء اللہ ما سبق سے اس کو کشوف و الہامات ومعارف کتاب وسنت من جانب اللہ اس کو دیئے گئے ہوں تو کون سا استحالہ لازم آیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جیسے اللہ مسافر کو ابن السبیل فرماتا ہے اسی طرح مرزا صاحب ابن مریم ہیں اس میں کوئی استحالہ نہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ الرحمن علم القرآن.. الخ اس الہام کی رو سے خدا نے مجھے علوم قرآن عطا کئے ہیں اور میرا نام اول المومنین رکھا اور مجھے سمندر کی طرح معارف وحقائق سے بھر دیا

ان معارف وحقائق کے سمندر اور ان کے موید مولوی محمد احسن صاحب کی لیاقت کا حال ناظرین ملاحظہ فرماویں۔

کسی بزرگوار نے اس پر اعتراض کیا کہ حضرت مسافر کو قرآن میں ابن السبیل اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ ابن کے مصداق یعنی مسافر کو ابن کے مضاف الیہ یعنی سبیل سے نسبت ہے۔ یعنی مسافر اور رستہ میں ایک تعلق ہے۔ مرزا صاحب کو اگر ابن مریم کہا جائے، تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ مرزا صاحب کو مریم سے تعلق ہے، نہ کہ اس کے بیٹے سے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اپنا تعلق ابن مریم سے پیدا کر رہے ہیں، نہ مریم سے جن کا باپ موجود تھا۔ اسکا جواب آج تک جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ تو ابن مریم نے دیا نہ کسی اور تیس مار خان نے

نگفتہ ندارد کسے با تو کار
و لیکن چو گفتی دلیلش بیار

یہ ہے سمندر اور سمندر کے غواصوں کی قرآن دانی اور یہ ہیں ان کے تازہ حقائق و معارف

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو
از شما یک تن نشد اسرار جو

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

یہ ایک علمی اور لٹریری غلطی ہے کہ لغت اور محاورات کو عقل سے ثابت کرتے ہیں حالانکہ علماء اصول نے اور علماء زبان نے بہ تصریح تام لکھا ہے کہ لغت اور محاورات استعمال اہل زبان سے ثابت ہو سکتے ہیں قیاس اور عقل سے نہیں مثلاً شیر سے بہادر گدھے سے بے وقوف مراد لے سکتے ہیں لیکن کسی اور جانور سے بقاعدہ قیاس ایسا نہیں کر سکتے۔ آج تک علمی (علم ادب کی) جتنی کتابیں مل سکتی ہیں ان سب کو دیکھ ڈالئے ابن مریم سے مراد خاص ایک شخص لیا جاوے گا، ابن السبیل کی طرح اس کو عام نہیں سمجھا جائے گا۔ قرآن مجید کی شہادت کافی ہے

لما ضرب ابن مريم مثلاً اذا قومك منه يصدون

وغیرہ اس قسم کے مقامات میں کل اہل زبان سمجھتے رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں کیوں کہ اس کے اضافی معنی کے سوا استعارہ کے معنی اس میں کبھی در آئے ہی نہیں اگر کوئی عربی دان مرزائی عالم ایسا دعویٰ کرے اور دکھاوے تو ہم بڑی مشکوری سے سنیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۱ ص ۸)

وہ لکھ دیں گے کہ میرزا قادیانی کاذب تھے

خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں:

آخر جناب میرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے بذریعہ ایک مطبوعہ تحریر کے میری شرط قبول کر لی یعنی انہوں نے اقرار کر لیا کہ وہ ایک نوشتہ اس مضمون کا دے دیں گے کہ اگر محمود احمد صاحب حسن نظامی کے مباہلہ میں فوت ہو گئے تو ثابت ہو گا کہ

جناب میرزا غلام احمد صاحب کاذب تھے اور ان کا مسیح موعود و مہدی ہونے کا دعوی باطل تھا اور تمام جماعت اس عقیدہ سے توبہ کر لے گی۔

یہی میرا منشاء تھا کہ اس دردسری سے کچھ نتیجہ تو ظاہر ہو۔ زبانی باتوں میں تاویل کی تو ان کو خوب مہارت ہے تحریر ہوگئی تو پھر کچھ گنجائش نہ رہے گی۔ میرزا محمود احمد صاحب نے اپنا اعلان گیارہ صفحوں میں شائع کیا ہے جسکا جواب ۱۴ جنوری کے اخبار، خطیب، میں میں نے بھی شائع کرا دیا ہے اس کا خلاصہ آپ کے اخبار میں بھیجتا ہوں۔

گیارہ صفحہ کی طول کلامی میں انہوں نے انہی شرطوں کو دہرایا ہے جو پہلے لکھ چکے تھے جن کو میں نے پہلے ہی قبول کر لیا تھا۔ البتہ چند شرائط میں ترمیم چاہی تھی۔ اسی ترمیم کو میرزا صاحب نہیں مانتے اور اپنی ضد پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ جن شرائط میں میں نے ترمیم چاہی تھی وہ یہ تھیں:

۱۔ ہر فریق تیسرے شخص کے پاس پانچ پانچ ہزار روپیہ جمع کر دے تا کہ کوئی فریق مباہلہ سے گریز کرے تو وہ روپیہ اس کو مل جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جوئے کی سی بازی ہے لہذا مجھے منظور نہیں۔ میں صرف ایک تحریر دے دوں گا کہ اگر میں نے گریز کی تو میرزا صاحب کا ہرجانہ ادا کروں گا اور میرزا (محمود) صاحب سے اس کے عوض کوئی تحریر نہ لوں گا۔

۲۔ مرزا (محمود) صاحب کہتے ہیں ایک ہزار آدمی ہر فریق مباہلہ میں اپنے ساتھ لائے۔ میں کہتا ہوں یہ فضول خرچی اور اسراف ہے۔ رسول خدا ﷺ کی سنت تو یہ ہے کہ ہر فریق اپنے اپنے بال بچوں کو لیکر مقام مباہلہ پر آجائے۔ چنانچہ میں دہلی سے اپنے عیال کو لے کر لاہور آجاؤنگا آپ قادیان سے اپنے اہل و اطفال سمیت آجایئے۔

اس دوسرے اعلان میں مرزا (محمود) صاحب نے میری ترمیمیں قبول نہیں کیں ان کو انہی دونوں پر اصرار ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہل حدیث نے ان شرطوں کو دیکھ کر اپنے اخبار میں لکھا تھا کہ یہ تو مرزا محمود احمد صاحب نے ایسی قید لگائی ہے جو ان کے والد نے کبھی نہ لگائی تھی۔ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی سے امرتسر میں ان کا مباہلہ ہوا تھا، تو مرنے والے مرزا صاحب نے نہ پانچہزار روپئے جمع کرائے تھے، نہ ہزار آدمی بلائے تھے۔ یہ شرطیں تو غالباً اس واسطے ہیں کہ ان کی تعمیل

قبول کی جائے گی نہ مباہلہ ہوگا۔

میں نے بھی مولانا کی رائے سے اتفاق کیا ہے اور اپنے جواب میں لکھ دیا ہے کہ آپ کی یہ دونوں شرطیں قابل ترمیم ہیں۔ آپ کو سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق مباہلہ کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے پانچ ہزار روپئے اور گنتی کے ہزار آدمیوں کی قید نہ لگائی تھی۔ نہ آپ کے والد صاحب نے کبھی یہ شرطیں لگائیں۔ کم از کم اپنے والد کی سنت کو تو ترک نہ کیجئے۔ امید ہے کہ جناب میرزا محمود احمد صاحب ان شرائط کی ترمیم بھی اسی طرح قبول کرلیں گے جس طرح انہوں نے اپنے والد صاحب کے کاذب ہونے کی شرط کولکھ کر دے دینے کا اقرار کرلیا ہے اور مباہلہ سے گریز نہ فرمائیں گے کیونکہ اب یہ بات بہت مشہور ہو چکی ہے اگر وہ مقابلہ سے ہٹ گئے تو ان کی فرضی امامت کو بہت صدمہ پہنچ جائے گا۔

جوان اور روپیہ والی عورت رشوت میں :

لکھنؤ سے ایک دولت مند بیگم کا خط میرے نام آیا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف خرچ کرنے کے لئے چھ سو روپیہ روانہ کرتی ہوں اور پچاس روپیہ ماہوار دوامی خرچ کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں اور میں ۲۵ برس کی دولت مند بیوہ ہوں، مجھے کسی فاضل سے نکاح کی بھی خواہش ہے۔

میں نے جواب لکھ دیا کہ نہ مجھے آپ کے روپئے درکار ہیں، نہ نکاح کی ضرورت ہے۔ شریف بیگمات کو ایسی ناجائز ترغیب کے واسطے خط لکھنے مناسب نہیں۔

اس کے جواب میں ان بیگم صاحبہ کا خط آیا کہ میرا پہلا خط واپس کر دو میں خط واپس کرنے کو تھا کہ لکھنؤ سے میرے احباب نے اطلاع دی کہ یہاں قادیانیوں نے کوئی فرضی چال آپ کے خلاف چلی ہے یہ اطلاع دیکھ کر میں نے خط روک لیا اور تحقیقات شروع کر دی

اگر واقعی یہ خطوط لکھنؤ کی قادیانی جماعت کے ہیں تو کیسے افسوس کا مقام ہے میں نے چھ سو روپیہ یک مشت اور پچاس روئے ماہوار سے انکار محض اس وجہ سے کیا تھا کہ قادیانیوں سے مباہلہ کرنے میں مجھے کسی سے چندہ لینے کی ضرورت نہ تھی اور بیگم صاحبہ کو نصیحت اس واسطے کی تھی کہ میں ہندوستان کی شریف مستورات کی ان حرکتوں کو

ملک کی ذلت سمجھتا ہوں مگر کیا خبر تھی کہ ملک کی عزت تباہ کرنے اور قوم کی مستورات کو بدنام کرنے کی یہ فرضی کوشش کی گئی ہے۔ لکھنؤ کی تحقیقات ہونے کے بعد تمام خط وکتابت شائع کر دی جائے گی اور عدالت تک معاملہ جائے گا (میں اس کی تائید نہیں کرتا۔ اڈیٹر اہل حدیث)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۱۸ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۲ ص ۳۔۴)

(لاہوریوں کے پیغام صلح میں مرزا محمود اور خواجہ حسن نظامی کے درمیان ہونے والی کاروائیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے بایں الفاظ ایک مضمون شائع ہوا۔

خواجہ حسن نظامی اور میاں صاحب

مباہلہ کی کھیل جو میاں صاحب اور خواجہ حسن نظامی کے درمیان شروع ہوئی تھی اب انجام تک پہنچتی ہوئی نظر نہیں آتی خواجہ حسن نظامی نے جیسا کہ ان کی اپنی مراسلت مندرجہ پیغام صلح ۲ جنوری ۱۹۱۷ء سے ظاہر ہے یہ اعلان کیا کہ انہوں نے میاں صاحب کی تیرہ کی تیرہ شرطیں قبول کر لی ہیں اور اس کے ساتھ صرف ایک شرط کا اضافہ کیا کہ فریقین کی جماعتوں کے سرگروہ یہ لکھ دیں کہ خواجہ حسن نظامی اور میاں صاحب میں سے جو بھی مر گیا اس مرنے والے کی جماعت اپنے عقاید کو چھوڑ کر دوسرے فریق کے پہلوان کی بیعت کر لے گی اس کے جواب میں پہلے تو قادیان سے یہ لکھا گیا کہ خواجہ حسن نظامی نے براہ راست میاں صاحب کے پاس منظوری شرائط کی کوئی تحریر نہیں بھیجی اور یوں ہی غلط طور پر اخباروں میں اعلان کر دیا ہے پھر جب خواجہ صاحب کی طرف سے ایک مفصل مضمون ان منظوری شرائط کے متعلق اخبار خطیب میں چھپ کر میاں صاحب کو پہنچ گیا جس میں بالتصریح یہ بتا دیا تھا کہ میاں صاحب بے شک ہزار چھوڑ جتنے آدمی چاہیں ساتھ لائیں لیکن میں صرف اہل وعیال کو لے کر لاہور آ جاؤں گا تو اس پر اب اخباروں میں یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ خواجہ حسن نظامی نے اس ایک شرط کو، جو باقی تمام شرائط کی گویا قائم مقام ہے، نہ مان کر گویا تیرہ کی تیرہ شرطوں کو رد کر دیا ہے۔ اور یہ غلط لکھا ہے کہ میں نے تیرہ کی تیرہ شرطوں کو قبول کر لیا۔ یہ سب اعلانات ابھی تک میاں صاحب کی طرف سے اس موضوع پر عنقریب کوئی مضمون شائع ہونے کی امید دلائی گئی ہے۔

ہمیں تو اس سے مطلب نہیں کہ شرائط وغیرہ کے اس ردّ وقبول میں یہ بتائیں کہ کون فریق غلطی پر ہے اور راہ فرار اختیار کر رہا ہے اور اس معقول کھیل کے میدان میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا ہے۔ یہ میاں صاحب جانیں اور خواجہ حسن نظامی۔ وہ ایک دوسرے کو مفرور قرار دے کر تعاقب کے درپے ہوں، یا یوں ہی اپنا چھٹکارا سمجھ

کر اپنی جیت قرار دیں، ان کو اختیار ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر خواجہ حسن نظامی اس ایک ہزار آدمی کے لانے اور پانچ ہزار روپیہ بطور امانت رکھوانے کی شرائط کو بھی قبول کر لیں، تو کیا اس صورت میں میاں صاحب خواجہ صاحب کی پیش کردہ شرط کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اور آیا وہ اپنے مریدین سے لکھوا دیں گے کہ اگر ایک سال کے اندر اندر میاں صاحب فوت ہو گئے تو ہم مرزا غلام احمد صاحب کو ان کے دعاوی میں نعوذ باللہ جھوٹے سمجھیں گے اور خواجہ حسن نظامی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ اگر ایسا ہے تو مرزا صاحب پر ان کے ایمان کی حقیقت معلوم ہو گئی اور پتہ لگ گیا کہ انہیں دراصل تو مرزا صاحب پر کوئی ایمان نہیں کوئی سچا عقیدہ ان کا جو دلائل بینہ پر مبنی ہو اس بارہ میں نہیں۔ صرف میاں صاحب کی موت و حیات سے ان کا عقیدہ وابستہ ہے۔ اگر میاں صاحب زندہ رہیں تو مرزا صاحب سچے اور اگر مر گئے تو مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسے ایمان سے تو نہ ہونا ہی بہتر تھا کہ وہ مرزا صاحب کو مانتے ہی نہ، بہ نسبت اس کے کہ کسی شخص کی زندگی موت پر آپ کے صدق و کذب کا انہوں نے مدار رکھا۔ میاں صاحب کو اگر خواجہ صاحب کی اس شرط کو ماننے سے انکار ہوتا تو جہاں ان کے مریدین نے اخباروں میں خواجہ حسن نظامی کی صرف ایک شرط نہ ماننے پر تیرہ کی تیرہ شرطوں کے نہ ماننے کا اعلان کیا تھا، خود اپنی طرف سے بھی اس شرط کی عدم قبولیت اور وجہ عدم قبولیت کا اعلان کرتے لیکن معلوم ہوتا ہے ایسا نہیں اور وہ خواجہ صاحب کی اس شرط کو ماننے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ خواجہ صاحب ان کی تیرہ شرطوں کو مان لیں، جو ان کی حقیقت ایمان کو ظاہر کرتا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۱۳ جنوری ۱۹۱۸ء ص ۲)

اس سے اگلے شمارے میں لاہوری پارٹی نے درج ذیل مضمون شائع کیا:

وہ لکھ دیں گے کہ مرزا قادیانی کاذب تھے

یہ عنوان ہے اس مضمون کا جو آج کسی دوسری جگہ خواجہ حسن نظامی کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ عنوان اور اس کے چند ابتدائی فقرات خاص طور پر قابل غور ہیں۔ میاں (محمود احمد) صاحب نے جیسا کہ امید تھی اس بات کو مان لیا کہ اگر وہ ایک سال کے اندر مر گئے تو ثابت ہو جائے گا کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ کاذب تھے اور آپ کے تمام دعاوی نعوذ باللہ باطل۔ وہ لکھتے ہیں:

> اس امر میں شک کیا ہے کہ اگر مسیح موعود کے دعوے پر مباہلہ ہو اور اثر مباہلہ کا ہمارے خلاف ظاہر ہو، تو پھر مرزا صاحب کا دعوی خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔

ہاں اتنی زیادتی میاں (محمود احمد) صاحب نے کی ہے کہ یہ مباہلہ کا اثر ان تمام ہزار آدمیوں پر

پڑنا چاہیے جو مباہلہ میں شریک ہوں۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ میاں (محمود احمد) صاحب کو یہ کیوں کر معلوم ہو گیا کہ ایک سال کے اندر وہ یا ان کے ہمراہی ہزار آدمی جو شریک مباہلہ ہوں کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ شائد ان کا خیال ہو کہ ہزار آدمیوں کا ان کے تجویز کردہ عذاب ذلت و رسوائی یا کوڑھ... مرگی فالج وغیرہا میں مبتلا ہونا مشکل ہے۔ لیکن کیا خواجہ حسن نظامی کے ہزار آدمیوں کے متعلق بھی یہی قیاس نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر دونوں میں سے کسی کے بھی ہمراہیوں میں سے جو شریک مباہلہ ہوں، ایک سال کے اندر سب کے سب پر کوئی عذاب نہ آئے، تو اس سے آیا دونوں کی صداقت ثابت ہو گی یا کذب۔

میاں (محمود احمد) صاحب فرماتے ہیں کہ:

جب قرآن کریم اس معیار کو پیش کرتا ہے تو اس پر پورا نہ اتر نا واقعی کذب دعوی کی دلیل ہے،

مگر کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ قرآن کریم کی کس آیت میں ہر ایک غیر مامور کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ دوسروں سے مباہلہ کیا کرے۔ اور اپنی حیاتی، اپنے ہمراہیوں کی زندگی و موت پر اسلام یا مسیح موعود کی صداقت و کذب کا دار و مدار رکھے۔ کہاں یہ لکھا ہے کہ اگر میاں محمود کسی سے مباہلہ کے ایک سال کے اندر مر جائے تو اسلام نعوذ باللہ جھوٹا یا مسیح موعود کا دعوی باطل، اگر یہ نہیں اور ہرگز قرآن نے اس کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی میاں صاحب کوئی مامور ہیں کہ انہیں خاص طور اللہ تعالی کی طرف سے اذن ہوا ہو، تو وہ خدا کے لئے غور کریں اور خدا کا خوف کر کے دیکھیں کہ کہیں وہ اندھیری کوٹھڑی کے اندر تو ٹامک ٹوئیاں نہیں مار رہے۔ پھر وہ دیکھیں اور خواجہ حسن نظامی کے ان الفاظ کو پڑھیں کہ، وہ لکھ دیں گے کہ مرزا قادیانی کاذب تھے۔ کیا یہ الفاظ ان کی غیرت ایمانی کو اپیل نہیں کرتے اور کیا وہ برداشت کر سکتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ ان کی طرف منسوب ہوں حیف اس ایمان پر جو اس قسم کی متزلزل بنیادوں پر قائم ہو

(پیغام صلح ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء ص ۳)

پیغام صلح میں اس کاروائی سے متعلق ذیل کا مضمون بھی شائع ہوا:

خواجہ حسن نظامی کا اصرار سنت رسول اللہ پر

اپنے اس مضمون میں خواجہ حسن نظامی نے اسپر بھی زور دیا ہے کہ پانچ ہزار روپیہ بطور امانت رکھوانے اور ہزار آدمیوں کے ساتھ آنے کا جو اصرار ہے، تو یہ دونوں شرائط سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق نہیں بلکہ خود حضرت مرزا صاحب بھی جب عبدالحق غزنوی کے بالمقابل میدان مباہلہ میں آئے تو آپ نے اس قسم کی کوئی شرط تجویز نہیں کی پھر میاں (محمود احمد) صاحب کیوں اب سنت رسول ﷺ اور حضرت مرزا

صاحب کی سنت کو پس پشت پھینک رہے ہیں۔ بظاہر یہ بات حق بجانب معلوم ہوتی ہے۔خواجہ حسن نظامی بمعہ عیال واطفال میدان مباہلہ میں آنے پر رضا مند ہیں اور یہ بھی لکھ دینے کو تیار کہ اگر میں لاہور نہ آیا تو میاں (محمود احمد) صاحب کو ان کا تمام ہرجانہ وغیرہ ادا کردوں گا لیکن میاں صاحب اسے مانیں تو کیوں، ان کی تو عادت میں یہ داخل ہوگیا ہے کہ ایک کھیل شروع کر کے پھر ایسی ایسی شرائط اپنی طرف سے شروع کر دیتے ہیں جو میدان میں اترنے کے لئے ایک کافی روک بن جائیں۔تین سال سے وہ اس قسم کے کھیل کھیل رہے ہیں۔ پہلے ہمارے ساتھ دعوی نبوت پر مباحثہ کی ٹھانی اور شرائط ہی طے کرنے میں سب کچھ غت ربود کر دیا۔پھر دوسرے سال اسمه احمد پر کل دنیا کے عالموں اور فاضلوں کو بحث کا انہوں نے چیلنج دیا۔ جب ہماری طرف سے آمادگی ظاہر ہوئی، تو بس میاں (محمود احمد) صاحب نے وہی ناقابل قبول شرائط کا اڑنگا ڈال دیا۔تیسری دفعہ شملہ پر بالمقابل تفسیر نویسی کی دعوت دی، اس پر حضرت امروہی سینہ سپر ہوئے تو پھر وہی ٹال مٹول شروع ہو گئے۔ میں نہیں کرونگا، ان سے نہیں کروں گا، میرا خطاب ان سے نہیں۔، کیوں نہیں؟ جب تفسیر نویسی میں قرب الہی کو آزمانا ہےتو خواہ کوئی ہو۔مخالف جب ہےتو اس سے آزمانا ضروری ،لیکن نہیں انہوں نے نہ ماننا تھا، نہ مانا۔اب اس سال یہ مباہلہ کی کھیل کا اہتمام ہوا جس کے لئے وہ ہمیشہ سے متمنی رہا کرتے تھے۔لیکن کیا کہنے ہیں میاں (محمود احمد) صاحب کے کہ اسے بھی ٹالنے کی صورت نکال ہی لی۔خواہ وہ کیسی ہی بیجا اور ناموزوں کیوں نہ ہو۔ہمیں جہاں تک اصل مباہلہ کا سوال ہے یہ نہیں کہ کوئی خواجہ حسن نظامی سے سروکار رہے، بلکہ اس میں ان کے بھی ہم ویسے ہی مخالف ہیں۔ایک لغو کھیل ہے جو انہوں نے شروع کیا۔اور میاں (محمود احمد) صاحب کی ایجاد کردہ بدعت کو عملاً رائج کرنا چاہا۔لیکن خدا نے چاہا تو انشاء اللہ میاں (محمود احمد) صاحب اسے رائج نہیں ہونے دیں گے۔اس لئے جہاں تک شرائط کا معاملہ ہے میاں صاحب نے سوائے اس کے کہا جائے کہ علانیہ گریز کی راہ اختیار کی ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء ص۳۔۴)

ایک مضمون بالفاظ ذیل شائع ہوا:

خواجہ حسن نظامی اور میاں صاحب

میاں (محمود احمد) صاحب کے پانچ ہزار روپئے اور ہزار آدمی ہونے کی شرط پر اصرار کو دیکھ کر خواجہ حسن نظامی نے اب ایک اور تجویز کی ہے۔اب انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ قادیان (جہاں مباہلہ ہونے کی صورت میں میاں (محمود احمد) صاحب کو اپنی مذکورہ بالا دو شرائط پر اصرار نہیں) جانے کو تیار ہیں

لیکن اس لئے نہیں کہ میاں (محمود) صاحب کی رعایت سے کوئی فائدہ اٹھا سکیں، بلکہ وہاں اپنے ساتھ ہزار ہی آدمیوں کو لے کر آئیں گے اور پانچ ہزار روپیہ بھی پیشتر سے بطور امانت رکھوا دیں گے، مگر شرط یہ ہے کہ میاں (محمود احمد) صاحب جن کا دعوی ہے کہ وہ پانچ لاکھ جماعت کے امام ہیں، اپنے صرف بیس ہزار مریدین کے نام اور پتے لکھ کر ایک کمیٹی کے (جس کے ممبروں کے نام بھی خواجہ حسن نظامی نے تجویز کر دیئے ہیں اور حضرۃ امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کو اس کا صدر تجویز کیا ہے) سپرد کر دے جس کی تصدیق کے بعد قادیان میں جا کر مباہلہ ہوگا۔ یہ بھی تجویز کی ہے کہ جس جس شہر کے آدمیوں کی فہرست ہو وہاں کسی معتبر شخص کی تصدیق بھی ہو اور دستخط کنندگان کی طرف سے اوپر لکھا ہوا ہو کہ اگر میاں صاحب، خواجہ حسن نظامی کے بالمقابل ایک سال کے اندر مر گئے، تو ہم مرزا صاحب کو (نعوذ باللہ) کاذب سمجھیں گے۔ خواجہ حسن نظامی کا دعوی ہے کہ میاں صاحب یہ بیس ہزار مریدین کی فہرست کبھی نہیں دے سکتے کیونکہ خواجہ صاحب کے نزدیک کل ہندوستان میں احمدیوں کی تعداد ۱۸ ہزار سے زیادہ نہیں۔ معلوم نہیں خواجہ صاحب کو ایسے کون سے یقینی وجوہ ہاتھ آ گئے ہیں کہ انہوں نے چار پانچ لاکھ کی جماعت کو ۱۸۔ ہزار کی جماعت کہہ دیا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب کا یہ دعوی کہ وہ چار پانچ لاکھ کے امام ہیں، قطعاً بے بنیاد ہے۔ اور اس لئے چار پانچ لاکھ تو ایک طرف پچیس ہزار اور اس سے اتر کر بیس ہزار اور اس سے بھی اتر کر پندرہ ہزار مریدین کی فہرست کا ہم بھی اس سے پیشتر مطالبہ کر چکے ہیں جو باوجود اس کوشش کے جو انہوں نے اپنے مریدین کی فہرستیں بنوانے پر صرف کی، اور محض اسی ایک کام کے لئے کئی ہزار روپیہ بھی خرچ کیا، آج تک شائع کرنے کی جرأت نہیں کر سکے۔ ممکن ہے کہ اب خواجہ حسن نظامی کے مطالبہ کے جواب میں ہماری بھی دیرینہ آرزو پوری ہو جائے گی۔ گو اس کو جہاں تک ہمارا معاملہ ہے ان کے مباہلہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بلکہ ہم تو صرف یہی دیکھیں گے کہ میاں (محمود احمد) صاحب کا ہے دعوی کہ وہ چار پانچ لاکھ کی جماعت کے امام ہیں، یا یہ کہ ۹۵ فی صدی جماعت میں سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ یا ان کا یہ بیان کہ اس حصہ جماعت کی تعداد جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، کل دو فیصدی ہے کہاں تک صحیح ہے۔ یا کون سی بات ان میں سے سچی ہے اور کون سی جھوٹی۔ یہ بھی اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ میاں (محمود احمد) صاحب کا الہام لیمزقنّھم کس پر پورا ہوا۔ جس کے مطابق ان کا دعوی ہے کہ ابتداء میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کی تعداد تھوڑی تھی اور ہم زیادہ تھے، مگر بعد میں اس الہام کے ماتحت ہم میں سے لوگ نکل نکل کر ان کی طرف چلے گئے جس سے وہ زیادہ ہو گئے اور ہم تھوڑے رہ گئے۔ اگرچہ واقعات کچھ بھی کیوں نہ ہوں، اور اس کے خلاف خود انہی کی حاضری میں اس دعوی کے بعد پہلے کی طرح دو فیصدی ہی ہمیں کہا گیا ہو، لیکن

پھر بھی میاں (محمود) صاحب کا یہ بیان ہے جس کی صداقت کو ہم انہی سے پرکھوانا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ خواجہ حسن نظامی کے مطالبہ کا جواب دیتے ہوئے جس سے ہمیں مطلب نہیں اور نہ ہی حضرت امیر کو ان لغو کھیلوں سے کوئی سروکار رہے، ہماری اس الجھن کو بھی رفع کریں گے اور اپنی جماعت کی صحیح تعداد کا پتہ دیں گے جس سے آئندہ کے لئے یہ مشکل بھی رفع ہو جائے گی جو آئے دن پیش آتی رہتی ہے کہ ہم جماعت احمدیہ کے قائم مقام ہیں یا نہیں۔ کیونکہ میاں (محمود احمد) صاحب اور ان کے مریدین آئے دن یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، جماعت احمدیہ کے کسی بھی حصہ کی قائم مقام نہیں۔ کیا میاں (محمود احمد) صاحب اس کا جواب دیں گے (پیغام صلح ۶ فروری ۱۹۱۸ء ص ۳)

اس کاروائی سے متعلق ایک مضمون بالفاظ ذیل شائع ہوا:

اگر میاں (محمود) صاحب بیس ہزار مریدین کی فہرست نہ دے سکیں:

دوسری صورت خواجہ حسن نظامی نے پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر میاں (محمود) صاحب بیس ہزار مریدین کی فہرست نہ دے سکیں اور یہ اعلان کر دیں کہ وہ ایسا کرنے سے قاصر ہیں، تو پھر خواجہ صاحب انہیں دہلی میں دعوت دیں گے۔ اور ان کے اور ان کے اہل وعیال کا اول درجے کا کرایہ بھی ادا کریں گے۔ اور ان کے ساتھ ۱۲۔ آدمیوں کا خرچ بھی اٹھائیں گے۔ دہلی میں میاں (محمود) صاحب کی حفاظت وغیرہ کا ذمہ خواجہ صاحب پر ہوگا، اور وہی ان کی ضروریات کے متکفل ہوں گے جس کے لئے پانچ سو روپیہ کی رقم بھی انہوں نے کسی دوسرے شخص کے پاس جمع کرادی ہے جس کی تصدیق ان سب شرائط کے ساتھ میاں صاحب کو بھیج دی ہے۔ دیکھئے اب میاں صاحب اس کا جواب کیا دیتے ہیں۔

(پیغام صلح ۶ فروری ۱۹۱۸ء ص ۳)

اس کاروائی سے متعلق ایک مضمون بایں الفاظ شائع ہوا:

میاں صاحب اور خواجہ حسن نظامی

۲۳ فروری ۱۹۱۸ء کے الفضل میں میاں صاحب کا ایک طویل مضمون خواجہ حسن نظامی کے جواب میں شائع ہوا ہے جس میں خواجہ حسن نظامی کے اس ادعا کے کہ سرکاری مردم شماری سے ثابت ہے کہ احمدیوں کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے، اور جواب میں بھی سرکاری مردم شماری سے ہی یہ ثابت کرتے ہوئے کہ یہ تعداد صحیح نہیں، میاں (محمود) صاحب نے اس پر بڑی لمبی چوڑی بحث کی ہے کہ خواجہ حسن نظامی کا بیس ہزار

احمدیوں کے دستخطوں کا مطالبہ صحیح نہیں، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں پہلے ساڑھے پانچ لاکھ احمدیوں کی مردم شماری کی جائے جو ناممکن امر ہے۔ نیز مسلمانوں کی اس تعلیمی حالت کے بالمقابل کہ ان کے فی دو ہزار میں سے تہتر آدمی لکھے پڑھے ہیں جیسا کہ ماہران تعلیم کے بیان سے ثابت ہے، بیس ہزار احمدیوں کے دستخطوں کا مطالبہ صحیح نہیں کیونکہ اس صورت میں صرف ہندوستان میں احمدیوں کی کل تعداد سات لاکھ ہونی چاہیے، حالانکہ ہندوستان میں اس سے قریباً نصف احمدی ہیں۔

لیکن ہمیں یہ ابھی تک سمجھ نہیں آیا کہ میاں (محمود احمد) صاحب کو اس دردسری کی ضرورت کیوں پیش آئی جس کے لئے انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی پہلے تعلیمی حالت کا جائزہ لیا اور سرسٹیلے ریڈ کی ۱۹۱۷ء کی نیو ایربک کو خاص اسی مطلب کے لئے مطالعہ کرنے کی تکلیف اٹھائی۔ ممکن ہے خواجہ حسن نظامی کا یہی مطلب ہو جو میاں (محمود احمد) صاحب نے سمجھا کہ بیس ہزار احمدیوں کے دستخطوں سے ان کی مراد بیس ہزار پڑھے لکھے احمدی ہیں، لیکن ان کے الفاظ سے کم ازکم یہ پتہ نہیں چلتا بلکہ وہاں تو دستخطوں کے ساتھ جس شہر کے احمدیوں کی فہرست ہو، وہاں کے کسی معتبر شخص کی شہادت کی بھی شرط انہوں نے لگائی ہے۔ تو کیا اگر کوئی ان پڑھ احمدی دستخط کی بجائے اپنا انگوٹھا لگا دے تو اس کی توثیق کے لئے وہاں کے معتبر شخص کی شہادت کافی نہ ہوگی۔ دیکھنا تو یہ تھا کہ میاں صاحب کے آیا کل بیس ہزار مرید بھی ہیں یا نہیں، سو اس کے لئے پڑھے ہوئے اور ان پڑھ کی بحث فضول ہے جو شخص اپنے آپ کو ان کا مرید بتاتا ہے وہ اس شمار میں آسکتا ہے اور اس کا انگوٹھا ہی دستخطوں کے قائم مقام ہے لیکن پھر اس تمام دردسری اور سرکاری رپورٹوں وغیرہ کے حوالجات سے تعلیم یافتہ احمدیوں کی اوسط نکالنے کے بعد آخر میں آکر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بیس ہزار تعلیم یافتہ احمدیوں کے دستخط میاں صاحب کرا دیں گے کیونکہ احمدی ہندوستان میں نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ یں۔ اور اس کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ بالمقابل خواجہ حسن نظامی بھی اپنے بیس ہزار مریدوں کے دستخط کرا کر دے۔ مگر پہلے ہی میاں صاحب نے ایسا کیوں نہ کہہ دیا کہ ...اتنے صفحات ہندوستانی مسلمانوں اور احمدیوں کی تعلیمی حالت پر بحث کرنے اور اوسطیں نکالتے ہی صرف کر دیئے آخر ان اوسطوں کو خود تو تسلیم نہ کیا پھر کیوں پہلے ہی اصل مطلب کی بات نہ کہدی اور بے فائدہ اس قدر صفحات ضائع کئے۔ اس کا جواب ہم نہیں دے سکتے البتہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ آخر اپنی واقفیت اور فضائل علمی کے اظہار کا بھی تو کوئی زریعہ ہونا چاہیے کیا ہوا اگر خواجہ حسن نظامی کے تاوان کو جوئے بازی کہہ دینے سے میاں صاحب میسر (جوئے) کے لفظ کے اشتقاق اور معانی کی بحث میں اپنے سرکاری گزٹ کے ایک دو صفحات پر کئے یا ہندوستان کی تعلیمی رپورٹوں کے حوالوں سے اپنی واقفیت کا اظہار کیا۔ آخر خلیفہ ہی ہیں کچھ تو ان میں اور دوسرے مضمون نویسوں میں امتیاز بھی

ہونا چاہیے۔...........

(ہمارے بارے میں میاں صاحب کا کہنا) ہے کہ: دو ہزار سے زیادہ یہ لوگ نہیں ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی کل جماعت کی تعداد وہ پانچ لاکھ بتاتے ہیں ۴ لاکھ ہندوستان میں اور ایک لاکھ باہر۔ اس لحاظ سے اگر ہم میاں (محمود احمد) صاحب کے پہلے اقوال کو ان کے موجودہ بیان کے ساتھ منطق کر کے دیکھیں، تو ہم حیرت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کجا ان کا ہمارے متعلق یہ اعلان کہ ان کی تعداد کل دو فیصدی ہے جس کو اگر چار لاکھ کی تعداد سے شمار کیا جائے تو ہماری کل تعداد آٹھ ہزار اور اگر جماعت کی کل تعداد پانچ لاکھ قرار دی جائے، تو اس حساب سے دس ہزار بنتی ہے۔ لیکن میاں (محمود) صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں، دو ہزار سے زیادہ یہ لوگ نہیں ہیں۔، اس لئے ہم ان کی بتائی ہوئی دو فیصدی اوسط کو اس دو ہزار کے مقابل رکھ کر دیکھتے ہیں تو جماعت کی کل تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نہیں بنتی۔ مگر وہ فرماتے ہیں کہ کل جماعت پانچ لاکھ ہے۔ اور یہی صحیح بھی ہے۔ اس لئے اب یہ فیصلہ کرنا ان کے ذمہ ہے کہ دو فیصدی اوسط کے لحاظ سے ہم کیونکر دو ہزار بنتے ہیں اور اس سے زیادہ نہیں۔ بہتر ہو کہ میاں (محمود) صاحب خود ہی بتا دیں کہ پہلے اور پچھلے متضاد بیانات میں سے کون سا بیان سچا اور کون سا جھوٹا ہے۔ اگر ہم دو فیصدی ہیں تو پانچ لاکھ جماعت میں ہماری تعداد دس ہزار سے کم نہیں، اور اگر میاں صاحب کے موجودہ فرمان کے مطابق ہماری کل تعداد دو ہزار ہے اور اس سے زیادہ نہیں، تو دو فیصدی اوسط کے لحاظ سے جماعت کی کل تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو سراسر غلط ہے۔ اس لئے بہتر ہو کہ میاں (محمود احمد) صاحب ہی اس کا فیصلہ فرماویں ان کے کس بیان کو سچا جانا جائے۔

یہ ہم اس لئے بھی کہتے ہیں اور زیادہ تر اسی وجہ سے اس پر اسقدر زور دیتے ہیں کہ میاں صاحب کا الہام تھا لیمزقهم ہم ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ یہ الہام جس وقت ہوا ہماری تعداد دو فیصدی انہی کے اخبار میں قرار دی گئی تھی۔ اور اس کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ، جب بیعت ہوئی تھی اس وقت جماعت کا اکثر حصہ ان کے (ہمارے) ساتھ تھا۔، گویا میاں (محمود) صاحب کے نزدیک دو فیصدی تعداد ۹۸ فی صدی سے بہت زیادہ ہے جس پر جب بعد میں لیمزقهم کا عمل جاری ہوا تو اسی حساب کے مطابق ہماری تعداد ۹۸ فی صدی (بحساب) تھوڑی ہوگئی اور ان کی دو فیصدی (زیادہ) بن گئی۔ اور بات بھی یہی ہے کیونکہ اس عرصہ میں ان میں سے نکل نکل کر بہت سے لوگ ہم سے آ ملے تھے۔ لیکن اگلے ہی سال ان کی موجودگی میں پھر ایک ریزولیوشن پاس ہوا کہ یہ لوگ (یعنی ہم) جماعت احمدیہ کے قائم مقام نہیں کہلا سکتے کیونکہ ان کی تعداد بمشکل دو فیصدی بنتی ہے۔ گویا ان کے حساب کی رو سے اب ہم پھر زیادہ ہو گئے کیونکہ وہ

پہلے دو فی صدی کو ہی زیادہ تعداد فرما چکے ہیں، لیکن وہ اس کو بھی نظر انداز کر کے ہمیں دو ہزار قرار دیتے ہیں۔ گویا انہی کی طرز حساب کے مطابق اب ہم دو فیصدی سے بھی بڑھ گئے ۔ یہ معلوم نہیں کہ ان کے کس الہام کے ماتحت ہو رہا ہے لیمز قوھم تو پورا ہو چکا جب ان کے فرمان مطابق ہم دو فیصدی سے ۹۸ فی صد ہو گئے اور یوں ان کے حساب کی رو سے زیادہ سے تھوڑے رہ گئے ۔لیکن یہ بعد کے بیانات کے متعلق ہمیں آج تک معلوم نہیں ہوا کہ یہ کون سے الہام یا خلافت مآب کے کس قاعدہء حساب کے مطابق ہے

اس حساب کو ہمارے ناظرین عجیب وغریب قرار دیں گے لیکن ہم ایسا کہنے سے معذور ہیں کہ خلافت مآب آپ کی دیگر نوادرات وخصوصیات میں سے یہ بھی ایک ہے جو ضروری نہیں کہ ہماری محدود عقلوں میں آ سکے۔

آٹھ ہزار کی تعداد کیا ہوئی: اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ میاں (محمود احمد) صاحب کے پہلے حساب کی رو سے ہم بوجہ دو فی صدی ہونے کے پانچ لاکھ کی جماعت میں سے دس ہزار بنتے ہیں، لیکن اب جو میاں صاحب فرماتے ہیں کہ: دو ہزار سے زیادہ یہ لوگ نہیں ۔،،

تو طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دس ہزار میں سے جو ایک سال کے عرصہ میں ہم دو ہزار رہ گئے، تو باقی آٹھ ہزار کی تعداد کیا ہوئی ۔آخر کب یہ آٹھ ہزار کی تعداد ہم سے علیحدہ ہو کر میاں صاحب کے ساتھ جا شامل ہوئی ۔کیا میاں (محمود) صاحب براہ مہربانی اور نہیں تو اس آٹھ ہزار کی فہرست شائع کرا دیں گے ۔ یہ تو کوئی چنداں مشکل کام نہیں۔ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کی فہرستیں آئے دن چھپتی رہتی ہیں جن میں سچ کی تمیز کا خیال تو میاں صاحب کو آنا ہی کیوں ہے، بعض وقت جعلی نام لکھ دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ کاش اس قسم کی ہی بنوا کر شائع کر دیں جس سے ان کے لمیز قھم کا کچھ...(اندازہ ہو سکے؟؟)

(پیغام صلح لاہور ۳ مارچ ۱۹۱۸ء ص ۳)

کٹک میں قادیانیوں کی خاطر

سید فیاض الدین احمد محلّہ دریا پور پوسٹ سونگڑہ ضلع کٹک سے لکھتے ہیں:

کہنے کو اگرچہ کٹک پست ہے مگر مذہبی گرم جوشی کے اعتبار سے بالا دست ہے۔کیا مجال کہ کوئی مذہبی امور میں کھڑ پیچ پیدا کر دے اور اہالیان کٹک تحمل و بردباری سے کام لیں دھواں بکھیر دیں تو سہی ۔ بے چارہ قادیانی مذہب دور دراز ملکوں سے چلتا ہوا ارمان

لے کر یہاں آیا تھا کہ اس کی خوب آؤ بھگت ہو گی اور گنوار لوگ کان دبا کر اس کے حلقہ میں داخل ہو جائیں گے

کیا ذکر بیچارہ کا دم اب ناکوں آ گیا ہے۔ بھاگتے راہ نہیں ملتی کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اس شعر کا مصداق بن جائے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
تیرے کوچے سے ہم اے جان بہت بے آبرو نکلے

قادیانیوں کا قافیہ ایسا تنگ کر دیا گیا ہے کہ بے چارے مکان سے باہر تک نکل نہیں سکتے۔ اتفاقیہ راہ میں کسی سے مٹھ بھیڑ ہو بھی جائے تو نہ سلام، نہ علیک۔ باپ ہے تو بیٹے کی صورت دیکھ کر جل رہا ہے، بیٹا ہے تو باپ کی رؤیت سے گھنا رہا ہے۔ مسجدوں میں قدم دھرنا ایک قلم بند۔ دعوت میں شراکت دینا قطعا مسدود۔ وہ جو کہاوت ہے کہ موئے پر سو درے، تو وہ بھی یہاں واجب التعمیل ہو رہی ہے۔ میرزائیوں کی میت کا پوچھئے مت، شہر میں اگر کسی میت کی خبر پہنچ جاتی ہے، تو تمام قبرستانوں میں پہرہ بیٹھ جاتا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے کسی کے ہاتھ میں چھڑی۔ میت کی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ کھوجتے تابوت نہیں ملتی۔ بیل داروں کو طلب ہوتی ہے تو وہ ٹکا سا جواب دے دیتے ہیں۔

بانس اور لکڑی کی بالکل عنقائیت ہو جاتی ہے۔ دفن کے واسطے جگہ تلاش کرتے کرتے پھول کا زمانہ بھی گذر جاتا ہے۔ ہر صورت سے ناامید ہو کر جب یہ ٹھان بیٹھتے ہیں کہ چلو چپکے سے مکان ہی کے اندر قبر کھود کر گاڑ دیں، تو ہاتف غیبی افسران میونسپلٹی کو آگاہ کر دیتے ہیں اور وہ غڑاپ سے آ موجود ہو کر خرمن امید پر کڑکتی بجلی گرا دیتے ہیں، وغیرہ۔ میت کی حالت ناگفتہ بہ ہے (یہ سب کانٹے مرزا صاحب کے اپنے بوئے ہوئے ہیں جن کا حکم اب بھی جاری ہے کہ کسی غیر مرزائی کا چاہے باپ بھی ہو، جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)۔ یہ کچھ تو قادیانیوں کی عزت وتوقیر، مگر واہ رے ان کی مضبوطی کہ ذرہ بھی عبرت نہیں پکڑتے، بلکہ بوڑھیوں کی طرح الٹا پانی پی پی کر کوستے رہتے ہیں۔ مگر کیا قادیانی، کیا ان کا کوسنا۔ بانی مذہب نے بھی اس فن میں بہت کچھ مشق بہم پہنچایا تھا مگر نتیجہ دیکھو تو خاک۔ شیر پنجاب بفضلہ تعالیٰ اب تک غرا رہا ہے، مگر

گالیوں اور کوسنوں کے وار کرنے والے مدت سے زیر زمین ہو چکے ہیں ۔

اصل میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ملک کٹک میں قادیانیوں کی تعداد انگلیوں میں گننے کے قابل ہے۔ شقاوت جن کے سر پر سوار ہو جاتی ہے، وہ قادیانی ہونے کی حیثیت سے یہاں تمام آفات و بلیات کا تختہ مشق بنا رہتا ہے۔ خدا لوگوں کو توفیق بخشے کہ بیٹھے بٹھائے دوزخ کے گڑھے میں نہ گریں۔ کٹک میں قادیانیوں کے ساتھ جو برتاؤ اب برتا جاتا ہے، اگر چندے اس کی نگہداشت کی جائے تو امید ہے کہ مذہب میرزائی معہ بوریا بدھنا یہاں سے غائب غلہ ہو جائے گا۔ پنجاب سے کبھی کبھی چند میرزائی مولوی یہاں پیر و مرشد ہو کر آ پہنچتے ہیں اور صداقت میرزا پر بہت کچھ چیخ پکار لگایا کرتے ہیں مگر یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

خدا لوگوں کو توفیق عطا کرے کہ راہ راست پر لگ جائیں ۔ فقط

اڈیٹر اہل حدیث ادارتی نوٹ لکھتے ہیں :

ایک کٹک ہی پر موقوف نہیں گذشتہ ایام میں لاہوری پارٹی کے مبلغین علاقہ مدراس سے آ کر اپنی مجلس میں کیفیت سفر بیان کر رہے تھے تو ترچنا پلی کا ذکر یوں سنایا کہ ہمارے اور مسلمان مخالفوں کے مباحثہ کیلئے عید گاہ کا میدان مقرر ہوا جہاں ایک حوض بھی تھا۔ ہم بہت سی کتابیں لے کر گئے تو وہاں ایک صاحب کھڑے ہوئے جن کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹریکٹ تھا۔ وہ اسے پڑھنے لگے۔ حاضرین نے پوچھا، وہ کیا تھا، بولے وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا عقاید مرزا تھا۔ اس کے پڑھنے کا یہ اثر ہوا کہ ہماری تمام کتابیں اٹھا اٹھا کر اس حوض میں ڈال دیں اور دست بدست ہماری وہ خاطر ہوئی جو ان شعروں میں مذکور ہے

شیخ جی محفل رنداں میں کبھی آئے گئے
خو سے لاچار تھے کچھ وعظ فرمائے گئے
آخرش اس طرح وہ واں سے نکلوائے گئے
پا بدست دگرے دست بدست دیگرے

مذہبی اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا ہی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ایسے واقعات کچھ تعجب انگیز نہیں۔ ہاں اس لحاظ سے تعجب انگیز اور قابل ذکر ہیں کہ مرزا صاحب اپنی

زندگی میں موت سے ایک ہفتہ پہلے تک یہ وعدے دیتے ہوئے کہ مسیح موعود (ذات شریف) کے ذریعہ سے تمام دنیا میں اسلام پھیل کر ایک ہی مسلمان قوم ہو جائے گی مگر آج تک یہ حالت ہے کہ ان کی امت کو کہیں جگہ نہیں ملتی۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۱۸ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۳ ص ۴)

ایک مرزائی سے مباہلہ

گوجرانوالہ میں ایک نورالدین نامی لوہار کے ساتھ میری کچھ گفتگو مرزا صاحب قادیانی کے دعوی کے متعلق ہوئی۔ آخر اس نے مجبور آکر کہا کہ میاں میں مباحثہ نہیں کرتا، میرے ساتھ مباہلہ کرو کیونکہ ہمارے حضرت صاحب کا یہی دستور تھا۔ آخر میں اور نورالدین معہ عبدالعزیز جو گوجرانوالہ کا ایک اہل قرآن ہے شہر سے باہر گئے۔ بعد از نماز عصر کے میں نے تین دفعہ کہا کہ مرزا صاحب جھوٹے ان کا دعوی جھوٹا اور ان کی جماعت جھوٹی۔ اور نورالدین نے تین دفعہ کہا مرزا صاحب سچے، دعوی سچا، جماعت سچی۔

آخر ہم دونوں نے ہاتھ اٹھا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ الفاظ کہے

یا الٰہی تو سمیع ہے تو خبیر ہے انت خیر الفاصلین ہے ہم دونوں میں سچا فیصلہ فرما۔ جو جھوٹا ہے ایک سال کے اندر ہی مر جائے۔

یہ واقعہ ماہ جنوری ۱۹۱۷ء کا ہے۔ افسوس کہ وہ نورالدین احمدی جنوری ۱۹۱۸ء کے آنے کے تین مہینے پہلے اپنی جماعت اور مرزا صاحب کو بمعہ دعوی سچا کرتا ہمیشہ کے لئے اس جہان فانی کو چھوڑ کر اپنی بطالت کا نشان بنا گیا

واہ سبحان اللہ رب سچا سچو سچ نتارے
سچے نوں اوہ زندہ رکھے جھوٹے نوں اوہ مارے

اڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

مباہلہ تو یہ ہوا، اور نتیجہ بھی نکلا۔ یہ کیا مباہلہ ہے کہ ایک ہزار آدمی لاؤ، پانچ

ہزار جمع کراؤ۔ یہ کرو، وہ کرو، جس پر صادق آئے

نہ نو من تیل ہو، نہ رادھا ناچے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۱۸ء ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۳ ص ۴۔۵)

گوجرانوالہ میں قادیانیوں سے مباحثہ

انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کے جلسہ پر مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے ساتھ جو مرزائیوں کا مباحثہ ہوا اور مولانا ثناء اللہ صاحب کی تقریر متعلقہ قادیانی مشن بھی ہوئی تو مرزائی جماعت کو بہت سخت ندامت ہوئی۔ اس ندامت کو دور کرنے کے لئے انہوں نے بھی ۱۹، ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء کو جلسہ کیا۔ یہ دونوں صاحب ہماری درخواست پر تشریف لے آئے۔ ایک اور مسئلہ حیات و وفات مسیح پر بڑے زور کی بحث مولوی ابراہیم صاحب نے کی۔ دوسرے روز ختم نبوت اور صداقت مرزا، مولانا امرتسری نے حصہ لیا۔ اور دنوں راتوں کو انجمن اہل حدیث کی طرف سے جلسہ ہوتا رہا جس میں دونوں صاحبوں (پہلے روز مولانا سیالکوٹی دوسرے روز مولانا امرتسری) نے اپنے اپنے مضمون پر تقریریں فرمائیں۔ الحمد للہ شہر گوجرانوالہ اور گردونواح میں ایسا اثر ہوا کہ باید و شاید۔ خدا ان دونوں صاحبوں کو خصوصاً اور باقی ہمارے سرپرست علماء کرام کو عموماً بہت دیر تک ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

راقم۔ سکرٹری انجمن اہل حدیث شہر گوجرانوالہ

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

سکرٹری صاحب کی تائید میں گوجرانوالہ سے ایک اور صاحب کا خط آیا ہے جو غالباً انجمن اہل حدیث کے ممبر نہیں۔ لکھتے ہیں:

کرم فرمائے بندہ جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گوجرانوالہ میں آنا لوگوں کے لئے ایک رحمت کے فرشتے کا آنا تھا بہت سے آدمی جو کہ ہزاروں کی بکواس اور دھوکا بازی سے ایمان سے خارج ہو رہے تھے۔ راہ راست پر آگئے میرا بھی کچھ خیال ہو رہا تھا آپ کا وعظ سن کر سب کچھ پتہ

چل گیا ہے۔ اب انشاء اللہ کوئی بادمخالف کا جھونکا اس پودے پر کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ اب ہر ایک آدمی ان کا ذبوں کے مقابلے کے لئے تیار ہے۔ میں نے آپ کے ایک دو رسالہ کا مطالعہ کیا جس سے مجھ کو سب کچھ سمجھ آ گئی ہے۔ اس لئے مودبانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل کتابیں ارسال فرما کر مشکور فرماویں، دعا گو رہوں گا

تابعدار اللہ دتا ٹھیکیدار خلف میاں جمال الدین ٹھیکیدار مرحوم تکیہ معصوم شاہ گوجرانوالہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۱۸ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۳ ص ۹)

مرزا کے اعجازی قصیدہ پر عشرہ کاملہ تنقیدی۔ ا

(ایک مولوی فاضل کے قلم سے)

ناظرین! آپ کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے شاعری کا بھی دعویٰ کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ میرا کلام وحی ہے (ما انطق عن ھو ی ان ھو الا و حی یوحی) مگر جب مرزا صاحب کی نظم کا مقابلہ شعراء عرب کے کلام سے کرتے ہیں تو آپ نہ صرف عربی شاعری سے نا آشنا ہیں بلکہ شعرور (طفل مکتب) کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عربیت سے بے بہرہ تھے، ذہین تھے تیز تھے۔ مگر (معاف رکھئے) علوم عربیت سے نا آشنا (ضرور) تھے۔ باایں ریش وفش آپ کے سامنے آپ کی کلام عربی کے اغلاط پیش کئے جاتے تو بجائے شاعرانہ جواب کے ہنسی ومخول کر کے اپنے مریدوں میں اپنا دل خوش کر لیا کرتے جس قدر ہماری نظر سے آپ کا عربی کلام گذرا ہے، وہ ایسا ہے کہ ایک نو تعلیم یافتہ شاعری شروع کرتا ہے اور ابھی تک اسے پوری واقفیت حاصل نہیں ہوتی آپ عربی شاعری میں نو آموز تھے اور کسی سے اصلاح لینا آپ کی کسر شان تھی اور آپ کے مرید اسی پر عش عش کر بیٹھتے تھے کہ آپ نے عربی شاعری کا ثبوت دیا ان میں بھی کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کو فن شاعری میں پوری دسترس ہو صرف ان کا مبلغ علم یہیں تک تھا کہ قاموس اور لسان العرب وغیرہ کتب لغات سے موٹے موٹے الفاظ چھانٹ کر ایک ایک کر یہ الصورت شعر مرتب کر لیا تو یہی اعلیٰ درجہ کا اعجاز ہو گیا اور یہی

فصاحت و بلاغت مضامین کا میدان لعن طعن کے خیل دجل سے پر کر کے انا لاغیری کا نقارہ بجا دیا، تو یہ جودت طبع کا ثبوت بن گیا اولیاء و آئمہ وانبیاء پر ہاتھ صاف کیا تو وجد اور وحدت الوجود کا کرشمہ دکھایا سبحان اللہ کیا یہی شاعری تھی اور یہی شاعری مذاق تھا اسی پر ناز تھا اسی کو اعجاز قرار دیا اسی پر نظیر طلب کی۔ اب جواب دے تو وہ جس کو مرزا صاحب کی طرح نبوت کا دعویٰ ہو یا ہمچو ما دیگر نیست کا ادعاء ہو یا لاتسبوا کے برخلاف خدا کی طرف سے سبّ وشتم کے مبعوث ہو (اعاذنا اللہ منہا) پس اس وقت اگر شعراء عربی کی طرف سے جواب ہوسکتا تھا تو یہی ہوسکتا تھا کہ آپ کے کلام پر تنقید کریں اس لئے شعرا اور غیر شعراء کی طرف سے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے اعجازی قصائد کے غلط نامے مشتہر کئے گئے اور لوگوں کو متنبہ کر دیا گیا کہ ایسے قصائد میں اعجاز کیا صحت کا بھی نام ونشان تک نہیں۔ مگر افسوس مرزا صاحب اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے اور یہی چیختے رہے کہ میرا کلام معجز ہے اغلاط کے جواب میں آپ نے دو پہلو اختیار کئے۔

اول یہ کہ تنقید کرنے والے پر ہاتھ صاف کیا اور اس کی ذاتی خصوصیات پر حملہ آور ہوئے۔ کہیں یہ کہہ دیا کہ تم میرے مقابلے میں آؤ بشرطیکہ میری شرائط ممکنہ وغیر ممکنہ تسلیم کرو اور کہیں کہہ دیا کہ اگر تم اتنے منقد تھے تو تم نے .. فلاں موقعہ پر غلطی کی۔ گالی کا جواب گالی ہوسکتا ہے۔ اور طنز کا طنز۔ مگر حقیقت پسند طبائع بلکہ عربی شعراء اس جواب کے منتظر رہتے ہیں کہ جس میں یہ ثبوت دیا ہے کہ جو نئے محاورات یا الفاظ درج کئے گئے ان کی نظائر میں مسلّم شعرا کے کلام میں پائے جاتے ہیں لیکن مرزا صاحب کو یہ بات کہاں نصیب تھی شاعر ہوتے تو شاعرانہ جواب کی بھی آپ سے توقع ہوسکتی آپ تو صرف پیری مریدی کی دھن میں ہی دن رات لگے رہتے تھے عربی شاعری تو آپ کے نزدیک اپنے مریدوں میں سرخ روئی کی اعزازی ڈگری تھی۔

دوم یہ کہ ہمارا کلام انسانی کلام نہیں یہ وحی من اللہ ہے اسپر اعتراض کرنا خدا کے کلام پر اعتراض ہوگا اس جواب کی بنیاد وہ عجب وکبر تھا جس کی وجہ سے آپ از آدم تا ایں دم جس قدر انبیاء وآئمہ گذرے ہیں سب کا مظہر اتم بنتے تھے

منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی شاعری میں علاوہ باریک غلطیوں کے موٹی موٹی غلطیاں حسب ذیل پائی جاتی ہیں

اول: کہ آپ کے شعر میں آمد نہیں آورد ہے۔

دوم: یہ کہ آپ ازخود کوئی نیا مضمون تیار نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی مضمون کو پورا نباہ سکتے ہیں۔

سوم: یہ کہ اکثر مضامین شعراء جاہلیت کے اشعار سے لئے ہیں بلکہ کئی سلخ مسخ اور فسخ کر کے خود اونہی کے اشعار ہی بھر دیئے ہیں۔

چہارم: یہ کہ سرقہ شعریہ کرتے ہوئے آپ نے شاعر کا اصلی مقصد بھی فوت کر دیا ہے اور کلام کا لطف تو درکنار خود الفاظ کو اپنے درجہ سے گرا دیا ہے۔

پنجم: یہ کہ جو اجازتیں شاعر کو عندالضرورت دی گئیں تھیں وہی اپنا اسلوب شاعری مقرر کیا، جابجا تحریک ساکن اور تسکین متحرک کو اپنا شیوہ بنالیا ہے۔

ششم: یہ کہ عیوب قافیہ استعمال کرنے میں آپ بڑی سرگرمی ظاہر کرتے ہیں۔ شعراء کلام میں تو کبھی اتفاقیہ طور پر آتا ہے مگر آپ نے اسے دستورالعمل ہی بنالیا ہے

ہفتم: یہ کہ اوزان بحور کا کچھ خیال تک نہیں کیا۔ اپنی طرف سے نئے نئے زحافات گھڑ لئے ہیں جن سے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ عربی شاعری پر ان کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

ہشتم: یہ کہ کسی قصیدہ کا شروع میں اگر کوئی وزن لیا ہے تو درمیان جا کر ایسے مبہوت ہوئے ہیں کہ اس کے متشابہ وزن پر جا پڑے ہیں۔

نہم: یہ کہ اشعار میں باہمی تناسب کا خیال نہیں رکھا گیا ایک شعر تو پورب کی سناتا ہے تو دوسرا پچھّم کی۔

دہم: یہ کہ اشعار میں اپنی طرف سے بہت سا مطلب ڈالنا پڑتا ہے خود الفاظ اس کے ذمہ دار نہیں ہوتے تلك عشرة كاملة

مرزا غلام احمد صاحب نے قصیدہ اعجازیہ کے شروع میں لعنتوں کا عشرہ کاملہ پیش کیا ہے ہم اسی کے مقابلہ اغلاط کاملہ پیش کرتے ہیں جو امید ہے کہ اسکا تہذیبی جواب کافی ہوگا۔

اب ہم ناظرین کے سامنے مشتے از خروارو یکے از ہزار مرزا صاحب قادیانی کی لاف وگزاف کے چند اشعار میں سے جن پر آپ کو نہایت ہی افتخار ہے قصیدہ اعجازیہ سے پیش کرتے ہیں اور مرزا صاحب کی داد دیتے ہیں کہ آپ نے غلط آمیزی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آپ قصیدہ اعجازیہ کے صفحہ ۸۰ پر اہل تشیع کے مقابلہ پر کہتے ہیں اور سید علی حائری پر لعن وطعن کرتے ہیں

ففی هذه الا یام یطری ابن مریم

پس ان دنوں وہ مسیح تعریف کیا جاتا ہے

مسیح اضل به النصاری وخسروا

جس کے ساتھ نصاری نے مخلوق کو گمراہ کیا اور ہلاک کیا

كذلك في الاسلام عاش تشیع

اسی طرح اسلام میں شیعہ مذہب پھیل گیا ہے

ابادوا کثیراً کاللصوص ودمّروا

چوروں کی طرح بہتوں کو ہلاک کر چکے ہیں

یری شرکهم مثل النصاری مخوّفا

ہم ان کے شرک کو نصاری کی طرح خوفناک دیکھتے ہیں

نری الجاهلین تشیّعوا وتنصّروا

ہم جاہلوں کو دیکھتے ہیں کہ شیعہ ہوتے جاتے ہیں اور نصرانی بھی

فتب و اتق القهار ربك یا علی

پس اے علی حائری تو خدا سے ڈر اور توبہ کر

وان کنت ازمعت حربی فاحصر

اور اگر تو نے میرے مقابلہ کا قصد کر لیا ہے تو میں حاضر ہوں

عکفتم علی قبر الحسین کمشرك

تم نے مشرکوں کی طرح حسین کی قبر کا اعتکاف کیا

فل اهو نجاكم و لا هو ینصر

پس وہ تمہیں نہیں چھڑا سکا اور نہ مدد کر سکا

الا رب یوم کان شاھد عجزکم
خبردار ہو کہ تمہارے عاجز رہنے کیلئے کئی دن گواہ ہیں

ولا سیما یوم اذا الصّحب خیّروا
خصوصاً وہ دن دن جب کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان خلیفے ہو گئے اور حضرت علی رہ گئے

و یوم فعلتم ما فعلتم بغدرکم
اور جب کہ تم نے وہ کام کیا جو کیا

باخ الحسین و ولدہ اذا احصروا
حسین کے بھائی مسلم کے ساتھ اور اس کی اولاد کے ساتھ اور وہ قید کئے گئے

فظل الاساری یلعنون وفاء کم
پس وہ قیدی یعنی اہل بیت تمہاری وفا پر لعنت کرتے تھے

فررتم و اھل البیت اوذوا و دمّروا
تم بھاگ گئے اور اہل بیت دکھ دیئے گئے اور قتل کئے گئے

ھناك تری عجز من تحسبونه
تب عجز اور ضعف اس شخص کا یعنی حسین کا ظاہر ہو گیا

شفیع النبی محمد فتفکروا
جسکو تم کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی بھی قیامت کو شفاعت کرے گا

فان کان ھذا الشرك فی الدین جائزا
پس اگر یہ شرک دین میں جائز ہوتا

فنا ل لغو رسل الله فی الناس بعثروا
تو تمام پیغمبر محض لغو طور پر مبعوث کئے جاتے

دس شعر نمونہ کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں اور اغلاط عشرہ کاملہ انہی دس شعروں میں ثابت کئے جاتے ہیں، اہل علم غور سے دیکھیں اور مرزا صاحب کی داد دیں کہ کہاں تک بے چاروں نے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔

ا۔ ان اشعار میں آمد بالکل نہیں، صرف آورد ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مرزا صاحب پہلے کچھ لفظ چن لیتے ہوں گے پھر ان کی ترتیب دینے میں بیٹھ جاتے ہوں گے۔ آمد ہوتی

تو قطعاً لفظوں میں بناوٹ نہ پائی جاتی۔ سلاست الفاظ اور دقت معانی سے پر ہوتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ آپ کے مقصد کو ادا کرنا نہیں چاہتے، خواہ مخواہ ان کو اس کام کی تکلیف دی گئی ہے۔

۲۔ شیعہ کی نسبت آپ نے شروع تو یہ کیا تھا کہ یہ لوگ حضرت حسین کی تعریف میں عیسائیوں کی طرح منہمک ہیں۔ مگر اخیر میں یہ ثبوت دیا ہے کہ شیعوں نے ہی حضرت حسینؑ کو شہید کرایا۔ کیا ہی سباق و سیاق آپس میں متفق ہیں۔ فدال نتھو خیرا

۳۔ چوتھے شعر کا دوسرا مصرعہ اصل یوں تھا کہ و ان کنت قد از معت صر جی فا جملی ۔ اور چھٹا شعر اصل میں یوں تھا

الا رب یوم کان منھن صالح
و لا سیما یوم بدارۃ جلجل

مگر مرزا صاحب نے اس جاہلیت کے شاعر امریء القیس کی جاہلیت توڑ کر اپنے شعر بنالئے ہیں۔ اور ثابت کردیا ہے کہ آپ دوسرے شعرا کے مضامین اچھی طرح بگاڑ سکتے ہیں۔

۴۔ اہل علم شاعر غور کر کے دیکھیں کہ اصلی شاعر کے کلام میں کیا لطف ہے اور جب مرزا صاحب نے اس کے کلام کو بگاڑ کر اپنا کلام بنایا تو کیا نقص پیدا ہوا۔

چوتھے شعر میں عاشقانہ کلام تھا۔ آپ نے اس کو محاربانہ بنایا اور چھٹے شعر میں اصلی شاعر نے اپنا غلبہ اور کامیابی ظاہر کی تھی، مگر مرزا صاحب نے مغلوبیت اور ناکامی کا مضمون ادا کیا۔ حق تو یہ ہے کہ آپ نے شعر کا خون ناحق کردیا۔

۵۔ دسویں شعر میں رسل (س پر پیش) کو رسل (س پر جزم) بنایا اور نویں شعر میں النبی محمد کو معلوم نہیں کیسے ساکن کیا ہے۔ اسی طرح باخ الحسین کو ساکن بنا کر فعولن بنانے کی کوشش کی ہے اور اضل بہ کو بھی ساکن قرار دیا ہے۔ باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۱۸ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۴ ص ۵-۶)

لاہور کا جلسہ متعلقہ اصلاح خیالات قادیان

انجمن اہل حدیث لاہور نے دوسرا جلسہ متعلقہ اصلاح خیالات قادیان ۲۷ جنوری ۱۹۱۸ء کو کیا تھا جس میں علماء کرام شریک ہوئے۔

مولوی محمد حسین صاحب کا مضمون پڑھا گیا۔ مولوی حافظ محمد حسین صاحب نائب امام مسجد چینیا نوالی لاہور، مولوی محمد داؤد صاحب خلف مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی، جناب سحبان ہند مولوی ابراہیم صاحب اور خاکسار اڈیٹر شریک تھے۔ جلسہ بڑی رونق سے ختم ہوا۔ ہر چند مرزائیوں کو سوال کرنے کا حق تھا مگر انہوں نے خاموشی ہی میں مصلحت سمجھی۔ اپنے وقت میں میں نے تحریک کی کہ اس جلسہ کو مفید تر بنانا چاہیے جس کو سب لوگوں نے پسند کیا امداد بھی دی ... اس جلسے کے متعلق ایک صاحب نے اپنی خوش نودی کا اظہار مندرجہ ذیل مراسلہ میں کیا ہے

بندہ کل کے جلسہ واقعہ متصل اسلامیہ کالج لاہور میں حاضر تھا۔ جو کچھ نتیجہ لیکچروں سے ہوا ،اور جتنا اثر حاضرین خصوصاً نوجوانان قوم پر پڑا، اسکا اندازہ تو مرزا جی کے مریدوں سے پوچھنا چاہیے۔ کئی ایک بے چاروں نے تو مارے غم کے گھر میں چراغ بھی نہیں جلائے ہوں گے۔ فقیر نے کئی مرزائیوں کو آپ کی تشریف آوری پر یہ کہتے پایا

آمدنِ آناں چوں رفتنِ جاناں پسند خاطر نمے آید

ان کیلئے آپ کی تشریف آوری موجب رنج وملال ہو تو ہو کیونکہ ان کا بنا بنایا تار پیڈ و آپ کے آنے سے بگڑا جاتا ہے۔ مگر ہم غریب مسلمانوں کی تو یہ فلاح و بہبودی کی سبیل ہے۔

آپ کی تحریک کی تائید کرتے ہوئے بندہ مجوزہ جلسہ کیلئے اپنی زندگی للہ وقف کرتا ہے۔ ہر قسم کی من وعن خدمات ادا کرنے میں بندہ دریغ نہیں کرے گا۔ آپ نیاز مند کو اس ضمن کی خدمات میں قبول فرما کر ممتاز فرماویں

سوائے مصطفیٰ امیر اب کسی سے
میرا دل نہیں ہے لگانے کے قابل

اس مجوزہ جلسہ کی تحریک میں نے کئی اصحاب سے کی ہے جوکہ اس اہم کام میں شامل ہونے کے لئے مستعد ہیں۔ چندہ کی بابت مفصل تحریر فرماویں۔

آپ کا تابعدار غلام محمد عفی عنہ حنفی قادری
حویلی پیر نظام الدین یکی دروازہ لاہور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۱۸ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۴ ص ۶۔۷)

پانچ ہزار روپے حاضر ہیں

سید محمد اشرف نظامی کشفی شاہ لکھتے ہیں:

میرزا محمود احمد صاحب قادیانی نے میرے مرشد حضرت خواجہ حسن نظامی کو طعنہ دیا ہے کہ تمہارے مریدوں میں ایک بھی ایسا نہیں جو پانچ ہزار روپے شرط مباہلہ کے لئے بطور ضمانت امانت جمع کرا دے۔ اس کے جواب میں حضرت خواجہ صاحب نے تو وہی جواب دیا جو پہلے لکھ چکے تھے کہ میں اس شرط کو پسند نہیں کرتا جس میں جوئے کی سی بو آتی ہو۔ مگر میں اس طعنہ کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اسلئے میں اپنے جوش سے مجبور ہوکر اعلان کرتا ہوں کہ مطلوبہ رقم پانچ ہزار روپے کی جس وقت میرزا (محمود احمد) صاحب مباہلہ کا وقت مقرر کر دیں گے بنک آف بنگال میں جمع کردوں گا۔ گو قادیان کے ایک مرید کی تحریر کے بموجب میری حیثیت بہت ادنی ہے۔

سید محمد اشرف نظامی کشفی شاہ مرید حضرت خواجہ حسن نظامی
(حال مقیم چک قاضیاں ضلع گورداسپور)

(اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۱۸ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۴ ص ۷)

مرزا کے اعجازی قصیدہ پر عشرہ کاملہ تنقیدی۔۲

(گذشتہ نمبر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اعجازی قصیدے میں سے دس شعر نقل کئے گئے ہیں۔ فاضل نامہ نگار نے دعوی کیا ہے کہ مرزا صاحب کے اعجازی کلام میں دس عیوب ہوتے ہیں، ان میں سے پانچ تو پہلے درج ہو چکے باقی اس پرچہ میں درج ہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث)

ناظرین: یہ تو ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بحر طویل میں یہ قصیدہ لکھا اور اسکی پابندی میں آپ کو بہت سے متحرکوں کو ساکن کرنا پڑا۔ مگر معلوم نہیں کہ آپ کے دماغ میں کون سا بحر سمایا ہوا تھا جس میں شاید یہ ضرورت بھی نہ پڑتی ہوگی۔....

ہمیں ایک نو آموز شاعر کا قصہ یاد آگیا ہے تسکین وتحریک استعمال کرتے ہوئے ایک قصیدہ باپ کے سامنے پیش کیا تو کوئی شعر اس سے خالی نہ پایا۔ باپ بھی ظریف الطبع شاعر تھا، اس لئے اس نے بیٹے کی داد دیتے ہوئے کہا

یسّرِ من صاحِبِ علمّ شدہ
سببّب خشی بدِّلم شدہ

ہم بھی اسی طرح مرزا صاحب کی اتنی دماغ سوزی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ

شعِرّ ماصاحِب علَمّ شد
بعث تجد ید کلّم شد

یعنی ایک ہمارا پنجابی شاعر صاحب علم ہو گیا ہے اور تجدید کلام کا باعث ثابت ہوا ہے

۶۔ فاحضر میں کسرہ کی بجائے پیش پڑھا ہے اگر چہ ان شرطیہ کے تحت میں ماضی کے داخل ہونے سے جزاء میں مضارع پر رفع جائز ہوتا مگر مزاج سلیم اسکو تسلیم نہیں کرتا یہ چھوڑیئے انہی اشیاء کے ماقبل و مابعد میں بیسیوں ایسے شعر پائے جاتے ہیں جن میں ایطاء بکثرت استعمال ہوا ہے۔

ناظرین آپ جانتے ہیں جیسے ایک صغیرہ اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے ایسے ہی یہ اجازتیں اپنا دستور العمل بنانے سے غلطی اور نقص کے درجہ میں پہنچ جاتی ہیں اور ان پر اعجاز کا دعوی محض ابلہ فریبی ہے۔

۷۔ا ضل به ، الهاهلین کسی طرح یہ دونوں لفظ بحر طویل کے اجزاء تفاعیل میں داخل نہیں ہو سکتے اسی طرح شفیع النبی محمد بھی کسی طرح تقطیع میں صحیح نہیں اتر تا جن جوازات پر مرزا صاحب قادیانی اپنے اعجاز کی بنیاد رکھتے ہیں ان میں سے کوئی جواز بھی یہاں نہیں پایا جاتا شاید وحی کے ذریعہ آپ کو کچھ نئے زحافات سوجھے ہوں تا کہ وہ اپنے کلام کو عدیم المثل ثابت کرنے میں سچے اتریں۔

۸۔مرزا صاحب نے یہ قصیدہ بحر طویل میں شروع کیا ہے جسکے اجزاء یہ ہیں

فعولن مفعلین فعو لن مفاعلین دوبار

دو چار شعر تو شروع میں بڑی احتیاط سے بنائے ہیں مگر طبیعت پر جب زیادہ جوش کا زور آپڑا تو جیسے آپ نے اخلاق محمدی چھوڑ دیئے ہیں، ویسے ہی تصحیح وزن کا خیال بھی دل، سے دور کر دیا ہے۔ ناظرین دیکھیں گے کہ کبھی کسی مصرعہ میں مفاعیلن کے متفاعلتن ہے اور کسی مصرعہ میں متفاعلن شائد آپ نے یہ خیال کرلیا ہوگا کہ ایک ہی قصیدہ میں مختلف بحور کا جمع کرنا بھی اعجاز ہے کیونکہ کسی دوسرے شاعر سلیم الطبع کو یہ کب جرأت ہوسکتی ہے کہ بحر طویل میں کوئی اور بحر کامل وغیرہ داخل کر دے مگر مرزا صاحب نے تو کمال ہی کر دکھلا یا کہ قصیدہ کے ہر ایک شعر میں کوئی نہ کوئی ایک نیا گل کھلایا ہے کہ کسی فصیح وبلیغ کی کیا طاقت کہ اس کے نزدیک بھی جاسکے گو آپ نے درحقیقت یہ اعجاز کر دکھلایا ہے کہ ہر ایک مصرعہ میں مختلف بحر بھر دیئے ہیں گو ظاہراً بحر طویل چلا جاتا ہے مگر مضمر طور پر کبھی کسی جگہ ایک یا ایک سے زیادہ بحروں کی طرف بھی اشارہ فرما گئے ہیں جن میں سے بعض کا پتہ چلتا ہے مگر بعضے ایسے بحروں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ واضع فن شعر امام خلیل کو بھی نہیں سوجھے۔

ہم اس کمال کے اظہار پر اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت لا سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کلام ان دس شعروں میں ہی خود شاہد ناطق ہے۔ چنانچہ ساتویں شعر میں آپ نے جاہل مخالفین کیلئے بھی یہ نشان پیش کیا ہے کہ پہلے شعروں میں تو مخفی طور پر مختلف بحور جمع تھے لو اب ہم صریح طور پر جمع کئے دیتے ہیں تا کہ یہ بھی ایک اعجازی نشان مخالفین پر قائم ہوجائے آپ فرماتے ہیں

و یوم فعلتم ما فعلتم بغدرکم

اے شیعو! وہ دن یاد کرو جو تم نے کیا سو کیا اپنے دھوکا کے ساتھ

اس شعر کی تقطیع بحر طویل میں یوں ہوگی

و یوم فعولن۔ فعلتم ما مفا علین۔ فعلتم فعولن ۔ بغدر کم مفعلن

اب مخاطب کو خیال ہوا ہوگا کہ دوسرا مصرعہ بھی بحر طویل کا ہی ہوگا مگر کیسے ہوسکتا تھا کیونکہ

قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے

بھلا مرزا صاحب ! اور دو مصرعوں کا باہمی ایک وزن پر اتفاق، شتان بینھما۔ یہی نشان تو مرزا صاحب قادیانی کی صداقت اور لیاقت کا معیار ہے۔ اسی پر تو اعجاز کا جھنڈا لہلہا رہا ہے۔ اسی کے سر پر تو معدوم النظیر ہونے کا سہرا سج رہا ہے۔ اگر امام خلیل واضع قوانین عروض کی تقلید میں دوسرا مصرعہ بھی بحر طویل پر کہیں تو آپ کو مجدد کون کہے گا۔ یہ سب خیال غلط ہے کہ مرزا صاحب صرف اسلامی مسائل میں حکم اور مجدد ہیں، ما شاء اللہ اور آپ علم عربی ادب انشا پردازی بالخصوص عربی شاعری کے بھی آپ مسیح ہیں کہ جن کے دست شفا سے ہزاروں صحیح المزاج اشعار سلیم الطبع بن گئے اور جن کے دم صحت سے لاکھوں کلمات امراض فصاحت و اسقام بلاغت سے رہائی پا کر انواع صحت فصاحت و اقسام بلا میں غت ربود ہوگئے ہیں۔ بہر حال دوسرے مصرعہ میں آپ نے نہایت تزک واحتشام سے بحر طویل سے نکل کر بحر کامل میں جا پہنچے ہیں اور فرمایا

باخ الحسین و ولدہ اذا حصروا

اے شیعو ! تمہاری وہ ہی کرتوت ہے جو تم نے حضرت حسین کے بھائی اور اولاد کے ساتھ کی تھی جب کہ وہ سب بند کئے گئے تھے

اب اس مصرعہ کا وزن بحر طویل میں تو ممکن ہی نہیں کہ نکل سکے تو ناچار یہی کہنا پڑے گا کہ آپ نے اعجاز دکھایا اور بحر کامل میں اس کو کامل کر دیا چنانچہ تقطیع یوں ہوئی

باخ الحسی متفا علن۔ ن وولدہ متفا علن۔ اذا حصروا مستفعلن

ہم نے دیکھا ہے کہ بعض شعرا نے ایسے اشعار بھی لکھے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ اوزان

سے پڑھے جا سکتے ہیں ہیں مگر یہ کمال ان کو بھی حاصل نہیں ہوا کہ ایک ہی شعر کے ہر ایک مصرعہ میں دو رنگ دکھلائے ہوں ۔زیادہ سے زیاہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ ادنی تسخیر سے کل شعر تبدیل ہوسکتا ہے ۔کمال اعجاز تو یہ ہے کہ ایک ہی شعر میں دو بحر بھرے جاویں اور تبدیلی بھی کچھ نہ ہو

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

لیکن مخالفین ایسے کمالات کی کب قدر کریں گے اور کب ایسی تجدید کی تسلیم کے لئے وہ تیار ہوں گے۔ وہ تو جھٹ کہدیں گے کہ ایسے ذوالبحرین شعر کیلئے کوئی سند پیش کرو، مگر مرزا صاحب کی پارٹی کے لوگ بڑی جرأت سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی نظیر یہی کافی ہے

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کأسا و ناولہا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۱۸ء مطابق ۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۵ ص ۲۔۴)

کیا مرزا قادیانی مسیح موعود تھے؟

مولانا محمد عبدالغفور عابدی حیدرآباد دکن سے لکھتے ہیں :

قرآن وحدیث میں کسی جگہ نہیں لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ہیں اور نہ مسیح موعود کے الفاظ قرآن وحدیث میں لکھے ہیں اور نہ قادیان کا نام قرآن شریف وحدیث میں لکھا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ میں مسلمانوں کا مسیح موعود ہوں اور میرا نام غلام احمد ہے اور میرا وطن قادیان ہے اور اسی میں مسیح موعود پیدا ہوگا تو اسلام اس کے ایک لفظ سے اتفاق نہیں کرتا

دعوی تو ہے مسیح موعود کا، دلیل مانگو تو قادیان کی گدی سے جواب ملتا ہے کہ

مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد پڑھو۔

واقعی خلیفہ قادیان کی یہ ایک عجیب اور انوکھی منطق ہے جسکا حل صرف قادیان کی چار دیواری میں رہ کر ہوسکتا ہے۔ یہ تو قرآن کی دلیل ہے

اب حدیث کو دیکھو ..بخاری شریف سے دوحدیثیں دکھائی جاتی ہیں کہ اس میں مسیح موعود کی پیش گوئی ہے اور اس سے مرزا صاحب قادیانی مراد ہیں نہ صرف مسیح موعود ہیں بلکہ نبی ہیں اور وہ حدیثیں یہ ہیں

الف: قال بینا انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل ادم سبط الشعر تنظف اوتہرق رأسہ ماء قلت من ھذا قالوا ابن مریم

ب ۔ فاما عیسی احمر جعد عریض الصدر

کہا جاتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں عیسی کے دوحلیے بیان کئے گئے ہیں اسلئے عیسی دو ہیں ۔ پہلا حلیہ مسیح محمدی جناب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا ہے اور دوسرے حلیہ والے مسیح ابن مریم ہیں۔آج تک مسلمان یہ سمجھے ہوئے تھے اور سنتے آئے تھے کہ عیسی ایک ہیں اور انہوں نے دوسرے عیسی کا وجود بھی دنیا میں پیش کر دیا اور اسے مسیح قرار دیا اور پھر اس پر موعود کے الفاظ اضافہ کیا اور پھر معاملہ یہیں تک چل کر ختم نہیں ہوجاتا احمد بھی بنتے ہیں اور محمد کا نعرہ بھی لگایا جاتا ہے اور مجددین امت میں بھی آ داخل ہوتے ہیں خدا کی پناہ اتنی کسر اور رہ گئی تھی کہ خدا بنیں سو وہ بھی تھوڑی دیر کیلئے پوری کر لی ۔ دیکھو دافع الوساوس صفحہ ۵۶۴۔

ناظرین ! ان احادیث میں غور فرماویں اور خدا کیلئے بتائیں اس میں مسیح موعود کے الفاظ کہاں ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کہاں لکھا ہے۔ بہرحال مذکورہ تاویل بوجوہات ذیل مرزا صاحب کو مسیح موعود نہیں بناتی

ا۔ حدیث میں عیسے بن مریم کا حلیہ بیان کیا گیا ہے اس سے ہرگز مرزا صاحب مراد نہیں لئے جاسکے اور نہ ان میں مرزا صاحب کا نام ہے۔

۲۔حدیث میں اس طرح کی تقسیم کہاں کی گئی ہے کہ مسیح محمدی ایک ہوگا اور مسیح اسرائیلی ایک ہوگا۔

۳ ۔ حلیہ کا اختلاف بھی کوئی ایسا بڑا اختلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں گندمی رنگ مذکور ہے، دوسری میں سرخ جو قریب قریب ایک ہی حلیہ ہے۔

۴۔ایک شخص کے دوحلیے بیان ہونے سے دو علیحدہ علیحدہ شخص کسی حالت میں نہیں ہو سکتے۔

۵۔ اگر اختلاف حلیہ بھی کوئی سند ہوسکتی ہے تو آنحضرت ﷺ کے بھی مختلف حلیے آئے ہیں تو ہر ایک حلیہ کے لحاظ سے محمد ﷺ نام کے کئی نبی تجویز کرنے پڑیں گے۔

۶۔ اختلاف حلیہ سے مرزا صاحب مسیح موعود بنائے جاتے ہیں تو ہر شخص احادیث سے اپنا حلیہ خود تجویز کرنے کا مجاز ٹھہر جاتا ہے اور اس میں طریق فیصلہ کیا ہے؟

۷۔ پہلا حلیہ خواب میں دیکھا جس میں سر کے بال سیدھے تھے اور پانی اب تک ٹپک رہا تھا۔ دوسرا حلیہ معراج میں دیکھا جس میں گھونگھر والے بال کا ذکر ہے۔ اور واقعہ معراج جب حدیث بین النوم و الیقظه ہے اسلئے ممکن ہے کہ خواب اور بیداری کے حلیہ میں فرق آ گیا ہو۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جب حدیث میں موجود ہے کہ آپ نے خواب میں عیسی کو سر سے پانی ٹپکتے ہوئے دیکھا تو ظاہر ہے کہ بھیگے بال سیدھے ہی رہا کرتے ہیں۔ اور پھر معراج میں اسی عیسی کو دیکھا کہ وہاں ان کے گھونگھر والے بال تھے۔ چونکہ جہاں ان کے سر سے پانی ٹپک نہیں رہا تھا اس لئے بال مڑے ہوئے نظر آئے تو ثابت ہوا کہ حلیہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ واقعات کی وجہ سے بعض حالات بدل جاتے ہیں۔ سوان حدیثوں میں یہی حالت ہے۔ اور دونوں جگہ عیسی فرمایا ہے تو اس سے دو عیسی نہیں ہوسکتے۔ اگر دو عیسی ہوتے تو آپ صاف الفاظ میں فرما دیتے کہ ایک محمدی ہے اور ایک اسرائیلی۔ جب آنحضرت ﷺ سے اس طرح کی تقسیم منقول ہی نہیں ہے تو کوئی مسلمان اس تقسیم کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۱۸ء مطابق ۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۵ ص ۴)

مسلمانان کٹک پر خفگی

اخبار اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۱۸ء میں ایک مراسلہ کسی کٹکی نامہ نگار کا درج ہوا ہے جس میں کٹک صوبہ بہار میں قادیانیوں کی مذہب تحریکات اور مسلمانوں کے جوش کا ذکر تھا جس پر قادیان کے شہزادہ امن (مرزا آنجہانی کا الہامی لقب) کی امت نے بہت جوش ظاہر کیا قادیان کا اخبار الفضل گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہے کہ ان ظالم مسلمانوں کو پھانسی دینا چاہیے، یہ کرنا چاہیے، وہ کرنا چاہیے۔ وغیرہ وغیرہ

افسوس ہے اڈیٹر الفضل نے جناب مرزا صاحب کی طرح اخبار اہل حدیث کا اقتباس پورا نہیں دیا اس لئے پہلے ہم پورا اقتباس دیتے ہیں پھر اس کا جواب دیں۔

اخبار اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۱۸ء میں درج ہے:

قادیانیوں کا قافیہ ایسا تنگ کر دیا گیا ہے کہ بے چارے مکان سے باہر تک نکل نہیں سکتے۔ اتفاقیہ راہ میں کسی مٹھ بھیڑ ہو بھی جائے تو نہ سلام، نہ علیک۔ باپ ہے تو بیٹے کی صورت دیکھ کر جل رہا ہے۔ بیٹا ہے تو باپ کی رؤیت سے گھنا رہا ہے۔ مسجدوں میں قدم دھرنا ایک قلم بند۔ دعوت میں شراکت دینا قطعاً مسدود۔ وہ جو کہاوت ہے کہ موئے پر سو درے تو وہ بھی یہاں واجب التعمیل ہو ہی ہے۔ میرزائیوں کی میت کا پوچھئے مت، شہر میں اگر کسی میت کی خبر پہنچ جاتی ہے تو تمام قبرستانوں میں پہرہ بیٹھ جاتا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے کسی کے ہاتھ میں چھڑی۔ میت کی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ کھوجتے تابوت نہیں ملتی بیل داروں کو طلب ہوتی ہے تو وہ ٹکا سا جواب دے دیتے ہیں۔ بانس اور لکڑی کی بالکل عنقائیت ہو جاتی ہے۔ دفن کے واسطے جگہ تلاش کرتے کرتے پھول کا زمانہ بھی گذر جاتا ہے۔ ہر صورت سے ناامید ہو کر جب یہ ٹھان بیٹھتے ہیں کہ چلو چپکے سے مکان ہی کے اندر قبر کھود کر گاڑ دیں تو ہاتف غیبی افسران میونسپلٹی کو آگاہ کر دیتے ہیں اور وہ غڑاپ سے آموجود ہو کر خرمن امید پر کڑکتی بجلی گرا دیتے ہیں وغیرہ میت کی حالت ناگفتہ بہ ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس مضمون پر قادیان کا اخبار الفضل سیخ پا ہو کر لکھتا ہے:

ان مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھ کر کون سمجھ دار اور عقل مند انسان ہے جس کے رونگھٹے نہ کھڑے ہو جائیں اور اس کے انسانی جذبات جوش میں آ کر ان ظالموں پر لعنت اور پھٹکار نہ بھیجیں اور ابھی تو یہ وہ مظالم ہیں جن کا اعتراف اور اعلان خود ظالموں کی طرف سے ہو رہا ہے ورنہ جو کچھ بیچارے مظلوموں پر گذر رہی ہے وہ تو اس سے بہت زیادہ اور سخت دردناک ہے

ہم حیران ہیں کہ ظالم اور جفا کار لوگ سلطنت برطانیہ کے عہد دولت مہد میں کیوں اس قدر وحشت اور درندگی کا سلوک ہمارے امن پسند اور صلح جو بھائیوں سے کر رہے ہیں اور ان میں کیوں اتنی جرأت اور دلیری پیدا ہوگئی ہے ہے کہ وہ اپنے مظالم کا علی الاعلان اظہار کر کے ان پر فخر کرتے اور عوام الناس کو ان ناپاک اور امن شکن کوششوں کے جاری رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۹ فروری ۱۹۱۸ء)

شیخ الاسلام امرتسری فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ہم نے ایک نوٹ بھی لکھا تھا جو درحقیقت پیش از سوال الفضل کا جواب تھا وہ نوٹ یہ ہے:

یہ سب کانٹے مرزا صاحب کے اپنے بوئے ہوئے ہیں جن کا حکم اب بھی جاری ہے کہ کسی غیر مرزائی کا چاہے باپ بھی ہو جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

اس نوٹ کا ثبوت فتاوی احمدیہ (مجموعہ فتاوی مرزائیہ) کی جلد اول صفحہ ۱۸۸ میں ہے اسی پر آج تک مرزائی جماعت کا عمل ہے کہ بیٹا باپ کا جنازہ تک نہیں پڑھتا مگر حصہ لینے کو بیٹا بن جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی حال ہی کا ذکر اخباروں میں چھپا تھا کہ امرتسر چوک فرید میں ایک مرزائی لڑکے نے اپنے باپ کا جنازہ نہیں پڑھا

اس کے علاوہ مرزا صاحب کا یہ بھی فتوی ہے کہ کوئی مرزائی (احمدی) غیر مرزائی سے لڑکی کا رشتہ نکاح نہ کرے (ملاحظہ ہو فتاوی احمدیہ جلد دوم ص ۷)

اور سنئیے! مرزا صاحب کا حکم ہے کہ جو مجھ سے بیعت ہو کر احمدی نہیں ہے اسکے پیچھے نماز مت پڑھو (فتاوی احمدیہ۔ جلد اول ۱۵)

بلکہ جو احمدی ہو کر کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھ لے اس احمدی کے پیچھے بھی مت پڑھو (فتاوی احمدیہ جلد اول ص ۲۲)

ایسے ہی فتووں کا اثر ہے کہ جہاں جہاں ان لوگوں کا غلبہ یا اثر ہے، دیگر مسلمانوں بلکہ جملہ لوگوں کا بائکاٹ کیا جاتا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے قادیان کی مثال کافی ہے جہاں کوئی مرزائی کسی غیر مرزائی سے سودا خریدے تو خلیفہ جی کے حکم سے اس کو سخت سزا ملتی ہے۔ یہاں تک کہ ایام جلسہ میں غیر احمدی یکے والوں کو بھی بائکاٹ کیا جاتا ہے

قادیان کا خلیفہ مرزا محمود احمد اپنی کتاب انوار خلافت میں لکھتا ہے

ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالی کے ایک نبی کے منکر ہیں۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ جس صورت میں تمہارے نبی اور خلیفہ کا مسلمانوں کے حق میں یہ فتوی ہے تو مسلمانوں سے تم اسلامی سلوک کی کیوں امید رکھتے ہو۔ کیا یہ مثال غلط ہے کہ

جس ناپ سے ماپو گے اسی سے تم کو ماپا جائے گا

کیا تم قادیان کے اپنے مقبرے میں کسی غیر احمدی کو دفن کرنے کی اجازت دیتے ہو۔ کیا صوبہ بہار کی ہائی کورٹ نے تم لوگوں کو مساجد میں الگ جماعت کرانے سے روکا نہیں۔ ہم حیران ہیں کہ تم لوگ کس منہ سے کٹک کے مسلمانوں کی شکایت کرتے ہو۔

کیا مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنے قبرستان میں مردہ دفن کرنے سے روکیں تو وہ مجرم ہیں، باغی ہیں، ہاں میونسپلٹی کے ملازم جو مرزائیوں کو گھروں میں قبریں بنانے سے مانع ہوں تو وہ بے شک بڑے بھاری مجرم ہیں بشرطیکہ قادیان کی میونسپلٹی ہو جہاں زیادہ تر ممبر مرزائی ہوں حیرانی کی ہے کہ یہ لوگ شیخ سعدی مرحوم کے اس سنہرے مصرعہ کو بھی غور سے نہیں پڑھتے:

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۶ ص ۱۔۲)

الحکم پر بجلی گری

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

الحکم قادیان کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ مرزا صاحب کی دکان کا اشتہار برسوں تک بڑے زور شور سے دیتا رہا۔ مگر مرزا جی کے مرنے پر ہم نے خداداد فراست سے سمجھا تھا کہ اب الحکم زندہ نہیں رہ سکے گا۔ چنانچہ ہم نے ایک مضمون لکھا جس کا عنوان

تھا: الحکم پر بجلی گری۔

یہ عنوان جو در حقیقت ہماری فراستی پیش گوئی تھا، مرزا صاحب قادیانی کی الہامی پیش گوئیوں سے زیادہ سچا ثابت ہوا کہ الحکم نے بار ہا سنبھالا لینا چاہا مگر نہ لے سکا۔ کئی سال کے بعد پھر نکلا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم اپنے پرانے مخاطب کو زندہ ...اور نیک کام کرتا ہوا دیکھیں۔ گو ہماری پیش گوئی غلط ہو جائے اس سے ہمارا نقصان نہیں جب کہ قادیانی اصطلاح میں کسی الہامی پیش گوئی کے غلط ہونے سے بھی ملہم کے دعوی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۶ ص ۲۔۳)

مرزا کے اعجازی قصیدہ پر عشرہ کاملہ تنقیدی۔۳

ہمیں ایک ظریف شاعر کی کہانی یاد آئی کہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک طالب علم عروض پڑھا کرتا تھا۔ تقطیع کرنے کے واسطے میں نے ایک شعر دیا۔ اب وہ تھا بالکل غبی اور کند ذہن ، ساری رات سوچتا رہا مگر اس سے کچھ بن نہ سکا۔ شعر میں زحافات تھے، صحیح تقطیع نہ تھی بحر طویل کا شعر تھا۔ زحافات سے اس کی تقطیع مشکل پڑی تھی۔ آخر وہ سوچ کر شعر کے پہلے مصرعے پر لکھ لایا کہ

هذا من الطّويل۔

اور دوسرے مصرعہ پر یہ لکھا

هذامن البسيط۔

اور دونوں کے اوپر لکھا کہ...

نصفه من الطويل ونصفه من البيسط

میں نے جب دیکھا تو انگشت بدنداں ہو کر کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شعر میں دو مصرعے مختلف بحر پر ہوں۔ تو وہ جھٹ بول اٹھا کہ منع کہاں لکھا ہے۔

ہم بھی اس طالب علم کی داد دیتے ہیں جس نے علم عروض میں ایک نئی بات نکالی۔ افسوس کہ مرزا صاحب قادیانی کے پاس وہ نہ تھا، ورنہ وہ تو اس قسم کی ہزاروں

مثالیں پیش کر دیتے۔

ناظرین ! یہ ہے مرزا صاحب قادیانی کا مبلغ علم اور یہ ہے آپ کی اعجاز نمائی۔ اس فضل .. پر بھی دنیا مرزا صاحب قادیانی کو شاعر ہی نہ مانے تو اس کی کم بختی۔

ہم حیران ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے بعض شعر ایسے بھی ہیں کہ جن کا تطابق کس بحر سے نہیں ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نیا بحر وضع ہوا ہے کہ جو بالخصوص مرزا صاحب کے لئے ہی رجسٹری ہو چکا تھا اور اعجاز کا تمغہ اسی بحر پر حاصل ہونا تھا۔

اب صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کے اعجاز یہ قصائد میں ہزاروں نقص ہیں۔ مگر ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا عشرہ کاملہ مرزا صاحب کے ہر ایک پندرہ عربی شعروں میں علی وجہ منع الخلو ضرور ہی پایا جاوے گا۔ اگر قادیانی خلیفہ صاحب ہمارے عشرہ کاملہ کا جواب دیں تو ہم ان کے واسطے دس مرید پیش کریں گے۔ اور اگر کوئی اور قادیانی جواب دے تو صرف ایک مرید۔ اسی طرح اگر کوئی لاہوری پارٹی کا خلیفہ یا مرید اس کا جواب دینے کی جرأت کرے گا تو ان کیلئے بھی پانچ مریدوں کا وعدہ ہے۔ مگر ہمیں یقین ہے اور پختہ یقین ہے کہ کوئی مرزائی ہمارے عشرہ کا جواب نہیں دے سکے گا اور نہ ہی جواب دینے کے لئے خدا تعالی اس کو قدرت دے گا۔

ایک مجددی از امرتسر

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں: قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے

و ماعلّمناه الشّعر وماينبغي له

یعنی خدا نے نبی کو شعر بنانے نہیں سکھائے، نہ یہ فن اسکو لائق ہے۔

اس ارشاد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فن شاعری اور نبوت میں تضاد اور مخالفت ہے۔ مگر قادیانی نبوت ایسی ہے کہ شاعری ہی سے اپنا ثبوت دیتی ہے باوجود اس کے کہتے ہیں کہ ہم تو بروزی نبی ہیں نبوت محمدیہ کے اتباع سے ہم کو نبوت ملی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۶ ص ۴۔۵)

انصاف اسی کا نام ہے؟

ہر ایک قوم بلکہ ہر ایک شخص انصاف کا مدعی ہے اس لئے قرآن مجید نے اس کی پہچان کا ایک نشان مقرر کیا ہے جو واقعی ایک سنہری اصول ہے ارشاد ہے

و اذا قلتم فاعدلوا و لوکان ذا قربی

یعنی جب بولو عدل سے بولو اگرچہ تمہارا کوئی قریبی ہے

سبحان اللہ! یہ ایک ایسا نشان ہے کہ بڑے بڑے مدعیان عدل و انصاف اس پر پرکھے جاتے ہیں آج جس قادیانی انصاف کا ہم ذکر کرنے کو ہیں وہ بھی ایسے نشان سے پہچانا جائے گا۔

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کے ساتھ قادیانی خلیفہ کی متعلقہ شرائط مباہلہ اشتہار بازی ہوئی تو خواجہ صاحب نے زور دیا کہ مباہلہ کا اثر فوراً چاہیے خلیفہ قادیان نے ۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء کے اخبار الفضل میں لکھا

آج تک امت اسلامیہ کے کسی امام نے بھی اس بات کو تسلیم نہیں کہ مباہلہ کا اثر فوراً ہونا چاہیے۔

اس کے جواب میں اخبار اہل حدیث مورخہ ۴ جنوری ۱۹۱۸ء میں بحوالہ تفسیر معالم التنزیل ہم نے بتایا کہ خود امام الآئمہ سراج الامہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر نصاری نجران ہمارے ساتھ مباہلہ کرتے تو فوراً ہی اسی میدان میں ان پر عذاب نازل ہوتا اور وہ بندر، سور بنائے جاتے۔

ہم منتظر تھے کہ قادیان کی انصاف پسند پارٹی ہمارے حوالے کو دیکھ کر قصور علم کا اعتراف کر کے اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دے گی مگر:

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جواب دیا تو یہ دیا اور کیا خوب دیا۔ ۱۹ فروری کے الفضل میں ایک لمبا چوڑا مضمون ہمارے مضمون کے جواب میں نکلا جسکا خلاصہ یہ ہے مولوی ثناء اللہ نے غزنوی سے مباہلہ منظور کیا تو اس میں یہ کیوں لکھا کہ جھوٹوں پر لعنت ہو۔ یہ کیوں نہیں کہا کہ جھوٹے

بندر اور سور بنائے جاویں۔

مولوی ثناء اللہ کو چاہیے اگر وہ سچے ہیں تو مخالفوں سے مباہلہ ضرور کریں تا کہ وہ ان کے مخالفین میں بندر سور بن جاویں تو ان کی عزت ہو بلکہ مخالفین اسلام سے اب بجائے مباحثہ کرنے کے مباہلہ ہی کیا کریں مخالف اگر ان کے مباہلہ سے بندر سور بن جائیں گے تو ان کی اور اسلام کی فتح بیّن ہو گی وغیرہ

اہل حدیث۔ ناظرین غور فرماویں کہ ایک پرانا قصہ اس قادیانی پارٹی نے سچا کر دیا یا نہیں جو کسی مولوی اور بے نماز کا یوں مشہور ہے

مولوی صاحب: ارے میاں تم نماز کیوں نہیں پڑھا کرتے

بے نماز: مولوی صاحب! آپ نے بیٹے کی شادی پر دعوت کی تھی تو نمک کیوں زیادہ ڈالدیا تھا۔

مولوی صاحب: اس کو میرے کلام سے کیا تعلق؟

بے نماز: تعلق سے کیا تعلق؟ بات سے نکل آتی ہے۔

یہی مثال ان لوگوں کی ہے اچھا صاحب سنئے:

مباہلہ میں لعنت کا لفظ تو میں نے اس لئے لکھا کہ خود قرآن مجید میں یہی لفظ آیا ہے غور سے سنو: ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین

پس میں نے تو لعنت کا لفظ باتباع قرآن لکھا۔ باقی رہا بندر سور بننا یہ خدا کی مشیت پر موقوف ہے کہ وہ لعنت کے جس فرد کو چاہے پیدا کر دے۔ بندر سور کتے پلے غیر معمولی مرض موت وغیرہ سب یہ لعنت کے افراد ہیں۔ مالک کے حکم سے انکار وجود ہوتا ہے جو جون سا فرد چاہے کاذب مباہل پر بھیج دے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں اصل بحث تو یہ تھی کہ کسی امام کا بھی یہ مذہب نہیں کہ مباہلہ کا اثر فوراً ہوتا ہے جیسا کہ خلیفہ قادیان نے انکار کیا ہے، یا یہ مذہب ہے جیسا کہ ہم نے بحوالہ تفسیر معالم لکھا ہے۔ اسپر تو اڈیٹر الفضل نے خیریت سے ایک فقرہ بھی نہیں لکھا ہمیں امید کرنی چاہیے کہ آئندہ لکھیں گے اور ہمیں یہ کہنے کا موقع نہ دیں گے

وزیرے چنیں شہر یارے چنان
جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۸ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۸ ص ۲-۳)

☆لکھنو کے مرزائی

مرزا صاحب قادیانی کے لکھنوی مریدوں نے بہت سر اٹھایا تو مولوی محمود ابومسعود صاحب بنارسی نے ان کو نوٹس دیا کہ مرزا صاحب کی پیش گوئیوں پر بحث کریں پس ایسے خاموش ہوئے کہ صدائے برنخواست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۱۸ء صفحہ متفرقات)

مرزا کا ایک الہام بصیغہ مونث

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مولانا فاضل اڈیٹر صاحب اہل حدیث امرتسر۔ السلام علیکم

عرصہ سے مجھے ایک شک ہے، امید ہے آپ کی معرفت وہ دور ہو جائے گا کیونکہ آپ کو مرزائی مشن کی کتابوں پر بہت زیادہ نظر ہے۔ مرزا صاحب تو خدا کے حکم سے مرد تھے مگر وہ لکھتے ہیں کہ میں کتاب براہین احمدیہ کے چھپوانے کیلئے روپیہ کی فکر ہوئی تو الہام ہوا

هزى اليك بجذع النخلة تساقط عليكِ رطبا جنيّا

آیت قرآنی ہے اس میں حضرت مریم کو خطاب ہے اسکے لئے تو اس کے الفاظ صیغہ مونث موزوں ہیں مگر مرزا صاحب تو مرد ہیں ان کو کیاں ایسا الہام ہوا۔

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

عرب میں جب کوئی کسی ایسے شخص سے سوال کرتا جو جواب دے سکتا ہو، تو کیا کرتے ہیں على الخبير سقطت یعنی تو اے باخبر آدمی کے پاس آیا ہے۔ واقعی میں آپ کے اس شبہ کا جواب دے سکتا ہوں اور کہہ سکتا ہوں على الخبير سقطت پس سنئے

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں دنیامیں تو غلام احمد ہوں مگر آسمان پر مسیح کے ساتھ میری بہت ہی مشابہت ہے یہاں تک کہ تمیز مشکل ہے اس لحاظ سے میں آسمان پر مسیح ہوں اسی طرح

دنیا میں غلام احمد ہوں، مگر آسمان پر احمد ہوں۔

ٹھیک اسی طرح تذکیر و تانیث میں مرزا صاحب کی دو حیثیتیں ہیں یعنی مذکر بھی اور مونث بھی۔ چنانچہ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں

بابو الٰہی بخش کی نسبت یہ الہام ہے

یریدون ان یروا طمثك یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرحیض کو دیکھے

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۴۳)

اسی لئے مرزا صاحب ایک جگہ اپنے حمل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ (کشتی نوح۔ص ۴۷)

یہی معنی ہیں

سرّ مستاں منطق الطیر ست جامی لب ببند
جز سلیمانے نباید فہم این گفتار را

(ہفت روزہ اہل حدیث ۸ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۸ ص ۴۔۵)

کٹک پر خفگی

آج کل قادیان کا غضب کٹک کے مسلمانوں پر بہت کچھ جوش زن ہے۔ اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۲ فروری میں مسلمانان کٹک کی طرف سے مدافعت کافی کی گئی تھی مگر قادیان کا آرگن الفضل اس کو کافی نہیں جانتا اور کہتا ہے اگر اختلاف کی وجہ سے ظلم وستم جائز ہوں تو بہار کے ہندوؤں نے جو مسلمانوں پر ظلم کئے ہیں کیا یہ بھی ٹھیک ہیں؟ اسی قسم کی اور بہت سی بے معنی باتیں لکھتا ہے مگر اسے خبر نہیں کہ ایک ظلم ہے ایک قطع تعلق ظلم تو کس طرح جائز نہیں مگر قطع تعلق کی تو تم بھی اجازت دیتے ہو ظلم کہتے ہیں کسی کی حق تلفی کرنا قطع تعلق کہتے ہیں علیحدگی کرنا یعنی جس وجہ سے کسی کے ساتھ ملاپ تھا وہ وجہ اٹھ گئی تو وہ ملاپ بھی اٹھ گیا اس ملاپ کے اٹھنے سے وہ حقوق بھی اٹھ گئے۔

آیئے ہم روزہ مرہ سے ایک مثال سناتے ہیں۔

میاں بیوی کا ایک تعلق ہے۔ جب تک ہے دونوں کے ذمہ ایک دوسرے

کے حقوق ہیں۔ لیکن جب نکاح فسخ ہو گیا تو بوجہ علیحدگی کے دونوں کے وہ حقوق جو بوجہ زوجیت کے تھے ایک دوسرے سے اٹھ گئے۔ اب اگر کوئی حق ہے تو ایسا ہی جسکی بنا زوجیت پر نہیں مثلاً کوئی پہلا رشتہ ہے یا انسانیت کا درجہ ہے ٹھیک اسی طرح جب کہ تمہارے نبی نے (مرزا قادیانی) نے اور تمہارے موجودہ خلیفہ نے مسلمانوں کو کافر لکھا اور مسلمانوں نے بھی بقول السن بالسن و الجروح قصاص ایسا ہی جواب دیا تو کون دانا کہہ سکتا ہے کہ حقوق اسلامیہ باقی رہے ہرگز نہیں

ہاں الفضل خود ہی مانتا ہے کہ یہ تفریق ہے لیکن وہ کہتا ہے:

ہم آپ لوگوں سے انسانی سلوک ضرور چاہتے ہیں (الفضل ۲۶ فروری ۱۹۱۸ء)

ہم بھی انسانی حقوق ادا کرنے سے انکار نہیں کرتے۔ مگر جانتے ہو انسانی حقوق کیا ہیں سنو! قولوا للنّاس حسنا سب لوگوں سے بات اچھی کیا کرو

پس اس اصول کے مطابق ہم آپ لوگوں سے حسن سلوک یہ کریں گے کہ احمدیوں سے بات کرنے میں انسانی حقوق کا لحاظ رکھیں گے اور آپ کے پیرومرشد مرزا صاحب کے اس متجاوز عن الاخلاق فقرہ کا بدلہ نہ لیں جو وہ تمام دنیا کے علماء کے حق میں فرما گئے

اے بدذات فرقہ مولویاں۔ (رسالہ انجام آتھم ص ۳۱)

ہاں آئندہ کو اسلامی حقوق مانگتے ہوئے اپنے اس فقرہ کو نہ بھول جانا۔ ہم نے جہاں تک غور کیا مسلمانان کٹک نے جو حقوق تم لوگوں کو دینے سے انکار کیا ہے، وہ اسلامی حقوق ہیں انسانی نہیں۔ تاہم مسلمانان کٹک سے ہم سفارش کریں گے کہ وہ تم لوگوں کے انسانی حقوق پامال نہ کریں

مباہلہ پر سوال:

ناظرین کو یاد ہوگا گذشتہ ایام میرے مہربان غزنویہ کے علم بردار قاضی عبدالاحد خانپوری نے مجھے مباہلہ کیلئے بلایا۔ جسے میں نے منظور کیا اور صاف لکھا کہ میں تم سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں مگر وہ نہ آئے لیکن (مسلمانوں کو کافر بنانے میں) ان کے ایک ہم مذہب مرزائی نامہ نگار الفضل میں بول پڑا کہ مولوی ثناء اللہ قاضی عبدالاحد سے تو مباہلہ پر تیار ہو گیا لیکن ہمارے حضرت (مرزا قادیانی) کے سامنے کیوں مباہلہ

کرنے کو نہ آیا۔ اور کیوں سامنے آنے سے حیلے بہانے بناتا رہا کہ مجھے پہلے عذاب کی نوعیت بتاؤ، یہ کرو وہ کرو۔ یہ سب حیلے اس لئے تھا کہ وہ حضرت مرزا صاحب سے خوف زدہ تھا۔

فاتح قادیان اور خوف زدہ، جو ایسے وقت میں قادیان پہنچا جس وقت کسی مخالف کا برسر مخالفت پہنچنا مشکل تھا۔ وہ خوف زدہ ؟ جس نے اپنی موت کی پیش گوئی سن کر مرقع قادیان جاری کردیا۔ وہ خوف زدہ؟ جس نے کبھی مرزائی مشن کے کذب ہونے میں تامل نہیں کیا۔ وہ خوف زدہ؟ جس نے تمام مخالفوں سے بڑھ کر تردید میں حصہ لیا۔ وہ خوف زدہ؟

مگر بات اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب کا کافی سے زیادہ تجربہ ہو چکا تھا کہ وہ جس مخالف سے مباہلہ کرتے یا اس کی بابت کسی عذاب کی پیش گوئی کرتے اور کچھ نہ ہوتا تو اس کے متعلق سو سو حیلے تراشتے۔ چنانچہ مولوی عبدالحق غزنوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ابوالحسن تبتّی اور ملا محمد بخش لاہوری کے واقعات ہم سے مخفی نہیں کہ ان لوگوں کے حق میں کیسے کیسے رعب دار جملے لکھے تھے۔ مگر جب اتنا بھی نہ ہوا جس کو کوہ کندن وکاہ برآوردن کہا جاتا تو آپ نے مولوی عبدالحق غزنوی کی بابت تو یہ لکھ مارا کہ جب سے اس نے مباہلہ کیا ہے اس کے ہاں ایک لڑکی بھی پیدا نہیں ہوئی۔ اور مولوی صاحب بٹالوی کی بابت لکھ مارا کہ اس نے میری ایک عربی عبارت میں عجب کے ساتھ لام کا صلہ لانے پر اعتراض کیا تھا، حالانکہ میری عبارت صحیح تھی بس یہی اس کی ذلت ہے۔ باقی رہے ملا محمد بخش اور مولوی ابوالحسن یہ تو بٹالوی کے اتباع ہیں ان کا وجود مستقل نہیں چلو چھٹی شد اس لئے بقول

حسینوں سے نہ مل اے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستم گر ناگ کالے ہیں

میں مرزا صاحب قادیانی کی ان بھول بھلیوں میں نہیں آیا۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ میں مباہلہ کو تیار ہوں۔ مگر مجھے یہ بتاؤ کہ مجھ پر عذاب کیا آئے گا، تاکہ وہ نہ ہو جیسا کہ ان مذکورہ بالا حضرات سے تم نے ہاتھ کیا جس پر مجھے یہ کہنے کا موقع ہو

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

ہاں الفضل کا نامہ نگار (قاضی اکمل) یہ بھی لکھتا ہے کہ اب بھی مولوی ثناء اللہ اگر اہل حدیث کی طرف سے تیار ہو تو ہمارے خلیفہ صاحب اسکے ساتھ مباہلہ کر سکتے ہیں۔

اے جناب! دنیا میں کوئی ایسا احمق بھی ہوگا جو اپنے مدمقابل سے پریوی کونسل میں مقدمہ جیت کر پھر اسکے مرنے کے بعد اسی معاملہ کا مقدمہ اس کے بیٹے کے ساتھ نئے سرے سے شروع کرے۔ تمہاری ایسی بھول بھلیوں میں کوئی اور آسکتا ہے میں نہیں آسکتا کیوں؟

رند بھی ہوں پارسا بھی ہوں
میری نگاہ میں ہیں رند و پارسا ایک ایک

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق ۳۰ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ نمبر ۱۹ جلد ۱۵ اص ۳۔۴)

چودھویں صدی کے امام الزمان

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

صوبہ سرحدی میں ایک نقل مشہور ہے کہ دو شخصوں کا جھگڑا تھا۔ ایک کہتا تھا کہ نسوار سونگھنا منع ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ جائز ہے۔ فیصلہ کے واسطے ملا کے پاس گئے۔ ملا صاحب نے فتوی دیا کہ ناجائز ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ملاں صاحب نے نسوار کا بل جیب سے نکال کر ایک بڑا چٹکا ناک کی نذر کیا۔ فریق مغلوب چلاّ اٹھا کہ ملا صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں؟ ملا صاحب نے جواب دیا کہ جو ہم کہیں وہ کرو، یہ نہ پوچھو کہ ہم خود کیا کرتے ہیں۔

مرزا صاحب نے بھی اسی طرح فتوی دیا کہ جھوٹ بولنا شرک ہے۔ یعنی اس سے بڑھ کر کوئی گناہ ہی نہیں۔ اور خود جیسا کچھ اس پر عمل کیا، اس دیگ سے ایک دو

چاول ایک نظم ایک نثر پبلک کو دکھا کر انصاف کا خواہاں ہوں۔ ہمارے مجدد و محدث اور پیغمبر ایسے ہی گذرے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

نظم از درثمین

یا نبی اللہ فدائے روئے محبوبِ توام
وقف ... کردہ ام ایں سر کہ بر دوش ست یار

دیگر:

مے پریدم سوئے کوئے او مدام
من اگر میداشتم بال و پرے

دیگر:

صدق ورزاں را ہمیں باشد نشان
کز پئے جاناں بکف دارند جان

دیگر:

براہِ یار عزیز از بلائی پرہیزد
اگرچہ در رہِ آں یار اژدہا باشد

دیگر:

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام
وقف راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

(موجودہ جان تو آپ حفاظت سے رکھنا چاہتے تھے اور اسی وجہ سے فریضہ حج سے محروم رہے لیکن فالتو اگر ہزار بھی مل جاویں تو آنحضرت ﷺ پر فدا ہیں۔ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را)

مرزائی تو ان اشعار کو پڑھ کر عش عش کرتے ہوں گے کہ ہمارا مجدد یا پیغمبر رسول اللہ ﷺ کا کیسا سچا عاشق ہے کہ سو ہزاراں جان قربان کرنے کو آمادہ ہے اور کمال یہ کہ راستہ میں جو اژدھا بیٹھا ہوا ہے اس سے بھی نہیں ڈرتا، صرف پر (اڑنے کے لئے) مانگتا ہے۔ پر ملنے کی دیر ہے پھر روضہ مبارک پر پہنچا ہوا ہوگا۔ لیکن میرے خیال میں یہ اشعار ممتحن کیمیا کے پاس بھیجنے کے لائق ہیں، تاکہ وہ رپورٹ کریں کہ ان میں کچھ جھوٹ یا سچ تو ملا ہوا نہیں۔ یہ ہے نمونہ آپ کی نظم کا، ایک نمونہ نثر کا بھی ملاحظہ فرماویں

۔ضرورت الامام (منشی الٰہی بخش صاحب مرحوم ومغفور کی طرف خطاب ہے)

اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ جس قدر ہمارے دوست فاضل مولوی عبدالکریم صاحب وعظ کے وقت قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرتے ہیں مجھے ہرگز امید نہیں کہ ان کا ہزارم حصہ بھی میرے عزیز دوست کے منہ سے نکل سکے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ الہامی طریق ابھی ناقص اور کسبی طریق بکلّی متروک۔ نہ معلوم کسی محقق سے قرآن سننے کا بھی موقعہ ہوا یا نہیں۔

نہ یہ مبالغہ کہا جا سکتا ہے، نہ غلو کیونکہ قسم سے موکد ہے۔ اور قسم بھی ہندؤوں کے اوتار کرشن جی مہاراج اور احمدیوں کے مجدد۔ پیغمبر کی قسم کھا کر کسی بات کو بیان کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ یہ بات بالکل سچ ہے اس میں مبالغہ یا غلو نہیں

اب ظاہر ہے کہ شرک اور اسلام جمع نہیں ہو سکتے۔ پس مرزا صاحب اپنے فتوی کے مطابق کیا ہوئے، اسکا جواب احمدی دوست دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مرید دن بدن خدا سے نزدیک ہوتے جاتے ہیں اور مرزا صاحب قادیانی کو ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کایں راہ کہ تو روی بترکستان است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق ۷ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۲۰ ص ۲)

مولوی محمد علی لاہوری کی قابلیت

مولوی کرم الدین صاحب بھین ضلع جہلم سے لکھتے ہیں:

۴ فروری ۱۹۱۸ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں مولوی محمد علی صاحب ایم اے احمدی کے لیکچر کا ذکر تھا اور آیت وما ارسلناك الا كافة للناس کے معنی کرنے میں ان کی غلطی کو ظاہر کیا گیا تھا۔

میرا یہ فعل صرف خیر خواہی اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ چونکہ مولوی صاحب موصوف امیر قوم اور سر عسکر مانے گئے ہیں، ان کا آیت قرآن کے غلط معنی بیان کرنا

ان کی شان امارت اور تقدس کے سخت منافی تھا، اس لئے ان کو اس غلطی پر متنبہ کیا گیا کہ آئندہ ان سے ایسی غلطی سرزد نہ ہو۔

مولوی صاحب بذات خود تو خاموش ہیں لیکن اڈیٹر اخبار پیغام صلح نے انکی وکالت کرتے ہوئے ۲۷ جنوری کے پرچہ میں اس مضمون کے جواب میں ایک مستقل اور طویل آرٹیکل شائع کر کے ایک صفحہ سالم سیاہ فرمایا اس آرٹیکل میں خاکسار کی علمیت اور قرآن دانی کی شکایت کرتے ہوئے مجھے خطرناک غلط بیانیوں کا ملزم قرار دیا ہے اور میری اس تحریر کو بغض وحسد اور غضب پر محمول کیا۔ چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

میں نے صرف خطرناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے جو ان اس بغض وتعصب کو ظاہر کرتی ہیں جو ابتداء سے انہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ ہے اور اس سے پیشتر حضرت مسیح موعود کی زندگی میں مقدمات کی صورت میں او قدوا نا را للحر ب کا نقشہ پیش کر چکا ہے۔

بخدا! مجھے حضرت مرزا جی کے اس بناوٹی اور پا در ہوا سلسلہ سے نہ ان کی زندگی میں کوئی بغض وحسد تھا، نہ اب ہے۔ غالبًا اڈیٹر صاحب پیغام صلح جانتے ہوں گے کہ مقدمات کی ابتداء میری طرف سے نہ تھی، بلکہ آپ کے پیرومرشد حضرت مرزا جی آنجہانی ہی او قدوا نارا للحر ب کا مصداق بنے تھے۔ جب انہوں نے اپنے ایک خاص الخاص حواری حکیم فضل الدین بھیروی سے ایک استغاثہ فوجداری میرے برخلاف گورداسپور میں دائر کرایا تھا۔ میرے اس کے بعد تھے جو بطور مدافعت تھے۔

ہمیں امید تھی کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی اور مولوی صاحب کی اس کے پے در پے ناکامیوں نے ان کی آتش فتنہ وفساد کو اب سرد کر دیا ہوگا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حسد کی بیماری نے ان کو فزا د ھم اللہ مرضا کا مصداق کر دیا ہے

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی معکوس بے شک قابل رشک ہے۔ آپ کا شیرازہ بکھر چکا ہے قادیانی لاہوری پارٹی کی تفریق ایک دوسرے کی تفسیق وتکفیر نے اس سلسلہ کی حالت جو کر رکھی ہے دیکھنے والوں کو رحم آتا ہے۔ پھر بتائیے ہمیں حسد کیا اور بغض کیسا؟ سینکڑوں چھوٹے چھوٹے سلسلے قائم ہوئے اور چندروزہ ہستی کے بعد فنا ہو گئے۔ آپ کے سلسلہ کی بھی یہی انتہا ہے۔ خاکسار کو اگر آپ کے سلسلہ سے بغض

ہوتا، تو میں آپ کے جلسہ میں کیوں جاتا۔ میں بڑے شوق سے جلسہ دیکھنے اور اپنے دیرینہ دوست مولوی محمد علی صاحب کا لیکچر سننے کیلئے گیا۔ لیکن سن کر نہایت بے لطفی ہوئی، جب مولوی صاحب موصوف آیت قرآن کے غلط معنی کرنے لگے۔

آپ فرماتے ہیں:

خاکسار نے مولوی محمد احسن صاحب کی نسبت

لکیلا یعلم من بعد علم شیئا

کا فقرہ کیوں چسپاں کیا جب کہ انکے دہان مبارک سے کوئی بے علمی کی بات نہیں سنی۔

سو عرض ہے کہ مولوی صاحب کی موجودگی میں جب آیت کے غلط معنی بیان ہوتے رہے تو آپ کا اس موقعہ پر خاموش بیٹھا رہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بوجہ شیخ فانی ہو جانے لکیلا یعلم بعد علم شیا کے مصداق ہو چکے ہیں، ورنہ ان کا فرض تھا کہ مولوی صاحب کو ان کی غلطی پر متنبہ کرتے۔ مولوی محمد علی صاحب نے آیت وما ارسلناك الا كافة للناس کا معنی اس جلسہ میں یہ کیا تھا:

نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر کافی لوگوں کے لئے۔

پیغام صلح لکھتا ہے کہ حضرت امیر (مولوی محمد علی) نے ایسے کوئی معنی نہیں کئے جلسہ سالانہ کی تقریر کے لفظ اس وقت نوٹ کئے ہوئے ہمارے پاس موجود ہیں۔

جناب من! اگر آپ کے امیر نے ایسے معنی نہیں کئے اور ہم نے ان پر افتراء کیا ہے، تو اسکا علاج یہ ہے کہ آپ ان سے ایک حلفی بیان اس مضمون کا اخبار میں شائع کرا دیں کہ ہم نے ہرگز ایسے معنی نہیں کئے۔ تو پھر میں اپنے اعتراض کو واپس لے لوں گا۔ لیکن جب مولوی صاحب خود اس بارہ میں ساکت ہیں، تو اڈیٹر پیغام صلح کے اس قول کی کوئی وقعت نہیں اور نہ یہ دلیل قابل سماعت ہے کہ اس وقت کے نوٹ کئے ہوئے آپ کے پاس موجود ہیں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ مولوی صاحب نے یہ معنی ضرور کئے تھے۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ کافة کے معنی کافی بیان کئے ہیں جو آپ کی علمی قابلیت اور قرآن دانی کی دلیل ہے اور یہی میرا اعتراض تھا۔ اس آرٹیکل میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں دیا

کہ کافۃً بمعنی کافی ہے۔ بلکہ مضمون میں صرف اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ کافۃً کا ف وما ارسلناك (مفعول) سے حال ہے۔اس کے متعلق چند تفاسیر کے حوالے لکھے گئے ہیں لیکن یہ میرے اعتراض کا ہرگز جواب نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی مفسر نے کافۃً کے معنی کافی نہیں کئے نیز جو ترجمہ انگریزی آپ نے نقل کیا ہے وہ آپ کی اس ترکیب کی تردید کیلئے کافی ہے کیونکہ آیت متنازعہ کا معنی انگریزی جس کا مفہوم اردو میں بیان کیا گیا ہے یوں ہے:

ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگونکی طرف،

اس میں تو کافۃً آپ نے کاف ضمیر سے حال نہیں گردانا بلکہ ناس کی صفت (تمام لوگوں کے لئے) قرار دیا ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

ہم مانتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے ترجمہ انگریزی میں صحیح معنی کئے ہیں، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تراجم قرآن آپ کے پیش نظر ہوں گے اور تفاسیر قرآن بھی آپ کے پاس رکھے ہوں گے، اور یہ معنی آپ نے ان کی امداد سے کئے، لیکن جلسہ میں لیکچر دینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں کوئی ترجمہ اور کوئی تفسیر نہ تھی اور چونکہ آپ کو عربیت میں مہارت نہ تھی اسلئے آپ صحیح معنی آیت کے نہ کر سکے بلکہ سخت ٹھوکر کھائی اور آپ کی علمیت اور قرآن دانی کا راز فاش ہو گیا

اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق ۷ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۲۰ ص ۵۔۶)

وہی فرقت کی بیماری جو آگے تھی وہ اب بھی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے پنجابی نبی مرزا صاحب آنجہانی کی عادت تھی کہ جوں ہی کسی مخالف نے تنگ کیا آپ نے جھٹ اعلان کیا کہ آؤ ہم سے مباہلہ کرلو مگر کم سے کم دس مل کر آؤ ۔مباہلہ کیا ہوتا ہے دونوں فریق بالمقابل ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں کہ ہم

میں سے جو جھوٹا ہے اسپر لعنت ہو۔

مرزا صاحب کی یہ عادت تھی کہ جوں ہی کسی مخالف کو درد سر ہوا انہوں نے شور مچایا کہ میرے مقابلہ سے اس کو یہ ہوا۔ یہاں تک کہ معمولی سے معمولی بات کو بھی اپنی کرامت کا اثر بتاتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا قصہ آپ کی کرامت کی دلیل ہے۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میرے ایک عربی شعر پر یوں اعتراض کیا ہے کہ اس میں عجب کے ساتھ لام آیا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے بہت سے اشعار عرب کے بلکہ قرآنی آیات بھی لکھی ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کی یہی ذلت کافی ہے۔ مولوی صاحب بٹالوی سے پوچھا گیا تو وہ اس اعتراض ہی سے منکر ہیں۔ غرض مرزا صاحب اپنی کرامات کا اظہار کرنے کو اسی قسم کے حوالجات دیا کرتے تھے اس لئے مباہلہ کے مخاطبین آپ سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم پر مباہلہ کا اثر کیا ہوگا۔ اسکے جواب میں مرزا صاحب قادیانی خاموش رہتے کیونکہ ان کا طرز عمل تو یہ تھا کہ صوفی عبدالحق غزنوی نے امرتسر میں آپ سے مباہلہ کیا اور اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی کی ہر طرف سے عزت اور ..ترقی معکوس ہوئی۔ اسی مدت میں آتھم کی میعاد پوری ہونے پر تمام ہندوستان میں مرزا صاحب کے حق میں جس مضمون کے ووٹ پاس کئے گئے وہ سب کو معلوم ہیں۔ مگر مرزا صاحب قادیانی نے یہی ثابت کرنا چاہا کہ میرے مباہلے کا اثر عبدالحق پر یہ پڑا کہ اس کے ہاں ایک کانی لڑکی بھی پیدا نہیں ہوئی اور میرے ہاں کئی لڑکے پیدا ہوئے۔ لیکن خدا کی طرف سے رسی کی طوالت بھی ایک حد تک ہوتی ہے جب مرزا صاحب قادیانی کی رسی درازی اس حد تک پہنچ چکی تو خدا نے ان کے دل میں ڈال دیا، یا بالفاظ دیگر ان کو الہام ہوا کہ یہ دعا شائع کردو

خداوندا! (ثناء اللہ اور مجھ مرزا قادیانی) میں سے جو جھوٹا ہے اسکو سچے کی زندگی میں موت دے۔

یہ بھی خدا نے فرمایا کہ تم نے جو دعا کی ہے ہم نے اسے قبول کرلیا۔

اس کا نتیجہ جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب کی دعا قبول ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ کم سے کم مرزا صاحب اس دعا میں تو مستجاب الدعوات تھے۔

حال میں قادیان کے خلیفہ جی اور خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی میں مباہلہ بازی کی جو تحریریں نکلیں تو قادیان والوں نے خاکسار کو بھی لپیٹنا چاہا کہ تم بھی ہمارے خلیفہ جی سے مباہلہ کرلو۔ میں نے جواب میں لکھا کہ جس صورت میں، میں ان کے مورث اعلی کے مقابلہ پر ہائی کورٹ میں مقدمہ جیت چکا ہوں تو اب ان کی ذریت کے ساتھ وہی مقدمہ منصفی سے شروع کروں، کیا کوئی دانا مجھے اسکی رائے دے گا؟

اس کا جواب قادیان کے اخبار الفضل میں ایک مکمل ترین نامہ نگار لکھتا ہے کون سا مقدمہ آپ نے جیتا ہے۔کیا حضرت مرزا صاحب سے آپ نے مباہلہ کیا تھا ۔آہ! کس قدر بے سمجھ ہیں ما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً

اے جناب! مقدمہ جیتنے کی صورت صرف مباہلہ ہی نہیں بلکہ کئی ایک ہوتی ہیں۔ مباہلہ تو ساری عمر میں آپ کے مسیح (مرزا قادیانی) کا صرف صوفی عبدالحق غزنوی سے ہوا تھا جس کے آثار کو مرزا صاحب قادیانی نے تمہاری نظروں میں مشکوک کر دیا تھا مگر جس طریق سے میں نے مقدمہ جیتا ہے اس کا انکار کرنا کسی کی طاقت نہیں۔ ہمت ہے تو سامنے آؤ اور پہلے تین سو کے ہارنے کا صدمہ بھول جاؤ۔سنو

انا صخرۃ الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۲۱ ص ۸۔۹)

مسیح قادیانی کی خدمات اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہوری پارٹی کے آرگن پیغام صلح میں ایک سلسلہ مضمون نکل رہا ہے جس کے تین نمبر آج (۱۶ مارچ ۱۹۱۸ء) تک نکل چکے ہیں۔اس مضمون کی چونکہ ہمیں مدت سے تلاش تھی جس سے ہم کو معلوم ہو سکے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اسلامی خدمات کیا کیا کی ہیں، تاکہ ہم اپنے اخبارات کی تائید یا تردید کرسکیں۔اس خیال سے ہم نے سلسلہ مذکورہ کے تینوں نمبر بغور دیکھے، مگر افسوس کہ باوجود طوالت کے حرف مطلب

سے خالی اور استاد غالب کے شعر کے مصداق پائے

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

پہلے نمبر کا خلاصہ تو صرف اتنا ہے کہ دین اسلام کی حفاظت جو خدا نے اپنے ذمہ لی ہے دو قسم پر ہے: لفظی اور معنوی۔

دوسرے نمبر کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کے خلفاء دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک با سیاست (حکومت وسلطنت) دوم، بے سیاست صرف واعظ۔

تیسرے نمبر کا خلاصہ بھی قریب قریب دوسرے نمبر کے ہے۔

اس سلسلہ کے لکھنے سے یہ غرض ہے کہ مرزا صاحب پر جو الزام لگائے جاتے ہیں وہ رفع کئے جاویں۔ یعنی یہ بتایا جاوے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ان کا فرض تھا اور جو نہیں کیا وہ انکا فرض نہ تھا۔ چنانچہ اس مدعا کو صاف لفظوں میں یوں ظاہر کیا ہے

مسیح موعود (مرزا قادیانی) صرف روحانی خلافت کا وارث ہے

(پیغام صلح لاہور ۳۰ مارچ ۱۹۱۸ء)

مگر غور طلب بات یہ ہے کہ اس مدعا کے لئے مرزا صاحب قادیانی کا اپنا بیان معتبر ہوگا یا ان کے مریدوں کا۔ ہمارے خیال میں اس کا جواب یہی ہے اور صرف یہی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا بیان سب سے مقدم ہے۔ لہذا مسیح موعود کے فرائض کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کا اپنا بیان جو احادیث سے مبرہن اور مدلل ہے ناظرین کے لئے ہم نقل کرتے ہیں

جناب موصوف اپنی مایہ ناز پہلی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں

ھو الذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحق لیظھره علی الدین کله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا (ص ۴۹۸)

کتاب چشمہ معرفت میں اسی آیت کو لکھ کر فرمایا ہے کہ:

عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ (ص ۸۳)

پس مرزا صاحب قادیانی کے ابتدائی اور آخری دونوں بیان متفق ہیں کہ مسیح باسیاست دنیا میں آئیں گے اور اس سیاست کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کو تمام دنیا پر غلبہ کاملہ حاصل ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے پنجابی مسیح سیاست کے ساتھ آئے؟

اس کا جواب دینے کو مرزا صاحب قادیانی کی وہ درخواست کافی ہے جس میں گورنمنٹ سے بمنت التجا کی تھی کہ قادیان کے آریوں سے مجھے قتل کا خوف ہے اسلئے میری حفاظت کے لئے پولیس کے چند سپاہی قادیان میں رکھے جاویں۔

گورنمنٹ کی طرف سے اسکا جواب کیا ملا وہی جو ایسی درخواستوں کا ملا کرتا ہے

ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۳۶ جلد ۱۵ نمبر ۲۲ ص ۱۔۲)

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پیغام صلح لاہور میں ایک مضمون جناب مولوی محمد احسن امروہی کے قلم سے نکلا ہے جسکی سرخی یہ مصرع ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے اس مضمون میں قادیانی پارٹی کا نام غالی رکھ کر مخاطب کیا ہے۔ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی پارٹی جو یہ روایت ابن ماجہ کہ آنحضرت ﷺ کا فرزند ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، سند لاکر آج کل نبوت کی مدعی بنتی ہے، ان کی تردید دوسری روایت سے ہوتی ہے جو بخاری میں موجود ہے جس کے الفاظ ہیں لا نبی بعدی۔ اس مضمون کو مولوی صاحب نے بڑی قابلیت سے نباہا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب ایک پرانے محدث ہیں۔ مرزا صاحب آپ کو حدیث کا پتلا کہا کرتے تھے اس لئے ہم بھی مولوی صاحب سے ایک حدث پیش کر کے مطلب پوچھتے ہیں امید ہے مولوی محمد احسن صاحب محدثانہ روش سے اس کا جواب دیں گے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں

قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسی بن مریم الی الارض

یتزوج و یولد له و یمکث خمساً و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر ۔ (مشکوۃ باب نزول عیسی)

اس حدیث کے ایک حصے کو مرزا صاحب قادیانی نے بطور سند اپنے لئے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳

ترجمہ تو میں بھی عرض کئے دیتا ہوں مطلب اور شرح کا سوال ہے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت عیسی زمین کی طرف اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ سال زندہ رہیں گے پھر میرے مقبرہ میں میرے ساتھ دفن ہوں گے میں اور عیسی قیامت کے روز ابوبکر اور عمر کے درمیان میں اٹھیں گے

یہ ہے حدیث کا ترجمہ۔ اس کا مطلب بتاتے ہوئے اپنے غالی بھائیوں (قادیانیوں) کا رسالہ تشحیذ الاذہان بابت مارچ ۱۹۱۸ء صفحہ ۲۷ بھی ملاحظہ فرمالیجئے گا جس میں وہ اپنی عادت کے مطابق حدیث سے انکار کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اپنا پاکیزہ شعر ان کو پھر ایک دفعہ سناویں گے جو یہ ہے

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۳۶ جلد ۱۵ نمبر ۲۲ ص ۲)

مباہلہ کا اثر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ ایام میں خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) اور خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی میں مباہلہ کے متعلق جو اشتہار بازی ہوئی تھی، بطور مسئلہ ہم نے بھی دخل دیا تھا کیونکہ خلیفہ جی نے لکھا تھا کہ مباہلہ کے فوراً اثر ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اس کے جواب میں ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جنوری میں تفسیر معالم التنزیل سے ایک حوالہ لکھا تھا جسکے مختصر الفاظ یہ ہیں

قال رسول الله ﷺ لو لا عنوا لمسخوا قردة و خنا ز یر و لا ضطوم علیهم الوادی ناراً (یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر نصاری مباہلہ کرتے تو فوراً بندر سور بنائے جاتے اور وہی جنگل ان پر آگ کا جنگل بن جاتا)

اسی ترجمہ پر قادیان کے اخبار الفضل میں دو اعتراض کئے گئے

۱۔ ایک یہ کہ فوراً کس لفظ کا ترجمہ ہے

۲۔ وہی جنگل، کس لفظ کا ترجمہ ہے

افسوس ہے معترض صاحب نے بکمال دعوی فضل بلکہ ادعاء کمال یہ نہیں سوچا کہ لو کا حرف شرط کیلئے جیسے ان اور شرط کے تحقیق پر جزا کا وجود معا مترتب ہوتا ہے کسی وقت کا فاصلہ اس میں جائز نہیں قرآن مجید سے اس کی مثالیں سنو

لو شئنا لآ تینا کل نفس هداها

لو نشاء لجعلناه حطاما

لو شا ء جعلنا ہ اجا جا وغیرہ

بتایئے ان آیات میں لو کی شرط متحقق ہونے کے بعد کچھ فاصلہ ہے؟.. (ہائے ری بے علمی اور تعصب تیرا ستیاناس)

دوسرا سوال بھی اسی قسم کا ہے الوادی سے مراد وہی جنگل ہے جس میں مباہلہ ہوتا۔ اسکا قرینہ پہلا لفظ ہے ان العذا ب قد تدلی یعنی فرمایا عذاب ان پر جھک پڑا تھا، صرف مباہلہ کرنے کی دیر تھی جوں ہی مباہلہ کرتے عذاب ان پر وارد ہو جاتا۔

تیسرا سوال با کمال معترض صاحب نے یہ کیا ہے کہ آپ (خاکسار ثناء اللہ) اس قسم کا مباہلہ کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ ایک آدھ دفعہ اپنے مخالفوں پر ایسا عذاب نازل کریں تو تمام دنیا میں دھوم مچ جائے۔ سب سے پہلے غزنویوں سے مباہلہ کر کے یہی عذاب فوراً ان پر لا دیں۔ وغیرہ

ان صاحب کو اعتراض کرنے کا تو بہت شوق ہے مگر حقیقت سمجھنے کا کم بلکہ مطلق نہیں۔ سنیئے صاحب! او پر چلئے زمانہ نبوت میں مباہلہ کی دعوت در بار رسالت سے ہوئی تو حضور ﷺ ہی نے فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرتے تو ایسا ہوتا۔ اسی طرح اب جو اپنے مخاطب کو مباہلہ کی دعوت دے، اسکا فرض ہے کہ کرشمہ دکھائے۔ غزنوی

ہوں یا قادیانی۔ میں نے تو کسی کو دعوت نہیں دی بلکہ دعوت قبول کی ہے۔

پس یہ سوال سب سے پہلے نبی رسول اور مہدی قادیانی پر کیجئے جو مباہلات کے موجد ہیں ان کے بعد قاضی عبدالاحد خان پوری پر کیجئے جس نے مجھے مباہلہ کی دعوت دی جو میں نے منظور کی تھی۔

میں کیوں ایسا کہتا، میں بچ رہتا تو حق پر ثابت ہوتا پھر مجھے کیا دردسری تھی کہ میں فوری عذاب کی بحث چھیڑتا، جب نہ آتا تو میرا مخالف خود ہی شرمندہ ہو جاتا۔ باقی رہا یہ کہ میں تمہارے خلیفہ جی سے مباہلہ کروں اس کا جواب پہلے کئی دفعہ دیا گیا ہے کہ آزمودہ را آزمودن خطاست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۳٦ جلد ۱۵ نمبر ۲۲ ص ۲۔۳)

پیش گوئیوں کی تصدیق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیا میں ایک شور مچ رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیاں ایک معشوق کے وعدے کی طرح ہیں جس کی بابت استاد غالب کہتا ہے

دہر میں لفظ وفا وجہ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہء معنی نہ ہوا

چونکہ یہ ایک متفقہ آواز تھی جسکا جواب مرزا صاحب اپنی زندگی میں بھی دیتے رہے لیکن وہ جواب بھی بالکل اس معشوق کے جواب کی طرح کا ہوتا تھا جس کی طرف سے عرب کا مشہور شاعر متنبّی عذر کرتا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

یعنی محبوبہ جب وعدہ وفا نہ کرے تو یہ مت سمجھو کہ اس نے وعدہ خلافی کی۔نہیں بلکہ وفا کی کیونکہ اس کے وعدے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ پورا نہ کرے گی

یہی کیفیت مرزا صاحب قادیانی کے الہاموں اوان کے جوابات کی ہے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ پادری آتھم عیسائی سے امرتسر میں پندرہ روز مباحثہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

فریق ثانی جو انسان کو خدا بناتا ہے اگر حق کی طرف رجوع نہ کرے گا تو بحساب فی یوم ایک ماہ پندرہ ماہ میں بسزائے موت جہنم میں ڈالا جائے گا

(کتاب جنگ مقدس۔ص ۱۸۸)

اس میعاد کا خاتمہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تھا یعنی ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کے بعد آتھم کو دنیا میں رہنے کی اجازت نہ ہوتی مگر وہ اس میعاد کے بعد دو سال تک اور زندہ رہ کر ۱۸۹۶ء میں میں مرا۔ ملاحظہ ہو رسالہ انجام آتھم مصنفہ مرزا قادیانی صفحہ ا۔

تو مرزا صاحب قادیانی نے اس التواء کا جواب دیا اور کیا خوب دیا، ایسا کہ متنبّی کے اس قول کی پوری تصدیق ہوئی جو اپنے دوست کو کہتا ہے

تفرد بالاحکام فی اھله الھوی
فانت جمیل الوجه مستحسن الکذب

یعنی اے محبوب جیسا تیرا منہ خوبصورت ہے تیری کذب بیانی وعدہ خلافی اس سے زیادہ خوب صورت ہے

ناظرین! قبل جواب سنانے کے ہم درخواست کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے جواب کو اسی اصول سے جانچئے گا جو متنبّی نے مذکورہ بالا شعر میں بتایا ہے

پس سنیئے مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا، پس اگر وہ بجائے پندرہ مہینوں کے بیسویں مہینے میں مجذوم ہو جائے اور ناک اور تمام اعضاء گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۸۵)

مرزائی دوستو! یہ ہے آپ کے پیر مرشد مہدی مسیح نبی اور رسول بلکہ رؤیائی خدا (مرزا صاحب لکھتے ہیں ر أیتنی فی المنام عین الله (دافع الوساوس۔ص ۵۶۴) یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں۔ رؤیائی خدا میں اس خواب کی طرف اشارہ ہے۔اڈیٹر اہل حدیث) کا جواب جو نہایت ہی معقولیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ لمیٹڈ کو ان لمیٹڈ، محدود کو غیر محدود بنا کر پیش گوئی کو پورا کیا جاتا ہے۔ خیر یہ تو پچھلی باتیں ہیں حال میں اس سوال کا جواب

نیا نکلا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کے چھوٹے صاحبزادے کا لکھا ہوا ہے۔ بس اس مضمون کی حقیقت اور کیفیت تو اضافت (صاحبزادگی) ہی سے معلوم ہو سکتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

صاحبزادہ صاحب اپنی تمہید جواب میں آیت کریمہ فلا یظهر علی غیبه لکھ کر لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے پتہ لگتا ہے کہ مصفی غیب یعنی ایسا غیب جسکا علم خدا کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ لفظ غیبه سے ظاہر ہے (کیونکہ آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے غیب کا لفظ مطلق نہیں رکھا کہ جو ہر ایک غیب پر بولا جاسکتا ہے بلکہ غیبه کا لفظ رکھ کر اسے مقید کر دیا ہے یعنی ایسا غیب جسکا علم اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ خاص ہو یعنی وہ قیاس وغیرہ سے معلوم نہ ہو سکے بلکہ اسکا معلوم کرنا حالات موجودہ کے ماتحت انسانی علم سے بالاتر ہوں) کثرت کے ساتھ صرف رسولوں ہی کو دیا جاتا ہے کثرت کا مفہوم الفاظ یظهر علی غیبه سے ظاہر ہے کیونکہ عربی زبان میں جب اظهر کے ساتھ علی کا صلہ آوے تو اس کے معنی غالب کر دینے کے ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (سورہ توبہ) یعنی اللہ ہی نے اپنا رسول بھیجا ہے ہدائت اور دین حق کے ساتھ تا وہ اسے باقی تمام دینوں پر غالب کر دکھائے ..پس اظہار علی الغیب کے معنی ہوئے غالب کر دینا کیا بلحاظ کیفیت اور کیا بلحاظ کمیت یعنی کثرت کے ساتھ مصفا غیب پر اطلاع دینا۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ قادیان۔ مارچ ص ۱۰۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس اقتباس میں کثرت کا لفظ قابل تشریح ہے۔ کثرت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ غیب کی خبریں جو نبی بتاوے وہ اپنی تعداد میں اتنی ہوں کہ ان پر کثرت صادق آسکے۔ ان معنی سے تو ہماری طرف سے بھی اسپر صاد ہے آمنا و صد قنا۔ گو ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ نبوت کی پہچان ایسی کثرت پر موقوف نہیں، ورنہ کہا جائے گا کہ سچے نبی کی ایک دو چار پیش گوئیاں پورے ہونے تک اس کا صدق موقوف رہے گا حالانکہ یہ کفر

ہے۔ بلکہ نبی کی پہلی پیش گوئی بھی اس کے نبی ہونے کو کافی ہے جیسی کہ بعد کثرت کے کثیر۔ مگر ہم اس حصے میں آپ کی تصدیق کرتے ہیں کہ خدا تعالی اپنے نبیوں کو کثرت سے غیب پر اطلاع دیتا ہے۔

لیکن آپ نے جو اس کثرت کی تشریح خود کی ہے وہ کسی مومن کے ماننے کے قابل نہیں۔ آپ کا مطلب کثرت سے اکثریت ہے۔ یعنی نبی کی دس پیش گوئیوں میں سے چھ اگر پوری ہو جائیں تو بقول آپ کے کثرت ہو گی جو چار کے غلط ہونے سے غلط نہ ہو گی چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> پس اصولاً جس مدعی ماموریت کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ اس کی بہت پیش گوئیاں جو مصفا غیب پر مشتمل تھے پوری ہوئیں تو قرآن شریف کی رو سے اس کی صداقت بہر حال ثابت ہے، خواہ اس کی بعض پیش گوئیاں کسی کو بظاہر قابل اعتراض نظر آویں۔
>
> مثلاً اگر ایک شخص نے بہت سی پیش گوئیاں کیں جو مصفا غیب پر مشتمل تھیں یعنی ایسا غیب جسکا علم خدا کی ذات کے ساتھ خاص ہے تو اگر ان میں سے اتنی پیش گوئیاں جن پر کثیر کا لفظ عرفاً اطلاق پا سکے پوری ہو جائیں تو آیت زیر بحث کے رو سے اس کی صداقت بہر حال ثابت ہے کیونکہ اس میں کثرت ہی کو معیار رکھا گیا ہے اور وہ یہاں موجود ہے اور یہ بات عقلاً بھی درست ہے کیونکہ جب ایک شخص کسی ایسی بات کی پیش از وقت خبر دیتا ہے جس کا حالات موجودہ کے ماتحت پیش از وقت معلوم ہونا یقینی طور پر عقل انسانی سے بالا ہے اور جس کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا تو لامحالہ یہی ماننا پڑے گا کہ اس کو اللہ تعالی ہی نے اس پر اطلاع دی ہے جو عالم الغیب ہے....
>
> باقی رہا یہ سوال کہ اگر کثیر التعداد پوری ہونے والی پیش گوئیوں کے ساتھ بعض ایسی بھی ہوں جو اپنی ظاہری صورت میں ایسی نظر آویں کہ گویا پوری نہیں ہوئیں تو پھر کیا سمجھا جاوے۔
>
> سو اس کے جواب میں پیشتر اس کے کہ قرآن شریف سے ہی کوئی آیت

پیش کی جائے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسی صورت میں بھی یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکالا جا سکتا کہ پیش گوئی کرنے والا جھوٹا ہے کیونکہ جب اس کی کثیر التعداد پیش گوئیاں جو مصفا غیب پر مشتمل تھیں، پوری ہوگئیں تو وہ مطابق فیصلہ الٰہی فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول بہر حال فرستادہ الٰہی ہے جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ پس ایسی صورت میں لامحالہ یہی کہا جاوے گا کہ ہماری کمزوری نظر ہی دھوکا کھاتی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس کا مطلب یہ ہے کہ الہامی کی اگر چند پیش گوئیاں غلط ہو جاویں تو اس کے الہامی ہونے میں شبہ نہیں ہوسکتا۔ اس سے غرض یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی جس پیش گوئی پر اعتراض ہوگا ہم کہہ دیں گے کہ یہ بھی اسی ایک آدھ میں ہے جو مستثنیٰ ہے۔ لیکن دانا جان سکتے ہیں کہ اس طرح کی کثرت کو اگر صدق وکذب کا معیار بنایا جاوے تو ہر ایک شخص خواہ کتنا ہی جھوٹے سے جھوٹا ہو، وہ بھی کہے گا کہ میری اس ایک بات سے کیا ہوتا ہے، اور بہت سی میری باتیں سچی ہیں۔ ہم عدالتوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ کسی کاغذ میں ایک لفظ مشکوک ثابت ہو جائے تو تمام کاغذ مشکوک ہو جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں اہل معقول کے اس اصول کے نقیض الموجبة الكلية السالبية الجزئية پھر کس حوصلے سے یہ کہا جاتا ہے کہ کسی الہامی کی چند پیش گوئیاں غلط ہونے سے اس کا دعوی غلط نہیں ہوتا حالانکہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ

بعض اوقات سچے خواب اور الہام بدکاروں فاسقوں کنجروں وغیرہ کو بھی ہوجاتے ہیں (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۔۷)

کیا ایسے بعض مل کر جو ایک مجموعہ بنے گا تو کیا اس مجموعہ کی برکت سے ایسے بدکار لوگ بھی سچے ملہم قرار دیئے جائیں گے۔ غور کے بعد جواب دیں۔

علاوہ اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ جس الہام اور خواب کو خود الہامی یوں لکھے کہ اس کے وقوعہ پر میرے صدق وکذب کا مدار کار ہے، حالانکہ وہ ایسا واقع نہ ہو بلکہ اس کے برعکس واقع ہو چنانچہ مثال کے طور پر ہم اس جگہ مرزا صاحب کے الفاظ لکھتے ہیں مرزا صاحب نے بڑی معرکے کی تین پیش گوئیاں کی تھیں پادری آتھم کے حق میں کہ وہ

پندرہ ماہ تک مرکر جہنم میں جھونکا جائے گا

پنڈت لیکھ رام آریہ کو ۶ سال کے اندر خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی سے میری شادی ہوگی اگر وہ کسی اور جگہ بیاہ دیں گے تو اسکا خاوند مرکر بھی میرے نکاح میں آجائے گی

ان پیش گوئیوں کی بابت مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں

یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے، ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اوران میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس اجزاء یہ ہیں

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری (والد منکوحہ آسمانی) تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ پھر داماد اس کا اڑہائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ پھر مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح کے فوت نہ ہو۔

۵۔ پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے (مطلب سعدی ہمیں است۔ اڈیٹر)

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

(شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی۔ ص ۸۱)

بتائیے یہ سب واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر مدار رکھا جائے یا نہ۔ اللہ اللہ! کس شدّ ومد سے اظہار اور کیسے مزے لے لے کر شمار کیا جاتا ہے۔ مگر آخر کیا ہوا۔ وہی جو کسی اوستاد نے کہا ہے

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

نہ وہ داماد مرا، نہ منکوحہ آئی، یہاں تک کہ یہ عاجز (مرزا صاحب خود بدولت) بھی اس دار فانی سے یہ کہتے ہوئے تشریف لے گئے

وصال یار میسر ہو کس طرح ضامن
ہمیشہ گھات میں رہتا ہے آسمان صیاد

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۲۔اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ نمبر ۲۳ جلد ۱۵ ص ۳۔۴)

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک اردو کی مثل ہے۔ جب کوئی آدمی کسی امر میں تنگ آکر کسی بے تعلق آدمی پر غصہ کا اظہار کرتا ہے تو کہا کرتے ہیں: کھسیانی بلی کھمبا نوچے

یہی حال قادیانی جماعت کا ہے۔ گزشتہ نومبر میں مسلمانان قادیان نے اپنی غیرت مذہبی سے قادیان میں جلسہ کیا، علماء اسلام کو بلایا، وعظ ہوئے۔ سینکڑے لوگوں نے خدا اور رسول کے احکام سنے، کسی قسم کی رنجش یا بدمزگی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ احمدی پارٹی کی طرف سے علماء کرام کو دعوت کا پیغام دیا گیا۔ گو علماء کرام نے بوجہ خاص قبول نہ کیا۔ لیکن احمدی جماعت کی طرف سے دعوت کہی گئی۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ جلسہ کی کاروائی کسی طرح اخلاقی اور قانونی حد سے باہر نہ تھی۔ مگر بعد جلسہ کے جلسہ کا اثر چونکہ احمدی خیالات کے خلاف ظاہر ہوا، تو قادیان کی احمدی جماعت نے جہاں اور ذرائع اس کے متعلق سوچے ایک یہ بھی سوچا کہ قادیان کے سب پوسٹ ماسٹر بابو عبدالمجید کو کوسنا شروع کیا کیونکہ وہ احمدی نہیں۔ گو وہ اپنی ڈیوٹی میں پختہ کار ہے اور اس کے کسی کام پر احمدی جماعت کو اعتراض نہ تھا، لیکن بڑا گناہ اور جرم اس کا یہ ہے جو غالباً ناقابل عفو ہے کہ وہ محمدی مسلمان ہے احمدی نہیں۔ اسی لئے اخبار فاروق ۲۸ مارچ میں بابو عبدالمجید پر بہت کچھ لے دے کی گئی ہے۔ مگر کوئی ایک واقعہ بھی اس کی غفلت کاری کا نہیں بتا سکے۔ صرف یہی رونا رویا ہے کہ جلسہ اسلامیہ کا دراصل یہی بانی ہے، اس لئے ہم اپنی ڈاک پر ایسے شخص کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بابو عبدالمجید کی رخصت کے ایام میں جو دوسرا سب پوسٹ ماسٹر آیا تو مرزائیوں نے اس سے اور بھی بدمزگی پیدا کر لی یہاں تک کہ بقول اخبار الفضل ۲۶۔۳۰ مارچ منشی قاسم

علی اڈیٹر فاروق نے اوسپر مقدمہ بھی دائر کر دیا۔

اصل یہ ہے کہ قادیان کی مرزائی جماعت کے دل میں یہ خیال ہے کہ قادیان کے چونکہ ہم ہی واحد باشندے ہیں ،اسلئے ڈاکخانہ پر ہمارا ہی کوئی آدمی ہو۔جس سے ہم جو چاہیں اور جس طرح چاہیں کام لیں۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ خیال ان کا کہاں تک صحیح ہے۔بہر حال اسکا فیصلہ پوسٹ آفس کے اختیار میں ہے۔ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ پوسٹ آفس اپنے اختیارات احمدیوں کو نہ دے گا، بلکہ جو کچھ کرے گا باختیار خود اور بقانون خود کرے گا محض ان کی شکایت پر فیصلہ نہیں ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۲۔اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ نمبر ۲۳ جلد ۱۵ ص ۳۔۴)

عجیب مباہلہ

آج بتاریخ ۵ چیت مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۱۸ء

ہم مسمیان چوہدری چندو چودھری امام الدین و چودھری غلام رسول زمین داران موضع چک نمبر ۱۵۱ درم کوٹ رندھاوا ڈاکخانہ ڈگری ضلع تھر پارکر (سندھ) یہ مباہلہ تحریر کرتے ہیں کہ اگر مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی سچا ہے تو ہم مسمیان غلام حیدر و رحیم بخش والہ دتا ہر سہ دیہہ مذکور کے روبرو بری موت سے ہلاک ہوں۔اگر مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی جس نے آج کل دعوی مسیحیت کیا ہوا ہے جھوٹا ہے تو ہر سہ مرزائیان دیہہ مذکورہ ہمارے روبرو بری موت سے ہلاک ہوں

یہ اقرارنامہ ۱۵ اسوج سمہ ۱۹۷۴ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۰۸ء تک جائز ہے گویا ہلاکت ۶ ماہ تک ہو۔اگر اس عرصہ کے اندر ہم تینوں یا ہر سہ مرزائیان مندرجہ بالا ہلاک نہ ہوں تو مرزائیان جھوٹے ہیں اگر ہم تینوں سے ایک یا زیادہ فوت ہو جاوے تو بھی مرزا جھوٹا ہے اور ہم تماس م مرزائیان اہل سنت جماعت میں داخل ہوں گے اگر ایک مرزائی بھی ازاں ہر سہ مذکورہ بالا مر گیا تو بھی مرزا جھوٹا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بعد انتقال مرزا صاحب قادیانی کے کسی مباہلہ کی کیا ضرورت ہے۔ مرزائی پارٹی ہوشیار ہے کہ وہ ایک فیصل شدہ بات کو نئے سرے سے متنازعہ بناتی ہے۔ مگر ہمارے دوست اس چالاکی سے بےخبر ہیں حدیث کا مضمون سچ ہے المومن غر کریم

اچھا دیکھیں گے اس مباہلہ کا انجام کیا ہوگا۔ اگر مرزائی مر گئے تو تاویل آسان ہے۔ ہم ابھی سے بتادیتے ہیں کہ زندہ مرزائی کہدیں گے کہ یہ لوگ جنہوں نے مباہلہ کیا تھا خدا کی طرف سے مامور نہ تھے، نہ خلیفہ کی طرف سے مجاز تھے اسلئے ان کا فعل سند نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ نمبر ۲۳ جلد ۱۵ ص ۴)

مرزا کے ماننے سے اتفاق علماء ہوسکتا ہے؟

آج کل شکایت ہے کہ علمائے اسلام میں اتفاق نہیں قادیانی اخبار الفضل اس کا علاج بتاتا ہے کہ دنیا کے مصلح مرزا صاحب کو مان لو تو سب میں اتفاق ہوسکتا ہے اس پر اس کو خود ہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی امت میں خود ہی اختلاف ہے۔ وہ اختلاف بھی کوئی معمولی درجے کا نہیں بلکہ حسب قواعد ان کے کفر و اسلام کا اسلئے الفضل خود ہی اس سوال کا ذکر کر کے جواب دیتا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

ممکن ہے کسی کے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہو کہ مرزا صاحب کے ماننے والے لوگوں میں بھی اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور کچھ لوگ لاہور جا بیٹھے ہیں۔ پھر کیوں کر مان لیا جائے کہ ان کے قبول کرنے سے اختلاف دور ہو جائے گا لیکن یہ خیال بادنی تامل اور غور سے دور ہوسکتا ہے کیونکہ کچھ ایسے لوگوں کے حضرت مسیح موعود کی جماعت سے الگ ہو جانے سے جنکے دل فتنہ وفساد کی غلاظت سے پاک نہ تھے یہ نہیں نکلتا ہے کہ آپ کی بنائی ہوئی جماعت میں اختلاف اور انشقاق ہے بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ واقعی حبل اللہ تھے اور چونکہ اس زمانہ میں خداتعالی نے آپ کو اتفاق اتحاد پیدا

کرنے کیلئے بھیجا تھا اسلئے وہ چندانسان جو اس مقصد اور مدعا میں رخنہ ڈالنے والے تھے ان کو آپ کی جماعت سے الگ کر کے رکھ دیا۔

پس کچھ لوگوں کا جماعت احمدیہ سے نکلنا بجائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود کے قبول کرنے میں کسی کے لئے روک ہو، آپ کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان ہے مبارک ہے جو آپ کو قبول کرے (الفضل قادیان ۶۔اپریل ۱۹۱۸ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جواب کی معقولیت میں تو شک نہیں لیکن بغور دیکھا جائے تو یہ جواب کوئی نیا بھی نہیں۔ اسلامی فرقوں میں جلد باز ہمیشہ یہی جواب دیتے آئے ہیں کہ اپنے سوا دوسروں کو اسلام سے باہر قرار دے کر جی خوش کر لیتے تھے۔اسی طرح الفضل نے لاہوری پارٹی کو احمدیت (مرزائیت) سے باہر ہونے کا فتوی دے دیا تو کون سی نئی بات ہوگئی۔

علاوہ اسکے سوال تو یہ نہیں تھا کہ اختلاف کرنے والے باہر ہیں یا اندر، بلکہ سوال یہ تھا کہ باوجود مرزا صاحب قادیانی کو ماننے کے اختلاف کیوں پیدا ہوا۔فلسفیانہ رنگ میں اسکی تقریر یوں سمجھو کہ مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لانا علت تامہ ہے اتفاق کی۔ اور علت تامہ کا اثر معلول سے الگ نہیں ہوا کرتا۔ پھر ان باایمان لوگوں میں اتفاق کیوں نہیں؟

آہ! آج کل کا حال تو کیا خود مرزا قادیانی کی زندگی میں بھی اس سے بدتر تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب خود برے لفظوں میں شاکی ہیں آپ کے الفاظ بغور سنئے۔فرماتے ہیں:

اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالی بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی سومیں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہوکر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ اسلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے

پیش آئیں۔ اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی خودغرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات گالیوں کی نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کرلیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں (اشتہار ملحقہ رسالہ شہادۃ القرآن)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دیکھیں الفضل کے فتوے کا جواب لاہوری پیغام کیا دیتا ہے اور مرزا صاحب کے فتوے کا جواب الفضل کیا فرماتا ہے محتسب را درون خانہ چہ کار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۷ رجب ۱۳۳۶ھ نمبر ۲۴ جلد ۱۵ ص ۲۔۳)

قادیانیوں کی دونوں پارٹیوں سے فیصلہ کن سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی مباحث بہت طول طویل ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کو مرکز پر لاکر مختصر کردیا جائے۔ اس لئے آج ایک سوال ان دونوں پارٹیوں سے کرکے جواب کے امیدوار ہیں۔ اور سوال کوئی اختراعی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عبارت پیش کرتے ہیں امید ہے کہ دونوں پارٹیاں اس پر توجہ کریں گی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بعض جدید حالات کی نسبت ایسی خبریں دی گئی ہیں جو ہمارے اس زمانہ میں بہت صفائی سے پوری ہوگئی ہیں جیسا کہ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ آخری زمانہ میں اونٹ بے کار ہوجائیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان دنوں میں ایک نئی سواری پیدا ہوجائے گی۔ چنانچہ قرآن شریف کی پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں

و اذا العشار عطلت

یعنی وہ آخری زمانہ جب اونٹنیاں بے کار ہوجائیں گی

اور بے کار ہونا تب ہی ہوتا ہے کہ جب ان پر سوار ہونے کی حاجت نہ ہو اور اس سے صریح طور پر نکلتا ہے کہ اونٹنیوں کی جگہ کوئی اور سواری پیدا ہو جائے گی۔ اس آیت کی تشریح کتاب صحیح مسلم میں موجود ہے اس میں یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی لکھی ہے

و یترك القلاص فلا یسعی علیها

یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں ترک کی جائیں گی اور کسی منزل تک جلدی پہنچنے کیلئے اور دوڑ کر جانے کیلئے وہ کام نہیں آئیں گی
یعنی کوئی ایسی سواری پیدا ہو جائے گی کہ بنسبت اونٹنیوں کے بہت جلد منزل مقصود تک پہنچائیں گی غرض یسعی کا لفظ جو حدیث میں ہے اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دوڑنے کے کام میں اونٹ سے بہتر کوئی اور سواری نکل آئے گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ صحیح مسلم میں جس جس جگہ مسیح موعود کے زمانہ کا ذکر ہے اسی جگہ یہ حدیث اونٹنیوں کے ترک کرنے کے بارہ میں ہے اور یہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے تیرہ سو برس بعد پوری ہوئی۔ چنانچہ ان دنوں میں کوشش بھی ہو رہی ہے کہ ایک سال تک مکہ اور مدینہ میں ریل جاری کر دی جائے۔ پس اسوقت جب ریل جاری ہو جائے گی یہ نظارہ ہر ایک مومن کے لئے ایمان کو زیادہ کرنے والا ہوگا اور جس وقت ہزارہا اونٹ بیکار ہو کر بجائے ان کے ریل گاڑیاں مکہ سے مدینہ تک جائیں گی اور دمشق اور دوسری اطراف شام وغیرہ کے حج کرنے والے کئی لاکھ انسان ریل گاڑیوں میں سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچیں گے، تب کوئی لعنتی آدمی ہوگا کہ اس نظارہ کو دیکھ کر اپنے سچے دل سے اس بات کی تصدیق نہیں کرے گا کہ وہ پیش گوئی جو قرآن شریف اور حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے آج پوری ہو گئی۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۰۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ بقول مرزا صاحب قادیانی جن دنوں مکہ اور مدینہ کے مابین یعنی حجاز میں ریل جاری ہو کر اونٹ بے کار ہو جائیں گے، مسیح

موعود اس وقت آئیں گے۔ بس اب سوال یہ ہے کہ کیا ان دونوں شہروں کے درمیان ریل جاری ہوگئی۔ اگر ہوگئی ہے فبہا ونعمتہ اور اگر جاری نہیں ہوئی تو مسیح موعود (مرزا قادیانی) کیوں قبل از وقت تشریف لے آئے۔

ہاں اس بات کی شہادت مرزا صاحب قادیانی کے دعوی سے پہلے حجاز میں ریل جاری ہوکر اونٹ بے کار ہوئے تھے میاں محمود خلیفہ قادیان سے لے لیتے ہیں جو بعد انتقال مرزا صاحب سفر حجاز کر کے آئے ہیں۔

بس یہی ایک سوال ہے جو مرزا صاحب کی مسیحیت اور مہدویت کا فیصلہ کن ہے،

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

دیکھئے اس سوال کے جواب میں قادیانیوں کی دونوں پارٹیوں کے آرگن ہم کو کتنی کتنی صلواتیں سنائیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۱۴ رجب ۱۳۳۶ جلد ۱۵ نمبر ۲۵ ص ۶)

ایک مرزائی کی توبہ

یہ غلام مرزائیوں کے جلسہ میں شامل ہوکر گمراہی کے کنویں میں ڈوب گیا تھا مگر خوش قسمتی سے ۲۱، ۲۲۔اپریل کو مولانا ثناء اللہ صاحب کی تقریریں سن کر نور ہدایت حاصل ہوا اور یہ عاجز امت محمدیہ میں داخل ہوا۔

کمترین نظام الدین قلعی گر بہلول پور

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۔۱۰ مئی ۱۹۱۸ء مطابق ۲۱۔۲۸ رجب ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۲۶۔۲۷ ص ۱۳)

ہوشیار پور میں مرزائیوں کا تبلیغی جلسہ

جناب طارق صدیقی سکرٹری انجمن اہل حدیث ہوشیار پور لکھتے ہیں:

اس عصر ارتداد و مادیت میں بھی اس عالم آشکار حقیقت کے اعتراف میں کہ، انجام کار صداقت ہی کلید کامیابی ہے، انسان کا متمرد سرکش سر ٹھیک اسی طرح خمیدہ ونگوں نظر آتا ہے جیسا کہ تاریخ عالم کی نہ جھپکنے والی آنکھ آج سے ہزاروں سال پہلے عاد وثمود کی تباہیوں نمرود وشداد کی بربادیوں فرعون مصر اور لوطیوں کی غرقابیوں کے ساتھ بابل وٹیٹس کی باجلال اور پرعظمت حکومتوں کی ہلاکتوں میں چند گلیم پوش و

خانہ بدوش مقدس ہستیوں کو وادیء غیر ذی ذرع کی سنگلاخ اور چٹیل زمینوں ، ارض تین وزیتون کی سرسبز وشاداب پہاڑیوں دجلہ وفرات کے زرخیز وزرریز کناروں اور بحراحر کے متموج وطوفانی سمندر کے ساحلوں پر دست بدعا وسربسجو د دیکھ چکی ہیں لیکن یہ کس قدر اعجوبہ زا امر ہے کہ یہ تمام تسلیم ورضا اعتراف وانقیاد جو گذشتہ شواہد ومناظر کے علم پر اس مشرف ہستی کی معترف زبان سے آج ظاہر ہو رہا ہے وہ دراصل اس لئے ہیں کہ اپنی اقلیم دل کی تذبذب ومتزلزل عمارت کی وابستگی واستحکام میں کام فرمایا جائے بلکہ اسلئے کہ ایک مسلمہ حقیقت کے انکار سے کہیں وہ زبان خلق میں مطعون و ملعون ٹھہرایا جائے۔

آہ ! انسان کس قدر نا انجام اندیش اور مآل کار سے غافل ہے وہ حرص دنیا اور اسکے تمام لوازمات کے سمیٹنے پر کس قدر دلیر ومستعد ہو گیا ہے اس کی وہ آنکھ بند ہو چکی ہے جو کبھی اس کی ان ہلاکت بار گڑھوں اور خوفناک غاروں سے جن میں کہ ڈسنے والے اژدھوں اور پھاڑ ڈالنے والے درندوں نے بھٹ بنائے ہوئے تھے رہنمائی کیا کرتی تھی مگر آہ ! وہ آنکھ کھلی ہوئی ہے جو اپنی پوری تیزی اور روشنی سے ہر عیش وتنعم زا دل بستگیوں کو گھور رہی ہے جو ایک نہ ایک دن یقیناً فنا ہو جانے والی ہیں۔

وہ سب کچھ دیکھتا ہے لیکن کچھ نہیں دیکھ سکتا۔اور وہ سب کچھ سنتا ہے لیکن خاک بھی نہیں سنتا۔اس کی آنکھوں پر ظلمت وجہل کے پردے پڑے ہیں۔اس کے کان بہرے بن گئے ہیں۔اس کے دل کو سلطان نفس کی افواج قاہرہ نے مسخر کر لیا ہے کیونکہ اس کی تمام امیدوں اور تمام تمناؤں کا مرکز وحید اگر کوئی ہے تو وہی مٹ جانے والی اور موہوم مادیت ہے جس کی ایک ایک ادا گو اس کے خرمن مذہب وایمان پر ہمیشہ برق خاطف بن کر بجلیاں گرائی چلی آئی ہے مگر وہ ہے کہ سرتوڑ اس ہی طرف دوڑا چلا جاتا ہے ختم اللہ علی قلو بھم و علی سمعھم و علی ابصا ر ھم غشاوۃ ولھم عذا ب عظیم

ہوشیار پور کی مذہبی آبادی کی نگاہ میں اسی حق وصداقت کے اظہار کے لئے ۲ ۔۳ فروری ۱۹۱۸ء کی تاریخیں خاص اہمیت رکھتی ہیں جن میں حضرت مولانا شیر پنجاب صاحب کا ورود اس بستی میں ہوا اور جنہوں نے برابر ایک رات وایک دن اس مجسمہ کفر و

الحاد کے پرچے اڑائے جسکو کہ قادیان کے رہنے ولے ایک مدعی نبوت نے اپنی تمام طاقت صرف کر کے قائم کیا تھا (اور جسکے متعلق ایک مجمل رپورٹ قائین کرام ستارہ صبح میں ملاحظہ بھی فرما چکے ہوں) لیکن نتیجہ اس تمام ہزیمت باطل اور شکست دروغ کا کیا نکلا؟ آیئے آپ کو سنا دیا جائے۔

جب مرزائی اصحاب نے ۲-۳ فروری ۱۹۱۸ء کے مناظرہ میں حضرت مولانا شیر پنجاب سے ایک زبردست شکست کھائی اور کسی صورت میں بھی وہ اپنے نبی کے دعاوی کو راست ثابت نہ کر سکے تو پھر مکاید ووساوس پر اتر آئے اور چاہا کہ کسی ایسے وقت کے آنے تک انتظار کیا جائے جب کہ حضرت مولانا شیر پنجاب مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے مسکن پر موجود نہ ہوں اور پھر ان کی عدم موجودگی میں ایک جلسہ منعقد کر کے ہوشیار پور کی مسلم پبلک کو مقابلہ کے لئے پکارا جائے کیونکہ اس صورت میں بہت ممکن ہے کہ ہوشیار پور کے مسلمان دفاع کیلئے کوئی انتظام نہ کر سکیں اور پھر ہم ایک طرف تو جو چاہیں وہ کہہ گذریں اور دوسری طرف صحافت مرزائیہ میں فتح فتح کی غلغلہ انداز آواز سے ایک شور محشر بپا کر دیں لیکن: ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا ساتواں جلسہ تین چار پانچ مئی کو مدراس میں شروع ہونے والا ہے اور یہ خبر تمام اخبارات میں گشت لگا چکی ہے۔ ہوشیار پور کی مرزائی پبلک بھی ایک کروٹ لیتی ہے، اور سوچتی ہے کہ وہ وقت انتظار اب سر پر ہے جس کیلئے پورے تین مہینوں کی جاں گسل راتیں کروٹیں لیتے ہی لیتے بسر کر دی تھیں کیونکہ یہ ضروری تھا کہ حضرت مولانا فاتح قادیان جو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے جنرل سکرٹری ہیں بتقریب کانفرنس عازم مدراس ہوں، یا بالفاظ دیگر پنجاب سے کچھ عرصہ کے لئے غائب رہے، تو وہ پھر حیلہ سازیوں پر اتر آئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ادھر حضرت مولانا ممدوح مدراس کے لئے رخت سفر باندھنے میں مصروف ہوئے اور ادھر مرزائی انجمن کے سکرٹری کی پنسل ہوشیار پور میں ایک مرزائی جلسہ کے انعقاد کے لئے برائے اشتہار متحرک ہوئی جس میں لکھا گیا کہ ۴، ۵ مئی ۱۹۱۸ء کی تاریخوں میں شیر اسلام میر قاسم علی اور مولوی غلام رسول آف راجیکی ہوشیار پور میں نزول اجلال فرما کر حضرت مولانا فاتح قادیان کے بے بنیاد اعتراضات کے جواب دیں گے۔

لیکن ہوشیار پور کی پبلک اب بالکل مطمئن تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ کیا میر صاحب سہ صدی اور کیا حضرت مولانا صاحب کے اعتراضات کے جوابات۔، بعض احباب نے خاکسار کو بھی توجہ دلائی کہ اس جلسہ کے لئے کچھ دفاعی تدابیر اختیار کی جائیں جس پر جواب دیا گیا منتظر رہو کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

آخر ۴،۵ مئی ۱۹۱۸ء کی موعودہ تاریخیں آ گئیں ۔میر قاسم علی صاحب اور مولوی غلام رسول صاحب آف راجیکی بھی تشریف لے آئے۔ شہر میں بابانگ دہل منادی ہوئی ۔اور چار و پانچ مئی کی درمیانی شب کا جلسہ شروع ہوا۔ ہم بھی معہ اپنے احباب کے جا پہنچے اور جناب شیخ جان محمد صاحب رئیس اعظم ہوشیارپوری بھی موجود تھے۔ خیال تھا کہ اگر وقت دیا گیا تو چند ایک اعتراضات بھی کئے جائیں گے۔ جب پوچھا گیا کہ کیا تقریر پر ہمیں کسی قسم کے اعتراض کی اجازت مل سکتی ہے یا نہیں ؟ تو جواب آیا کہ ہاں مگر بعد اختتام تقریر؟ لیکن راجیکی صاحب کی تقریر اسلئے شروع نہیں کی گئی تھی کہ ختم کی جاتی۔ جناب مرزا صاحب آنجہانی کو مثیل حضور ﷺ ٹھہرانے میں وہ وہ منہ زوریاں دکھائی گئیں کہ الامان۔ کہا گیا کہ مرزا صاحب کی صداقت کے تین زبردست معیار ان کے تمول و جائداد کی وسعت جو دس ہزار سے متجاوز ہو کر بے انتہاء بڑھ گئی، حلقہ متبعین میں لاتعداد اضانہ، اور مرزا صاحب کا اپنی طبعی موت سے مرنا اور قتل نہ ہونا ، ایسے ہیں کہ آج تک ان کی کوئی تردید نہیں کر سکا، جب تقریر کسی صورت ختم ہوتی نظر نہ آئی تو آخر ہم بھی ۱۱ بجے کے قریب اکتا کر چلے آئے۔ بعد میں سنا گیا کہ جلسہ بھی تھوڑے عرصہ کے بعد بند ہو گیا۔ باقی آئندہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مئی ۱۹۱۸ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۰ ۔ص ۱۰۔۱۱)

راستی موجب رضائے خداست

دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو بڑے سے بڑے گناہ کو بھی جائز بلکہ موجب ثواب جانتے ہیں مثلاً کفر و شرک وغیرہ جو سب سے بڑے گناہ ہیں ان کو عبادت جاننے والے بھی دنیا میں ہیں لیکن جھوٹ اور ناراستی کو اچھا جاننے والا دنیا بھر میں کوئی

نہ ہوگا۔ مگر قادیانی مشن کے مباحثات میں ہم اس قاعدہ کلیہ کی تخصیص کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ خدا جانے اس میں کیا راز ہے کہ یہ گروہ واقعات بتانے میں وقائع نگاری کے فرض منصبی سے کیوں غافل ہو جاتا ہے۔

جناب مرزا صاحب قادیانی میں یہ کمال تھا کہ کتاب کی طرح واقعات بھی تصنیف فرما لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ لکھا تھا کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی مرحومین نے اپنی کتابوں میں لکھا تھا کہ ہم اور مرزا میں سے جو جھوٹا ہو، وہ سچے سے پہلے مرے گا۔ چونکہ وہ مر گئے لہذا میں سچا۔

میں نے اس کا ثبوت دینے کو توجہ دلائی۔ انعامی اشتہارات دیئے۔ مگر صدائے برنخواست۔ علی ہذا القیاس اور بھی کئی ایک ان کی باتیں تھیں جن کا نمونہ آج ان کی امت میں ملتا ہے۔

گذشتہ ایام میں بمقام کرتار پور ضلع جالندھر ۲۳۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو مباحثہ ہوا۔ قادیانیوں کی طرف سے کئی ایک صاحب مناظر تھے۔ مناظرہ کیا ہوا۔ بس وہی جو ان سے ہوا کرتا ہے۔

اس کے متعلق الفضل قادیان کے نامہ نگار شریک کار بابو عمر الدین جالندھری کی لکھی ہوئی روداد مباحثہ چھپی ہے۔ جو مرزا صاحب کے اتباع کی مثال کافی ہے۔ نامہ نگار مذکور نے اپنے دلائل اور اپنے مناظر کو جو برتری دی ہے یہ تو ان کو اختیار تھا، مگر دیگر واقعات کے بتانے میں جو دستکاری کی ہے اسکا ان کو کسی طرح حق حاصل نہ تھا آج ہم انہی مکذوبہ واقعات کا ذکر کر کے جواب دیں گے۔ نامہ نگار لکھتا ہے

۱: مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہم نے کتاب چشمہ معرفت مانگی انہوں نے نہ دی۔

۲: مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا میں مرزائی علم کلام میں اتنی واقفیت رکھتا ہوں کہ امتحان مقابلہ میں سب سے اول نکلنے کی امید ہے۔ اس لئے وہ ہمارے پیش کردہ سوال جواب دیں۔

۳: مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہم نے چیلنج دیا کہ آخری فیصلہ والے اشتہار پر (جسے آپ ہمیشہ بطور سند پیش کیا کرتے ہیں) ہم سے بحث کریں جس کیلئے ہم منے انعام دینے کا بھی وعدہ کیا مگر مولوی ثناء اللہ نے منظور نہ کیا۔

۴۔ ہم نے مولوی ثناء اللہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا لیکن مولوی صاحب نے نامنظور کیا

یہ ہیں چار نمبر میری ذات خاص کے متعلق جنکے جوابات نمبر وار درج ذیل ہیں

ا۔ کتاب چشمہ معرفت نہیں مانگی تھی بلکہ الوصیت مانگی تھی مگر چونکہ وہ ایک بڑے مجموعہ میں لگی ہوئی تھی اس لئے میں نے کہا کتاب موجود ہے دیکھنی ہے، تو ادھر میرے پاس آکر دیکھ لیں۔ اودھر دینے میں سارا مجموعہ رکتا ہے جس کی مجھے ضرورت ہے۔ چنانچہ اس امر کا اظہار دوسرے وقت میں نے کر بھی دیا تھا جس وقت نامہ نگار بھی موجود تھا اس لئے اس کے بیان....

ا، اول، کتاب چشمہ معرفت مانگی تھی

۲، دوم، دینے سے انکار بتایا،

غلط ہیں کیونکہ واقعہ یوں ہے جو ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ بیشک میں مقابلہ میں امتحان دینے کو تیار ہوں مگر مقابلہ میں بیٹھنے والا کون ہے، اس کا نام بتایئے اور حسب ضابطہ سوالات ایسے بنائے جائیں جو دونوں کو وقت واحد میں دیئے جائیں۔ علاوہ اس کے ممتحن کا تقرر بھی ضروری ہے۔ ان جملہ مراتب کے تصفیہ کے بغیر سوال پیش کرنا اپنے کمال کا اعتراف کرنا ہے۔ کیا کوئی دانا اپنے مخالف کو اس طرح امتحان مقابلہ کیلئے بلا سکتا ہے۔

۳۔ بالکل جھوٹ محض جھوٹ، بلکہ افتراء ہے۔ ہاں میں نے یہ کہا تھا کہ یہ محض (عمر دین) جواب بذریعہ منصف فیصلہ چاہتا ہے پہلے لدھیانہ میں فریق تھا اسلئے اس کو مخاطب کر کے دوبارہ فیصلہ کرانا بےسود ہے۔ البتہ اگر دوبارہ چاہے تو یوں ہوسکتا ہے کہ میرے مخاطب خلیفہ قادیان ہوں خود مباحثہ کریں یا جسکو چاہیں اپنا نائب مجاز بنادیں۔

یہ مضمون بذریعہ تحریر اور بذریعہ تقریر میں نے کہہ دیا تھا۔ مگر نامہ نگار نے محض دیانت داری سے اس کو ذکر نہ کیا۔ میں اب بھی نامہ نگار کو متنبہ کرتا ہوں کہ میں اسی (آخری فیصلہ) پر بھی بحث کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ میرے مخاطب خلیفہ قادیان خود بنیں اور مباحثہ خود کریں یا کسی کو اجازت دیں۔

یہ شرط اس لئے ہے کہ چونکہ افراد امت کے ساتھ پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اب اس سے کچھ مزیت چاہیے جو ضروری ہے۔

۴۔مباہلہ کا جواب میں نے فوراً دیا تھا کہ جس صورت میں خود مرزا صاحب نے بذریعہ دعاء خدا سے فیصلہ چاہا جو ہو چکا، اب میں ان کی امت میں ایک آدھ کو کیوں مخاطب کروں جس کا قول اور فعل تم میں سند بھی نہ ہو ۔ یہ جواب ایسا صحیح ہے کہ نامہ نگار نے اسی لئے ذکر نہیں کیا کہ اس کا جواب مشکل بلکہ محال ہے۔

مختصر یہ کہ ہمارے احمدی دوستوں کی عادت ہے کہ واقعات کو برنگ دیگر بیان کر کے اپنے پیارے ناظرین پر ظلم کیا کرتے ہیں۔ان کے ناظرین کو انکے اس ظلم کی اطلاع ہو تو یقیناً وہ ان کو یہ شعر لکھ بھیجیں

کیئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدانخواستہ گر خشم گیں ہوتے تو کیا کرتے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۱۔ ص ۴۔۵)

ہوشیار پور میں مرزائیوں کا تبلیغی جلسہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

مئی کی پانچویں تاریخ بے شک ہوشیار پور کی مرزائی جماعت کیلئے یوم النشور یا یوم التغابن سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جلسہ گو صبح آٹھ بجے سے شروع کر دیا گیا تھا اور مقرر صاحب بھی پیلیٹ فارم پر آ چکے تھے لیکن سامعین تھے کہ آنے کا نام تک نہ لیتے تھے۔انتظار میں صبح دس بجے سے بارہ بج گئے لیکن انہوں نے نہ آنا تھا، نہ آئے۔ آخر صبح کا جلسہ بہزار حسرت و یاس ختم ہوا۔ اور بعد دوپہر کے انعقاد پانے والے جلسہ کے انتظار نے کچھ ڈھارس بندھا دی۔ مگر انکو کیا معلوم تھا کہ قدرت کا فیصلہ ان کے خلاف صادر ہو چکا ہے اور وہ جو کچھ دیکھنا چاہتے ہیں ان کو وہ ہرگز نہ دکھایا جائے گا ذلك تقدير العزيز العليم۔

آفتاب نصف النہار سے ڈھل چکا ہے گو حدت وحرارت کا بازار ابھی تک پورے زور شور سے گرم ہے، لوگ فریضہ ظہر سے فارغ ہو کر اپنے مشاغل میں مصروف نظر آنے لگ گئے ہیں۔ ادھر مرزائی حضرات بھی کتابیں بغلوں میں دبائے چھاتے

لگائے اردگرد تاکتے جھانکتے جلسہ گاہ کی طرف افتاں وخیزاں چلے جاتے نظر آتے ہیں ان کے چہرے گو بہیئت مجموعی متفکر و پژمردہ سے نظر آتے ہیں مگر بعض وقت کسی قدر اندرونی جذبہ کے ہیجان سے خود بخود ہی ایک سرخی سی دوڑتی نظر آجاتی ہے۔ جلسہ گاہ کا غیر متعصب غربی دروازہ ان کیلئے کھلا ہوا ہے جس میں ہزاروں امیدوں اور ارمانوں کو پہلو میں دبائے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں کیا ہے جو نظر آئے۔ ایک طرف چند ٹوٹی پھوٹی کرسیاں، پھٹی پرانی دریوں کے گوشوں کو دبائے ہوئے، ایک بوسیدہ وکہنہ چھت کے نیچے کوس لمن الملك اليوم کا ڈنکا بجارہی ہیں، تو دوسری طرف ممبر اور صدر کی کرسی اپنے ہم جنسوں سے علیحدہ پڑی انسان کے غیر مساویانہ انداز کی داستان سنا رہی ہے اور سر پر ابابیلوں کا شور وغل اور بیٹوں کی بھرمار ترميهم بحجارة کا فراموش شدہ تاریخی سبق یاد دلا رہی ہیں۔ غرض کہ جلسہ کا تمام سامان بہمہ وجوہ طیار ودرست ہے اور اگر کمی ہے تو صرف اس کی کہ ان کی دروغ سرائیوں اور لاف وگزاف کی داد دینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

اب پھر دورِ انتظار شروع ہوتا ہے۔ تین سے چار بجتے ہیں اور آخر چار سے پانچ بھی بج جاتے ہیں، لیکن سوائے مرزائیوں کے کوئی متنفس نہیں پہنچتا۔ وقت پر کسی کی حکومت نہیں کہ روک لیا جائے وہ برابر بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ حیران ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ ناکامی اور نامرادی کا دیوزاد اضطراب وانتشار کے پروں سے بالمقابل کھڑا ہوا دے رہا ہے۔ اتنے میں منادی کی تہلکہ انداز آواز ہوشیار کر دیتی ہے اور وہ یک بیک اس متوحش خواب سے چونک کر تعبیر کیلئے سراسیمہ وار دروازہ کی جانب دوڑتے ہیں۔ دریافت پر معلوم ہوتا ہے کہ ہوشیار پور کی مسلم پبلک نے اپنا ایک علیحدہ جلسہ سنہری مسجد میں منعقد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بعد نماز عصر شروع ہوگا جس میں حضور مرزا صاحب کی کفر نواز پالیسی سے پبلک کو آشنا کرایا جائے گا۔ سنتے ہی چھکے ہی تو چھوٹ جاتے ہیں۔ کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتا۔ اتفاق سے خاکسار ومولوی الہ دین صاحب بھی اسی وقت جا پہنچتے ہیں اور ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ اس وقت کا جلسہ ملتوی کر دیا جائے اور پھر شب کے جلسہ میں مناظرہ کا اعلان کر دیا جائے تو شاید کچھ سننے والے ہی آجائیں چنانچہ اسی تجویز پر جلسہ برخواست ہوتا ہے۔

حسب اعلان بعد نماز عصر سنہری مسجد میں مولوی جان محمد صاحب پنشنر تحصیل دار صاحب نے برابر ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر فرمائی اور پبلک کو بخوبی آگاہ کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب کون تھے، کیسے تھے، اور کیا تھے۔ بعد ازیں حضرت مولانا غلام محمد صاحب فاضل ہوشیارپوری نے ایک نہایت موثر و معنی خیز تقریر فرمائی۔ جلسہ بہت موثر رہا اور نماز مغرب کے قریب آجانے کی وجہ سے ختم کر دیا گیا۔ بعد نماز مغرب شدہ شدہ یہ خبر تمام مسلمانوں میں پھیل گئی کہ آج شب کو مولوی الہ دین صاحب سے مرزائیوں کا مناظرہ ہوگا۔ سامعین کافی تعداد میں آنے شروع ہو گئے اور تھوڑی دیر میں جلسہ گاہ کھچا کھچ بھر گئی۔ انتخاب صدر ہوا، اور تقریر کیلئے منشی قاسم علی سہ صدی تشریف لے آئے لیکن مولوی الہ دین صاحب نے ایک تحریر کے ذریعہ بطرز انتباہ آگاہ کر دیا کہ ہم تقریر سننے کیلئے نہیں آئے، بلکہ آئے ہیں تو اسلئے کہ جو کچھ کہا گیا ہے اس کو نقد و احتبا کے حوالہ کیا جائے تا حق و باطل کے تصفیہ میں کچھ آسانی ہو سکے۔ جواب آیا بہت اچھا، ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں لیکن مناظرہ کے لئے صرف اکتیس منٹ دیئے جائیں گے اور اس کے بعد تقریر شروع ہوگی۔ اس پر خاکسار نے کہا کہ احقاق حق کیلئے اسقدر کم مہلت کچھ بھی مفید کار نہیں ہو سکتی۔ وقت کی میعاد بڑھا دی جائے اور پورے دو گھنٹہ تک خیالات کا ردّ و بدل جاری رہے۔

لیکن وہ بڑھے تو صرف اسقدر کہ ۳۱ منٹ کی بجائے ۵۱ منٹ کر دیئے اور کہہ دیا کہ اس سے زیادہ اور وقت کسی صورت سے بھی نہیں دیا جا سکتا۔ مولوی الہ دین صاحب نے کہا کہ مناظرہ دو گھنٹہ سے کم کی مدت میں انجام نہیں پا سکتا اور آپ زیادہ وقت دینے کے لئے تیار نہیں تو پھر آپ کا انکار مناظرہ سے فرار کے مترادف سمجھا جائے گا۔ اس پر وہ تو خاموش رہے مگر مولوی صاحب موصوف یہ کہتے ہوئے کہ اگر مناظرہ نہیں تو ہم تقریر سننے کے لئے بھی تیار نہیں، وہاں سے چلے آئے۔ جن کے چلے آنے پر ماسوائے مرزائیوں کے تمام مسلمان اٹھ آئے۔ اور مقام مناظرہ کے بالکل متصل مولوی صاحب موصوف نے ایک پر جوش تقریر فرمائی جس میں انہوں نے مرزا صاحب کی روحانی خاطر و مدارات کے بعد مسلمانوں کو غیرت دلائی کہ جب مرزائیوں نے تمام جہان کے مسلمانوں کو کافر سمجھ رکھا ہے تو وہ خود کیسے مسلمان ہیں۔

بعدازیں خاکسار نے بھی ایک مختصرسی تقریر میں مسلمانوں کی غیرت اسلامی سے اپیل کرتے ہوئے انہیں بتلایا کہ دراصل ہمارا اپنی لاعلمی اور نیک نیتی کی وجہ سے مرزائیوں کو مسلمان سمجھنا انکی اس تھوڑی بہت کامیابی کا موجب بن گیا، ورنہ وہ کبھی بھی نہ بڑھ سکتے۔ یہ جلسہ تحسین کے نعروں پر ختم ہوا جو یقیناً مرزائیوں کے عقاید باطلہ کے خلاف بلند کئے گئے تھے اور مسلمانوں نے بالاتفاق کہہ دیا کہ وہ آئندہ کسی قسم کا اسلامی برتاؤ مرزائیوں سے جائز نہ رکھیں گے۔

اس جلسہ کا نتیجہ بہت اچھا رہا۔ چنانچہ تین شخص جن میں سے ایک ہوشیار پور کے جلیل القدر خاندان مولوی غلام حسین صاحب مرحوم سے تعلق رکھتے ہیں اور خود اسسٹنٹ سرجن ہیں، اپنے عم مکرم مولوی جان محمد صاحب پنشنر تحصیل دار کے ہاتھ پر عقاید باطلہ سے تائب ہوئے۔ خدا توفیق بخشے۔ آمین۔ ان کا وہ خط جو انہوں نے بشیرالدین محمود احمد صاحب قادیانی کے نام روانہ کیا ہے اور جس کی ایک نقل خاکسار کے پاس بھی بھیج دی گئی تھی بغرض اشاعت ذیل میں درج کیا جاتا ہے

نوٹ: اس خط پر ڈاکٹر صاحب موصوف کے قلمی دستخط موجود ہیں

نقل خط بنام مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب قادیانی

از جانب بندہ جان محمد عفی عنی پنشنر تحصیل دار بن حضرت مولانا غلام حسین صاحب مرحوم ہوشیار پوری۔

بجانب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب قادیانی

اطلاعاً حوالہ قلم کردہ میاید کہ عزیز ڈاکٹر فضل محمد سب اسسٹنٹ سرجن اجنالہ بردار زادہ حقیقی ام امروز بمسجد حضرت مولوی صاحب مرحوم بمقام ہوشیار پور از عقائد احمدیہ انحراف درزیدہ تائب شدہ است و بدست ایں عاجز بسلسلہ نقش بندیہ بیعت نمودہ است والحمدللہ علی ذلک والسلام علی من اتبع الہدی محررہ بست و پنج رجب المرجب ۱۳۳۶ھ سہ یک ہزار و سہ صد و سی و شش ہجری مطابق ۷ مئی ۱۹۱۸ء

دستخط: بندہ: فضل محمد سب اسسٹنٹ سرجن ہوشیار پور

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۱۔ ص ۶۔۷)

مرزا قادیانی کی پیغمبری

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب اپنا وفد ہرقل بادشاہ روم کے پاس بھیجا تو اس نے ابوسفیان سے بہت سے سوالات آنحضرت ﷺ کی نسبت کئے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا تمہارے پیغمبر کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ بھی گذرا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اگر ایسا ہوا ہے تو پیغمبری کا دعوی جھوٹا ہے، بلکہ باپ دادے کی کھوئی ہوئی عزت حاصل کرنے کے لئے فریب بنایا گیا ہے۔ سبحان اللہ کلام الملوک ملوک الکلام قصہ مشہور ہے کہ ایک زمیندار اپنی کھیتی میں سے گھاس اکھاڑتا تھا کسی نے پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ زمین کے حقیقی بیٹے کو دور کر رہا ہوں تاکہ سوتیلی اولاد کی پرورش ہو سکے۔

مرزا صاحب آنجہانی بڑے دادے کے پوتے تھے۔ جب ان کے دل میں دادے کی کھوئی ہوئی دولت وعزت کے حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہوئی تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تک مسلمانوں کے دل سے ان کے بزرگان دین کی عزت نہ اکھاڑ دی جائے میری عزت خاطر خواہ ان کے دلوں میں متمکن نہ ہوگی۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے علماء دین اور سجادہ نشینوں اور صوفیاء کرام کو مقابلہ میں آنے کے واسطے للکارا اور ایسے کلمات ان کے حق میں استعمال کئے کہ جن کا برداشت کرنا انہی بندگان خدا کا کام تھا جب چند لوگوں نے آمنا و صدقنا کہہ دیا تو آپ کی توجہ انبیاء کرام کی طرف مبذول ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کو جب یہ خیال ہوا کہ حضرت یونس کی نسبت شائد کوئی نکتہ چینی کرے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یونس پر فضیلت مت دو۔ سبحان اللہ کس طریقہ سے ایک پیغمبر کی بدگوئی سے مسلمانوں کا منہ بند کر دیا، مرزا صاحب نے انبیاء کرام کی نسبت ایسی درافشانیاں کیں کہ غیر مسلم شخص ایسی دلیری کبھی نہیں کرتا جب آپ مریدوں کے دل خالی کر چکے تو اپنا سکہ یوں بٹھایا

مجھے خدا نے فرمایا ہے کہ تو میرے بیٹے کی جگہ ہے

تو مجھ سے ہے میں تجھ سے

میں عرش سے تیری حمد کرتا ہوں

میں تجھے پیدا نہ کرتا تو زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا

مجھے خدا نے کن فیکون کے اختیارات دیدیئے

میرے باپ کے مرنے پر خدا نے عزا پرسی کی

مجھ سے خدا اپنے روشن چہرہ سے پردہ اٹھا کر باتیں کرتا ہے اور کسی وقت ٹھٹھے بھی کرتا ہے (کہتا ہوگا مرزا جی یہ کیا ڈھنگ بنا ہے)

مجھ کو خدا نے ایک دن اپنے میں لپیٹ لیا

دنیا میں بہت تخت اترے مگر میرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا

میرا پاؤں وہاں ہے جہاں سب بلندیاں ختم ہوتی ہیں

خدا نے فرمایا ہے زمین و آسمان تیرے ساتھ ہے جسطرح میرے ساتھ ہے

میں نے دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور میں نے زمین و آسمان پیدا کئے

خدا نے فرمایا سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔

اب ان کے مریدوں سے کون پوچھے کہ سب دعوے جھوٹے ہیں یا یہ قصہ کہ ان کی منکوحہ آسمانی کو ایک غیر شخص ان کی آنکھوں کے سامنے لے گیا۔ جھوٹا ہے۔ غیرت نہیں مانتی کہ دونوں باتیں سچی ہوں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۲ ص ۲۔۳)

قادیانی کو اپنے مسیح موعود ہونے کا یقین نہ تھا

جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی لکھتے ہیں

صاحبان! میں اپنے اس عنوانی دعوی کے ثبوت میں مرزا جی کی کتاب سے اصل عبارت معہ پتہ صفحہ ذیل میں درج کرتا ہوں تا کہ کسی احمدی کو انکار کی گنجائش نہ ہو اور طالبان حق کی تسلی کا باعث ہو

۱۔ازالہ اوہام طبع شدہ بارسوم صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ پر مرزا جی لکھتے ہیں:

خدا تعالی نے میرے دل پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔

سبحان اللہ بقول مرزا جی (تحریر بالا سے) صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے مرزا جی کو خبر دی کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح نہیں ہوگا مگر مرزا جی لوگوں کو اللہ تعالی کے خلاف خبر دیویں کہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی دمشق میں بھی مثیل مسیح پیدا ہو جاوے افسوس ہے مرزا جی کی دلیری پر

اے احمدیو! تم ہی خداوند قہار سے ڈر کر ایمان سے کہو کہ اللہ تعالی کی بات سچی ہوگی یا مرزا جی کی۔

۱۔اور دیکھو اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۲ میں وہی مرزا جی لکھتے ہیں

اس بیان کی رو سے ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آوے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز دنیا کی حکوت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا بلکہ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا

اس عبارت مرقومہ بالا سے دو امر صاف ظاہر ہیں

۱۔مرزا جی کو دل میں پورا پورا یقین تھا کہ بروئے الفاظ حدیث میں مسیح موعود نہیں ہوں جیسا کہ وہ لکھتے ہیں (اس بیان کے رو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجاوے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہر الفاظ صادق آسکیں)

۲۔اور مرزا جی کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ مسیح موعود حاکم اور بادشاہ بھی ہوگا کیونکہ میں درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہوں۔

اے احمدیو! ایمان اور انصاف سے سچ کہا کہ یہ جو مرزا جی نے لکھا ہے کہ مسیح موعود حاکم اور بادشاہ ہوگا اور میں درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہوں سچ لکھا ہے یا جھوٹ۔اور تم کیوں دیدہ دانستہ پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند کے مصداق بنتے ہو۔خداوند تعالی سے ڈر کر ضد کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرو۔

۳۔اور اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲۲ پر وہی مرزا جی تحریر فرماتے ہیں

اس عذر کا جواب یہ ہے کہ اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعوی نہیں ہے کہ میسیحیت کا میرے وجود پر بھی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آوے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہر جلال کے ساتھ آوے اور ممکن ہے کہ اور دمشق میں ہی نازل ہو۔

قادیانی مرزا جی کی تحریر مرقومہ بالا سے چند امور آفتاب نیم روز کی طرح صاف روشن ہیں:

ا۔مرزا جی خود اقرار کرتے ہیں کہ میرا یہ دعوی نہیں کہ میسیحیت کا میرے وجود پر خاتمہ ہے

۲۔مرزا جی خود اقبال کرتے ہیں کہ میرے بعد دس ہزار مسیح آسکتا ہے۔

۳۔مرزا جی اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مسیح ظاہری جلال کے ساتھ بھی آئے۔

۴۔مرزا جی اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ممکن ہے مسیح اول دمشق میں نازل ہو

اے احمدیو! خدا سے ڈرکر ضد کو چھوڑ دو
ازالہ سے ہو گیا ثابت صریح، باقوال خود مرزا تھا نہ مسیح۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۲ ص ۳،۴)

فرقہ قادیانی کے انعامی چیلنج کی حقیقت

جناب عبد اللہ الہ دین صاحب احمدی ساکن سکندر آباد (دکن) نے ایک کتاب بنام ایک چیلنج حال ہی میں شائع فرمائی ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو امام زمانہ، مجدد، مسیح موعود، مہدی موعود، عیسی بن مریم لکھا ہے اور یہ ظاہر فرمایا ہے کہ مرزا صاحب کا منکر خدا و رسول کا منکر ہے۔اور خاتمہ پر زیر سرخی:

دنیا کے تمام مسلمانوں کو دس ہزار روپئے کے انعام کے ساتھ چیلنج،

یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں میں آج کوئی بتائے کہ ان کا امام زمانہ کون ہے اور امام زمانہ کی

صداقت میں مرزا صاحب کی ، وحی والہام ، کے الفاظ نقل کر کے بتایا ہے کہ اس قسم کے دعوی کرنے والا کوئی انسان بتایا جائے تو اسے دس ہزار روپیہ کا انعام دیا جائے گا۔

یہ ایک ایسی بات ہے کہ کوئی شخص سوال کرے کہ مجھ میں جو صفات ہیں وہ غیر میں ثابت کر دکھائے تو اس کو دو لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ میرے خیال میں ایسا چیلنج ، چیلنج نہیں کہلا سکتا البتہ مرزا صاحب کی صداقت کے دلائل قائم کر کے اعلان کیا جاتا کہ ان کے باطل کرنے والے کو انعام دیا جائے گا تو فیصلہ کی ایک صورت نکلتی۔ مگر ان لوگوں کو چونکہ فیصلہ منظور نہیں ہے اس لئے ایسے واہی تباہی تحریرات شائع کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حقانیت اسی کا نام ہے حالانکہ یہ حقانیت نہیں۔

اگر کوئی احمدی اس میدان میں قدم رکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ پہلے مرزا صاحب کی صداقت پر قرآن و حدیث سے دلائل قائم کرے اور پھر اسکے توڑنے والے کیلئے انعام مقرر کرے۔ ملک میں ان کے جوابات دینے والوں کی کمی نہیں۔

خاکسار عابدی از دکن

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں

ہم نے وہ رسالہ نہیں دیکھا۔ مصنف خوب جانتا ہوگا کہ قادیانی مشن کے متعلق اول مخاطب اڈیٹر اہل حدیث ہی ہوسکتا ہے آج سے نہیں مرزا صاحب کی زندگی سے۔ پھر باوجود اس امر کے اس رسالہ کا دفتر اہل حدیث میں نہ بھیجنا خود ہی اپنے چیلنج کے ضعف کو تسلیم کرنا ہے رسالہ مذکورہ دیکھ کر ہم کچھ رائے دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۲ ص ۴)

مرزا قادیانی کا علم کلام

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

کسی زمانہ میں کہا اور مانا جاتا تھا کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید، مگر چودھویں صدی میں یہ قاعدہ منسوخ ہو کر اس کی جگہ دوسرا مقرر ہوا کہ مشک باشد یا نباشد مگر اشتہار باشد، چنانچہ بہت قسم کے سوداگروں نے اس قاعدہ کی بدولت لاکھوں

روپیہ کما لیا۔ کہتے ہیں ہالوے صاحب نے تین کروڑ روپیہ کی وصیت کی۔

چودھویں صدی کے مجدد، محدث اور پیغمبر صاحب نے بھی اس جدید وفلوس بخش طریقہ کو ہاتھ سے نہ دیا، اور اپنے مشک کے لئے کوئی پتھر نہ چھوڑا جسکو اکھاڑ کر اس کے نیچے سے ثبوت تلاش نہ کیا۔ جن کتابوں اور جن مذاہب کو محرف اور باطل قرار دیا انہی سے کوئی ایک مفید مطلب بات مل گئی تو اس کو ثبوت میں بطور تازہ شہادت پیش کیا۔ نہ ان سے اعداد جمل باقی رہا، نہ مجذوبوں کے اقوال۔ نشان آسمانی میں بڑی رنگین عبارت میں فرماتے ہیں؛

> ایک شخص کریم بخش کا بیان ہے کہ تیس سال کے قریب ہوئے مجھے ایک مجذوب نے کہا تھا کہ عیسی جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ آوے گا اور قرآن کی غلطیاں نکالے گا (نشان آسمانی۔ ص۲۱)

اور نعمت اللہ کی پیشین گوئیوں کو بڑے زور سے اپنی ذات پر چسپاں کیا کہ یہ سید احمد کے حق میں نہیں، میرے حق میں ہیں۔ چنانچہ چند اشعار ان پیشین گوئیوں کے معہ اس تفسیر کے جو مرزا صاحب نے ان کے نیچے لکھی ہے، ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے درج کئے جاتی ہیں۔ مضمون یہ ہے کہ تیرھویں صدی کے شروع میں کیا ہوگا، یہ ہوگا، اور وہ ہوگا کہہ کر نعمت اللہ صاحب کہتے ہیں

چوں زمستان بے چمن بگذشت
شمس خوش بہار مے بینم

تفسیر مرزا صاحب: یعنی جب کہ زمستان بےچمن مراد یہ ہے کہ جبکہ تیرھویں صدی کا موسم خزان گذر جائے گا تو چودھویں صدی کے سر پر آفتاب بہار نکلے گا یعنی مجدد وقت ظہور کرے گا

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

تفسیر مرزا صاحب: یعنی جب اسکا زمانہ کامیابی کے ساتھ گذر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اسکا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالی اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اس کے نمونہ پر ہوگا اور اسی کے رنگ میں رنگین ہو جائے گا۔ اور وہ اس کا یادگار

ہوگا۔ یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشین گوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارہ میں کی گئی ہے

تا چہل سال اے برادر من
دورِ آں شہسوار مے بینم

تفسیر مرزا صاحب: یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہوکر اپنے تئیں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی کرے گا۔ اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسّی (۸۰) برس تک یا اس کے قرب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جس میں سے دس سال کامل گذر بھی گئے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۸ و اللہ علی کل شئے قدیر۔ اگرچہ اب تک حضرت نوح کی طرح دعوت حق کے آثار نمایاں نہیں لیکن اپنے وقت پر تمام باتیں پوری ہوں گی۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں پیش گوئیاں میاں گلاب شاہ اور نعمت اللہ ولی کی اس عاجز کے حق میں حسب منشاء قرآن کریم کے نشان صریح ہیں جس میں کسی دستبازی اور مکر وفریب کی گنجائش نہیں۔ اب اگر کوئی صوفی پردہ نشین جو پردہ سے نکلنا نہیں چاہتا بقول بٹالوی صاحب اور میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے بالمقابل نشان دکھلانے کو طیار ہے تو وہ بھی ایسی ہی دو پیش گوئیاں انہی ثبوتوں کے ساتھ اپنے حق میں کسی گذشتہ ولی کی طرف سے پیش کرے۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ اگر یہ ثبوت ہوجائے گا کہ وہ بھی ایسے ہی نشان اور اسی درجہ ثبوت پر اور ایسی عظمت کے ساتھ باعتبار اپنے بعد زمانہ کے پائے گئے ہیں تو ہم سزائے موت اٹھانے کیلئے بھی طیار ہیں۔،

لدھیانہ جانا اور قرآن کی غلطیاں نکالنا تو مرزا صاحب قادیانی کا اپنا اختیاری امر تھا اور ان کو پورا کر دینا کچھ دشوار نہ تھا لیکن دوسری پیشین گوئی کی نسبت مرزائیوں سے عام طور پر اور لاہوری پارٹی سے خاص طور پر سوال ہے:

۱۔ وہ کون سا لڑکا تھا جس کی نسبت مرزا صاحب قادیانی نے یہ پیش گوئی کی تھی

۲۔ آیا وہ لڑکا مرزا صاحب قادیانی کے بعد زندہ رہا۔

۳۔ جو لڑکا انکا یادگار بنا، آیا وہ مرزا صاحب کے رنگ میں رنگا گیا (ہمیں اس سے انکار نہیں)

۴۔ کیا مرزا صاحب نے مجددیت یا پیغمبری ۴۰ سال تک کی اور کیا وہ اسی (۸۰) سال کے ہو کر مرے (۶۶ سال کی عمر۔ اڈیٹر اہل حدیث)

۵۔ قرآن میں اس کا ذکر کس سپارہ میں ہے (جس پارے میں قادیان کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ اوہام۔ اڈیٹر اہل حدیث)

۶، مرزا صاحب کو ۸۰ سال کی عمر یا اس کے قریب کی بشارت دینے والا وہی تھا جس کے ہاتھ میں انکی جان تھی یا وہی (فریب دہ) ہستی تھی جس نے ان کو جوانی عطا کرنے کی بشارت بھی دی تھی اور خلقت کو للکارا تھا، کہ اگر یقین نہیں کرتے تو اسکی نظیر پیش کرو۔

واہ! کیا ملہم ہے کہ ہمیں نظیر پیش کرنے سے عاجز بتاتا ہے اور خود اصل پیدا کرنے سے عاجز؟

مرزائیو! خدا تعالی کی قسم یاد کر کے کہنا کہ ایسے تنکوں کو ہاتھ مارنا تیرنے والے کا کام ہے یا ڈوبنے والے کا۔ اور یہ الہام اور بشارتیں کسی صاحب قدرت کی طرف سے تھیں، یا کسی دھوکہ باز کی طرف سے۔ خدا کے واسطے غور کرو کدھر جا رہے ہو

ایک صاحب علم اور قلم کا زور دکھانے والا سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کر دکھا سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مذہب میں فرقہ بنتے رہے ہیں اور بنتے رہیں گے۔ دیکھ لو مرزائیوں میں ابھی سے فرقے بننے شروع ہو گئے۔ پس نیک بخت اور خوش نصیب وہی مسلمان ہیں کہ نئے مذاہب پر لات مارتے ہیں خواہ کوئی سونا نہیں کندن کی صورت میں پیش کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۲ ص ۱۰۔۱۱)

مرزائیوں سے مباحثہ

موضع محلانوالہ ضلع امرتسر میں مولوی محمد امین صاحب واعظ اہل حدیث کانفرنس اور حافظ جمال احمد مرزائی مبلغ کے مابین مباحثہ ہوا، مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے نبی کو جس موضع میں دفن کرنا خدا کو

منظور ہوتا ہے اسی جگہ اس کا انتقال ہوتا ہے مرزا صاحب بھی اگر نبی ہوتے تو قادیان میں فوت ہوتے لاہور میں فوت ہو کر قادیان میں نہ لائے جاتے۔ نیز ان کی پیش گوئی متعلقہ نکاح آسمانی ضرور صحیح ہوتی کیونکہ انہوں نے اس دعوی پر آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی پیش کی تھی اس کا جواب مرزائی مناظر نے کوئی معقول نہ دیا سب لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔

خاکسار سلطان احمد ارنبہ از محلانوالہ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۱۸ء ص ۱۴)

خاص مرزائی نمبر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا تھا اس لئے لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح نے خاص نمبر متضمن عادات اور خواص مرزا صاحب ۲۶ مئی سنہ رواں کو جاری کیا جس میں سارے مضامین مرزا صاحب کی زندگی اور اوصاف کے متعلق درج کئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قوم اور فرقہ کا حق ہے کہ اپنے ہیرو (رہبر) کے حالات زندگی ذکر کرے اور تازہ رکھے۔ اس لئے ہمارا اسپر کوئی اعتراض یا سوال نہیں مگر واقعات کو تبدیل کر کے شاعرانہ رنگ میں مبالغہ آمیز بیان کرنا غالباً کسی مذہبی فرقہ یا پارٹی کو زیبا بلکہ جائز بھی نہیں۔ ۲۶ مئی کا پیغام صلح لاہور افسوس اس نقص سے خالی نہیں بلکہ پر ہے۔

اللہ اللہ ایسے شخص کے حالات جسکے حالات ومقالات کو ایک ایک بچہ ملک کا جانتا ہو پھر اس میں اخفا کرنا خاص کمال کی بات ہے۔

سب سے پہلا مضمون مولوی محمد علی امیر لاہوری پارٹی کا ہے جو اثناء مضمون میں مرزا صاحب کے حق میں لکھتے ہیں

۱۔ (خدا نے) سب سے آپ (مرزا قادیانی) کا سلطان القلم ہونا منوا دیا

۲۔ (خدا نے) آپ پر بڑی بڑی عظیم الشان پیش گوئیوں کا اظہار کر کے بتا دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت اس نعمت سے کبھی خالی نہ ہوئی اور نہ ہو گی۔

۳۔ ہماری آنکھوں کے سامنے آپ (مرزا قادیانی) کی ایسی ایسی عظیم الشان پیش گوئیاں پوری ہوئی ہیں کہ اللہ تعالی کے علم اور قدرت کے سامنے روح انسانی بے اختیار سر جھکا دیتی ہے۔

۴۔ (خدانے) علمی رنگ میں آپ (مرزا قادیانی) کو ایسے زبردست دلائل حقانیت اسلام کے سکھائے جنہوں نے اسلام علم کلام کے اندر ایک نئی روح ڈال دی۔

اہل حدیث مدت سے کوشاں تھا کہ جناب مرزا صاحب کے مریدین اصل مبحث پر آویں یعنی وہ برکات اور روحانیات مرزا کو مرزا صاحب کے دعاوی پر بطور دلائل پیش کریں لیکن وہ ادھر متوجہ نہ ہوتے تھے جسکا زبردست ثبوت مباحثہ رام پور میں کافی سے زیادہ مل چکا تھا کہ باوجودیکہ نواب رام پور نے مباحثہ کرایا اور بذات خاص رونق افروز جلسہ رہتے تھے اور حضور کی دلی خواہش تھی کہ مباحثہ کے تمام پہلو روشن ہوکر ایک مفید عام حد تک پہنچ جائے مگر مرزائی جماعت جن میں اس وقت خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی اور مولوی محمد احسن صاحبان وغیرہ خاص امتیاز سے شریک تھے اس اصل بحث پر نہ آئی۔ صرف وفات وحیات مسیح پر تین روز بحث کر کے چوتھے روز باوجود تقاضا حضور نواب صاحب کے رام پور کو مخاطب کرتے ہوئے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

رام پور سے تشریف لے گئے یہ ناکامی یہ بدنامی ان کو گوارا ہوئی مگر مرزا صاحب قادیانی کی برکات اور معجزات پر بحث کرنا ان کو گوارا نہ ہوا۔ بارے شکر ہے کہ اب لاہوری پارٹی کے صدر جناب مولوی محمد علی اپنے مضمون میں اصل مبحث پر آئے ہیں، جس سے ہمیں جس حد تک مسرت ہورہی ہے کم ہے، کیونکہ رسالہ الہامات مرزا کی تصنیف سے آج تک ہم جس کوشش میں تھے وہ خدا کی مہربانی سے کامیاب ہوئی۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ آئندہ کو ہم مرزائی مباحث میں انہی امور اربعہ مذکورہ پر بحث کیا کریں چنانچہ آگے چل کر بطور مثال کچھ عرض کریں گے۔

ایک صاحب (مرزا خدابخش) اپنے مضمون میں شاعرانہ تخیل کا اظہار گذشتہ مضمون سے بھی زیادہ مبالغہ سے کرتے ہیں مرزا صاحب قادیانی کے بہت سے فضائل

لکھتے لکھتے ایک بات خاص قابل ذکر یوں کہتے ہیں:

کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ جب سے حضرت مرزا صاحب کی تحریرات دنیا میں شائع ہوئیں ان کے بعد مسلمان جو پیشتر ازیں لاکھوں کی تعداد میں مرتد ہوکر بپتسمہ لے چکے تھے ایک بھی غیر مذاہب میں داخل نہیں ہوا اگر کسی پیٹ کے مارے بھوک سے تنگ آکر یا سرے ہی سے اپنے مذہب سے بے تعلق رہ کر جامہ مذہب بدل دیا ہو تو ایسا شخص نادر کالمعدوم شمار ہو کتا ہے دوسری یہ شہادت کیا کم عظمت کی نگاہ سے دیکھی جا سکتی ہے کہ پیشتر ازیں علماء اسلام عیسائیت کے خطرناک دھواں دھار اعتراضات سے ایسے مرعوب ہو گئے تھے کہ جواب دینا تو الگ رہا وطن مالوف کو الوداع کہہ کر عرب میں ہجرت کا داغ دے گئے آہ اے وقت تو وہ تھا کہ دین کے پھیلانے کے لئے ایک ایک فرد دور دراز ملکوں میں چلے جاتے تھے حتی کہ اپنی جان عزیز تک اسی ملک میں دے دیتے تھے اورر وہیں ان کی مزاریں قائم ہو جاتی تھیں اب بجائے اس کے ان معلموں سے سبق سیکھتے اور ان کے نقش قدم پر چلتے اور غیر ملک میں اگر تبلیغ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تو کم ازکم اپنے ملک کے غریب لوگوں کو عیسائیت کی زبردست رو سے بچانے کی کوشش کرتے اسمیں شک نہیں کہ بعض بزرگان نے عیسائیوں سے مباحثے اور مناظرے بھی کئے مگر ان مناظروں اور مباحثوں سے عیسائیت کو کچھ نقصان یا ضعف نہیں پہنچا سکے اور نہ مسلمان عیسائیت میں داخل ہونے سے رک سکے۔ مگر برخلاف اس کے حضرت مرزا صاحب کا علم کلام ایسا زبردست اور طاقت ور ثابت ہوا کہ تمام مذاہب جو بے وجہ اسلام کے سر آتے تھے ایسے دب گئے کہ گویا مر گئے ۔ اگر ایسے وقت میں حضرت مرزا صاحب نہ آئے ہوتے تو تمام ذریت اسلام کالجوں میں تعلیم پاکر اگر عیسائیت کا ظاہری جامہ در بر بھی نہ کرتی مگر الحاد اور دہریت کی چادر ضرور پہن لیتی اور اسلام سے کوسوں دور ہو جاتی یہ حضرت مرزا صاحب کا دنیا پر احسان ہے کہ انہوں نے لاکھوں روحوں کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچایا اور صرف بچایا ہی نہیں غیر مذاہب

کے مقابلہ میں وہ زبردست اصول مسلمانوں کے ہاتھوں میں دے دیئے ہیں کہ روئے زمین کا کوئی مذہب اسلام کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

(پیغام صلح لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کیا خوب اور مفید دعوی ہے۔ کاش! اس کا ثبوت ہو۔ ہم مرزا صاحب کے علم کلام (مناظرہ) سے خوب واقف ہیں آپ کا علم مناظرہ صرف ایک فقرہ میں آ سکتا ہے جو یوں ہے:

اسلام ایسا سچا اور کامل مذہب ہے جسکی پیروی کرنے سے میرے جیسے کامل آدمی پیدا ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ عیسائیوں سے جو آپ کا مباحثہ جون ۱۸۹۳ء بمقام امرتسر پندرہ روز تک ہوا، اس میں آپ نے اسی اصول سے کام لیا۔ مباحثہ کے خاتمہ پر لکھا کہ،

میں حیران تھا کہ ایسے معمولی مباحثہ کے لئے مجھے کیوں آنا پڑا جو سب لوگ کرتے ہیں مگر آج رات مجھے خدا کی طرف سے معلوم کرایا گیا کہ فریق مقابل جو ایک انسان (عیسی) کو خدا بنا رہا ہے حق کی طرف رجوع نہ کرے گا تو ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا

یہ بھی فرمایا کہ

اگر ایسا نہ ہو تو میرا منہ کالا کر کے مجھے گدھے پر سوار کیا جائے بلکہ پھانسی دیا جائے۔

خدا خدا کر کے یہ پندرہ ماہ پورے ہوئے۔ آخر کار وہ دن آ پہنچا جو اس عظیم الشان پیش گوئی کے خاتمہ کا دن تھا ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء۔ مگر عیسائیوں کا مناظر مسٹر آتھم نہ مرا بلکہ اس روز انہوں نے آتھم کا جلوس نکالا جس کے آگے نعرے لگاتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مدح سرائی کے اشعار پڑھتے تھے جن میں سے بطور نمونہ دو شعر یہاں نقل ہیں

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے
سارے الہام بھول جائیں گے

خاتمہ ہووے گا نبوت کا
پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

آہ! وہ دن کیسا پرہیبت تھا جس دن بقول مولوی محمد علی لاہوری یہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی تھی اسکا پورا نقشہ مولوی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی نے ایک منظوم اشتہار میں دکھایا تھا جسکا ایک شعر یہ ہے

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

آہ! وہ چھٹی ستمبر کی کیا تھی، بالکل اس آیت کی مصداق تھی

یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ

یعنی کئی لوگ اس روز سفید رو خوش وخرم تھے اور کئی لوگ اس دن سیاہ فام جھلسے ہوئے تھے

آہ! وہ ایسا دن تھا کہ اس کے تصور سے اب بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ امرتسر لاہور وغیرہ مقامات کے مرزائیوں کی نگاہیں قادیانی کی طرف لگ رہیں تھیں کہ دیکھئے اب جواب کیا آتا ہے جو آئے بقول:

آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئم

ناظرین! یہ ہے مرزا صاحب کا علم کلام اور یہ ہیں آپ کے مباحث جنکا اثر یہ ہوا کہ کوئی مسلمان عیسائی یا مرتد نہیں ہوتا۔ شاید ان مضمون نگاروں کو یاد نہیں رہا کہ انہی دنوں ایک شخص مرزا صاحب کے خاص مریدوں میں سے محمد یوسف نامی عیسائی ہوگیا تھا۔ اس کے بعد آج کل عیسائی ہوتے ہیں یا نہیں، مشن کی رپورٹ بتا سکتی ہے۔

اللہ اکبر! کجا یہ دعوی کہ فریق مخالف نہ مرے تو میرا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کیا جائے، مجھے پھانسی دیا جائے اور کہاں یہ واقعہ کہ مسٹر آتھم پندرہ ماہ سے گذر کر دو سال پیچھے تک زندہ رہتا ہے۔ کیا سچ ہے

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

ہم خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو مرزا صاحب کی روحانی برکات اور کرامات بلکہ معجزات کا شاعرانہ لفظوں میں ذکر کرتے ہیں ہمیں ان پر رحم

آتا ہے کہ یہ لوگ کن بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ آہ!

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

نوٹ: انجمن احمدیہ لاہور اپنے سالانہ جلسہ پر بغرض مباحثہ مخالفین کو بلایا کرتی ہے۔ آئندہ جلسہ میں اگر انہوں نے بلایا تو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عظیم الشان پیش گوئیوں پر بحث کرنے کے لئے اسے تیار رہنا چاہیے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۱۱۔ رمضان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۳ ص ۳۔۵)

☆☆☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد
و علی آله و صحبه اجمعین۔
و الحمد لله ر ب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین